اھل ذلک....؟

مؤلف: ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

مترجم: نثار احمد زین پوری

اہل ذکر...؟

ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

ترجمہ

نثار احمد زین پوری

انتشارات انصاریان

قم-خیابان شہدا-ص-پ ۱۸۷-تلفن ۲۱۷۴۴

نام کتاب ____ اہل ذکر...؟

تالیف ____ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

ترجمہ ____ نثار احمد زین پوری

کتابت ____ رضوان حیدر ہندی

کتابت سرورق ____ پیغمبر عباس نوگانوی

ناشر ____ انتشارات انصاریان قم ایران

تعداد ____ تین ہزار ۳۰۰۰

تاریخ ____ سنہ ۱۳۷۱ ھ شمسی

مقدمه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ربّ العالمين ـ وأفضل الصلاة وأزكى التسليم على سيدنا ومولانا محمد المبعوث رحمة للعالمين سيد الأولين والآخرين والمُنزه عن كل ما هو مُشين، وعلى آله الطيبين الطاهرين أعلام الهدى ومصابيح الدّجى وأئمة المسلمين.

امابعد:

یہ چند سوالات میں نے مسلمان محققین کے لئے تیار کیے ہیں خصوصاً اہلسنت کے لیئے جن کا یہ گمان ہے کہ صرف وہی نبیؐ کی صحیح سنت سے متمسک ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنے مخالف پر اعتراض کرتے ہیں اور انھیں برے القاب سے نوازتے ہیں۔

اور بعض اسلامی ممالک میں تو سنت محمدی سے دفاع کے

نام پر انصار السنہ اور انصار الصحابہ نامی انجمنیں وجود میں آگئی ہیں اور شیعوں کو کافر ثابت کرنے اور ان کے ائمہ وعلمار کا مذاق اور مضحکہ اڑانے کے لئے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس فکر کو تمام اسلامی اور غیر اسلامی خطوں میں پہونچانے کے لئے عالمی ذرائع ابلاغ نشر کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج لوگوں کی گفتگو کا موضوع شیعہ اور سنی بنے ہوئے ہیں۔

بہت سے پروگراموں میں میری ملاقات بعض سچے اور ذہین جوان مسلمانوں سے ہوئی جو شیعیت کی حقیقت اور اس کے خرافات کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور شیعوں کے خلاف جو کچھ کتابوں میں پڑھتے اور سنتے ہیں دونوں کے درمیان بہت فرق پاتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ حق کیا ہے۔ میں نے بعض سے گفتگو کی اور اپنی کتاب "ثم اہتدیت" ان کو ہدیہ کی الحمد للہ ان میں سے اکثر نے بحث وتحقیق کے بعد حق کو پہچان لیا اور اس کا اتباع کرنے لگے، لیکن یہ چیز ان گنے چنے جوانوں میں منحصر ہو کر رہ گئی ہے جن سے میری اتفاقاً ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن دوسرے جوانوں کے لئے ایسی ملاقات مشکل ہے، وہ مختلف افکار کے تانے بانے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

باوجودیکہ مطمئن کن دلیلیں اور ٹھوس حجتیں "ثم اہتدیت" اور "لاکون مع الصادقین" میں موجود ہیں، پھر بھی دونوں کتابیں شیعوں کے خلاف ہونے والے ان پروپیگنڈوں اور ان کے دفاع کے لئے کافی نہیں ہیں، جو ڈالر کے بل بوتے پر مختلف ذرائع ابلاغ سے نشر کئے جا رہے ہیں

اس کے باوجود اس شور وغل میں حق کی آواز گونجے گی، اور عنقریب اس سخت تاریکی میں نور حق چمکے گا اس لئے کہ یہ خدا کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہوگا چنانچہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

﴿يريدون ليطفئوا نور الله بأفواههم، والله متمّ نوره ولو كره الكافرون﴾ سورۂ الصف، آیت ۸

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے چاہے یہ بات کفار کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

خداوند عالم صاف طور پر فرما رہا ہے کہ ان کے اعمال تباہ ہو جائیں گے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إن الذين كفروا يُنفقُونَ أموالَهم ليصدّوا عن سبيل الله، فسينفِقُونَها ثم تكون عليهم حَسْرَةً ثمّ يُغلَبُون والذين كفروا إلى جهنّم يحشرون﴾

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا یہ اپنے اموال کو صرف اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو راہ خدا سے روکیں تو یہ خرچ بھی کریں گے اور اس کے بعد یہ بات ان کے لئے حسرت بھی بنے گی اور آخر میں مغلوب بھی ہو جائیں گے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا یہ سب جہنم کی طرف لے جائیں گے۔

اس لئے علماء، صاحبان قلم اور مفکرین پر واجب ہے کہ وہ اس کی لوگوں کے سامنے وضاحت کریں جو صورت حال ان کے سامنے ہے اور سیدھے راستہ کی ہدایت کریں۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿إنّ الذين يكتمون ما أنزلنا من البيّنات

والهدى من بعد ما بيّناه للنّاس في الكتاب أولئك يلعنُهم اللّهُ ويلعنُهم اللاّعنون، إلاّ الذين تابوا وأصلحوا وبيّنوا فأولئك أتوبُ عليهم وأنا التوّابُ الرحيم﴾ بقرہ، آیت ۱۶۰

جو لوگ ہمارے نازل کئے ہوئے واضح بیانات اور ہدایات کو ہمارے بیان کر دینے کے بعد بھی چھپاتے ہیں ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں علاوہ ان لوگوں کے جو توبہ کر لیں اور اپنے کئے کی اصلاح کر لیں اور جس کو چھپایا ہے اس کو واضح کر دیں تو ہم ان کی توبہ قبول کر لیتے ہیں کہ ہم بہترین توبہ قبول کرنے والے اور مہربان ہیں۔

تو علماء اس موضوع کے سلسلہ میں صرف خدا اور حق پسندی کے تحت کیوں نہیں زبان کھولتے اور کیوں نہیں چھان بین کرتے جبکہ خداوند عالم ہدایت و بینات نازل کر چکا ہے۔ اور جب وہ دین کو کامل اور نعمت کو تمام کر چکا ہے جب رسولؐ امانت ادا کر چکے ہیں۔ اور تبلیغ رسالت کر چکے ہیں۔ اور امت کو سمجھا چکے ہیں تو پھر یہ تفرقہ اور عداوۃ، بغض اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نوازنا کیسا اور ایک دوسرے کو کافر کہنا ۔۔۔ کیوں؟

میں اپنے موقع پر تھوڑی دیر ٹھہر کر تمام مسلمانوں سے صاف طور پر کہوں گا کہ نجات اور اتحاد و سعادت اور جنت کا حصول دو بنیادی اصول پر موقوف ہے اور وہ ہیں کتاب خدا اور عترت رسولؐ یا سفینۂ نجات پر سوار ہونے میں نجات ہے اور وہ سفینہ اہلبیتؑ ہیں اور یہ بات میری اپنی ایجاد نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو قرآن میں خدا کا اور حدیث میں رسول کا فرمان ہے

آج مسلمانوں کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لیئے دو چیزیں ضروری ہیں

ا ۔ یہ کہ اہلسنت والجماعت مذہب اہلبیتؑ رسولؐ کو قبول کر لیں یعنی شیعہ اثناعشری کے ساتھ ہوجائیں اس طریقے سے مذہب شیعہ ان کے نزدیک پانچواں مذہب ہوجائے گا اور اس کے ساتھ وہی سلوک کریں جو دوسرے اسلامی مذاہب کے ساتھ اختیار کر رکھا ہے اس میں نقص نہ نکالیں اس کے ماننے والوں کو بُرے القاب سے نہ نوازیں اور طلبہ و روشن فکر افراد کو اس مذہب کو اختیار کرنے میں آزاد چھوڑ دیں جس سے وہ مطمئن ہیں۔ اسی طرح تمام مسلمانوں (سنی اور شیعوں) کو دوسرے اسلامی مذاہب جیسے زیدیہ وغیرہ کو بھی تسلیم کرنا چاہیئے، باوجودیکہ اس مشکل کا حل ہے لیکن ہماری امت میں صدیوں سے چلے آنے والے تفرقہ اور نفرت کے لیۓ اس کی حیثیت ایک قرص (TABLATE) کی ہے

۲ ۔ یہ کہ تمام مسلمان ایک عقیدہ پر متحد ہوجائیں کہ جس کو کتابِ خدا اور اس کے رسولؐ نے بیان کیا ہے اور یہ ایک ہی طریقہ سے ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ سارے مسلمان ائمہ اہلبیتؑ کا اتباع کریں کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا ہے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو حق ہے، اور یہی وجہ ہے کہ سارے مسلمان ان کی اعلمیت اور ان کے تمام چیزوں میں مقدم ہونے پر متفق ہیں جیسے تقوی، ورع، زہد و اخلاق اور علم و عمل میں وہ سب پر فائق ہیں جبکہ صحابہ کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہے، پس مسلمانوں کو وہ چیز چھوڑ دینی چاہیئے جس میں اختلاف ہے اور اسے اختیار کرنا چاہئے جس میں اتفاق ہے۔ جیسا کہ رسولؐ کا ارشاد بھی ہے ,,مشکوک چیزوں کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرو،، اس طرح

امت ایک پلیٹ فارم جمع ہو جائے گی۔ اور اس اساسی قاعدہ پر متفق ہو جائے گی جو ہر چیز کا محور ہے جس کی بنیاد رسالتمآب نے اپنے اس قول کے ذریعہ رکھی :

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم ان سے وابستہ رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہیں کتاب خدا اور میری عترت اہلبیت [1]

اور جب یہ حدیث مذہب میں اختلاف کے باوجود فریقین بلکہ تمام مسلمانوں کے نزدیک ثابت ہے تو مسلمانوں کے ایک گروہ کو کیا ہو گیا کہ وہ اس پر عمل نہیں کرتا ؟ ؟ ؟ اگر سارے مسلمان اس حدیث پر عمل کرتے تو ان کے درمیان ایسی قوی وحدت اسلامی پیدا ہو جاتی جس کو (زمانہ کی) ہوا ہلا نہ سکتی اور طوفان اسے متزلزل نہیں کر سکتے تھے پروپگنڈے اور دشمن اسلام اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔

میرے عقیدہ کے لحاظ سے مسلمانوں کی گلوخلاصی اور نجات کا واحد راستہ یہی ہے، اس کے علاوہ سب باطل و خرافات ہے قرآن و سنت میں غور کرنے والا تاریخ پر اپنی عقل کے ساتھ نظر رکھنے والا بلا تردد میری موافقت کرے گا۔

لیکن پہلی اساس تو اسی روز منہدم ہو گئی تھی جس روز رسولؐ اس دنیا کو خیرباد کہنے والے تھے، صحابہ نے آپ کی حیات ہی میں اختلاف برپا کیا جس کی وجہ سے تفرقہ پڑ گیا اور امت ٹکڑوں میں تقسیم

---

[1] صحیح بخاری و مسلم

ہوگئی، اس طرح امت صدیوں سے دوسری اساس یعنی عترت وکتاب کی طرف رجوع کرنے کے سلسلہ میں پریشان رہی ہے۔ جیساکہ ماضی میں بنی امیہ و بنی عباس کے زمانہ میں ذرائع ابلاغ نے اس کو ثابت کیا ہے۔ آج ہمارے زمانہ میں اہلبیتؑ کا اتباع کرنے والوں کو کافر کہا جارہا ہے۔ ان کو گمراہ ثابت کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ ان کا مقابلہ کیا جائے اور کھلم کھلا حق کا اظہار کیا جائے اور اس سلسلہ میں قرآن کریم کے اسلوب کو اختیار کیا جائے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿... قل هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين﴾

..... کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو[1]۔

اور برہان وحجت زبردستی کسی پر تحمیل نہیں کی جاسکتی ہیں اور نہ ہی آزاد منش افراد کو لالچ وطمع کے جال میں پھنسا کر یہ بات باور کرائی جاسکتی ہے کہ جنہوں نے اپنے نفسوں کو خدا کے لئے فروخت کردیا ہے اور اب حق کے عوض میں کسی دوسری شئی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اگرچہ اس کے لئے انھیں جان ہی پر کھیلنا پڑے۔

اے کاش علمائے امت ایک کانفرنس منعقد کرتے اور ان مسائل کے سلسلہ میں فراخ دلی، روشن فکری اور بے لوث طریقہ سے غور کرتے اور اس طرح امت اسلامی کی خدمت کرتے اور اس کے تفرقہ کو اتحاد میں بدلتے اور اس کے درد کا مداوا کرتے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۱۱

یہ وحدت ہو کے رہے گی خواہ لوگوں کو یہ بات گوارہ ہو یا نہ۔ کیونکہ خدا نے ذریت مصطفےٰ میں امام منتخب کیا ہے۔ جو عنقریب اس کو عدل وانصاف سے اسی طرح پر کرے گا جیسے وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی یہ امام عترت طاہرہ میں سے ہوگا۔ خداوند عالم امت کی طول حیات سے اس کا امتحان لے رہا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کا وقت قریب آجائے گا تو اس کے امام کے انتخاب میں غلطی کو اس پر آشکار کر دے گا اور اسے حق کی طرف رجوع کرنے اور اس اصل راستہ کے اتباع کی مہلت عطا کرے گا جس کی طرف محمدؐ نے دعوت دی تھی وہ محمدؐ جو یہ کہا کرتے تھے : بارِالٰہا میری قوم کی ہدایت فرما کیونکہ وہ نادان ہے۔

اب وہ وقت آن پہونچا ہے کہ میں اپنی کتاب، "فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ" کو پیش کروں یہ کتاب کچھ سوالات پر مشتمل ہے کہ جس کے جوابات ائمہ اہلبیتؑ کے آثار و مواقف سے دئے گئے ہیں امید ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے مسلمان اس سے استفادہ کریں گے "وما توفیقی الا باللہ"۔

خدا سے میری دعا ہے کہ وہ میرے عمل کو قبول کرے اس میں خیر و برکت عطا کرے، یہ تو وحدت کی بنیاد ہے،

یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آج تک مسلمان ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں۔

اس بات کو میں نے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے

سفر کے دوران محسوس کیا اور ابھی کچھ دنوں پہلے ہندوستان جانے کا اتفاق ہوا تھا کہ جہاں بیس کروڑ مسلمان ایک چوتھائی شیعہ اور تین حصہ سنی آباد ہیں ان کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن جبکا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے وہ بہت ہی خوفناک اور حیرت انگیز ہے ۔ یقیناً مجھے امت کی حالت پر افسوس ہوا اور میں رو دیا ۔ اگر ایمان وامید کا سہارا نہ ہوتا تو قلب حسرت و یاس سے بھر جاتا ۔

ہندوستان سے واپسی پر میں نے اہلسنت کے مرجع ابوالحسن ندوی کے نام ایک خط روانہ کیا تھا اور ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں اس خط کو مع آپ کے جواب کے نشر کروں گا ، لیکن ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں آیا ہے ۔ اس خط کو میں اس کتاب کے مقدمہ میں شامل کر رہا ہوں تاکہ وہ ہمارے لئے تاریخی وثیقہ بن جائے اور عند اللہ اور عند الناس ہمارے حق میں گواہی دے کہ ہم نے انھیں اتحاد کی دعوت دی تھی ۔

ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سید ابوالحسن ندوی ہندی

کے نام کھلا خط ۔۔!

اَلسَّلامُ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

مجھے محمد تیجانی سماوی تیونسی کہتے ہیں، خدا نے ہدایت وتوفیق کے ذریعہ مجھ پر احسان کیا اور میں طویل تحقیق کے بعد مذہب شیعہ سے متمسک ہوگیا ہوں جبکہ اس سے قبل میں مالکی تھا اور شمالی افریقہ کے صوفیوں کے مشہور سلسلہ تیجانیہ کا پیروکار تھا، شیعہ علماء کے پاس آمد و رفت کے ذریعہ میں نے حق کو پہچانا اور اس سے متعلق ایک کتاب لکھی اور اس کا نام "ثم اهتديت" رکھا جو آپ کے ملک "ھندوستان" میں بھی "مجمع علمی اسلامی" کی طرف سے متعدد زبانوں میں چھپ کر ختم ہو چکی ہے۔ اسی مناسبت سے مجھے ہندوستان آنے کی دعوت دی گئی۔

سیدی عزیز! میں مختصر زیارت کے لئے ہند آیا میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا کیونکہ میں نے آپ کے بارے میں سنا تھا کہ اہلسنت

والجماعت کے مرجع آپ ہی ہیں۔ لیکن مسافت کی زیادتی اور وقت کی تنگی کی بنا پر ملاقات نہ کر سکا، اور صرف بمبئی، پونہ، جبل پور اور گجرات کے کچھ شہروں تک ہی جا سکا۔ لیکن ہندوستان میں سنی اور شیعوں کے درمیان بغض و عداوت دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی۔

یقیناً یہ بات میں پہلے بھی سنتا تھا کہ ہندوستان میں اسلام کے نام پر جنگ و جدال ہوتی ہے اور کبھی نیک مسلمانوں کا خون بہہ جاتا ہے میں اس کی تصدیق نہیں کرتا تھا، سوچتا تھا کہ مبالغہ آرائی ہے لیکن جو میں نے اپنے سفر کے دوران وہاں دیکھا اور سنا اس سے میری حیرت و تعجب ہوا ہو گئی۔ اور مجھے یہ یقین ہو گیا کہ (یہاں) اسلام اور شیعہ سنی مسلمانوں کے خلاف پست سازشیں اور بڑی منصوبہ بندی سے کام ہو رہا ہے۔ میرے اس علم و یقین کو اس بالمشافہہ گفتگو نے اور تقویت بخشی جو میرے اور اہلسنت کے علماء کی ایک جماعت کے درمیان ہوئی تھی۔ اس جماعت میں جماعت اسلامی کے مفتی شیخ عزیز الرحمٰن پیش پیش تھے یہ ملاقات ان ہی کی دعوت کی بنا پر بمبئی میں ان ہی کی مسجد میں ہوئی تھی۔

میں صحیح طریقہ سے ان کے درمیان پہونچا بھی نہیں تھا کہ انھوں نے شیعیان اہلبیتؑ پر لعن طعن کرنا شروع کر دی اور زہر اگلنے لگے وہ مجھے ذلیل اور قتل کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ انھیں یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے کہ جس میں اہلسنت کو مذہب اہلبیتؑ اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔ لیکن میں ان کے ارادوں کو بھانپ گیا میں نے اپنے اعصاب پر قابو کیا اور مسکراتے ہوئے کہا: میں تمہارا مہمان ہوں، تم نے مجھے دعوت دی، میں حاضر ہو گیا۔ کیا تم نے مجھے اسی لئے بلایا ہے کہ مجھ پر سب و شتم کرد

کیا اسلام نے تمھیں اسی اخلاق کی تعلیم دی ہے؟ انھوں نے بہت ہی منہ پھٹ انداز میں اور حلفیہ جواب دیا: کہ میں اپنی عمر کے کسی دن میں مسلمان تھا ہی نہیں کیونکہ میں شیعہ ہوں اور شیعہ مسلمان نہیں ہیں۔

میں نے کہا: میرے بھائیو! خدا سے ڈرو! ہمارا ایک خدا ایک نبیؐ، ایک کتاب اور ایک قبلہ ہے، اور شیعہ خدا کو ایک جانتے ہیں اور نبیؐ و اہلبیتؑ کی اقتدا کرتے ہوئے اسلام پر عمل کرتے ہیں، وہ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں انھیں کافر قرار دینا تمھارے لئے کیسے جائز ہو گیا؟

انھوں نے مجھے جواب دیا: تمھارا قرآن پر ایمان نہیں ہے تم منافق ہو، تقیہ پر عمل کرتے ہو، تمھارے امام کہتے ہیں تقیہ میرے آباء و اجداد کا دین ہے، تم یہودی ہو، کیونکہ اسکا موسس عبداللہ ابن سبا یہودی ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: مجھ سے شیعہ ہونے کی حیثیت سے گفتگو نہ کریں میں خود تمھاری طرح مالکی تھا اور تحقیق و چھان بین کے بعد میں اس بات سے مطمئن ہو گیا کہ اہلبیتؑ کا اتباع کرنا بہتر ہے۔ کیا تمھارے پاس ایسی کوئی دلیل ہے کہ جس کے ذریعہ مجھ سے مجادلہ کر سکو یا پھر تم مجھ سے سوال کرو کہ میری دلیل کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھا سکیں۔

انھوں نے کہا: اہلبیتؑ ازواج نبیؐ ہیں۔ تم قرآن کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔

میں نے کہا: صحیح بخاری اور مسلم سے تو تمھارے قول کی مخالفت ثابت ہوتی ہے! انھوں نے کہا: جو کچھ صحیح بخاری و مسلم اور دوسری

حدیث کی کتابوں میں ایسی چیزیں مرقوم ہیں جس سے تم حجت قائم کرتے ہو وہ شیعوں کی گڑھی ہوئی حدیثیں ہیں جنھیں ہماری کتابوں میں سمو دیا گیا ہے

میں نے ہنستے ہوئے انھیں جواب دیا: جب شیعوں نے تمہاری کتابوں اور صحاح میں غلط حدیثیں بھر دی ہیں تو ان کتابوں کا اور اس پر قائم تمہارے مذہب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (میرے اس جملہ سے) وہ خاموش ہو گئے، لیکن ان میں سے ایک نے بے جوڑ گفتگو کا از سر نو آغاز کیا اور کہا: جو بھی خلفائے راشدین، سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان سیدنا علیؑ و سیدنا معاویہ اور سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ایمان نہیں رکھتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے!!!

میں اس کی یہ بات سن کر ہکا بکا رہ گیا: اس لئے کہ میں نے اپنی زندگی میں یہ بات کبھی نہیں سنی تھی کہ "جو معاویہ و یزید کی خلافت پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے"، میں نے اپنے دل میں کہا: یہ بات تو کسی حد تک صحیح ہے کہ مسلمان ابو بکر و عمر اور عثمان سے راضی ہو جائیں لیکن یزید کے کے بارے میں تو میں نے ہندوستان کے علاوہ کہیں نہیں سنا تھا۔ میں نے ان سب کو مخاطب کر کے سوال کیا، کیا تم سب اس شخص کی رائے سے متفق ہو؟ ان سب نے بیک زبان کہا: ہاں۔

اب میں نے یہ سوچا کہ ان سے گفتگو کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ وہ مجھے غیظ دلا کر مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اور صحابہ پر لعنت کے الزام میں مجھے قتل کر دیں گے اور کسی کو خبر نہ ہوگی۔

میں نے ان کی آنکھوں میں شر کو دیکھ لیا اور اپنے اس ساتھی

سے کہا جو مجھے ان کے پاس لے گیا تھا، کہ مجھے یہاں سے فوراً نکال لے چلو، چنانچہ اس نے مجھے نجات دلائی۔ حالانکہ وہ مجھ سے روا رکھے جانے والے سلوک پر، عذرخواہی کر رہا تھا۔ اور اس بات پر افسوس کر رہا تھا۔ اور یہ شخص کہ جو اس ملاقات کے ذریعہ حق کو پہچاننا چاہتا تھا اس سے بری تھا۔ واضح رہے کہ یہ نوجوان اور مہذب شخص بمبئی کے مکتبہ اور مطبع اسلامیہ کا مالک شرف الدین تھا۔ وہ ہمارے درمیان ہونے والی مذکورہ گفتگو کا گواہ ہے۔ اس کے سامنے ان افراد کی بداخلاقی کہ جو اپنے کو سب سے بڑا عالم تصور کرتے ہیں پوشیدہ نہ رہی۔

میں نے انھیں چھوڑ دیا حالانکہ مجھے مسلمانوں کے اس انحطاط پر افسوس ہو رہا تھا خصوصاً ان لوگوں پر جو مرکز صدارت پہ بیٹھے ہوئے ہیں اور خود کو علماء کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا جب اندھے تعصب میں علماء کی یہ حالت ہے تو (یہاں کے) عوام الناس اور جاہلوں کی کیا کیفیت ہوگی۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ ایسے معرکے اور جنگیں کیسے وجود میں آتی ہیں۔ جن میں محترم خون بہہ جاتا ہے عزتیں پامال ہو جاتی ہیں اور ہتک حرمت ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اسلام سے دفاع کے نام پر ہوتا ہے۔ میں امت کی اس پست روش پر رویا کیونکہ اس امت کے سپرد خدا نے ہدایت کی ذمہ داری کی تھی اور رسولؐ نے تاریک قلوب تک نور پہونچانے کی ذمہ داری لی تھی اور ابھی ہدایت کی شدید ضرورت ہے اور اس وقت صرف ہندوستان میں سات سو ملیون افراد غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں گائے اور بتوں کی تقدیس کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ مسلمان انھیں موحد بنائیں ان کی ہدایت کریں، تاریکی سے نکال کر روشنی میں لائیں تاکہ وہ رب العالمین کو قبول کریں، آج ہم مسلمانوں کو خصوصاً ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ انھیں

خود ہدایت کی ضرورت ہے۔

لہٰذا میرے سید و سردار آپ کو دعوت نامہ ارسال کر رہا ہوں کہ خدائے رحمٰن و رحیم، اس کے رسولؐ اور عظیم اسلام کے نام پر۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں اور تفرقہ بازی سے پرہیز کریں، میری گذارش ہے کہ آپ ایک شجاع مسلمان کا موقف اختیار کریں کہ جو خدا کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی اس پر شیطان کی دلی خواہش عصبیت و قبائلیت طاری ہوتی ہے۔

میں آپ کو پر خلوص اور واضح موقف کی دعوت دیتا ہوں آپ لوگوں ہی پر خدا نے اس علاقہ کے لوگوں کی ہدایت کی ذمہ داری اس وقت تک عائد کی ہے جب تک آپ اسلام کا دم بھرتے رہیں گے۔ خدا آپ کے اس موقف سے ہرگز راضی نہیں ہوگا کہ آپ یہاں وہاں رونما ہونے والے حادثات سے راضی ہوں کہ جس کی قیمت شیعہ سنی مسلمانوں کو چکانا پڑتی ہے۔ قیامت کے روز خداوند عالم ہر چھوٹے بڑے کا آپ سے حساب لے گا، اور ہر بات فرمائی کے متعلق آپ سے پوچھا جائے گا۔ کیونکہ صاحبان علم اور جاہل برابر نہیں ہیں ہر ایک پر اس کے ظرف و دانائی کے مطابق ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور شرافت کے لحاظ سے بزرگی و عظمت ملتی ہے۔

لہٰذا جب تک آپ اپنے کو ھندوستان کا عالم سمجھتے رہیں گے اس وقت تک آپ کی ذمہ داری بھی عظیم رہے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کے کچھ کہنے میں ہندوستان کے لوگوں کی صلاح بھی ہو سکتی ہے اور کبھی اس سے نسلیں ہلاک بھی ہو سکتی ہیں اے صاحبان عقل اللہ سے ڈرو!

بیشک خداوند عالم نے ملائکہ کے بعد علماء کو بلند مرتبہ عطا کیا ہے

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿شهد الله أنه لا إله إلا هو والملائكة وأولوا العلم قائماً بالقسط﴾ سورہ آل عمران، آیت ۱۸

اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے ملائکہ اور صاحبان علم گواہ ہیں کہ وہ عدل کے ساتھ قائم ہے۔

اور جب خداوند عالم ہم سب کو یہ حکم دے رہا ہے یہ کہکر:

﴿وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان﴾

سورہ رحمٰن، آیت ۸

اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم کرو اور تولنے میں کم نہ تولو۔

اور جب مفسرین نے قیمتی مادی اشیا میں عدل قائم کرنے کے لئے کہا ہے تو ان عقائدی چیزوں میں عدالت سے کیوں کام نہیں لیتے کہ جو حق و باطل کے درمیان امتیازی حیثیت رکھتی ہیں، انھیں پر بشر کی ہدایت موقوف اور اس میں پوری انسانیت کی نجات کا راز مضمر ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وإذا حكمتم فاحكموا بالعدل﴾

اور جب کوئی فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يا داود إنا جعلناك خليفة في الأرض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله﴾

اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا جانشین بنایا ہے لہٰذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور

خواہشات کا اتباع نہ کرو کہ وہ راہ خدا سے منحرف کر دے

اور رسولؐ اکرم کا ارشاد ہے کہ:

"حق بات کہو اگرچہ وہ تمھارے خلاف ہی ہو"

نیز فرمایا:

"حق کہو خواہ وہ تلخ ہی ہو۔۔۔۔"

میرے عزیز محترم میں آپ کو کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ انھیں صاف صاف بیان کیجئے اگرچہ تلخ ہی ہو۔ یہ بات خدا کے نزدیک آپ کے لئے شاہد ہوگی اپنے پروردگار کی قسم کھا کے بتلایئے کیا شیعہ آپ کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں؟

کیا آپ کا یہ عقیدہ حق ہے کہ وہ کافر ہیں؟ کیا اہلبیتؑ نبوؐی کے اتباع کرنے والے کہ جنھوں نے خدا کی وحدانیت وعظمت کے سلسلہ میں تمام فرقوں سے زیادہ کام کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خدا مشابہت وہم شکل ہونے اور جسمانیت سے پاک ہے، وہ اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسرے فرقوں سے زیادہ ان کی عظمت کے قائل ہیں۔ ان کا قول ہے کہ نبیؐ بعثت سے قبل بھی مطلق طور پر معصوم تھے، کیا آپ انھیں کافر کہتے ہیں؟

کیا جو لوگ خدا و رسولؐ اور مومنوں سے دوستی رکھتے ہیں جو عترت نبیؐ کو دوست رکھتے ہیں جیسا کہ ابن منظور نے "لسان العرب" میں مادۂ شیعہ کے ذیل میں تحریر کیا ہے، کیا ان کو آپ غیر مسلمان کہتے ہیں؟

کیا وہ شیعہ جو بہترین طریقے سے نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں مزید خدا و رسولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے اموال سے خمس نکالتے ہیں اور رمضان و دیگر ایام کے روزے رکھتے ہیں خانۂ خدا کا حج بجالاتے ہیں

اور شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں اور اولیائے خدا کا احترام کرتے ہیں، دشمنانِ خدا اور اسلام دشمن طاقتوں سے اظہار برأت کرتے ہیں، کیا وہ آپ کے نزدیک مشرک ہیں۔

کیا وہ لوگ جو اہلبیتؑ میں سے ان بارہؑ اماموں کی امامت کے قائل ہیں جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا ہے اور اس طرح پاک کیا جو کہ حق ہے اور ان کی امامت پر رسولؐ نے نص فرمائی ہے جیسا کہ اہلسنت علماء مثلاً بخاری و مسلم وغیرہ نے اپنی صحاح میں تحریر کیا ہے۔ وہ آپ کے نظریہ کے مطابق دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں؟؟

کیا وہ لوگ مسلمان ہیں جو حیات نبیؐ میں اور بعد نبیؐ کسی روز بھی امامت سے متعارف نہیں تھے۔ اور اس نظریہ کو فارس (ایران) و مجوس کا نظریہ کہتے ہیں۔؟

کیا آپ اس وقت اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو یزید ابن معاویہ کو امام مانتا ہے کہ جس کے فسق کو ہر خاص و عام مسلمان جانتا ہے؟ اور یزید کی خست و ذلالت کے لئے تو یہی چیز کافی ہے کہ جس پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے کہ یزیدؔ نے بیعت لینے کے لئے، مدینہ منورہ کو اپنے لشکر کے لئے مباح کر دیا تھا۔ وہ جو چاہے کرے۔ پس اس کے فوجیوں نے ہزاروں بہترین صحابہ اور تابعین کو قتل کیا اور بے شمار عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ بالجبر زنا کیا جن سے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد کو خدا ہی جانتا ہے۔ اس (یزیدؔ) کے لئے تو رہتی دنیا تک یہی رسوائی اور ذلت کافی ہے کہ اس نے جوانانِ جنت کے سردار کو قتل کیا، اور رسولؐ کی بیٹیوں کو بے پردہ کیا، امام حسین علیہ السلام کے دندانِ مبارک کو چھڑی لگائی اور مشہور اشعار میں اس کی مثال دی۔

۔ اے کاش بدر میں شہید ہونے والے میرے بزرگ ہوتے تو دیکھتے ،، یہاں تک کہ اس نے کہا! ،، یہ تو بنی ہاشم کا بادشاہ بننے کے لئے ڈھونگ تھا، ورنہ نہ کوئی فرشتہ آیا اور نہ وحی نازل ہوئی ،،

اس کے ان اشعار سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ والہ کی نبوت اور قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتا تھا کیا یہ حق ہے کہ جو یزید اور اس کے باپ معاویہ پر لعنت کرے آپ اسے کافر قرار دیں؟ جو علی علیہ السلام پر لعنت کرتا تھا اور لعنت کرنے کا حکم دیتا تھا بلکہ صحابہ میں سے جو لعنت کرنے سے انکار کرتا تھا اسے تہ تیغ کر دیتا تھا جیسا کہ حجر ابن عدی کندی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔ اس لعنت کے سلسلہ کو ایک سنت بنا دیا کہ جو ستر سال تک جاری رہی جبکہ وہ (معاویہ) رسولؐ کے اس قول سے واقف تھا:

،، جس نے علیؑ پر لعنت کی اس نے میرے اوپر لعنت کی، اور جس نے میرے اوپر لعنت کی اس نے خدا کو برا کہا ،،

جیسا کہ اہلسنت کی صحاح میں یہ چیزیں بیان ہوئی ہیں، اس کے علاوہ اس کے بہت سے ایسے افعال ہیں جو اسلام کے منافی ہیں۔ اس نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لینے کے لئے بہت سے نیکوکار لوگوں کو قتل کیا۔ اور جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ حسن ابن علی علیہما السلام کو قتل کرایا اس کے علاوہ اس کے اور بہت سے جرائم ہیں جنھیں اہلسنت کی تاریخ نے ذکر کیا ہے جیسا کہ شیعیان علی علیہ السلام نے اس کی شہادت دی ہے۔

محترم میں آپ کے بارے میں یہ خیال نہیں کرتا ہوں کہ آپ

ان تمام چیزوں سے متفق ہوں گے ورنہ اسلام پر سلام، اور دنیا پر خاک، کیونکہ اس کے بعد نہ دنیا میں کوئی پیمانہ ہے نہ عقل ہے نہ شرع ہے نہ کوئی منطق ہے نہ کوئی دلیل ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

قسم خدا کی پاکستان کے عالم ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت کے صـ۱۰۶ پر ابوالحسن بصری سے نقل کیا ہے کہ:

قسم خدا کی معاویہ میں چار خصلتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو وہی اس کی ہلاکت کے لیے کافی تھی۔

۱۔ مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر خلیفہ بن بیٹھا جبکہ ان میں صحابہ اور بافضیلت افراد موجود تھے۔

۲۔ اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ بنادیا جو شراب خوار حریر پوش اور طنبور بجاتا تھا۔

۳۔ زیاد کو اپنا بھائی بنایا، جبکہ رسولؐ کا قول ہے کہ: بچہ صاحب فراش کا ہے اور زناکار کے لئے پتھر ہے۔

۴۔ اس کا حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا پس حجر اور ان کے اصحاب کے سلسلہ میں معاویہ پر ویل ہو (اس جملہ

کو تین مرتبہ دہرایا)

خدا ابوالاعلیٰ مودودی پر رحم کرے کہ انھوں نے حق کا اظہار کیا اور اگر وہ چاہتے تو ان خصلتوں سے زیادہ اسکی چالیس خصلتیں گنواتے لیکن مرحوم نے معاویہ کی ہلاکت کے لئے ان چار ہی کو کافی سمجھا۔

شاید مودودی صاحب نے ان لوگوں کے جذبات کا خیال رکھا جو معاویہ کی تقدیس و احترام اور اسے رضی اللہ عنہ کہنا سیکھتے ہیں بلکہ اس کے بیٹے یزید کو بھی اسی زمرہ میں شامل کر لیتے ہیں جیسا کہ خود میں نے علمائے ہند سے سنا ہے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اور انھیں باتوں کے تحت میں نے بھی ان لوگوں کے جذبات کا خیال رکھا تھا جنھوں نے مجھے رسوا کرنے کے لئے دعوت دی تھی ان میں سے میں نے ایک بات بھی بیان نہیں کی تھی کیونکہ مجھے اپنا ڈر تھا۔

محترم میری آپ سے گذارش ہے کہ آپ واضح موقف کو اختیار کریں اور اس سے خدا کی رضا کو حاصل کریں بیشک خدا حق کے بارے میں ذرا بھی شرم نہیں کرتا، میں آپ سے یہ نہیں چاہتا کہ آپ ان کی برائی کے قائل ہو جائیں اور نہ ہی ان کی برائیوں سے پردہ ہٹانے کے لئے کہتا ہوں اس سلسلہ میں ہمارے اور آپ کے لئے تاریخ کافی ہے۔

لیکن یہ ضرور چاہتا ہوں کہ آپ خود اعتراف کریں اور اپنے پیروں کو یہ بتائیں کہ جو ان (معاویہ و یزید وغیرہ) کی امامت کے قائل نہیں ہیں اور ان سے محبت نہیں رکھتے وہی سچے اور حقیقی مسلمان ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ یہ کہیں کہ شیعہ ہمیشہ مظلوم رہے ہیں کیونکہ انھوں نے کبھی شجرۂ ملعونہ کی امامت کا اعتراف نہیں کیا ہے جس کی مثال خداوند کریم نے

قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔

آپ قسم کھا کے بتائیں کہ شیعوں کی کیا خطا ہے۔ رسولؐ خود اپنے بعد اپنے اہلبیتؑ کے اتباع کا حکم دیتے ہیں یہاں تک کہ انھیں سفینۂ نوح سے تشبیہ دی جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پائے گا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ ہلاک ہوگا۔ شیعوں کی کیا خطا ہے جبکہ وہ رسولؐ کے اس حکم کا اتباع کرتے ہیں:

میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتابِ خدا اور میری عترت جب تک ان سے وابستہ رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔

اور اس بات کی گواہیاں تو اہلسنت کتابوں میں بھی ہیں چہ جائیکہ شیعہ کی کتابیں۔

لیکن رسولؐ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے ان کے شکر گزار ہوئے، انھیں دوسروں پر مقدم کرنے اور فضیلت دینے کے بجائے ان پر سب وشتم کرتے ہیں انھیں کافر کہتے ہیں ان سے بیزاری اختیار کرتے ہیں، یہ تو انصاف نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات معقول ہے۔

محترم ہمیں ان خرافات اور رکیک باتوں کو چھوڑ دینا چاہئے جو کسی دلیل و برہان پر استوار نہیں ہیں اور انھیں اپنی امت کے نوجوانوں پر تحمیل نہ کریں کہ شیعوں کا ایک خاص قرآن ہے یا شیعہ تو علیؑ کو صاحب شریعت کہتے ہیں یا عبد اللہ ابن سبا مذہب تشیع کا موسّس ہے۔ اس کے علاوہ اور روایات قسم کے اقوال ہیں کہ جن کے بارے میں خدا گواہ ہے کہ دشمنانِ اسلام اور عدوِ اہلبیتؑ کا پروپیگنڈہ ہے جو انھوں نے اندھے تعصب اور جہالت کی بنا پر گڑھ دیا ہے

محترم میں یہ سوال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے علماء کو جامعۂ ازہر کے علماء سے کیا نسبت ہے کہ جنھوں نے مذہب شیعہ امامیہ کو قبول کرنے کا تیس سال قبل فتویٰ دیا تھا اور جامعہ ازہر ہی کے علمائے اعلام کا یہ بھی نظریہ ہے کہ فقہ جعفری کہ جس پر شیعہ عمل کرتے ہیں وہ ان تمام مذاہب اسلامی سے زیادہ روح اسلام سے قریب ہے کہ جو اس کی فرع ہیں اور ان علماء کے راس و رئیس شیخ محمود شلتوت رحمۃ اللہ ہیں، پس کیا وہ علمائے اسلام اور مسلمانوں کو نہیں پہچانتے تھے؟ یا ہندوستان کے علماء ان سے اعلم و اعرف ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ بھی اسی کے قائل ہوں گے۔۔۔!

محترم! آنکھیں آپ پر لگی ہیں آپ کی محبت و شفقت کیلئے میرا قلب کھلا ہوا ہے، یقیناً گذشتہ زمانہ میں میں بھی آپ کی طرح حقیقت سے بے خبر اور اہلبیت اور ان کے شیعوں سے ناواقف تھا پس خدا نے اس حق کی طرف میری راہنمائی کی کہ جس کے علاوہ گمراہی و ضلالت ہے میں تعصب کی بندشوں اور اندھی تقلید سے آزاد ہو گیا ہوں اور مجھ پر یہ بات آشکار ہو گئی ہے کہ زیادہ تر مسلمان ابھی تک باطل اور پروپیگنڈے کے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں اور ان کو حقیقت تک پہونچنے نہیں دیا جاتا کہ کہیں سفینۂ نجات پر سوار نہ ہو جائیں اور خدا کی رسی کو پکڑ نہ لیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ شیعہ و سنی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس اختلاف کے جو خلافت کے سلسلہ میں بعد رسول رونما ہوا، اس اختلاف کی بنیاد تمہارا صحابہ پر اعتقاد ہے جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں آپس میں اختلاف تھا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے پر لعنت کرتے تھے، لڑتے تھے اور بعض بعض کو قتل کرتے تھے۔

پس اگر شیعوں کا اختلاف انھیں دین سے خارج کر دیتا ہے

تو العیاذ باللہ صحابہ اس تہمت کے زیادہ مستحق ہیں میں نہیں سمجھتا کہ آپ اس کو برداشت کر سکیں گے، انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اس سلسلہ میں یہ بھی نہ کہیں کہ وہ دین سے خارج ہیں، اہلبیتؑ کے تقدس و احترام کے سلسلہ میں جو شیعوں کا نظریہ ہے وہی صحابہ کے تقدس و احترام کے سلسلہ میں اہلسنت کا نظریہ ہے پس دونوں موقفوں میں کتنا بعد ہے، اگر اس نظریہ میں شیعہ خطا پر ہیں تو اہلسنت بدرجۂ اولیٰ خطا کار ہیں۔ کیونکہ تمام صحابہ اہلبیتؑ کو اپنے نفسوں پر مقدم کرتے تھے اور ان پر بالکل اسی طرح درود بھیجتے تھے جس طرح نبیؐ پر بھیجتے تھے، ہمیں کسی ایک صحابی کے بارے میں بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ اس نے نفس کو اہلبیتؑ مصطفےؐ پر مقدم کیا ہو یا علم و عمل کے لحاظ سے خود کو ان پر فضیلت دی ہو۔

پس اب وہ وقت آن پہونچا ہے کہ شیعیان اہلبیتؑ سے تاریخی تاریکی کو ہٹایا جائے ان سے قربت و بھائی چارگی قائم کی جائے نیک اور اچھے کاموں میں تعاون کیا جائے، اس امت کے لئے ویسے ہی خونریزی اور فتنہ انگیزی کیا کم ہے۔

عنقریب خدا آپ کو ایک کلمہ پر جمع کر دے گا، اور آپ کے ذریعہ افتراق کو ختم کر دے گا اور آپ کے سبب علیٰحدگی و سنگدلی کو دور کر دے گا، آپ کے باعث اس زخم کا مداوا کرے گا، آپ کے توسط سے اس فتنہ کی آگ کو خاموش کرے گا، آپ ہی کے وسیلہ سے شیطان اور اس کے گروہ کو رسوا کرے گا۔ اور آپ خدا کے نزدیک کامیاب ہو جائیں گے۔ خصوصاً آپ تو اہلبیتؑ کی اولاد سے ہیں جیسا کہ میں نے سنا ہے لہٰذا ایسے اعمال بجا لائیے کہ جن کے سبب آپ ان (اہلبیتؑ) کے ساتھ محشور ہو سکیں

"اور یہ تمہاری امت ایک ہی ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس میری عبادت کرو"،
"اور کہہ دیجئے کہ (نیک) عمل بجالاؤ کیونکہ خدا، اسکا رسولؐ اور مومنین
تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں"، اور خدا ہمیں اور آپ کو توفیق مرحمت فرمائے
اسی میں لوگوں اور شہروں کی فلاح ہے، خداوند عالم ہمیں اور آپ کو اپنے
مخلص بندوں میں شمار فرمائے۔

اس خط کے ہمراہ آپ کی خدمت میں اپنی کتاب "ثم اہتدیت"
کا ایک نسخہ بھی ارسال کر رہا ہوں، یہ کتاب میں نے اسی موضوع پر تالیف
کی ہے میری طرف سے یہ ہدیہ ہے امید ہے کہ قبول فرمائیں گے۔

وَالسَّلامُ عَلَيكُم وَرَحمَةُ اللهِ وَبَرَكاتُهُ
مخلص محمد تیجانی السماوی، تیونسی

پوچھ لو

آیہ فاسئلوا اهل الذکر مسلمانوں کو ہر مشکل کام میں اہل ذکر کی طرف رجوع کرنے کا حکم دے رہی ہے تاکہ وہ راہ راست سے آگاہ ہو جائیں۔ کیونکہ خداوند عالم نے انھیں تعلیم دینے کے بعد اس کام کے لئے منتخب کیا ہے یہی راسخون فی العلم ہیں اور یہی قرآن کی تاویل سے واقف ہیں۔

یہ آیت اہلبیتؑ یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے تعارف کے لئے نازل ہوئی ہے۔ عہد نبیؐ کے علاوہ قیام قیامت تک پنجتن پاکؑ اصحاب کساء میں سے حسین علیہ السلام کی نسل سے نو ائمہ ہوں گے کہ جن کو رسولؐ نے معین کیا ہے۔ اور مناسب موقعوں پر ان کا تذکرہ بھی کیا ہے اور انھیں ائمہؑ ہدیٰ، مصابیح الدجیٰ اہل ذکر، راسخون فی العلم کے القاب سے نوازا ہے۔

یہ روایات عہد نبیؐ ہی سے شیعوں کے نزدیک متواتر اور صحیح

ہیں۔ اہل سنت کے بعض علماء و مفسرین نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور اس آیت کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ یہ آیت اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے ان میں سے بعض علماء کے اسماء یہاں مثال کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔

۱۔ امام ثعلبی نے تفسیر کبیر میں سورہ نحل کی اسی آیت کے معنی کے ذیل میں۔

۲ ابن کثیر نے تفسیر القرآن کی جلد ۲، ص۵۷۰

۳ تفسیر طبری میں جلد ۱۴ ص ۱۰۹

۴ تفسیر آلوسی المسمیٰ بہ روح المعانی جلد ۱۴ ص ۱۳۴

۵ تفسیر قرطبی جلد ۱۱ ص ۲۷۲

۶ تفسیر حاکم المسمیٰ بہ شواہد التنزیل جلد ۱ ص ۳۳۴

۷ تفسیر تستری المسمیٰ بہ احقاق الحق جلد ۳ ص ۴۸۲

۸ قندوزی حنفی کی ینابیع المودۃ ص۵۱ و ۱۴۰

اگر آیت کے ظاہری معنی سے اہل کتاب "یہود ونصاریٰ" مراد ہیں تو اس کے لئے ہم اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہود و نصاریٰ نہیں ہیں۔

اوّلاً : اس لئے کہ، قرآن نے متعدد آیات میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے خدا کے کلام میں تحریف کی اور اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہہ دیا کہ یہ خدا کی کتاب ہے تاکہ اس سے کچھ قیمت حاصل کر سکیں (قرآن) ان لوگوں کے بارے میں کذب اور ان کے ہاتھوں سے کلام خدا میں تحریف کی گواہی دے رہا ہے۔ یہ بات معقول نہیں ہے کہ قرآن ان کی اس حرکت کے باوجود ان سے رجوع کرنے کا حکم دے اور کہے کہ جو مسائل تم نہیں جانتے وہ یہود و نصاریٰ سے پوچھ لو۔

ثانیاً : بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الشہادات کے باب ، لا یسئل اہل الشرک ، کے جلد ۳ صـ۱۶۳ پر ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ : اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ انھیں جھٹلاؤ ، یہ کہو ہم تو اللہ اور اس کے نازل کئے ہوئے پر ایمان لا چکے ہیں ۔۔ آیت ،،

اس آیت سے یہود و نصاریٰ کو چھوڑنا اور ان سے رجوع نہ کرنا آشکار ہے ، کیونکہ عدم تصدیق و تکذیب دونوں ہی اس سوال کی نفی کر رہے ہیں ۔ کہ جس کا صحیح جواب طلب کیا جاتا ہے ۔

ثالثاً : بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ ، صـ۲۰۸ ، کتاب التوحید اللہ تعالیٰ کے قول ،، کل یوم ھو فی شان ،، کے باب میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ :

: انھوں نے کہا مسلمانو ! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیسے سوال کرتے ہو ۔ جبکہ تمھاری کتاب وہ ہے جسے خدا نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا اور جو صرف اللہ کی طرف سے خبر دیتی ہے ، وہ کوئی قصیدہ نہیں ہے ۔ اور خدا تمہیں آگاہ کر چکا ہے کہ اہل کتاب ،یہود و نصاریٰ ،، نے کتاب خدا میں تحریف کر دی اور پھر اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہنے لگے (یہ) خدا کی کتاب ہے ۔ تاکہ اس سے کچھ نفع حاصل کر سکیں ۔ یا تمھیں اس چیز کے بارے میں ان سے سوال کرنے کو منع کیا ہے کہ جسکا تمھیں علم نہ ہو ۔ خدا کی قسم ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ تم سے

اس چیز کے بارے میں سوال کرے جو تم پر نازل ہوئی ہے ۔

رابعاً : اگر آج ہم اہل کتاب " نصاریٰ " سے سوال کریں تو وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ خدا ہیں ۔ اور یہود انھیں جھٹلاتے ہیں ، یہاں تک کہ وہ عیسیٰ کو نبی بھی نہیں مانتے ہیں ۔ اور یہود و نصاریٰ دونوں نبیؐ اور اسلام کا انکار کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں : ـــ محمدؐ ـــ بہت بڑے جھوٹے اور دجال ہیں ـــ معاذ اللہ ـــ کیا اس کے باوجود ہم آیت کا یہ مفہوم نکال سکتے ہیں کہ خدا نے ہمیں ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے ـــ نا ممکن ہے ـــ اور جب ظاہر آیت سے اہل کتاب " یہود و نصاریٰ " کا اہل ذکر ہونا سمجھ میں آتا ہے تو اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی ہے کہ یہ آیت اہلبیتؑ نبی کی شان میں نازل ہوئی ہے ۔ جیسا کہ شیعوں اور سنیوں کے نزدیک صحیح حدیثوں سے ثابت ہے ۔ اور اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ خداوند متعال نے ان ہی کو اس کتاب کے علم کا وارث ـــ کہ جس میں کسی قسم کی تفریط نہیں ہے ۔ ـــ بنایا ہے ۔ اور اپنے بندوں میں سے انھیں اس لئے منتخب کیا ہے تاکہ لوگ تفسیر و تاویل قرآن کے بارے میں ان سے رجوع کریں اور جب وہ خدا و رسولؐ کی اطاعت کریں گے تو ان کی ہدایت کی ضمانت بھی ہوگی ۔

خداوند عالم چاہتا تھا کہ تمام لوگوں کو اپنے برگزیدہ اور عالم کتاب افراد کا مطیع و فرمانبردار بنا دے تاکہ قیادت اور دنیا کے نظم و نسق کا مسئلہ حل ہو جائے پس اگر وہ لوگوں کے درمیان نہ رہیں گے تو ہر ایک پر ہوس طاری ہو جائے گی ، لوگوں کے امور میں بدنظمی پیدا ہو جائے گی اور ہر ایک کے لئے اعلمیت کا دعویٰ کرنا ممکن ہوگا ۔

اس بات سے مطمئن ہو جانے کے بعد اہل ذکر سے مراد اہلبیتؑ

ہیں، اس پر دلیل قائم کروں گا کہ اہل ذکر سے مراد اہلبیتؑ ہی ہیں ـــــ عنقریب میں ایسے سوالات پیش کروں گا کہ اہل سنت کے پاس جن کا جواب نہیں ہے یا اگر جواب ہے، تو اس سے جان بوجھ کر پہلو تہی اختیار کرتے ہیں اور ایسی دلیل پیش کرتے ہیں جسے کوئی محقق قبول نہ کر سکے ـــــ ان سوالات کے حقیقی جوابات ائمہ اطہارؑ ہی کے پاس ہیں کہ جنھوں نے دنیا کو علم و معرفت اور صالح عمل سے مالا مال کیا ہے۔

پہلی فصل

اللہ سے متعلق

پہلا سوال :

رویت خدا اور اسکے مجسم ہونے کے بارے میں؟

خداوند عالم اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے :

﴿لا تدركه الأبصار﴾ انعام / ۱۰۳

آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں

﴿وليس كمثله شيء﴾ شوریٰ / ۱۱

اس کے مثل کوئی شئی نہیں ہے

اور جب جناب موسیٰ نے دیدار کی خواہش کی تو فرمایا :

﴿لن تراني﴾ تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے اعراف / ۱۴۳

پس تم ان حدیثوں کو کیسے قبول کرتے ہو جو صحیح بخاری اور مسلم میں منقول ہیں کہ خداوند عالم اپنی مخلوق کے سامنے جلوہ افروز ہوگا، اور لوگ اسے چودھویں کے چاند کی طرح سے دیکھیں گے۔[۱] اور ہر شب جمعہ کو آسمان دنیا پر اترتا ہے۔[۲] جہنم میں اپنا پیر ڈال دے گا اور وہ بھر جائے گا۔[۳] وہ اپنی پنڈلی کھول دے گا تاکہ مومنین پہچان لیں۔[۴] وہ ہنستا ہے اور حیرت میں پڑ جاتا ہے۔[۵] ان کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں کہ جن سے خدا کا مجسم اور متحرک ہونا ثابت ہوتا ہے ــــ مثلاً ــــ اس کے دو ہاتھ اور دو پیر ہیں، پانچ انگلیاں ہیں، پہلی انگلی آسمانوں پر، دوسری زمینوں پر، تیسری درختوں پر، چوتھی پانی اور ثریٰ پر، اور پانچویں تمام مخلوقات پر رکھے ہوئے ہے۔[۶] وہ اپنے گھر میں قیام پزیر ہے۔ محمدؐ تین مرتبہ اس کے پاس پہونچنے کے لئے اجازت طلب کرتے ہیں۔ خداوند متعال اس سے بزرگ و برتر ہے ــــ پروردگار تو توصیف کرنے والوں کی توصیف سے پاک و پاکیزہ ہے ــــ

ائمہ ہدیٰ مصابیح الدجیٰ کے پاس ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم ہم شکل و ہم جنس صورت و جسم اور تشبیہ و حد بندی سے پاک ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری ج ۷، ص ۲۰۵، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲

۲۔ صحیح بخاری ج ۲، ص ۴۷

۳۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۱۸۸ و ص ۱۸۷

۴۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۱۸۲۔ صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۱۵

۵۔ صحیح بخاری ج ۶، ص ۳۳

۶۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۱۸۳ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴

«الحمد لله الذي لا يبلغ مدحته القائلون، ولا يُحصي نعماءهُ العادّون، ولا يؤدّي حقّه المجتهدون، الذي لا يدركه بعد الهمم، ولا يناله غوصُ الفطن، الذي ليس لصفته حدّ محدود ولا نعت موجود ولا وقتٌ معدود ولا أجل ممدُودٌ. . .

فمن وصف الله سبحانه فقد قرنَهُ، ومن قرنَهُ فقدْ ثنّاهُ ومن ثنّاهُ فقد جزّاه، ومن جزّاه فقد جهِلهُ، ومن جهِلَهُ فقد أشار إليه،ومن أشار إليه فقد حَدّهُ، ومن حدّهُ فقد عَدّهُ، ومن قَال فِيمَ فقدْ ضمّنه، ومن قال علامَ فقد أخلَى منه كائنٌ لَا عن حَدَثٍ، موجودٌ لَاعن عَدَمٍ، مع كل شيء لا بمُقارنةٍ وغيرُ كل شيء لا بمزايلةٍ، فاعِلٌ لا بمعنى الحركاتِ والآلةِ بصيرٌ إذْ لا منظور إليه من خلقِهِ . [1]

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے، نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پاسکتی ہیں نہ عقل و فہم

---

[1] نہج البلاغہ شرح محمد عبدہ ج ۱ خطبہ اول

کی گہرئیاں اُس کی تہ تک پہونچ سکتی ہیں ۔ اس کے کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں ۔ نہ اُس کے لئے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس (کی ابتدا) کے لئے کوئی وقت ہے ، جسے شمار میں لایا جاسکے ، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے ۔

بس جس نے ذات الٰہی کے علاوہ صفات مانے ، اس نے اس کی ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اس نے دوئی پیدا کی ، جس نے دوئی پیدا کی ، اُس نے اس کے لئے جز بناڈالا اور جو اس کے لئے اجزار کا قائل ہوا وہ اُس سے بے خبر رہا ، اور جو اُس سے بے خبر رہا اس نے اُسے قابل اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اسے قابل اشارہ سمجھ لیا اس نے اس کی حد بندی کردی اور جس نے اسے محدود سمجھا وہ اسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا ، جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز میں ہے اس نے اسے کسی شئے کے ضمن میں فرض کر لیا ، اور جس نے یہ کہا کہ وہ کسی چیز پر ہے ، اُس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں ۔

وہ ہے ، ہوا نہیں ، موجود ہے ، مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا ، وہ ہر شئے کے ساتھ ہے ، نہ جسمانی اتصال کی طرح ، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے ، نہ جسمانی دوری کے طور پر ، وہ فاعل ہے ، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں

وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا، جب مخلوقات میں کوئی چیز
دکھائی دینے والی نہ تھی۔

میں نے جوان محققین کی توجہ اس خزانہ کی طرف مبذول کرائی ہے جو حضرت علی علیہ السلام نے چھوڑا ہے۔ جو کچھ نہج البلاغہ میں جمع کیا ہے وہ بہترین کتاب ہے، اس سے بلند کتاب صرف قرآن مجید ہے۔ مگر، افسوس! کہ لوگ امویوں اور عباسیوں کے پروپیگنڈوں سے اور دہشت گردی اور حضرت علی علیہ السلام سے محبت رکھنے والوں کو قید خانہ میں ڈالدینے کی وجہ سے اس خزانہ سے بے خبر رہے ہیں۔

اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ: نہج البلاغہ میں ایسے بے شمار علوم و معارف موجود ہیں کہ جن کی ضرورت ہر زمانہ کے افراد کو رہی ہے۔ فلسفہ، سلوک، اور سیاسیات و حکمت کے علاوہ نہج البلاغہ میں علم اخلاق، علم اجتماع (سماجیات) علم اقتصاد اور خلا و فضا کے علم اور ٹیکنالوجی کی طرف قیمتی اشارے موجود ہیں۔

تعلیق

دونوں عقیدوں میں واضح فرق ہے

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ خدا کو اس طرح شکل وصورت والا مجسم بنا کر پیش کرتا ہے جو دیکھا جا سکے، گویا وہ ایک انسان ہے جو چلتا ہے، اترتا ہے، مکان میں رہتا ہے، اس کے علاوہ اور بہت سی مکروہ باتیں ہیں کہ جن سے خداوند عالم بری ہے۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا ہم شکل، ہم جنس اور جسم سے پاک ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ دنیا وآخرت میں خدا کا دیدار محال ہے۔ اور خود میرا عقیدہ ہے کہ جن روایات سے اہل سنت خدا کی رویت پر استدلال کرتے ہیں وہ سب صحابہ کے زمانہ میں یہودیوں نے گڑھی تھیں، کیونکہ کعب الاحبار جو یہودی جو عمر بن خطاب کے زمانہ میں مسلمان ہوا اور اس نے یہودی معتقدات کو بعض ضعیف العقل راویوں مثل ابو ہریرہ اور وہب بن منبہ کے ذریعہ اسلام میں داخل کر دیا، اور بخاری ومسلم میں زیادہ تر روایتیں ابو ہریرہ سے مروی ہیں اور گذشتہ بحث میں یہ بیان گذر چکا ہے کہ ابو ہریرہ، احادیث نبوی اور کعب الاحبار کی حدیثوں میں تمیز نہیں کر پاتے تھے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب نے اسے اس بات پر مارا، اور اسے یہ حدیث نقل کرنے سے منع کیا کہ خدا نے زمین وآسمان کو سات روز میں پیدا کیا۔

جب تک کہ اہلسنت والجماعت بخاری ومسلم کو معتبر سمجھتے رہیں گے اور انھیں تمام کتابوں سے زیادہ صحیح سمجھتے رہیں گے، اور ابو ہریرہ پر اعتماد کرتے رہیں گے کہ جو اہلسنت کے نزدیک عمدۃ المحدثین راوی اسلام بن گیا

اس وقت تک اہلسنت اپنے عقیدوں کو نہیں بدل سکتے ہیں مگر یہ کہ وہ اندھی تقلید سے آزادی حاصل کرلیں، اور ائمہ ہدیٰ عترت نبیؐ، باب مدینۃ العلم سے رجوع کریں . . .

یہ دعوت اہلسنت کے بزرگ افراد سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ذہین نوجوانوں سے بھی اس کا تعلق ہے بہتر ہے کہ وہ اندھی تقلید سے آزاد ہو جائیں، اور دلیل و برہان کا اتباع کریں۔

دوسرا سوال

عدل الہی اور جبر سے متعلق

خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے :

﴿وقل الحقّ من ربكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر﴾ الکہف آیت ۲۹

"اور کہدو کہ حق تمھارے پروردگار کی طرف سے ہے، اب جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے"

﴿لا إكراه في الدّين قد تبيّن الرشد من الغي﴾ بقرہ آیت ۲۵۶

"دین میں کسی طرح کا جبر نہیں ہے ہدایت گمراہی سے الگ اور واضح ہو چکی ہے"

﴿فمن يعملْ مثقال ذرّة خيراً يَرَهُ ومنْ يعملْ مثقال ذرّة شرًا يره﴾ زلزلہ آیت ۸

"اور جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا"

﴿إنّما أنت مذكّر لست عليهم بمصَيطر﴾ غاشیہ آیت ۲۲

"تم صرف نصیحت کرنے والے ہو تم ان سب پر مسلط اور ان کے ذمہ دار نہیں ہو"

پھر تم ان احادیث کو کیوں قبول کرتے ہو جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کے افعال کو انکی پیدائش سے قبل ہی مقدر کر دیا تھا۔ بخاری نے اپنی صحیح میں[1] روایت کی ہے کہ :

آدم اور موسیٰ میں حجت ہو گئی تو موسیٰ نے فرمایا کہ:

اے آدم آپ ہمارے باپ ہیں لیکن آپ نے ہمیں مصیبت میں مبتلا کیا اور جنت سے نکلوا دیا۔

جناب آدم نے فرمایا : اے موسیٰ خدا نے تمھیں، اپنے کلام کے لئے منتخب کیا اور اپنے ہاتھ سے تمھارے لئے لکھا کیا تم مجھے اس بات پر ملامت کر رہے ہو جو خدا نے میرے لئے میری خلقت سے چالیس سال قبل ہی مقدر کر دی تھی۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۱۲ کتاب القدر باب تحاج آدم و موسیٰ، صحیح مسلم جلد ۸ ص ۴۹

پس آدم نے موسیٰ پر تین حجتیں قائم کیں ۔

مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ :[1]

تم میں سے ہر ایک کی خلقت اس طرح ہوتی ہے کہ اپنی ماں کے بطن میں چالیس روز رہتا ہے پھر اس کا علقہ (گوشت کا لوتھڑا) بن جاتا ہے ، پھر اسی حالت میں چالیس روز رہتا ہے اور اس کے بعد مضغہ بن جاتا ہے اور چالیس روز تک اسی حالت میں رہتا ہے پھر فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے ، وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا رزق، موت و عمل اور اس کی شقاوت و سعادت کو لکھ دیا جائے ، قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے ، تم میں سے جو بھی جنت کے لئے عمل انجام دے گا یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان فقط ایک گز کا فاصلہ رہ جائے گا ۔ تو وہ (تقدیر کا) نوشتہ آگے بڑھ کر اس کی راہ روک دے گا اور وہ ایسے کام انجام دیگا جو جہنم میں لے جاتے ہیں ، اور تم میں سے جو بھی برے کام انجام دے گا یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جائے گا ، تو وہ (تقدیر کا) نوشتہ آگے بڑھے گا اور انسان اچھے کام انجام دینے لگے گا اور وہ اسے جنت میں لے جائیں گے

---

[1] صحیح مسلم جلد ۸ ص۴۴ کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدم فی بطن امہ ، صحیح بخاری جلد ۷ ص۲۱۰

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا رسوؐل کو انصار میں سے کسی بچہ کی میت پر بلایا گیا تو میں نے کہا: خوشا نصیب اس کا کہ وہ جنت کا پرندہ ہے کیونکہ اس نے کوئی برا کام انجام نہیں دیا اور نہ اس سے واقف تھا۔ آپ نے فرمایا:

اے عائشہ اس کے علاوہ اور بہت کچھ! خدا نے جنت کے اہل پیدا کئے ہیں اور جنت کو ان کے لئے پیدا کیا ہے، اور جہنم کے بھی اہل پیدا کئے ہیں اور جہنم کو ان کے لئے پیدا کیا ہے درآنحالیکہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے صلبوں ہی میں تھے۔ [1]

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا یارسول اللہ کیا اہل بہشت اہل جہنم سے پہچانے جاتے ہیں؟ فرمایا ہاں؛ تو اس نے کہا کہ پس ہم لوگ عمل کیوں انجام دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو عمل انجام دیا جاتا ہے وہ اسی کے لئے خلق کیا گیا ہے یا اس کے انجام دینے پر مجبور ہے [2]

پروردگارا تو پاک ہے، حمد تیرے ہی لئے مخصوص ہے۔ تو اس ظلم سے پاک و بلند ہے۔ ہم ان حدیثوں کو کیسے قبول کرلیں جو تیری کتاب کے سراسر خلاف ہیں اور جس میں تو نے فرمایا ہے کہ:

﴿إن الله لا يظلم الناس شيئاً ولكن الناس أنفسهم يظلمون﴾ یونس ۴۴

اللہ انسانوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا ہے بلکہ انسان خود ہی اپنے اوپر

---

[1] صحیح مسلم جلد ۸ ص ۵۵ کتاب القدر باب کل مولود یولد علی الفطرۃ

[2] صحیح بخاری جلد ۷ ص ۲۱۰ کتاب القدر باب جف القلم علی علم اللہ

کیا کرتے ہیں ۔

﴿إن الله لا يظلم مثقال ذرّة﴾ نساء ر ۴۰
خدا کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا ہے ۔

﴿ولا يظلم ربّك أحداً﴾ کہف ۴۹
اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے

﴿وما ظَلَمهُم الله ولكن أنفسهم يظلمون﴾ آل عمران آیت ر ۱۱۷
اور خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں ۔

﴿فما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا أنفسهم يظلمون﴾
توبہ ر ۷۰، عنکبوت ر ۴۰، روم ر ۹
خدا کسی پر ظلم کرنے والا نہیں ہے، لوگ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں ۔

﴿وما ظلمناهم ولكن كانوا هم الظالمين﴾ زخرف آیت ر ۷۶
اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے یہ تو خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے ۔

﴿ذلك بما قدّمتْ أيديكم وأنّ الله ليس بظلّام للعبيد﴾
انفال آیت ر ۵۱
یہ اس لئے کہ تمہارے پچھلے اعمال کا نتیجہ یہی ہے اور خدا اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ۔

﴿من عملَ صالحاً فَلِنَفْسِهِ ومن أساءَ فعليها وما ربّك بظلام للعبيد﴾ فصلت ر۴۶

جو بھی نیک عمل کرے گا وہ اپنے لئے کرے گا اور جو برا کرے گا اس کا ذمہ دار بھی وہ خود ہی ہوگا اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ۔

اور حدیث قدسی میں فرماتا ہے :

میرے بندو ! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تمھارے لئے بھی حرام قرار دیا ہے پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو ۔

پس وہ مسلمان جو خدا اور اس کی عدالت و رحمت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے کہ خدا نے لوگوں کو پیدا کیا اور ان میں سے بعض کو جنت نشیں اور بعض کو جہنم مکیں بنا دیا ۔ اور ان کے تمام اعمال کو معین کر دیا ، پس ہر ایک شخص ان کاموں کے انجام دینے پر مجبور ہے ۔ ان روایات کے لحاظ سے کہ جو قرآن کریم کے مخالف ہیں اور اس فطرت کے خلاف ہیں جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور عقل و وجدان کے خلاف بھی ہیں اور انسانوں کے حقوق وسیع نہیں ہیں ۔

ہم اس مذہب کو کیسے قبول کرلیں جو عقلوں کو اس بات میں محدود کرتا ہے کہ انسان خون کا لوتھڑا ہے جو قدرت کے ہاتھوں کی کٹھپتلی ہے ۔ وہ جیسے چاہتی ہے نچاتی ہے تاکہ اس کے بعد اسے جہنم میں ڈال دے ۔ یہ وہ عقیدہ ہے جو عقلوں کو خلق و ایجاد اور تعجب خیز اختراع و ارتقاء سے باز رکھتا ہے اور انسان بے حس و حرکت بن جاتا ہے ۔ اور اسی حالت پر برقرار رہتا ہے جس میں

ہے ۔ یا جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر خوش رہتا ہے اس لئے کہ وہ مجبور پیدا کیا گیا ہے ۔

ہم ان روایات کو کیسے قبول کرلیں جو عقل سلیم کے خلاف ہیں، جو ہمارے لئے ایسا تصور پیش کرتی ہیں کہ خدا خالق جبار، قوی ہے، اور اسے حق ہے کہ وہ اپنے کمزور بندوں کو اس لئے پیدا کرے کہ جہنم کی آگ میں جلایا جائے کسی جرم کی بنا پر نہیں کیونکہ اسے یہ بھی اختیار ہے کہ وہ جو چاہے کرے، کیا عقلا ایسے خدا کو رحیم، حکیم اور عادل کہتے ہیں ؟

اگر ہم غیر مسلم علماء اور ذہین افراد سے گفتگو کریں اور انھیں یہ بتائیں کہ ہمارا پروردگار ان صفات کا حامل ہے، اور ہمارا دین لوگوں کی پیدائش سے قبل ہی ان کی شقاوت وسعادت کا فیصلہ کر دیتا ہے تو کیا وہ اسلام قبول کرلیں گے ؟ اور گروہ گروہ دین میں داخل ہوں گے ؟ ؟

پروردگارا ! تو پاک ہے ، یہ وہ خرافات ہیں جنھیں امویوں نے اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لئے رواج دیا ہے، محقق اس راز سے بخوبی واقف ہے، یہ باطل قول ہے کیونکہ تیرے کلام کے مخالف ہے ۔ !

تیرے رسول نے تیری طرف جھوٹ کی نسبت نہیں دی ہے کہ جو تیری وحی کے خلاف ہو، یہ تو ثابت ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا ہے کہ :

جب تمھارے پاس میری کوئی حدیث پہونچے تو اسے خدا کی کتاب سے ملاؤ ، اگر کتاب خدا کے موافق ہے تو اسے لے لو اور اگر اس کے خلاف ہے تو اسے دیوار پر دے مارو !

یہ تمام اور ایسی ہی بہت سی حدیثیں ہیں کہ جو کتاب خدا، سنت

رسول اور وجدان وعقل کے خلاف ہیں لہذا انھیں دیوار پر مار دینا چاہیئے اور ان کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے، اگرچہ انھیں بخاری ومسلم ہی نے نقل کیا ہو، کیونکہ بخاری اور مسلم معصوم عن الخطا نہیں ہیں۔ اس جھوٹے دعوے کی رد کے لئے ہماری یہ دلیل کافی ہے کہ اللہ نے بشریت کی طویل تاریخ میں اپنی مخلوق کے پاس انبیاء ومرسلین بھیجے تاکہ مفسد بندوں کی اصلاح کریں، اور صراط مستقیم کی ہدایت کریں، اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں، اور صالح بندوں کو جنت کی بشارت دیں، اور مفسد لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

خدا اپنے بندوں کے حق میں عادل ورحیم ہے، وہ ان ہی لوگوں پر عذاب کرے گا جن کے پاس رسول بھیج کر حجت تمام کر دی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿من اهتدى فإنّما يهتديَ لنفسه ومن ضَلَّ فإنّما يضلُّ عليها ولا تَزِرُ وَازرةٌ وِزْرَ أخرى ومَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حتّى نبعثَ رَسُولاً﴾ اسراء/۱۵

جو شخص بھی ہدایت حاصل کرتا ہے وہ اپنے فائدہ کے لئے کرتا ہے، اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے وہ بھی اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں ہے اور ہم تو اس وقت تک عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔

پس جن روایات کو بخاری ومسلم نے جمع کیا ہے اور جن سے یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ خدا اپنے بندوں کے اعمال ان کی پیدائش سے قبل ہی لکھ دیتا ہے۔ ان میں سے بعض کو جنتی اور بعض کو جہنمی قرار دیتا ہے جیسا کہ

ہم پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں، اور — اس بات پر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

میں کہتا ہوں اگر یہ صحیح ہے تو رسولوں کی بعثت اور کتابوں کا نزول بے کار ہوگا! خداوند عالم اس سے بزرگ و برتر ہے، خدا نے وہی مقدر کیا جو حق تھا پس ہمیں اس قسم کی باتیں کہنے کا حق نہیں ہے، معبود! تو اس بہتان عظیم سے پاک ہے۔

﴿تلك آياتُ الله نتلوها عليك بالحقّ وما الله يريدُ ظُلماً للعالمينَ﴾ آل عمران ر ۱۰۸

یہ آیات الٰہی ہیں جن کی ہم حق کے ساتھ تلاوت کر رہے ہیں اور اللہ عالمین کے بارے میں ہرگز ظلم نہیں چاہتا۔

اس کا جواب ائمہ ہدیٰ مصابیح الدجیٰ، منارۂ امت کے پاس یہ ہے کہ خداوند عالم ظلم اور بکارعبث سے بری ہے۔

آئیے ہم باب مدینۃ العلم امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے کچھ سنیں، وہ لوگوں کے لئے اس اعتقاد کی تشریح فرماتے ہیں کہ جو ان بعض مسلمانوں کے ذہن میں تھا جنھوں نے باب مدینۃ العلم کو چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک صحابی کے جواب میں اس وقت فرمایا جب اس نے یہ سوال کیا تھا کہ: کیا ہمارا شام جانا اللہ کی قضا و قدر کے مطابق ہے؟ فرمایا

«ويحك لعلّك ظنَنْتَ قضاءً لاَزِماً وقدراً حاتِماً، ولو كَان كذلك لبطَلَ الثوابُ والعقابُ، وسقطَ الوعْدُ والوعيدُ. إنّ الله سبحانه أمَرَ عبادَهُ

تخییراً، ونهاهُم تَحْذیراً، وكَلَّفَ یسیراً ولم یُكلِّف عسیراً، وأعْطَى على القَلیل كثیراً، ولَمْ یُعْصَ مغلوباً، ولم یُطَعْ مُكْرِهاً، ولم یُرسل الأنبیاءَ لَعِباً، ولم یُنزلِ الكُتبَ للعباد عَبثاً، ولا خَلَقَ السَّماواتِ والأرضَ وما بینَهُما باطِلاً، «ذلك ظَنُّ الذین كَفَروا فویلٌ للَّذین كَفروا من النَّار» [۱]

خدا تم پر رحم کرے شاید تم نے حتمی و لازمی قضا وقدر سمجھ لیا ہے، اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ ثواب کا سوال پیدا ہوتا نہ عذاب کا، نہ وعدے کے کچھ معنی ہوتے نہ وعید کے، خداوند عالم نے بندوں کو مختار بنا کر مامور کیا ہے (عذاب سے) ڈراتے ہوئے نہی کی ہے، اس نے آسان تکلیف دی ہے، دشواریوں سے بچایا ہے، قلیل اعمال کا زیادہ اجر عطا کرتا ہے، اس کی نافرمانی اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ مغلوب ہو گیا ہے، اور نہ اس کی اطاعت اس لئے کی جاتی ہے کہ اس نے مجبور کر رکھا ہے، اس نے انبیا کو بطور تفریح نہیں بھیجا، اور نہ بندوں کے لئے کتابیں بے فائدہ نازل کی ہیں، اور نہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اسے بیکار پیدا کیا ہے، یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے جنھوں

---

[۱] نہج البلاغہ۔ شرح محمد عبدہ جلد ۳ ص ۶۷۳ ص ۶۷۴

نے کفر اختیار کیا افسوس ہے ان لوگوں پر جنھوں نے
کفر اختیار کر کے آتش جہنم کمائی ۔

یہاں یہ بات ذکر کر دینا مناسب ہے کہ اہلسنت والجماعت خدا کو ظلم اور کار عبث سے پاک سمجھتے ہیں ، اس سلسلہ میں جب آپ ان میں سے کسی سے سوال کریں گے تو وہ خدا کی طرف ظلم کی نسبت نہیں دے گا لیکن اس کا نفس ان احادیث کی تردید کرنے میں پس و پیش میں پڑ جاتا ہے کہ جن کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے وہ انھیں صحیح سمجھتا ہے ۔ اسی لئے آپ اسے معقول بحث کے وقت دیکھیں گے کہ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا کے لئے اس (فعل) کو ظلم نہیں کہا جاتا ، کیونکہ وہ خالق ہے اور خالق کو اپنی مخلوقات کے بارے میں سب کچھ کرنے کا حق ہے !

اور جب اس سے یہ سوال ہوتا ہے کہ خدا کسی بندے کی خلقت سے قبل اس کے جہنمی ہونے کا کیسے حکم لگاتا ہے ، کیا اس لئے کہ اس نے اس بندے کے لئے پہلے ہی شقاوت لکھ دی تھی ، اور دوسرے بندے کے لئے اس کی خلقت سے قبل ہی جنتی ہونے کا حکم لگا دیتا ہے کیا اس لئے کہ خدا نے پہلے ہی سعادت لکھ دی تھی ، کیا اس میں دونوں کے لئے ظلم نہیں ہے ؟ کیونکہ جو جنت میں داخل ہو رہا ہے وہ اپنے عمل کی بنا پر نہیں ، بلکہ خدا نے اس کے لئے جنت کو مقرر کیا تھا ، اسی طرح جہنم میں داخل ہونے والا بھی اپنے گناہوں کی بنا پر جہنم میں داخل نہیں ہو رہا ہے بلکہ یہ تو خدا نے اس کے لئے مقرر کر دیا تھا کیا یہ ظلم اور کیا قرآن کے خلاف نہیں ہے ؟ تو پاک و پاکیزہ ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ، اس کے اس متناقض موقف کے بارے میں آپ کچھ نہیں سمجھ سکتے ۔ یہ تو واضح ہے اس لئے کہ وہ بخاری و مسلم کو قرآن کی

مانند سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ کتابِ خدا کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری اور مسلم ہے، یہ ہیں وہ مصائب جن میں مسلمان مبتلا ہیں۔ اموی اور ان کے بعد عباسی اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے کہ ان کی بدعت اور عقائد پھیل گئے۔ ان کے آثار اور بے نتیجہ سیاست آج تک باقی ہے کیونکہ مسلمان اسے بہت بڑی میراث سمجھتے ہیں اس لئے کہ ان کے خیال میں انہوں نے نبیؐ کی صحیح حدیثوں کو جمع کیا ہے اگر مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے رسولؐ کی طرف کتنی جھوٹی باتوں کی نسبت دی ہے تو وہ کبھی ان حدیثوں کی تصدیق نہ کرتے خصوصاً ان حدیثوں کی جو کتابِ خدا کے مخالف ہیں۔

(قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خدا نے خود لی ہے وہ صحابہ کے پاس محفوظ تھا، صحابہ نبیؐ کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے اس لئے وہ (بنی امیہ و بنی عباس) قرآن میں تو تحریف نہ کر سکے لیکن سنت مطہرہ میں جیسی چاہی، جس کے لئے چاہی حدیث گڑھ لی، وہ محافظ قرآن و سنت، اہل بیتؑ کے دشمن تھے، ہر حادثہ کے لئے ایک حدیث گڑھ لی، اور اسے نبیؐ کی طرف منسوب کر دی اور مسلمانوں کو یہ فریب دیا کہ تمام حدیثوں سے زیادہ یہ حدیثیں صحیح ہیں، پس مسلمانوں نے حسن ظن کرتے ہوئے انھیں مان لیا اور میراث کے طور پر انھیں ایک دوسرے کی طرف منتقل کرتے رہے، حق تو یہ ہے کہ شیعوں نے بھی رسولؐ یا ائمہؑ میں سے کسی نہ کسی کی حدیث میں کمی زیادتی کی ہے اور اسے رسولؐ کی طرف منسوب کر دیا، طول تاریخ میں اس فعل سے مسلمانوں میں سنی، شیعہ کوئی نہیں بچا، لیکن شیعہ اہلسنت والجماعت پر تین چیزوں میں فوقیت رکھتے ہیں۔ یہ تین چیزیں انھیں تمام اسلامی فرقوں پر امتیاز بخشتی ہیں۔

اور ان کے صحیح اور قرآن و سنت و عقل کے مطابق عقائد کو ظاہر کرتی ہیں۔
وہ تین چیزیں یہ ہیں:

اوّلاً وہ اہلبیتؑ سے محبت رکھتے ہیں اور ان پر کسی کو فوقیت نہیں دیتے، اور یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ اہلبیتؑ وہ ہیں جن سے خدا نے رجس و کثافت کو دور رکھا ہے اور انھیں اس طرح پاک فرمایا جس طرح حق تھا۔

ثانیاً ائمۂ اہلبیتؑ بارہؑ ہیں جن کی حیات کا سلسلہ تین صدیوں پر محیط ہے، اور یہ سب کے سب تمام احکام و احادیث کے سلسلہ میں متفق ہیں، ان کے درمیان ان چیزوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے جو ان کے شیعوں نے علم و معرفت کے ذریعہ حاصل کی ہے۔ ان کے عقائد وغیرہ میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

ثالثاً انھیں اپنی کتابوں میں خطا و صواب کے احتمال کا اعتراف ہے، کتاب خدا کے سوا، کہ جس میں کسی طرح سے باطل داخل نہیں ہو سکتا، کسی بھی کتاب کو کلی طور پر صحیح نہیں سمجھتے ہیں، آپ کی اطلاع کے لئے اتنا کافی ہے کہ ان کی عظیم ترین کتابوں میں سے ایک اصول کافی ہے۔ وہ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں ہزاروں حدیثیں جھوٹی ہیں۔ لہٰذا آپ نے ان کے علماء و مجتہدین کو دیکھا ہوگا کہ وہ مستقل تحقیق اور چھان بین میں لگے رہتے ہیں پس ان کتابوں سے انھیں احادیث کو لیتے ہیں جو متن اور سند کے لحاظ سے صحیح ثابت ہوتی ہیں اور قرآن و عقل کے خلاف نہیں ہوتیں۔

لیکن اہلسنت نے اپنے اوپر ان کتابوں کو لازم قرار دے

لیا ہے وہ جنھیں صحاح ستہ کا نام دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان میں ہے وہ سب صحیح ہے اہلسنت کی اکثریت بغیر کسی تحقیق و جستجو کے یہ بات کہتی ہے، ورنہ ان کتابوں میں بہت سی ایسی احادیث مروی ہیں کہ جن کی بنیاد علمی دلیل پر استوار نہیں ہے، بلکہ ان میں صریح طور پر کفر موجود ہے، اور قرآن واخلاق و افعال رسولؐ کے سراسر خلاف ہیں اس سلسلہ میں قارئین کے لئے شیخ محمود ابوریہ مصری کی کتاب "اضواء علی السنۃ المحمدیہ" کا مطالعہ کافی ہوگا اس سے معلوم ہوجائے گا کہ صحاح ستہ کی کیا قدر و قیمت ہے۔ بحمد اللہ اب بہت سے جوان محققین ان زنجیروں سے آزاد ہو گئے ہیں، اور حق و باطل میں فرق کرنے لگے ہیں، بلکہ ان کے متعصب سرغنہ میں سے بھی بہت سے صحاح کی روایات کا انکار کرنے لگے ہیں، لیکن اس لئے نہیں کہ ان کے نزدیک ان بعض احادیث میں ضعف ثابت ہو گیا ہے بلکہ اس لئے کہ ان میں شیعوں کی حجت و دلیل موجود ہے، کہ جن کے ذریعہ وہ فقہی احکام اور غیبت کے عقائد ثابت کرتے ہیں، جس عقیدہ و حکم کے شیعہ قائل ہیں وہ صحاح ستہ میں سے کسی نہ کسی میں آج بھی موجود ہے۔

بعض متعصبوں نے مجھ سے کہا کہ جب تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ بخاری کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں تو اس کی حدیثوں سے احتجاج کیوں کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ نہ ہی بخاری کی ساری حدیثیں صحیح ہیں اور نہ ساری جھوٹی ہیں۔ حق حق ہے باطل، باطل ہے، اس میں فرق کرنا ہمارا کام ہے۔

ایک صاحب نے کہا: کیا آپ کے پاس کوئی خاص خوردبین ہے کہ جو صحیح و غلط کو بتاتی ہے۔؟ میں نے کہا: جو تمہارے پاس ہے وہی ہمارے پاس ہے۔ جس بات پر سنی شیعہ متفق ہیں وہ صحیح ہے کیونکہ طرفین کے نزدیک اس کی صحت ثابت ہو چکی ہے۔ ہم اہلسنت سے انھیں کو قبول کرنے کے لئے کہتے ہیں۔

جن کو خود صحیح سمجھتے ہیں۔ جس حدیث میں اختلاف ہے خواہ وہ ایک کے نزدیک صحیح بھی ہو اس کو مد مقابل کے لئے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا ہے ، اسے قبول کر لینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ، بالکل اسی طرح غیر مسلم کو بھی ہم اس کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے ذریعہ اس پر حجت قائم کر سکتے ہیں۔۔۔۔

اس سلسلہ میں میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ جس کے بعد کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔ اور نہ ہی متعدد طریقوں سے اس تنقید کو رد کیا جاسکے گا

○ شیعوں کا دعویٰ ہے کہ رسولؐ نے ۱۸ ذی الحجہ کو حجۃ الوداع کے روز غدیر خم میں علیؑ کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کیا اور فرمایا :

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ :

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں
بارالہٰا علیؑ کے دوست کو دوست اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ۔

اس حدیث اور واقعہ کو اہل سنت والجماعت کے بہت سے علماء نے اپنی صحاح و مسانید اور تواریخ میں نقل کیا ہے ، پس شیعہ اس سے اہلسنت پر حجت قائم کر سکتے ہیں۔

○ اہل سنت والجماعت کا دعویٰ ہے کہ رسولؐ نے مرض موت میں ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور فرمایا : خدا و رسولؐ اور مومنین صرف ابوبکر سے راضی ہیں۔

شیعوں کی کتابوں میں اس حدیث و واقعہ کا کہیں وجود نہیں

ملتا ہے ، ہاں ان کے یہاں یہ روایت ملتی ہے کہ رسُول نے علی علیہ السلام کو بلوایا لیکن عائشہ نے اپنے باپ ابوبکر کو بلایا ، جب رسُول نے یہ صورتحال دیکھی تو عائشہ سے فرمایا : " انکن لو یحبات یوسف " تم ہی جیسی عورتیں یوسف کے ساتھ بھی تھیں اور خود نماز پڑھانے کی غرض سے گھر سے نکلے اور ابوبکر کو مصلے سے ہٹا دیا :

یہ انصاف نہیں ہے اہلسنت شیعوں پر ان احادیث سے احتجاج کریں کہ جو انھیں سے مخصوص ہیں ، خصوصاً ان احادیث سے جن میں تناقض پایا جاتا ہے اور واقعات و تاریخ ان کی تکذیب کرتی ہیں ، اس لئے کہ رسُول نے ابوبکر کو جیشِ اسامہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تھا ۔ اور اس لشکر کے سردار اسامہ تھے ، اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ امیر لشکر ہی پیش امام ہوتا ہے ۔ اور یہ بات تو تاریخ سے ثابت ہے کہ وفات رسُول کے وقت ابوبکر مدینہ میں موجود نہیں تھے وہ تو سنح میں اپنے امیر اسامہ ابن زید کہ جن کی عمر سترہ سال بھی نہیں تھی ، کی قیادت میں روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے ۔ کیا اس کے باوجود ہم اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ رسُول نے نماز کی امامت کے لئے ابوبکر کو متعین فرمایا تھا ؟ مگر یہ کہ ہم عمر بن خطاب کے اس قول کی تصدیق کریں کہ (معاذ اللہ) رسُول ہذیان بک رہے ہیں انھیں نہیں معلوم کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں ؟ یہ تو آنحضرتؐ کے لئے سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے بلکہ یہ محال ہے اور شیعہ اس کے قائل نہیں ہیں ۔

یہاں محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بحث میں خدا سے ڈرے عصبیت پرستی سے کام نہ لے کہ راہ حق سے ہٹ جائے اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے کے نتیجہ میں گمراہ ہو جائے ، حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اس کے لئے واجب ہے خواہ حق فریق ثانی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو ۔ اسے اپنے نفس کو عواطف و انانیت سے آزاد کر کے ان لوگوں میں شامل ہو جانا چاہیئے کہ جن کی خدا نے اپنے اس قول میں

تعریف کی ہے :

﴿فبشّر عبادي الذين يستمعون القول فيتّبعون أحسنه أولئك الذين هداهُم الله وأولئك هم أولو الألباب﴾

زمر آیت : ۱۸ ان لوگوں کو بشارت دے دیجئے جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہے اس کا اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو صاحب عقل ہیں۔

اس وقت یہ بات معقول نہیں ہوگی جب یہودی کہیں کہ حق ہمارے پاس ہے، نصاریٰ دعویٰ کریں کہ حق ہمارے پاس ہے ، مسلمان دعویٰ کریں کہ حق ہمارے پاس ہے اور سب کے احکام وعقائد مختلف ہوں !

بحث کرنے والے کو تینوں ادیان کی تحقیق کرنا چاہیئے اور ان کا آپس میں موازنہ کرنا چاہیئے تاکہ حق آشکار ہو جائے ۔

اور یہ بات معقول نہیں ہے کہ اہلسنت یہ دعویٰ کریں کہ حق ہمارے ساتھ ہے ۔ اور شیعہ کہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں جبکہ ان کے احکام وعقائد میں اختلاف ہے ۔ حق تو ایک ہی ہے اس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے ۔

اور بحث کرنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ غیر جانبدار (نیوٹرل) ہو کے طرفین کے اقوال کی تحقیق کرے ۔ اور ایک سے دوسرے کا موازنہ کرے اور عقل سے فیصلہ کرے تاکہ اس پر حق آشکار ہو جائے ۔ یہ تو ہر حق کے دعویدار فرقہ کے لئے خدا کی ندا ہے، چنانچہ فرماتا ہے :

﴿قل هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين﴾ بقرہ /۱۱۱

ان سے کہدیجیے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لے آؤ
اکثریت حق پر گامزن نہیں ہے۔ بلکہ مسئلہ اس کے برعکس ہے
جو کہ صحیح ہے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وإن تطع أكثر من في الأرض يضلّوك عن سبيل الله﴾
انعام/۱۱۶

اور اگر آپ روئے زمین کی اکثریت کا اتباع کرلیں گے
تو یہ راہ خدا سے بہکادیں گے۔

نیز فرماتا ہے:

﴿وما أكثر النّاس ولو حرصتَ بمؤمنين﴾ یوسف/۱۰۳
آپ کسی قدر کیوں نہ چاہیں انسانوں کی اکثریت
ایمان لانے والی نہیں ہے۔

اور جس طرح تہذیب و تمدن اور ٹیکنالوجی و دولت مندی اس
بات کی دلیل نہیں ہے کہ مغرب حق پر اور مشرق باطل پر ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿فلا تُعجبْكَ أموالهم ولا أولادهم إنّما يريدُ الله ليعذّبهم
بها في الحياة الدنيا وتزهقَ أنفُسهم وهم كافرون﴾
توبہ/۵۵

تمھیں ان کے اموال اور اولاد حیرت میں نہ ڈال
دیں۔ بس اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انھیں کے ذریعہ ان پر
زندگانی دنیا میں عذاب کرے اور حالت کفر
ہی میں ان کی جان نکل جائے۔

خدا سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :

الحمد لله الذي بطنَ خفياتِ الأمور، ودلّتْ عليه أعلام الظهور. وامتنع على عين البصير. فلاعينُ من لم يره تُنكرهُ. ولا قلبُ من أثبتَهُ يبصرهُ، سبقَ في العلوِّ فلا شيء أعلى منه، وقرُبَ في الدُنوِّ فلا شيء أقربُ منه. فلا استعلاؤه بَاعدَهُ عن شيء من خلقِه، ولا قُربُه سَاواهم في المكانِ بِهِ. لم يُطلع العقولَ على تحديد صفته، ولم يحجبها عن واجِب معرفتِهِ فهو الذي تشهد له أعلام الوُجودِ على إقرارِ قلب ذي الجحود. تعالى الله عمّا يقولُ المشبّهونَ به والجاحدونَ له علوًّا كبيراً.

والحمد لله الذي لم يسبق له حالٌ حالا فيكون أوّلًا قبل أن يكون آخراً. ويكون ظاهراً قبل أن يكون باطناً. كل مسمّى بالوحدة غيره - قليل، وكلُّ عزيز غيره ذليل. وكل قويّ غيره ضعيف، وكلّ مالك غيره مملوك، وكلّ عالم غيره متعلّمٌ، وكل قادر غيره يقدر ويعجزُ، وكل سميع غيره يصَم عن لطيف الأصواتِ ويُصمُّهُ كبيرها

ويذهبُ عنه ما بعدَ منها، وكل بصيرغيرُه يعمى عن خفيِّ الألوانِ ولطيف الأجْسام، وكل ظاهر غيره باطن، وكل باطن غيره ظاهرٍ. لم يخلق ما خلقَه لتشديد سلطان ولا تخوّفٍ من عواقب زمانٍ، ولا استعانة على ندٍّ مشاورٍ، ولا شريكٍ مكاثرٍ ولا ضدّ مُنافرٍ، ولكن خلائق مربوبون وعبادٌ داخرون. لم يحلل في الأشياء فيقال هو فيها كائن. ولم ينأ عنها فيقالُ هو منها بائنٌ. لم يؤدْهُ خلقُ ما ابْتدأ ولا تدبير ما ذرأ، ولا وقفَ به عجزٌ عمّا خلق، ولا ولجتْ عليه شبهة فيما قضى وقدّر. بل قضاءٌ متْقنٌ وعلمٌ محكم وأمرٌ مبرمٌ، المأمولُ مع النِّقمِ والمرهوبُ مع النِّعَمِ ليس لأوليته ابتداءٌ ولا لأزليته انقضاء، هو الأول لم يزلْ والباقي بلاأجل. خرّتْ له الجباه ووحّدتْهُ الشفاهُ، لا تقدّره الأوهام بالحدود والحركات، ولا بالجوارح والأدوات، لا يقالُ له متى، ولا يضربُ له أمدٌ بحتّى الظاهرُ لا يقالُ ممَّا، والباطن لا يقالُ فيما، لا شبحٌ فيتقضّى ولا محجوبٌ فيُحوَى. تعالى الله عمّا ينحلهُ المحدِّدونَ من صفاتِ الأقدار ونهايات الأقطارِ وتأثّل المساكنِ وتمكّن الأماكن، فالحدّ لخلقه مضروبٌ والى غيره منسوبٌ. لم يخلق

الأشياء من أصول أزلية ولا أوائل أبدية، بل خلق ماخلق فأقام حدّه، وصوّر ما صوّر فأحسنَ صورتَهُ ليس لشيء منه امتناع. ولا له بطاعة شيء انتفاعٌ علمه بالأمواتِ الماضين كعلمِهِ بالأحياء الباقين، وعلمه بما في السماوات العُلَى كعلمِهِ بما في الأرضينَ السفْلى.

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی گہرائیوں میں اترا ہوا ہے۔ اس کے ظاہر و ہویدہ ہونے کی نشانیاں اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں، گو وہ دیکھنے والے کی آنکھ سے نظر نہیں آتا، پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اسکی حقیقت کو نہیں پا سکتا وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شئے اس سے قریب تر نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے، اور نہ اس کے قرب نے اسے دوسروں کی سطح پر لاکر ان کے برابر کر دیا ہے، اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حد و نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کے لئے اُن کے آگے پردے بھی حائل نہیں کئے، وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اسطرح کی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے والے کا دل بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اللہ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے،

جو مخلوقات سے اُس کی تشبیہ دیتے ہیں، اور اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ [1]

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اول اور باطن ہونے سے پہلے ظاہر رہا ہو، اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا وہ قلت و کمی میں ہوگا، اُس کے سوا ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے، اس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی عاجز، اور اس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اسے بہرا کر دیتی ہیں اور دور کی آوازیں اُس تک پہونچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اُس کے علاوہ باطن نہیں ہو سکتا اور کوئی باطن اس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اسے کوئی خطرہ تھا، یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اترانے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مد مقابل کے خلاف اسے مدد حاصل کرنا تھی،

---

[1] خطبہ ۴۹

بلکہ یہ ساری مخلوق اسی کے قبضے میں ہے اور سب اس کے عاجز و ناتوان بندے ہیں۔ وہ دوسری چیزوں میں سمایا ہوا نہیں ہے۔ کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان کے اندر ہے اور نہ ان چیزوں سے دور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ ہے ایجاد خلق اور تدبیر عالم نے اسے خستہ و درماندہ نہیں کیا۔ اور نہ (حسب منشای) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اسے دامن گیر ہوا ہے اور نہ اسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے۔ بلکہ اس کے فیصلے مضبوط، علم محکم اور احکام قطعی ہیں، مصیبت کے وقت بھی اسی کی آس رہتی ہے، اور نعمت کے وقت بھی اس کا ڈر لگا رہتا ہے۔ [1]

اس کی اولیت کی کوئی ابتدا اور نہ اس کی ازلیت کی کوئی انتہا ہے، وہ ایسا اول ہے جو ہمیشہ سے ہے، اور بغیر کسی مدت کی حد بندی کے ہمیشہ رہنے والا ہے پیشانیاں اس کے آگے (سجدہ میں) گری ہوئی ہیں، اور لب اس کی توحید کے معترف ہیں، اس نے تمام چیزوں کو ان کے پیدا کرنے کے وقت ہی سے جداگانہ صورتوں اور شکلوں میں محدود کر دیا تاکہ اپنی ذات کو ان کی مشابہت سے الگ رکھے، تصورات اسے محدود حرکات اور اعضاء و جوارح کے ساتھ متعین نہیں کر سکتے اس کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کب سے ہے اور نہ یہ کہہ کہ اس کی مدت مقرر کی جا سکتی ہے کہ وہ کب تک ہے، وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس سے (ظاہر ہوا) وہ باطن ہے مگر

---

[1] خطبہ ۶۳

یہ نہیں کہا جائیگا کہ کس میں وہ نہ دور سے نظر آنے والا کوئی ڈھانچہ ہو کہ
مٹ جائے اور نہ کسی حجاب میں ہے کہ محدود ہو جائے ۔ اسے محدود
سمجھ لینے والے جن اندازوں اور اطراف و جوانب کی حدوں اور مکانوں
میں بسنے اور جگہوں میں ٹھہرنے کو اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ،
وہ ان نسبتوں سے بہت بلند ہے ۔ حدیں تو اس کی مخلوق کے لئے قائم
کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان کی نسبت دی جایا کرتی ہے
اس نے اشیا کو کچھ ایسے مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو اور
نہ ایسی مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں ۔ بلکہ اس نے جو چیز
پیدا کی اسے مستحکم کیا ، اور جو ڈھانچہ بنایا اسے اچھی شکل و صورت دی ،
کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا نہ اس کو کسی اطاعت سے ،
کوئی فائدہ پہونچتا ہے ۔ اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے جیسا
باقی رہنے والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں کو
جانتا ہے ۔ ویسے ہی زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا ہے ۔ [1]

---

[1] خطبہ ۱۶۱

دوسری فصل

رسولؐ سے متعلق

دوسرا سوال عصمت رسولؐ کے بارے میں

خداوند عالم اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿واللہ یعصمك من النّاس﴾ مائدہ / ۶۷

اور خدا تمھیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا

نیز فرماتا ہے:

﴿وما ینطق عن الهوی إن هو إلا وحي یُوحَی﴾ نجم / ۳

وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے ہیں، جو وحی ہوتی ہے وہی کہتے ہیں

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وما أتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا﴾

حشر / ۷

جس چیز کا رسول حکم دیں اسے بجالاؤ اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

ان آیات کی واضح دلالت رسولؐ کی عصمت مطلقہ پر ہے ، اور تم لوگ (اہلسنت) کہتے ہو کہ تبلیغ قرآن کے وقت رسولؐ معصوم تھے ، اور اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں تمام لوگوں کی طرح صحیح کام بھی کرتے تھے اور غلط بھی اور متعدد واقعات و روایات سے اس پر استدلال کرتے ہو ، جیسا کہ تمھاری صحاح میں موجود ہے۔

اس کے بعد آپ کے اس دعوے پر کون سی دلیل و حجت ہے کہ کتاب خدا اور سنت نبیؐ سے تمسک کافی ہے جبکہ یہ سنت تمھارے نزدیک غیر محفوظ اور اس میں خطا کا امکان ہے۔

تمھارے معتقدات کے لحاظ سے کتاب خدا اور حدیث نبیؐ سے تمسک ضلالت و گمراہی سے محفوظ نہیں ہے ، خصوصاً جبکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ پورے قرآن کی تفسیر بیان کرنے والی حدیث نبیؐ ہے ، تمھارے پاس کون سی دلیل ہے کہ وہ تفسیر کتاب خدا کے مخالف نہیں ہے ؟

ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ : رسولؐ نے مصلحت کی بنا پر احکام میں بہت جگہوں پر قرآن کی مخالفت کی ہے :

میں نے تعجب سے کہا : اس مخالفت کے سلسلہ میں کوئی مثال ہے ؟

اس نے کہا : قرآن کہتا ہے :

﴿الزّانية والزّاني فاجلدوا كلّ واحد منهما مائة جلدة﴾

نور / ۲

جبکہ رسولؐ نے زانی وزانیہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم قرآن میں نہیں ہے،

میں نے کہا: زنائے محصنہ کرنے والے (شادی شدہ) کے لئے سنگسار کا حکم دیا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت اور غیر شادی شدہ مرد وعورت کو کوڑے لگنے کا حکم دیا ہے۔

اس نے کہا: قرآن میں شادی شدہ وغیر شادی شدہ نہیں ہے، خدا نے مخصوص طور پر نہیں بلکہ مطلق طور پر فرمایا ہے کہ: زانی اور زانیہ۔

میں نے کہا: اس لحاظ سے تو قرآن میں ہر حکم مطلق ہے اسے رسولؐ نے مخصوص کیا ہے، اور یہ قرآن کے مخالف ہے، تم ہی تو کہہ رہے ہو کہ رسولؐ نے اکثر احکام میں قرآن کی مخالفت کی ہے۔

اس نے بوکھلا کے کہا: فقط قرآن معصوم ہے، کیونکہ اس کی حفاظت کی خود خدا نے ذمہ داری لی ہے، لیکن رسولؐ بشر ہیں ان سے خطا بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ آپ کی شان میں قرآن فرماتا ہے:

﴿قل ما أنا إلا بشر مثلكم﴾!

میں نے کہا: پھر تم صبح، ظہر وعصر اور مغرب وعشا کی نمازیں کیوں پڑھتے ہو کیونکہ قرآن نے بغیر وقت کی تخصیص کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ: قرآن میں ہے کہ:

﴿إن الصلاة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾

نماز مومنین پر وقت کے ساتھ واجب کی گئی ہے ۔
صرف رسولؐ نماز کے اوقات بیان کر دیتے ہیں ۔
میں نے کہا : اوقات نماز کے بارے میں رسولؐ کی تصدیق کیوں کرتے ہو جبکہ زانی کے لئے سنگسار کے حکم میں ان کی تردید کرتے ہو ؟
موصوف نے مجھے بے نتیجہ اور متناقض فلسفہ سے مطمئن کرنے کی انتھک کوشش کی لیکن وہ اپنے مدعا پر کوئی عقلی و منطقی دلیل قائم نہ کرسکے ، مثلاً ان کا یہ قول کہ نماز کے متعلق شک کی گنجائش نہیں ہے ، کیونکہ رسولؐ نے اپنی پوری حیات میں ہر روز پانچ مرتبہ نماز ادا کی ہے لیکن رجم (سنگسار) پر اطمینان کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں ایک یا دو مرتبہ انجام دیا ہو گا ۔ اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ رسولؐ سے اس وقت کوئی غلطی نہیں ہوتی تھی جب خدا رسولؐ کو اپنے پیغام پہونچانے کا حکم دیتا تھا ۔ لیکن جب اپنی طرف سے کوئی بات کہتے تھے تو وہ معصوم نہیں ہوتے تھے ۔ اسی لئے صحابہ آپ سے ہر ایک بات میں یہ پوچھتے تھے کہ یہ آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا خدا کا پیغام ہے ، پس اگر رسولؐ کہتے کہ خدا کی طرف سے ہے تو صحابہ بغیر چون وچرا قبول کر لیتے تھے ۔ اور اگر یہ فرماتے کہ میں اپنی عقل سے کہہ رہا ہوں تو اس وقت صحابہ آپؐ سے بحث و مباحثہ کرتے اور آپ کو نصیحت کرتے تھے اور رسولؐ صحابہ کی رائے کو تسلیم کر لیتے تھے اور کبھی تو بعض صحابہ کی رائے کی موافقت اور آپ کی رائے کی مخالفت میں قرآن نازل ہوتا تھا جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں ہوا ایسے اور بھی بہت سے مشہور واقعات ہیں ۔

میں نے بھی اسے مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی لیکن بے فائدہ ثابت ہوئی کیونکہ اہلسنت والجماعت اسی سے مطمئن ہوتے ہیں ان کی صحاح ایسی روایات سے بھری پڑی ہیں کہ جن سے رسولؐ کی عصمت مخدوش ہوتی ہے ۔ اور آپ کو عام

انسانوں سے بھی پست قرار دیتی ہیں؟ ایک ذہین یا فوج کے سپہ سالار سے یا صوفیوں کے شیخ طریقت سے بھی کم رتبہ انسان بنا کر پیش کرتی ہیں ۔ میں نے اس بات میں مبالغہ نہیں کیا ہے کہ وہ عام لوگوں سے بھی رسُول کو کم رتبہ سمجھتے ہیں کیونکہ جب ہم اہلسنت کی صحاح کی بعض روایات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان سے واضح طور پر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ امویوں کی فکر اس عہد سے آج تک مسلمانوں کی عقلوں میں کارفرما ہے ۔

جب ہم ان احادیث کی غرض و غایت کی تحقیق کریں گے تو ایک حتمی نتیجہ پر پہونچ جائیں گے ۔ اور وہ یہ کہ امویوں نے اپنے عہد حکومت میں مسلمانوں سے حدیثیں گڑھوائیں ، سب سے زیادہ معاویہ ابن ابوسفیان نے یہ کام کرایا ، بنی امیہ ایک روز بھی اس بات کے معتقد نہیں ہوئے کہ محمد ابن عبد اللہ ، اللہ کے رسُول یا وہ نبی برحق ہیں وہ تو زیادہ سے زیادہ آپ کو جادوگر سمجھتے تھے کہ جو لوگوں پر غالب آگئے تھے اور غریب و مستضعف لوگوں کے نام پر اپنی حکومت مضبوط کر لی تھی خصوصاً غلاموں نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور مدد کی ۔

بنی امیہ کا یہی گمان تھا ، اور بعض ظن و گمان گناہ ہوتے ہیں جب ہم تواریخ کی کتب کا مطالعہ کریں گے تو معاویہ اور اس کی شخصیت واضح ہوگی اور یہ بات بھی آشکار ہو جائے گی کہ اس نے اپنی پوری زندگی میں کیا کیا خصوصاً حکومت کے زمانہ میں کیا کارنامے تھے ۔ اس وقت یہ گمان حقیقت میں بدل جائے گا ۔

ہم سب جانتے ہیں کہ معاویہ کون ہے ، اس کی ولدیت کیا ہے ، ابوسفیان ، اس کی ماں ہندہ ، وہ طلیق بن طلیق تھا کہ جس نے جوانی کو اپنے باپ کے ساتھ رسُول سے جنگ اور ان کی تبلیغ کے خاتمہ کے لئے لشکر جمع کرنے میں گذارا تھا ۔ لیکن جب ان کی تمام کوششیں بے کار ہوگئیں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب ہو گئے تو موقع غنیمت سمجھ کر اسلام قبول کر لیا ۔ حالانکہ دل مطمئن نہ تھا ، رسُول نے بھی شرافت

اور خلق عظیم کی بنا پر انھیں معاف کر دیا اور کہہ دیا کہ تم آزاد ہو۔ لیکن رسولؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد ابوسفیان فتنہ پردازی اور اسلام کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک شب امام علی علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ کو ابوبکر کی حکومت و خلافت کے بارے میں برانگیختہ کرنا چاہا اور کہنے لگا کہ اموال و افواج سے میں حاضر ہوں، لیکن حضرت علی علیہ السلام اس کے ارادے کو سمجھ گئے اور اس کی باتوں کو رد کر دیا۔ ابوسفیان کی تمام عمر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں گذری یہاں تک کہ جب خلافت کی باگ ڈور اس کے چچازاد بھائی عثمان ابن عفان کے ہاتھوں میں آئی تو اس نے اپنے کفر و نفاق کا کھل کر اظہار کیا اور کہا: اے بنی امیہ! خلافت کو گیند کی طرح نچاؤ ابوسفیان قسم کھا کے کہتا ہے کہ جنت و جہنم کوئی چیز نہیں ہے۔[۱] ابن عساکر نے اپنی تاریخ کی جلد ۶ کے ص ۴۰۷ پر انس سے روایت کی ہے کہ جس زمانہ میں ابوسفیان کی آنکھوں کی بصارت ختم ہو چکی تھی، عثمان کے پاس آیا اور کہا کہ یہاں کوئی اور تو نہیں بیٹھا ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں کوئی نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ: جاہلیت والا قانون جاری کر دو، اور ملک کو آسودگی میں بدلو اور عظیم عہدوں کو بنی امیہ میں تقسیم کر دو۔

ابوسفیان کے بیٹے معاویہ کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ معاویہ کون ہے؟ ہم یہاں اس کے حالات کو قلم بند کر رہے ہیں۔ اور یہ کہ اس نے شام میں اپنی حکومت کے زمانہ میں امت محمدی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب معاویہ مسند خلافت پر جبراً متمکن ہوا تو اس نے قرآن و سنت کی ہتک کی، شریعت کی حدود کو پس پشت ڈال دیا اور ایسے افعال کا مرتکب ہوا جن کے لکھنے سے قلم کے تقدس پر حرف آتا ہے اور

---

[۱] طبری جلد ۱۱ ص ۳۵۷، مروج الذہب جلد ۱ ص ۴۴۰

بیان کرنے سے زبان کی عظمت جاتی ہے، ہم ان عیوب پر اپنے سنی بھائیوں کی خاطر پردہ ڈالتے ہیں کیونکہ ان کے دل معاویہ کی محبت سے سرشار ہیں اور اس کا دفاع کرتے ہیں۔

لیکن ہم معاویہ کے نفسیات اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں اس کے عقیدہ کو بیان کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے، عقیدہ کے سلسلہ میں معاویہ بھی اپنے باپ دادا سے جدا نہیں ہے اس نے ہندہ جگر خوارہ کا دودھ پیا ہے کہ جو زنا و فسق و فجور میں مشہور تھی [۱] اسی طرح اسے اپنے باپ شیخ المنافقین سے میراث ملی تھی کہ جس نے دل سے کبھی اسلام قبول نہیں کیا تھا

جیسا کہ ہم نے باپ کے نفسیات کے بارے میں بیان کیا تھا وہی آپ بیٹے کے لئے تصور کر لیجئے، لیکن معاویہ چالاکی اور نفاق میں اپنے باپ سے بھی آگے تھا۔

زبیر ابن بکار مطوف ابن مغیرہ نے ابن شعبہ ثقفی سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ:

ایک روز میرے والد معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ سے گفتگو کر کے میرے پاس آئے اور معاویہ کا تذکرہ کر رہے تھے، ان کی عقل اس حرکت سے بہت پریشان تھی جو انھوں نے معاویہ سے سرزد ہوتے دیکھی تھی اور وہ یہ کہ جب ایک رات میرے والد واپس آئے تو میں نے انھیں رنجیدہ پایا، تھوڑی دیر تو میں خاموش رہا اور خیال کیا کہ کوئی بات ہو گئی ہوگی

---

[۱] ربیع الابرار جلد ۳ باب القربات والانسان، شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۱۱۱

پھر میں نے کہا آج کی رات میں آپ کو رنجیدہ کیوں دیکھ رہا ہوں؟
انھوں نے جواب دیا: بیٹے میں خبیث ترین شخص کے
پاس سے آرہا ہوں۔ میں نے کہا: کیا ہوا؟
انھوں نے کہا: کہ آج معاویہ کے پاس کوئی نہیں
تھا میں نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اپنی مراد کو پا
گئے ہیں، اگر آپ عدل کا اظہار کریں سخاوت سے کام لیں تو آپ
کی عظمت و بزرگی میں اضافہ ہوگا اور اگر اپنے بھائی بنی ہاشم کی خبر گیری کریں
تو ان کے لئے صلہ رحم ہوگا۔ قسم خدا کی آج ان کے پاس کوئی ایسی
چیز نہیں ہے جو تمھارے لئے باعث خوف ہو۔
اس سے آپ کو دائمی ثواب ملے گا اور آپ کا ذکر باقی
رہے گا۔ معاویہ نے کہا افسوس صد افسوس! میں کس ذکر کی
بقا کی امید کروں، بنی تمیم کے ایک شخص کے ہاتھ میں حکومت
و خلافت آئی تو اس نے عدل سے کام لیا، اور جو کچھ کرنا تھا کیا،
جب وہ ہلاک ہوگیا تو اس کا ذکر بھی ختم ہوگیا، ہاں کوئی کہنے والا
کبھی ابوبکر کہہ دیتا ہے، پھر بنی عدی کے ایک شخص کے ہاتھ میں
زمام خلافت آئی تو اس نے اپنی سعی کی اور دس سال سخاوت
کی، قسم خدا کی جیسے ہی وہ ہلاک ہوا ویسے ہی اسکا ذکر فنا ہوگیا مگر یہ
کہ کبھی کوئی عمر کے نام سے یاد کرلیتا ہے۔ پھر ہمارے خاندانی عثمان
بن عفان خلافت کے مدار المہام بنے ان کے بعد مسند خلافت
پر وہ شخص جلوہ افروز ہوا کہ نسب میں جس کی برابری کوئی نہیں کر
سکتا، اس نے جو کچھ کیا کیا اور جو اس کے ساتھ ہوا ہوا اور جب

وہ ہلاک ہوگیا تو اس کا ذکر اور اس کے ساتھ کئے جانے والے
سلوک کا ذکر بھی ختم ہوگیا، لیکن بنی ہاشم کی فرد کا نام باواز بلند ہر روز
پانچ مرتبہ لیا جاتا ہے، اشہد ان محمداً رسول اللہ، بدبخت اس کے
ہوتے ہوئے کون سا عمل اور کون سا تذکرہ باقی رہے گا؟ قسم
خدا کی قتال کے علاوہ اب کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ ؎۱

بدبخت کمینہ خدا تجھے رسوا کرے، تو نے ذکر رسول کو دفن کرنے کی ٹھانی ہے، اور اس سلسلہ میں بے شمار دولت خرچ کی ہے، لیکن تیری ساری تگ و دو بے کار ہوگئی کیونکہ خدا تیری گھات میں ہے۔ اور اپنے رسول کے لئے فرماتا ہے: "ورفعنا لک ذکرک"

تم اس ذکر کو کبھی دفن نہیں کر سکتے جس کو رب العزت نے بلند کیا ہے، تم اپنی پوری کوشش اپنے ہمنواؤں کو جمع کرنے کے بعد بھی اس شمع کو نہیں بجھا سکتے جسے خدا نے روشن کیا ہے، خدا اپنے نور کو کامل اور تمہارے نفاق کو آشکار کر کے رہے گا، اگر تم مشرق و مغرب کے بھی بادشاہ بن جاؤ گے تو بھی تمہاری ہلاکت کے ساتھ ساتھ تمہارا نام مٹ جائے گا۔ مگر یہ کہ کوئی ذاکر تمہارے ان سیاہ کارناموں کا تذکرہ کرے گا کہ جن کے ذریعہ تم اسلام کو نابود کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ رسول نے فرمایا ہے۔ ؎۲

ذریت ہاشم محمدؐ ابن عبد اللہ کا ذکر صدیوں اور نسلوں کے بعد

؎۱ کتاب الموفقیات، ص۵۷۶، طبع وزارت الاوقاف بغداد ۱۳۹۲ھ مروج الذہب جلد ۲ ص۳۴۱، شرح ابن ابی الحدید جلد ۵ ص۱۳۰، الغدیر جلد ۱۰ ص۲۸۳

؎۲ کتاب صفین ص۳۴

بھی باقی رہے گا۔ یہاں تک کہ خدا پورے کرہ ارض پر ان کی حکومت قائم کرے گا۔ اور جب بھی ذاکر آپ کا ذکر کرے گا تو صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کرے گا۔

تمھاری اور بنی امیہ کی ناک گھسی جاتی رہے گی کہ انھوں نے تمھاری حکومت و خلافت کو اہلبیتؑ کے خلاف مستحکم بنانے کی کوشش کی اور ان کے فضائل کو چھپانا چاہا لیکن ان کے فضائل پھیلتے گئے روز قیامت جب تم خدا سے ملاقات کروگے وہ تم پر غضبناک ہوگا کیونکہ تم نے اس کی شریعت میں تحریف کی لہٰذا اس کی سزا تمھیں ملے گی۔

اور جب ہم ان کے خلف ناسلف یزید ابن معاویہ شراب خور، فاسق و فاجر کو دیکھتے ہیں تو جس طرح ان سے ذلت و رسوائی، شراب خوری، زناکاری قمار بازی میراث میں ملی تھی اسی طرح عقیدہ بھی معاویہ اور ابوسفیان سے میراث میں ملا تھا، اگر بیہودہ صفات اسے میراث میں نہ ملے ہوتے تو معاویہ اسے اپنا جانشین نہ بناتا اور مسلمانوں پر مسلط نہ کرتا، وہ سب اسے بخوبی جانتے تھے جب کہ ان میں فضلائے صحابہ حسینؑ ابن علیؑ سید شباب اہل جنت ایسے افراد موجود تھے میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ معاویہ نے اسلام اور مسلمانوں کی توہین میں اپنی تمام عمر اور حرام طریقہ سے حاصل کی ہوئی کافی دولت صرف کی تھی، اور ہم یہ دیکھ چکے کہ وہ رسولؐ کے نام کو کس طرح مٹا دینا چاہتا تھا لیکن جب وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکا تو وصی نبیؐ حضرت علی علیہ السلام کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکائی، اور اس وقت تک آپ سے لڑتا رہا جب تک جبراً بادشاہ نہ بن بیٹھا، بری باتوں کو رواج دیا، اپنی حکومت کے سارے عاملوں کو منبروں سے ہر نماز کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور اہلبیتؑ نبیؐ پر لعنت کرنے کے لئے لکھا، اصل میں معاویہ اس راستہ سے رسولؐ پر لعنت کرنا چاہتا تھا، اور جب اس نے اپنی موت

کو قریب دیکھا اور نامراد و ناکام دنیا سے رخت سفر بند ھتے دیکھا تو اپنے بیٹے یزید کو بلا کر امت کا حاکم بنادیا تاکہ اس کے اور اس کے باپ ابوسفیان کے ارادوں کو یزید پورا کرے آگاہ ہو جاؤ! وہ مقاصد اسلام کی نابودی اور جاہلیت کی بازگشت تھی۔ [1]

فاسق و فاجر یزید نے زمام خلافت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے باپ کی ترغیب کے مطابق اپنے سرداروں کو اسلام کو نابود کرنے کا حکم دے دیا، پہلا اقدام اس نے یہ کیا کہ مدینہ رسولؐ کو اپنے کافر لشکر کے لئے مباح کر دیا، لشکر نے تین روز کی مدت میں جو کچھ کیا کیا، دس ہزار بہترین صحابہ کو قتل کیا، اس بت پرست نے سید شباب اہل جنت، ریحانۃ النبیؐ بلکہ تمام اہلبیتؑ کو قتل کیا حالانکہ وہ امت کے چاند تھے، اور اہلبیت عصمت کی چادر چھین لی، "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"۔

اگر خدا نے اسے جلد ہی جہنم واصل نہ کیا ہوتا تو یہ بدبخت و کمینہ مزید اسلام و مسلمانوں کے سر پر بلا لاتا، جس طرح ہم نے یزید کے باپ دادا کے عقیدہ کا انکشاف کیا اسی طرح اس بحث میں یزید کے عقیدہ کا بھی انکشاف کرنا اہمیت کا حامل ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ حرہ وہ بدترین سانحہ ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان مرد و عورت قتل ہوئے ہیں اور ہزاروں باکرہ لڑکیوں کا افضا ہوا ہے اور ہزاروں

---

[1] العقد الفرید جلد ۲ ص ۳۰۱ پر ابن عبد ربہ نے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے منبر سے حضرت علیؑ پر لعنت کی اور اپنے کارندوں کو لکھا کہ منبر سے حضرت علیؑ پر لعنت کیا کریں سو انھوں نے شروع کر دی، ام سلمہ نے معاویہ کو لکھا: تم منبروں سے خدا اور رسولؐ پر لعنت کر رہے ہو، اس لئے کہ تم علی ابن ابیطالب اور ان کے دوستوں پر لعنت کر رہے ہو، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا و رسولؐ انھیں دوست رکھتے ہیں لیکن معاویہ نے ان باتوں پر اعتماد نہ کیا۔

اسی لشکر کے سپاہیوں سے حاملہ ہوئیں ہیں، اور اس درندگی کو دیکھ کر باقی لوگوں نے اس بات پر یزید کی بیعت کر لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے بیعت سے انکار کیا وہ قتل کیا گیا۔ اور جب یزید کو اس شرمناک واقعہ کی اطلاع دی گئی کہ جس کی مثال تاریخ بھی پیش کرنے سے قاصر ہے، جس میں روا رکھے جانے والے مظالم کے سامنے مغلوں، تاتاریوں اور اسرائیلیوں کے جرائم ماند نظر آتے ہیں، تو وہ بہت خوش ہوا اور رسولِ اسلام کی شماتت کا اظہار کرتے ہوئے زبعری کے وہ اشعار پڑھتا ہے۔[۱] جو اس نے جنگ احد کے بعد پڑھے تھے۔

لیت أشیاخي ببدر شهدوا ... جزع الخزرج من وقع الأسلْ
لأهلّوا واستهلّوا فرحاً ... ثم قالوا: یا یزید لَا تشلْ
قد قتلنا القرم من ساداتهم ... وعدلنا میل بدر فاعتدلْ
لستُ من خندفٍ إن لم أنتقم ... من بني أحمد ما كان فعلْ
لعبتْ هاشم بالملك فلا ... خبرٌ جاء ولا وحيٌ نزلْ

کاش بدر میں قتل ہونے والے بزرگ ہوتے
تو آج تلوار کی باڑ سے گھبرائے ہوئے خزرج کو دیکھتے
اور خوشی سے اچھل پڑتے پھر کہتے اے یزید تیرے
ہاتھ شل نہ ہوں یقیناً ہم نے (بنی ہاشم کے) سورماؤں کو
قتل کیا اور یہ ہم نے بدر میں قتل ہونے والوں کا بدلہ
لیا ہے۔ اگر میں اولاد احمد سے انتقام نہ لوں تو خندف
سے نہیں ہوں یہ تو بنی ہاشم کا بادشاہت حاصل کرنے

---

[۱] انساب الاشراف بلاذری جلد ۵، ص ۴۲، لسان المیزان جلد ۶، ص ۲۹۴، تاریخ ابن کثیر جلد ۸، ص ۲۲۱، الاصابہ جلد ۳، ص ۲۳۴

کے لیے ایک ڈھونگ تھا ورنہ نہ کوئی وحی نازل ہوئی ہے
اور نہ ہی کوئی خبر آئی ہے۔

اور اس کا دادا ابوسفیان خدا و رسولؐ کا پہلا دشمن صاف لفظوں میں یہ کہتا ہے کہ:

اے بنی امیہ خلافت کو گیند کی طرح نچاؤ ابوسفیان قسم کھا کے
کہتا ہے کہ جنت و جہنم کچھ نہیں ہے،

اور اس کا باپ معاویہ خدا و رسولؐ کا دوسرا دشمن صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ:

اس وقت جب موذن آذان میں اشہدُ انَّ محمداً رسولُ اللّٰہ
کہتا ہے، کم بخت اس کے کون سا ذکر و عمل باقی ہے؟۔
قسم خدا کی قتال کے علاوہ کوئی اور چارۂ
کار نہیں ہے۔

لعبتْ هاشمٌ بالملك فلا
خبرٌ جاء ولا وحيٌ نزلْ.
یہ تو بنی ہاشم کا بادشاہت حاصل
کرنے کے لئے ایک ڈھونگ
تھا۔ ورنہ نہ کوئی وحی نازل ہوئی
ہے اور نہ کوئی خبر آئی ہے

ہم خدا و رسول اور اسلام کے بارے میں ان کے عقائد سے آگاہ ہو چکے اور ان کے اعمال شنیع کا مطالعہ کر چکے کہ جن کے ذریعہ وہ اسلام کے ستون اور رسول اسلام کی شخصیت کو مخدوش کرنا چاہتے تھے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان میں سے ہم نے بہت ہی مختصر کا تذکرہ کیا ہے اگر ہم وسعت دینا چاہیں تو صرف معاویہ کے ایسے اعمال کے لئے ایک ضخیم جلد درکار ہے ،ایک زمانہ میں جن پر ننگ و عار اور فضیحت کی بنیاد ہے اگرچہ بنی امیہ سے بخشش و عطا وصول نے والے بعض علمائے سوء نے ان عیوب کی پردہ پوشی کی حتی القدور کوشش کی ہے ، ان علماء کو لالچ نے اندھا بنا دیا تھا ، انھوں نے دنیا کو آخرت کے عوض خریدا تھا ، اور باطل سے حق کا سودا کر لیا تھا ، حالانکہ وہ حقیقت سے واقف تھے ، اکثر مسلمان اس سازش کا شکار ہو گئے ۔

اس مختصر بحث میں جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ یہ کہ مسلمانوں پر بنی امیہ اور ان کے پیروکاروں کا کتنا اثر ہوا کہ جنھوں نے سو سال تک مسلمانوں پر حکومت کی ہے جبکہ انھوں نے اپنا پرانا مسلک نہیں چھوڑا تھا ۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ منافقوں کا مسلمانوں پر بہت برا اثر پڑا ان کے عقیدے بدل دیئے ،اخلاق و معاملات اور راستوں میں تبدیلی پیدا کر دی یہاں تک کہ ان کی عبادات میں رخنہ ڈال دیا ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ امت حق کی نصرت سے چشم پوشی کر کے دشمنان خدا و رسول کے شانہ بشانہ ہوتی اور اولیائے خدا کی ذلت و رسوائی نہ ہوتی ۔

اور ہمارے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم طلیق ابن طلیق ،لعین ابن لعین معاویہ کی خلافت تک رسائی کی تفسیر کریں ،کہ جو اپنے کو رسول کا خلیفہ کہہ رہا تھا ، ایک وقت میں مورخین ہمیں فریب دیتے ہیں کہ لوگوں نے عمر ابن خطاب سے کہا کہ اگر ہم آپ کو کجروی پر دیکھتے تو شورش برپا کر دیتے (تلواروں سے آپ کا مقابلہ کرتے) انھیں مورخین

کو ہم یہ لکھتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ معاویہ نے قہر و غلبہ سے مسند خلافت پر قبضہ کر لیا اور اپنے پہلے خطبہ میں تمام صحابہ سے کہا کہ میں نے تم سے نماز پڑھنے روزے رکھنے کے لئے جنگ نہیں کی ہے میں نے تو تم پر اپنی حکومت کے استحکام کے لئے جنگ کی تھی سو آج میں تمہارا حاکم ہوں، صحابہ میں سے کسی نے جنبش نہ کی اور نہ ہی کسی نے کوئی اعتراض کیا بلکہ اس کے نقش قدم پر چلتے رہے، اور یہی نہیں بلکہ جس سال معاویہ خلیفہ ہوا اس سال کا نام بھی عام الجماعت رکھ دیا حالانکہ وہ سال عام الفرقہ تھا۔

اس کے بعد ہم صحابہ کو اس بات پر راضی دیکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے بیٹے کو ولی بنا دے جس کے بارے میں وہ ناواقف نہ تھے، معاویہ کے اس فعل سے بھی ان میں کوئی تحریک پیدا نہ ہوئی، ہاں جن صالح افراد میں پیدا ہوئی تھی انھیں یزید نے حادثۂ حرہ میں قتل کرا دیا اور باقی بچ جانے والوں سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں، ان تمام باتوں کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ اس کے بعد ہم مومنوں کی امارت و ریاست کی باگ ڈور بنی امیہ کے فاسق ترین اشخاص مروان ابن حکم اور ولید ابن عقبہ وغیرہ کے ہاتھوں میں دیکھتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مومنوں کے حاکم و امیر نے مدینۂ رسولؐ کو مباح قرار دے دیا لشکر نے جو کچھ کیا، کیا، عصمت دری کی خانۂ خدا کو آگ لگائی حرم خدا میں بہترین صحابہ کا قتل عام کیا مومنوں کے حاکم نے ذریتِ رسولؐ کا خون بہایا یعنی ریحانہ و ذریتِ رسولؐ کو تہ تیغ کیا، ان کی بیٹیوں کو قید کیا امت میں سے کسی میں جرأت نہ ہوئی اور کسی نے بھی جوانانِ جنت کے سردار کی مدد نہ کی۔

انہی مومنوں کے امیروں میں سے ولید نے کتابِ خدا کو پارہ پارہ کیا اور قرآن کو مخاطب کر کے کہا، جب روز حشر خدا کے پاس جانا تو کہہ دینا کہ پروردگارا مجھے ولید نے پارہ پارہ کیا۔

انہی مومنوں کے امیروں نے حضرت علیؑ ابن ابیطالب پر منبروں سے لعنت کی اور اپنی حکومت کے لوگوں کو علی علیہ السلام پر لعنت کا حکم دیا اس طریقہ سے وہ رسول ؐ پر لعنت کرتے تھے پھر بھی ان مومنوں میں کوئی حرکت و جنبش پیدا نہ ہوئی، اور اگر کسی نے علی علیہ السلام پر لعنت کرنے سے انکار کر دیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ دار پر چڑھا دیا گیا۔

انہی مومنوں کے امیروں نے کھلم کھلا شراب خوری، زناکاری، لہو و لعب، ناچ وغیرہ کا ارتکاب کیا۔ لیکن کوئی اہمیت نہ دی گئی۔

پس جب امت اسعدیہ کے حاکموں کے اخلاقی انحطاط کی یہ حالت ہے تو ان میں ایسے عوامل بھی ہوں گے جنھوں نے ان کے عقیدوں کو متاثر کیا ہوگا ہماری اس بحث کا یہ مہم عنصر ہے کیونکہ اس کا تعلق عصمت اور رسولؐ کی شخصیت سے ہے۔

اولاً جس سے ہماری تنبیہ کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ ابوبکر و عمر و عثمان نے حدیث نبیؐ کو قلم بند کرنے سے منع کر دیا تھا بلکہ بیان کرنے سے بھی روک دیا تھا۔

ابوبکر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک روز لوگوں کو جمع کیا اور کہا تم لوگ رسولؐ سے احادیث نقل کرتے ہو اور ان میں اختلاف کرتے ہو، اس سے تمہارے بعد لوگوں میں شدید اختلاف ہوگا لہذا آج سے تم رسولؐ کی کوئی حدیث بیان نہ کرنا اور جو شخص تم سے سوال کرے اس سے کہدو ہمارے اور تمہارے درمیان کتابِ خدا موجود ہے۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔ [1]

اسی طرح عمر ابن خطاب نے لوگوں کو حدیث رسولؐ بیان کرنے سے منع کیا، قرظہ ابن کعب کہتے ہیں جب ہم عمر ابن خطاب کے ساتھ عراق جا رہے تھے اس

---

[1] تذکرۃ الحفاظ "ذہبی" جلد ۱ ص ۳-۲

وقت درمیان راہ۔ عمر نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیوں چل رہا ہوں؟ سب نے کہا کہ ہماری عزت افزائی کے لئے آنہوں نے کہا اسکے علاوہ یہ بھی ہے کہ جب تم دیہاتوں سے گذرو تو قرآن کو اس طرح پڑھنا جس طرح مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے انھیں احادیث سے آگاہ نہ کرنا کہ اس میں مشغول ہو جائیں قرآن کو زیادہ پڑھو اور رسُول سے کم روایت نقل کرو میں بھی تمہارا شریک کار ہوں۔

یہی راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کے بعد کوئی حدیث نقل نہیں کی جب ہم لوگ عراق پہونچے تو لوگ تیزی سے ہمارے پاس آئے تاکہ ہم سے حدیث کے بارے میں سوال کریں قرظہ نے ان سے کہا کہ ہمیں اس سے عمر نے منع کر دیا ہے۔[۱]

عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ عمر ابن خطاب نے چپہ چپہ سے صحابہ کو جمع کر کے کہا: رسُول کی حدیث بیان نہ کیا کرو۔ اور کہا کہ اس سلسلہ میں تازندگی میرا ساتھ دینا اور مجھ سے جدا نہ ہونا پس صحابہ نے ان کی زندگی میں کوئی حدیث بیان نہ کی۔[۲]

خطیب بغدادی اور ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں تحریر کیا ہے کہ:

عمر ابن خطاب نے مدینہ میں تین صحابہ یعنی ابو درداء ابن مسعود اور ابو مسعود انصاری کو زیادہ حدیثیں بیان کرنے کے جرم میں قید کر دیا۔ اسی طرح عمر نے صحابہ کو حدیثوں کی کتابوں کو جمع کرنے کا حکم دیا، صحابہ نے سوچا شاید عمر انھیں ایک انداز سے مرتب کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے اس لئے انھوں نے اپنی کتابوں کو عمر کے حوالے کر دیا اور عمر نے سب کو جلا دیا۔[۳]

۱؎ مستدرک الحاکم جلد ۱ ص ۱۰۲، کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳۹ ۲؎ الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد ۵ ص ۱۴۰
۳؎ سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۱۲، سنن دارمی جلد ۱ ص ۸۵، تذکرۃ الحفاظ جلد ۱

اس کے بعد عثمان مسند خلافت پر آتے ہیں اور وہ تمام لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ کسی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ ان حدیثوں کو بیان کرے جو ابوبکر و عمر کے زمانہ میں نہیں سنی گئیں۔ [1]

اس کے بعد معاویہ ابن ابوسفیان کا زمانہ آتا ہے جب وہ مسند خلافت پر متمکن ہوا تو منبر پر جا کر کہا: لوگو! خبردار تم نے رسولؐ سے کوئی حدیث نقل کی مگر وہ حدیث جو عہد عمر میں بیان کی گئی۔ [2]

رسولؐ کی حدیثوں کے نقل کرنے پر پابندی میں کوئی نہ کوئی راز ضرور تھا اور وہ یہ کہ کوئی ان حدیثوں پر عمل نہ کرے ورنہ اس طویل مدت میں رسولؐ کی حدیثوں کو نقل کرنے پر کیوں پابندی لگائی تھی۔ اور حدیثوں کا لکھنا بھی عمر ابن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں شروع ہوا۔

گذشتہ بحثوں سے خصوصاً اس نص صریح سے خلافت کے بارے میں جس کا رسولؐ نے اعلان کیا تھا۔ ابوبکر و عمر نے اس حدیث کو رسولؐ سے نقل کرنے سے اس لئے منع کر دیا تھا کہ کہیں یہ نصوص دنیا کے گوشہ و کنار میں یہاں تک کہ دیہاتوں میں نہ پہونچ جائیں کہ لوگوں پر یہ بات آشکار ہو جائے گی کہ عمر و ابوبکر کی خلافت شرعی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے حقیقی وارث تو علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں اور ان کے اس حق کو غصب کر لیا گیا ہے اس موضوع پر ہم اپنی کتاب۔ لِاَکُونَ مَعَ الصَّادِقِینَ ،، میں سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ مزید اطمینان کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

عمر بن خطاب کے بارے میں تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ وہ ہر اس

---

[1] منتخب کنز العمال حاشیہ مسند احمد جلد ۴ ص ۶۴

[2] خطیب بغدادی، شرف اصحاب الحدیث ص ۹۱

اور آپ کی طرف بھی ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے، ان کے
لئے ان احکام کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کئے گئے ہیں۔

یا یہ صاحب قرآن کو رسولؐ سے بھی زیادہ جانتے تھے

یہ ان لوگوں کی کوشش ہے کہ جو کہتے ہیں کہ قرآن مجید اکثر عمر کی رائے کے موافق اور رسولؐ کی رائے کے مخالف نازل ہوتا تھا، ان ناسمجھوں نے بہت بڑی بات کہہ دی۔

صحیح بخاری میں مجھے یہ واقعہ پڑھتے ہوئے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ عمر نے عمار یاسر کی روایت قبول کرنے سے انکار کر دیا، خصوصاً اس روایت کو جس میں نبیؐ نے انھیں تیمم کا طریقہ تعلیم دیا تھا۔ اسی طرح عمار کے اس قول سے بھی مجھے تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے عمر کے خوف سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اسے بیان نہ کروں، یہ بات تو واضح ہے کہ عمر حدیث رسولؐ بیان کرنے والے پر غضبناک ہوتے تھے۔ اور راوی کو مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

جب خلیفہ سے وہ صحابہ بھی خوف کھاتے تھے جنکا تعلق قبیلۂ قریش سے تھا وہ مدینہ سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ جو لوگ کہیں جاتے تھے انھیں حدیث بیان کرنے سے شدت کے ساتھ منع کیا جاتا تھا۔ ان کی ان کتابوں کو جن میں انھوں نے حدیثیں جمع کی تھیں جلا دیا گیا تھا۔ اور ان میں کچھ کہنے کی جرأت بھی نہیں تھی۔ تو بے چارے عمار کی حیثیت ہی کیا تھی اور علیؑ ابن ابیطالب کے شیعہ ہونے کے سبب ویسے بھی قریش کی نظروں میں خار تھے۔

اور جب ہم ٹھنڈے دل سے تامل کے ساتھ "یوم الخمیس" کہ جس روز رسولؐ معبود حقیقی سے جا ملے۔ کہ جس دن کو ابن عباس نے روز مصیبت کا نام دیا ہے۔ اس روز رسولؐ نے حاضرین سے قلم دوات طلب کیا تاکہ ان لوگوں کے لئے ایک نوشتہ لکھ دیں جس سے ان کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوں، اس روز بھی ہم عمر ابن خطاب کو رسولؐ پر اعتراض کرتے ہوئے دیکھتے ہیں "معاذ اللہ" رسولؐ پر ہذیان کا الزام لگاتے ہیں اور

متناقض رائے کا موافق تھا جس کا تعلق خلافت سے ہوتا تھا۔

ایک جگہ ہم انھیں ابوبکر کی بیعت کو استوار کرتے ــــ اور لوگوں سے جبراً بیعت لیتے دیکھتے ہیں جو اتفاقی امر تھا۔ اور خدا ہی نے اس کے شر سے محفوظ رکھا پھر انھیں خلافت سے متعلق چھ رکنی کمیٹی بناتے اور یہ کہتے دیکھتے ہیں کہ اگر میں علیؑ ابن ابیطالب کو خلیفہ بنادوں تو وہ لوگوں کو صحیح راستہ پر چلائیں گے۔ پس جب انھیں اس بات کا اعتراف ہے کہ علیؑ ہی تنہا وہ شخص ہیں کہ جو لوگوں کو راہ راست پر چلا سکتے ہیں تو انھیں خلیفہ کیوں نہیں بنایا اور قصہ پاک کیوں نہیں کیا تاکہ اس سے امت محمدؐ کی اصلاح وحفاظت ہو جاتی۔

اس کے بعد ہم پھر تناقض دیکھتے ہیں اور عمر ابن عوف کو ترجیح دیتے ہیں پھر تناقض دیکھتے ہیں اور عمر کہتے ہیں کہ اگر حذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا تو میں اس کو خلیفہ بنادیتا [1]

اس سے زیادہ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ ابوحفصہ عمر نے نبیؐ سے حدیث نقل کرنے پر پابندی لگادی، اور صحابہ کو مقید کر دیا، باہر نکلنے سے منع کر دیا اور جن لوگوں کو وہ کہیں تعینات کرتے تھے انھیں بھی لوگوں کے سامنے حدیث بیان کرنے سے پہلے ہی منع کر دیتے تھے۔ صحابہ کی ان کتابوں کو جلا دیتے تھے جن میں نبی کی احادیث مرقوم تھیں۔
کیا عمر نہیں جانتے تھے کہ سنت نبیؐ قرآن کو بیان کرتی ہے؟ کیا ان کی نظروں سے خدا کا یہ قول نہیں گذرا تھا:

﴿وأنزلنا إليك الذكر لتبيّن للنّاس ما نُزّل إليهم﴾ نحل ر ۴۴

---

[1] اسی حدیث سے ابوحنیفہ نے دوگروں کی خلافت پر حجت قائم کی ہے اور اس طرح انھوں نے رسولؐ کی اس حدیث کی مخالفت کی ہے کہ، خلافت قریش ہی میں رہے گی، اور شاید یہی وجہ ہے کہ ترکیوں نے خلافت حاصل کرنے کے لئے ابوحنیفہ کے مذہب کو قبول کر لیا اور انھیں امام اعظم کا نام

کہتے ہیں کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ اس واقعہ کو بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی ابوداؤد، اور امام احمد وغیرہ کے علاوہ بہت سے مؤرخین نے بھی نقل کیا ہے۔

جب عمر خود رسولؐ کو اپنی حدیث لکھنے سے منع کر سکتے ہیں اور وہ بھی صحابہ اور اہلبیتؑ کے ایک جم غفیر کے سامنے جسارت کے ساتھ رسولؐ کی شان میں گستاخی کر سکتے ہیں اور ان پر ہذیان کی تہمت لگا سکتے ہیں کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ انھوں نے رسولؐ کی وفات کے بعد زرخرید غلاموں اور لوگوں کو رسولؐ کی احادیث نقل کرنے سے منع کر دیا ہو اور پھر وہ خلیفہ (حاکم) وقت تھے جن کے پاس طاقت و شروت موجود تھی۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے۔ کہ صحابہ کی کثیر تعداد کا تعلق انصار اور قریش سے تھا یہی بہترین افراد تھے، قبیلوں میں ان کا اثر ورسوخ تھا یہ قبیلے خوف، طمع یا نفاق کی وجہ سے آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے تھے ان صحابہ کی اکثریت کو بھی ہم عمر کی ہاں میں ہاں ملاتے دیکھتے ہیں کہ وہ نبیؐ پر ہذیان کا الزام لگا رہے ہیں اور احادیث رسولؐ کے لکھنے کی پابندی میں بھی ہم انھیں عمر کے شانہ بہ شانہ دیکھتے ہیں میرا عقیدہ ہے کہ نبیؐ نے جو حدیث لکھوانے کو نظر انداز کیا ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہی تھا کیونکہ وہ وحی کے ذریعہ اس بات کو جانتے تھے کہ منصوبے قوی ہیں اگر اس سلسلہ میں کوئی کتاب لکھی جائے گی تو اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے۔

رسولؐ وہ چیز لکھنا چاہتے تھے جو امت کو ضلالت و گمراہی سے محفوظ، رکھنے والی تھی یعنی اگر امیر و خلفا موقف بدل دیں گے تو وہ کتاب (اگر لکھی جائے) ضلالت و گمراہی سے محفوظ رہنے کا باعث ہوگی۔

پس رسول اسلامؐ کے چہرۂ اقدس کا رنگ کیسے متغیر نہ ہوتا جب کہ آپ بستر مرگ پر تھے اور آپ کے کان میں پروردگار کی طرف سے وحی کی مسلسل آواز آرہی تھی، اپنی امت کی سرکشی دیکھ کر آپ کا دل حسرت و یاس سے بھر گیا۔

﴿أفإن ماتَ أو قتل انقلبتم على أعقابكم﴾

یہ آیت عبث تو نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ ایک حتمی نتیجہ ہے، کیونکہ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کو امت کی دسیسہ کاریوں اور ان کے مکر و فریب سے آگاہ کر دیا تھا۔ پس وہ تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپے ہوئے رازوں سے آگاہ ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس نے اپنے رسولؐ کو عزت بخشی اور ان کو ہر ایک چیز سے باخبر کیا۔ اور ان کو اس سے کہیں بہتر جزا دی کہ جو ان کی امت کی طرف سے مل سکتی تھی۔ اور ان کو امت کے ارتداد و کفر کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا بلکہ آپ سے فرمایا:

﴿ویومَ یَعَضُّ الظالِمُ على یدیه یقولُ یا لیتني اتخذتُ مع الرسول سبیلاً، یا ویْلتي لیتني لَمْ أتّخذْ فلاناً خلیلاً لقد أضلّني عن الذکر بعد إذ جاءني وکان الشیطانُ للإنسان خَذُولاًوقالَ الرسولُ یا رَبّ إنّ قومي اتخذُوا هذا القرآن مهجوراً وکذلك جعلنا لکل نبيّ عدُوًّا من المجرمین وکفى بربّك هادیاً ونصیراً﴾ فرقان ۲۷ ۔ ۳۱

اس روز ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسول کے ساتھ ہی راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے افسوس کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا اس نے تو ذکر کے آنے کے بعد بھی مجھے گمراہ کر دیا اور شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے ہی اور اس روز رسولؐ آواز دے گا کہ پروردگارا اس میری قوم نے اس قرآن کو بھی نظر انداز کر دیا ہے اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرمین میں سے

کچھ دشمن قرار دیئے ہیں اور ہدایت و امداد کے لئے تمھارا۔
پروردگار کافی ہے۔

اس بحث میں جس چیز کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے وہ یہ غم انگیز نتیجہ ہے کہ جس تک ہم پہونچ چکے ہیں وہ نتیجہ یہ ہے کہ ابو سفیان اور معاویہ نبیؐ کی شان میں گستاخی کرنے کی جرأت نہ کرتے اگر ان کے سامنے عمر ابن خطاب کا رسوؐل کے خلاف سابقہ مذموم موقف اور جسارت نہ ہوتی۔ خصوصاً جب ہم رسوؐل کے طول حیات میں عمر کے موقف کو دیکھتے ہیں تو عمر بے شمار موقعوں پر رسوؐل کی مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مخالفت کے پس پشت ضرور کوئی بڑا راز مخفی تھا۔ اور وہ راز رسوؐل کی شخصیت کو گرانا اور لوگوں کی نظروں میں ان کو ایک عام شخص ثابت کرنا تھا۔ اس میں نژاد پرستی، گمراہی اور خواہش نفس کی پیروی شامل تھی اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا تھا تاکہ لوگوں کو یہ باور کرا دیں کہ رسوؐل معصوم نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عمر ابن خطاب نے متعدد مواقع پر رسوؐل کی مخالفت کی اور کہا گیا ہے کہ قرآن عمر ابن خطاب کی تائید میں نازل ہوا، نوبت یہاں تک آپہونچی کہ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کو ڈرایا پس آپ رونے لگے اور کہنے لگے:

اگر خداوند عالم ہم کو مصیبت میں مبتلا کر دے تو سوائے
عمر ابن خطاب کے کوئی نجات دلانے والا نہیں ہے۔ [۱]

کبھی عمر رسوؐل کو حکم دیا کرتے تھے کہ آپ اپنی بیویوں سے پردہ کروائیں

---

[۱] ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں، مسلم، احمد بن حنبل، ابی داؤد اور ترمذی سے نقل کیا ہے اور اسی طرح سیرت حلبیہ اور سیرت دحلانیہ کی جلد ۱ ص ۵۱۲ پر مرقوم ہے۔

لیکن رسولؐ عمر ابن خطاب کے کہنے کے مطابق عمل نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ عمر ابن خطاب کی تائید میں قرآن نازل ہوا اور نبیؐ کو حکم دیا کہ آپ اپنی بیویوں سے پردہ کروائیں ۔ لہ

شیطان رسولؐ سے نہیں ڈرتا تھا لیکن عمر سے بھاگتا ہی نظر آتا تھا،

اس کے علاوہ اور بہت سی مضحکہ خیز روایات ہیں کہ جو رسولؐ کی عظمت و شخصیت کو مجروح کرتی ہیں اور صحابہ کی قدر و منزلت میں اضافہ کرتی ہیں لیکن عمر کو اس سلسلہ میں زیادہ ہی اہمیت حاصل ہے ۔ یہاں تک کہ ان کے چاہنے والوں نے خدا ان کو رسوا کرے رسولؐ کے بارے میں یہ روایت بھی گڑھ دی کہ رسولؐ کو عمر کی نبوت میں شک تھا۔ اور یہ حدیث انھوں نے اس لئے گڑھی ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ نے فرمایا کہ جب بھی جبرئیل کو میرے پاس آنے میں تاخیر ہوتی ہے تو میں یہ ہی سمجھتا ہوں کہ وہ عمر ابن خطاب کے پاس گئے ہوں گے !!

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اس قسم کی حدیثیں معاویہ ابن ابوسفیان کے زمانہ میں اس لئے گڑھی گئیں تاکہ حضرت علیؑ کی عظمت و فضیلت پر پردہ ڈالا جا سکے اس لئے اس نے ابوبکر، عمر، عثمان کی تعریف اور ان کے فضائل کے سلسلے میں حدیثیں گڑھوائیں تاکہ لوگوں کی نظروں میں ان کی عظمت بڑھ جائے اور علی علیہ السلام کی شخصیت مجروح ہو جائے ۔ اس سے دو مقصد سامنے آتے ہیں ۔

پہلا مقصد یہ کہ : علی علیہ السلام کی عظمت کو گھٹانا جیسا کہ ان کو ابوتراب کہتے ہیں ۔ اور لوگوں کو ان کی طرف سے بدظن کرنا اور خلفائے ثلاثہ کو ان پر فوقیت دینا ۔

دوسرا مقصد یہ کہ : احادیث وضع کرانا تاکہ خلافت کے سلسلہ میں

لہ صحیح بخاری جلد ۱ ص۴۶

حکم رسولؐ اور ان کی وصیتوں کو پس پشت ڈال دیں بالخصوص حسنینؑ کی خلافت کہ جو معاویہ کے ہمعصر تھے پس جب علیؑ کے بارے میں خلفائے ثلاثہ نے حکم رسولؐ کی پرواہ نہ کی تو معاویہ کے لئے اولادِ علیؑ کے بارے میں حکم رسولؐ کی مخالفت کیا مشکل تھی۔

پس ہندہ نے اپنے مقصد میں بڑی کامیابی حاصل کی اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم آج حضرت علی علیہ السلام کے علم و شجاعت، قرابت اور اسلام و مسلمانوں پر آپ کے احسان کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں تو ہماری آنکھوں کے سامنے "کسی کا یہ قول آتا ہے کہ"، رسول اسلام نے فرمایا:

"اگر ابوبکر کے ایمان کو پوری امت کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو بھی ابوبکر کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا"۔

اور کبھی ہماری نظروں کے سامنے کسی کا یہ قول آتا ہے کہ: عمر فاروق وہ ہیں کہ جو حق کو باطل سے الگ کرتے ہیں۔

اور کبھی ہماری نظروں کے سامنے عثمان کے بارے میں کسی کا یہ قول آتا ہے کہ: عثمان ذوالنورین ہیں اور ان سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں۔

ان بحثوں کی تحقیق کرنے والے پر یہ بات آشکار ہو جائے گی کہ عمر ابن خطاب کو زیادہ فضیلت دی گئی ہے یہ کوئی اتفاقی امر نہیں ہے، ہرگز، کیونکہ اس کا موقف ہی رسالتمآبؐ سے جھگڑنا اور ان کے حکم کی مخالفت کرنا تھا اس لئے قریش عمر کو بہت دوست رکھتے تھے۔ خصوصاً قریش کی نگاہوں میں عمر کی اہمیت اسی وقت اور زیادہ بڑھ گئی تھی جب انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے خلافت چھین کر قریش کو دوبارہ حاکم بنا دیا تھا۔ پھر کیا تھا خلافت کی طمع بنی امیہ کے طلقا اور ملعون قسم کے لوگوں میں بھی پیدا ہو گئی اور سارے قریش اور ان کے رأس دریس ابوبکر بخوبی جانتے تھے

مسلمانوں پر ہماری حکومت عمر ابن خطاب کی مرہون منت ہے ۔ رسولؐ کی مخالفت میں عمر بڑے مشہور تھے اور عمر ہی نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا نوشتہ لکھنے سے رسولؐ کو باز رکھا تھا۔ عمر ہی وہ ہے جس نے لوگوں کو ڈرایا اور نبیؐ کی وفات کے سلسلہ میں انھیں ابوبکر کی بیعت ہونے تک شک میں مبتلا رکھا تاکہ لوگ علیؑ کی بیعت نہ کرلیں۔ سقیفہ کے چیمپین عمر ہی تھے ۔ عمر ہی نے ابوبکر کی بیعت کو استحکام بخشا اور انہی نے ابو بکر کی بیعت سے منکر اور حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں پناہ گزین افراد سے کہا کہ گھر سے باہر نکل آؤ اور ابوبکر کی بیعت کرلو ورنہ میں گھر میں آگ لگا کر سب کو جلادونگا ۔ اسی عمر نے لوگوں سے جبراً ابوبکر کی بیعت لی ۔ ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں خود عمر ہی نے عہدے تقسیم کئے، اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ ابوبکر کے دور خلافت میں عمر ہی اصل حاکم تھے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب مؤلفۃ القلوب ابوبکر کے پاس اپنا وہ حصہ لینے آئے جو خدا نے مقرر کیا اور رسولؐ نے دیا ہے تو ابوبکر نے انھیں لکھ دیا لیکن جب وہ نوشتہ لے کر عمر کے پاس آئے تو عمر نے نوشتہ لے کر پھاڑ دیا ۔ اور کہا ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ خدا نے اسلام کو عزت و سرفرازی عطا کی ہے ، وہ تمہارا محتاج نہیں ہے ، اگر تم اسلام قبول کرتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے۔ عمر کا رد یہ دیکھ کر وہ لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ خلیفہ وہ ہیں یا آپ ؟ تو ابوبکر نے عمر کے فعل سے خوش ہو کر کہا کہ وہی ہیں ۔ [1]

ایک مرتبہ ابوبکر نے دو صحابہ کے لئے ایک زمین کا قطعہ لکھ دیا اور اسے دستخط کے لئے عمر کے پاس بھیج دیا جب عمر کے پاس پہونچا تو انھوں نے اس پر تھوک دیا اور تحریر کو مٹا دیا ، ان لوگوں نے عمر کو برا بھلا کہا اور پھر ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے

---

[1] کتاب الجوہرۃ النیرہ فی الفقہ الحنفی جلد ۱ ص ۱۶۴

غصہ میں کہا کہ: ہمیں نہیں معلوم خلیفہ آپ ہیں یا وہ؟! ابوبکر نے کہا کہ عمر! اس کے بعد عمر غضب کے عالم میں ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ: تمھیں ان دونوں کو زمین دینے کا کوئی حق نہیں پہونچتا۔ ابوبکر نے کہا کہ میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ مناسب ہیں۔ لیکن آپ نے مجھ پر زور دیا۔ [1]

یہاں پر یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ عمر ابن خطاب کی بالعموم قریش میں اور خصوصاً بنی امیہ میں تقویت کا راز کیا تھا۔ کہ وہ ان کو عبقری کے نام سے پکارنے لگے اور فاروق کے لقب سے نوازنے لگے، عدل مطلق کا خطاب دیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ رسولؐ پر بھی ان کو فضیلت دینے لگے۔

یہیں سے دشمنان اسلام اور مستشرقین کے لئے دروازہ کھل گیا اور وہ کہنے لگے کہ محمدؐ مرد عبقری تھے۔ اور ان کی قوم بت پرست تھی، پتھروں کے خداؤں کو پوجنا ان کی عادت تھی۔ محمد نے ان کی یہ عادت تو ختم کر دی لیکن پرستش کے لئے حجر اسود چھوڑ گئے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ہم عمر ابن خطاب کو حدیث رسولؐ لکھنے سے منع کرنے میں پیش پیش دیکھتے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے صحابہ کو مدینہ میں محبوس کر دیا۔ حدیثوں کی کتابوں کو نذر آتش کر دیا تاکہ سنت نبیؐ لوگوں میں رواج نہ پا سکے۔

انھیں باتوں سے یہ نکتہ بھی ہماری سمجھ میں آ جاتا ہے کہ علیؑ کیوں گھر میں بیٹھ رہے تھے۔ اور آپ صرف اس وقت گھر سے نکلتے تھے جب صحابہ کسی مسئلہ کے حل کرنے سے عاجز ہو کر آپ کو مشکل کشائی کے لئے بلاتے تھے۔ عمر نے علیؑ کو نہ شہر کا والی بنایا اور نہ کوئی دوسرا منصب دیا۔ بلکہ انھیں میراث فاطمہؑ سے بھی محروم کر دیا۔ آپ کے پاس

---

[1] الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ابن حجر عسقلانی نے عیینہ کے حالات میں لکھا ہے نیز ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی ج ۳ ص ۱۰۸ پر درج کیا ہے۔

مال دنیا میں سے کچھ نہ تھا۔

شاید اسی لئے مورخوں نے یہ بھی لکھ دیا کہ جب آپ نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد لوگوں کی بے رخی دیکھی تو آپ بیعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اے ابوالحسنؑ آپ کو مبارک ہو یہ لوگ آپ کے کیونکر دشمن نہ ہوتے اس لئے آپ نے ان کے بڑے بڑے سورماؤں اور عزیزوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ ان کے شیرازہ کو منتشر کیا تھا، ان کی نیندیں حرام کر دی تھیں، ان کے فضائل کا سد باب کر دیا تھا، نیکیوں کے میدان میں ان کے لئے کوئی جگہ نہ چھوڑی تھی اس کے علاوہ آپؑ رسولؐ کے ابن عم اور ان سے سب سے زیادہ قریب ہیں، فاطمہؑ زہرا کے شوہر اور سبطینؑ سیدا شباب اہل الجنۃ کے والد ہیں سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

آپ کے چچا حمزہ سید الشہداؑ ہیں اور آپ کے حقیقی بھائی جعفر طیار ہیں، سید البطحا نبیؐ کے کفیل ابوطالب آپ کے والد ہیں، سارے ائمہ آپ ہی کے صلب سے ہیں آپ سابقوں میں سابق اور لاحقوں میں لاحق ہیں، آپ شیر خدا اور اس کے رسولؐ کے محافظ ہیں۔ آپ اللہ اور اس کے رسولؐ کی شمشیر ہیں، آپ خدا و رسولؐ کے امین ہیں چنانچہ آپ کو سورۂ برات دے کر بھیجا اور آپ کے بغیر وہ محفوظ بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ آپ ہی صدیق اکبر ہیں، آپ کے بعد اس کا دعویدار مہا جھوٹا ہے۔ آپ فاروق اعظم ہیں کہ جس کے ساتھ ساتھ حق مڑتا تھا، باطل کی تاریکیوں میں آپ ہی سے حق کی شناخت ہوتی تھی، آپ کھلی اور واضح نشانی ہیں کہ جس کی محبت سے مومن کا ایمان اور دشمنی سے منافق کا نفاق پہچانا جاتا ہے۔ آپ شہر علم کے دروازہ ہیں، (رسولؐ کے پاس) آنے والا اسی سے آئے گا، آپ تک رسائی کے بغیر رسولؐ تک رسائی کا دعویدار جھوٹا ہے۔

پس اے ابوالحسنؑ ان میں سے کون آپ کی برابری کر سکتا ہے

آپ جیسی فضیلتوں کا حامل کون ہے ۔ اگر شرافت کا کوئی نمونہ ہے تو آپ عظمت و بزرگی کا آغاز و انجام ہیں ۔ یقیناً خدا نے جو اپنے فضل سے آپ کو عطا کیا ہے ۔ اس پر حسد ہوگا ۔ اور آپ کو اس لئے دور رکھا جائے گا کہ خدا نے اپنے قرب سے آپ کو مخصوص کیا ہے ۔

فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون . . .

ہمارا قلم یقیناً حضرت امیر المومنین ؑ کی تعریف کی طرف مڑ گیا جو اپنی زندگی میں بھی مظلوم تھے اور موت کے بعد بھی مظلوم رہے ۔

یقیناً آپ کے لئے رسولؐ میں اسوۂ حسنہ تھے وہ بھی اپنی زندگی اور مرنے کے بعد مظلوم تھے ۔

کیونکہ آپ نے پوری زندگی جہاد، نصیحت اور مومنین کی نجات کی کوشش میں گذاری، لیکن لوگوں نے آخری وقت انھیں برے الفاظ سے نوازا، آپ پر ہذیان کا بہتان لگایا اور جب آپ نے لشکر اسامہ میں شرکت کا حکم دیا تو سرکشی و تمرد سے پیش آئے اور خلافت کی طمع میں سقیفہ میں جا بیٹھے اور آپؐ کے جسد مبارک کو بے گور و کفن چھوڑ دیا اور وفات کے بعد لوگوں کی نظروں میں آپ کی شخصیت کو گرانے کی کوشش میں لگ گئے ۔ آپؐ کو غیر معصوم قرار دیا جبکہ قرآن و وجدان آپؐ کی عصمت کی گواہی دے رہے ہیں ۔ اور یہ سب اس لئے تھا کہ ہر حکم زائل اور دنیا فانی ہے ۔

گذشتہ بحث سے ہمیں معلوم ہوگیا کہ صحابہ نے خلافت کے چکر میں رسولؐ کی شخصیت کو مجروح کیا ۔ پس جب خلافت میراث کے طور پر بنی امیہ اور ان کے رئیس در رئیس معاویہ کے ہاتھ میں پہونچی تو وہ اسکی طرف سے مطمئن ہو گئے لیکن وہ ان میں سے کسی ایک کے گرد گھومنے والی نہیں تھی کسی نہ کسی دن ان کے ہاتھ سے جانی تھی، اسی لئے بنی امیہ نے رسولؐ کی شخصیت و عظمت کی تنقیص

میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور ان کی شخصیت کے منافی احادیث گڑھوائیں۔
میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے دو بڑے اسباب تھے:

پہلا سبب

رسولؐ کی عظمت گھٹانا، قبائل عرب کے درمیان بنی ہاشم کو رسولؐ کی بدولت حاصل شدہ عزت و شرافت کو خاک میں ملانا اور بنی ہاشم کو ذلیل و خوار کرنا خصوصاً جب ہمیں یہ علم ہے کہ بنی امیہ اپنے بھائی ہاشم سے ہمیشہ حسد کرتا رہا، اور ان کے خلاف مستقل نبرد آزما رہا۔

سونے پر سہاگہ یہ کہ علیؑ رسولؐ کے بلا تردید بنی ہاشم کے سردار تھے اور اس بات کو خاص و عام سب ہی جانتے ہیں کہ معاویہ کو حضرتؑ سے سخت بغض تھا ان سے خلافت چھیننے کے لئے فسادات اور جنگوں کی آگ بھڑکاتا رہا، اور آپ کی شہادت کے بعد منبروں سے آپ پر لعنت کرائی۔ معاویہ کے لحاظ سے رسولؐ کی شخصیت کی ہتک علیؑ کی شخصیت کی شکست و ریخت میں منحصر تھی، بالکل اسی طرح جس طرح حضرت علیؑ پر سب و شتم کرنا درحقیقت رسولؐ پر سب و شتم کرنا ہے۔

دوسرا سبب

رسولؐ کی عزت اور قدر و قیمت گرانا اس لئے تھا کہ بنی امیہ اپنے ان سیاہ کرتوتوں، برے اعمال کی پردہ پوشی کر سکیں جن سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ جسطرح بنی امیہ نے رسولؐ کی تصویر کشی کی کہ (معاذ اللہ) آپ خواہش نفس کے تابع، عورتوں کے ایسے رسیا تھے کہ واجبات تک کو چھوڑ دیتے تھے اور بعض کے تو ایسے عاشق ہوتے تھے کہ دوسری ازواج کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے عدل کا مطالبہ کیا۔

پس جب رسُولؐ کی یہ کیفیت ہوگی تو پھر معاویہ و یزید ایسے (بدکار) لوگوں پر کیسے لعنت و ملامت کی جاسکے گی۔

ممکن ہے دوسرے سبب میں یہ راز بھی پوشیدہ ہو کہ امویوں نے رسُولؐ کے لئے وہ روایات و احادیث گڑھیں کہ جن پر قبل اسلام عمل ہوتا تھا۔ اور مسلمان انھیں مسلّم و صحیح رسُولؐ کے اقوال و افعال سمجھتے ہیں سو وہ ان کے نزدیک سنتِ نبیؐ ہیں۔

مثال کے طور پر بعض احادیث آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ جو رسُولؐ کی عظمت کو گھٹانے اور ان کے مرتبہ کو کم کرنے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ میں اس موضوع کو پھیلانا نہیں چاہتا ہوں بلکہ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے وہی تحریر کرونگا جو بخاری و مسلم نے اپنی صحاح میں روایت کی ہے

نبیؐ کے بارے میں ذلت آمیز حدیثیں!

(۱) بخاری نے کتاب الغسل کے جماع کر کے دوبارہ جماع کرنے والے باب میں روایت کی ہے کہ انس نے کہا کہ:

نبیؐ رات دن میں گیارہ بیویوں سے ایک گھنٹے کے اندر اندر مجامعت کرتے تھے، راوی کہتا ہے کہ میں نے انس سے پوچھا کہ نبیؐ اس کی طاقت رکھتے تھے؟ انس نے کہا: ہم یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انھیں تیس کی قوت عطا کی گئی تھی۔

قارئین محترم اس اہانت آمیز روایت کو ملاحظہ فرمائیے کہ جو ہمارے سامنے رسُولؐ کو خواہشات کا پیکر بنا کر پیش کرتی ہے۔ (معاذ اللہ) آپ گیارہ بیویوں سے ایک گھنٹہ میں رات یا دن میں جماع کیا کرتے تھے۔ اس سرعت سے اور بغیر غسل کئے پہلی سے فراغت حاصل کر کے دوسری سے جماع کرنے لگتے تھے۔

قارئین محترم آپ تصور کیجئے، سوچیئے کہ کیا انسان اپنی بیوی پر کسی حیوان کی طرح جھپٹ پڑتا ہے۔ نہ اس کے ساتھ خوش فعلی کرتا ہے نہ اسے آمادہ کرتا ہے جبکہ یہ چیز ہم نے حیوانات میں بھی دیکھی ہے کہ وہ جماع کے عمل کو کافی دیر تک جاری رکھتے ہیں، پہلے اس کے مقدمات مہیا کرتے ہیں، تیار ہوتے ہیں تو رسولؐ اعظم ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ خدا انھیں غارت کرے اور ان پر لعنت کرے . . . .

اور یہ کہ اس زمانہ میں عرب جماع پر فخر کیا کرتے تھے، اور اسی کو مردانگی کی علامت قرار دیتے تھے۔ پس لوگوں نے رسولؐ کے لئے یہ قصہ گڑھ دیا حالانکہ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

اپنی بیویوں سے حیوانوں جیسا سلوک نہ کرو بلکہ
اپنے اور ان کے درمیان کے مسائل ثالث سے حل کرو۔

اس قسم کی روایات ہی نے نبیؐ کے خلاف دشمنان اسلام کی زبان درازی کی جرأت دلائی ہے کہ رسولؐ جنس پرستی، جماع کے شوقین، عورتوں کے رسیا ایسی تہمتیں لگائی ہیں۔

کیا ہم اس قصہ کے راوی انس ابن مالک سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کو یہ واقعہ کس نے سنایا؟ آپ کو یہ کس نے بتایا کہ رسولؐ اپنی گیارہ بیویوں سے ایک گھنٹے میں ہمبستری کر لیتے تھے؟

کیا نبیؐ ہی نے یہ واقعہ سنایا تھا؟ کیا ہم میں سے کسی کے شایان شان یہ بات ہے کہ وہ اپنی زوجہ سے ہمبستری کی روداد کو لوگوں کے سامنے سنائے؟ کیا ازواج نبیؐ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے؟ کیا کسی مسلمان عورت کے لئے یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے مباشرت کی کیفیت کو مردوں کے سامنے بیان کرے؟ یا انس ابن مالک خود نبیؐ کے تجسس میں رہتا تھا اور جب نبیؐ اپنی بیویوں کے ساتھ خلوت

میں ہوتے تو انس دروازوں کے سوراخوں سے جھانک کر دیکھا کرتے تھے؟ میں شیطانی وسوسوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، جھوٹوں پر خدا لعنت کرے۔

مجھے اس سلسلہ میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے حکام کہ جو عورتوں اور کنیزوں کے رسیا ہونے میں مشہور تھے انھوں نے اپنی گلوخلاصی کے لئے یہ واقعہ گڑھا ہے۔

(۲) بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۲ ص ۱۳۲، اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی جلد ۷ ص ۱۳۶ پر عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

ایک روز چند ازواج نبیؐ نے جناب فاطمہؑ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ فاطمہؑ آئیں اور اجازت چاہی، آپؐ میرے پاس لیٹے ہوئے تھے۔ رسولؐ نے اجازت دی، فاطمہؑ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کی ازواج نے مجھے آپ کی خدمت میں یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ آپ اپنی ازواج اور بنت ابوبکر عائشہ کے درمیان عدل و انصاف سے کام لیں۔

عائشہ کہتی ہیں کہ میں خاموش تھی، پھر عائشہ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: میری لخت جگر کیا وہ چیز تمھیں پسند نہیں جو مجھے محبوب ہے۔ فاطمہؑ نے عرض کی بالکل محبوب ہے، آپ نے فرمایا تو اس (عائشہ) سے محبت کرو۔

روایت آگے بڑھ کر پھر کہتی ہے کہ:

دوسری مرتبہ ازواج نبیؐ نے زوجۂ نبیؐ زینب بنت جحش کو بھیجا کہ آپؐ سے عائشہ اور دوسری ازواج کے درمیان عدل و انصاف کا تقاضا کرے زینب رسولؐ کی خدمت میں آئی ہیں اور

رسولؐ عائشہ کے پاس لیٹے ہیں اور عائشہ کی ٹانگوں پر کپڑا نہیں ہے، زینب ازواج نبیؐ کی طرف سے ابوبکر کی بیٹی کے سلسلہ میں انصاف کا مطالبہ کرتی ہیں اور پھر عائشہ پر برس پڑتی ہیں، پھر عائشہ زینب پر لعن طعن کر کے جب خاموش ہوتی ہیں تو رسولؐ کو ہنسی آجاتی ہے اور کہتے ہیں "یہ ابوبکر کی بیٹی ہے"۔

میں بلا خوف کے یہ بات کہتا ہوں کہ یہ روایت کہ جو رسولؐ کو ہوا و ہوس کا شیدائی، بیویوں کے سلسلہ میں غیر عادل ہونا قرار دیتی ہے گڑھی ہوئی ہے یہ وہ رسولؐ ہے جس کی زبان سے قرآن کی یہ آیت بھی آئی ہے۔

﴿وإن خفتم ألاّ تعدلوا فواحدة أو ما ملكت أيمانكم﴾
اگر تمھیں ان میں انصاف نہ کر سکنے کا خطرہ ہو تو صرف ایک یا جو کنیزیں تمھاری ملکیت ہیں۔

اور پھر رسولؐ اپنی بیٹی فاطمہؑ کو داخل ہونے کی کیسے اجازت دیتے ہیں جبکہ وہ اپنی زوجہ کے پاس اور اس عالم میں کہ عائشہ کے پیر پر چادر بھی نہیں تھی، اور رسولؐ نہ اٹھ کے بیٹھتے ہیں نہ کھڑے ہوتے ہیں بلکہ لیٹے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیٹی کیا تمھیں وہ چیز پسند نہیں جو مجھے محبوب ہے؟ اور بالکل یہی حادثہ زینب کے داخل ہونے پر سامنے آتا ہے، جب وہ انصاف کا تقاضا کرتی ہیں تو آپ مسکراتے ہیں اور یہ کہکر ٹال دیتے ہیں کہ یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

قارئین کرام ان اہانت آمیز باتوں کو ملاحظہ فرمائیں کہ جن کو رسولؐ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ عدالت و مساوات کے بارے میں اہلسنت کا نظریہ دیکھئے وہ کہتے ہیں کہ عدل تو عمر ابن خطاب کے ساتھ دفن ہو گیا اور رسولؐ کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں کہ جو اخلاقی اقدار سے عاری ہے۔ بے حیائی کی کوئی حد ہے؟

اس روایت کی صحاحِ اہلسنت میں اور بہت سی مثالیں مل جائیں گی کہ جن سے راویوں کا مقصد یا تو کسی صحابی کی عزت افزائی ہے یا عائشہ کی فضیلت بڑھانا کیونکہ ابوبکر کی دختر ہے۔ پس اہلسنت جان بوجھ کر یا لاشعوری طور پر رسولؐ کی منقصت کرتے ہیں جیسا کہ میں گذشتہ بحث میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ احادیث و روایات رسولؐ کی عظمت و منزلت کم کرنے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ اسی کے مثل آپ کے سامنے تیسری روایت پیش کرتا ہوں۔

(۳) مسلم نے اپنی صحیح میں فضائل عثمان ابن عفان کے باب میں عائشہ اور عثمان سے روایت کی ہے کہ:

> ابوبکر نے رسولؐ کے پاس آنے کی اجازت چاہی جبکہ آپ عائشہ کے پاس لیٹے ہوئے تھے آپ نے ابوبکر کو اجازت دی اور ایسے ہی لیٹے رہے جب ابوبکر کی حاجت پوری ہو گئی اور وہ واپس چلے گئے تو عمر نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی انھیں بھی اجازت دی لیکن ایسے ہی لیٹے رہے، ان کی ضرورت پوری ہو گئی تو وہ بھی لوٹ گئے، عثمان کہتے ہیں کہ پھر میں نے اجازت طلب کی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور عائشہ سے فرمایا اپنے کپڑے صحیح کر کے بیٹھو۔ پس جب میری حاجت پوری ہو گئی تو میں بھی واپس آ گیا عائشہ نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ میں نے آپ کو ابوبکر و عمر کی آمد پر اس طرح گھبراتے نہیں دیکھا جس طرح آپ عثمان کی آمد سے گھبرا گئے۔ رسولؐ نے جواب دیا اے عائشہ عثمان شرم و حیا والے آدمی ہیں مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں ایسے لیٹا رہا تو عثمان میرے پاس نہیں آئیں گے۔ اور ان کی احتیاج پوری نہ ہو سکے گی۔

یہ روایت بھی اسی روایت کے مثل ہے جسکو بخاری نے فضائل عثمان ابن عفان میں نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

رسولؐ ران کھولے ہوئے لیٹے تھے کہ ابوبکر نے باریابی کے لئے اجازت طلب کی آپ نے اجازت دی لیکن رانوں پر کپڑا نہ ڈالا پھر عمر نے اجازت چاہی آپ نے ان کو بھی اجازت دی اور ایسے ہی لیٹے رہے لیکن جب عثمان نے اجازت طلب کی تو رسولؐ نے رانوں کو چھپایا اور کپڑے درست کر کے بیٹھ گئے جب عائشہ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کیا میں اس شخص سے شرم نہ کروں جس سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں۔

بنی امیہ کو خدا غارت کرے وہ اپنے سردار کی فضیلت بڑھانے کے لئے رسولؐ کی منقصت کرتے تھے۔

(۴) مسلم نے اپنی صحیح کے التقاء ختانین سے غسل واجب ہو جانے والے باب میں زوجہ نبیؐ سے روایت کی ہے کہ:

ایک شخص نے رسولؐ سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے اس کا بدن سست پڑ جاتا ہے کیا دونوں (میاں بیوی) پر غسل واجب ہے؟ عائشہ پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی رسولؐ نے فرمایا کہ میں اور یہ (عائشہ) ایسے ہی کرتے ہیں پھر غسل کرتے ہیں۔

اس روایت کی حاشیہ آرائی ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ رسولؐ کی راہنمائی سے آپ کی زوجہ عائشہ کے لئے جواز پیدا ہو گیا کہ وہ اپنے جماع کو خاص و عام سے بیان کریں۔ عائشہ بنت ابوبکر کی بیان کردہ ایسی اور بہت سی احادیث ہیں جن

سے رسولؐ کی بزرگی پر حرف آتا ہے۔ اور آپ کی عظمت جاتی رہتی ہے ایک مرتبہ روایت کرتی ہیں کہ:

رسولؐ اپنا رخسار ان کے رخسار پر رکھے ہوئے حبشیوں کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔

کبھی رسولؐ عائشہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے دکھائے جاتے ہیں اور کبھی ان کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے کہ جس میں عائشہ آپ پر غالب آجاتی ہیں۔ اور رسولؐ منتظر رہتے ہیں یہاں تک کہ آنحضرتؐ موٹے تازے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر مقابلہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تمہاری کاٹ ہے۔ کبھی آنحضرتؐ اپنے گھر میں عائشہ کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ عورتیں دف و مزمار بجاتی رہتی ہیں یہاں تک کہ ابوبکر جھڑکتے ہیں۔

صحاح میں اور نہ جانے ایسی کتنی توہین آمیز روایات ہیں جن کا مقصد صرف رسولؐ اسلام کی عظمت کو داغدار بنانا ہے۔ مثلاً یہ روایت کہ:

آنحضرتؐ پر سحر کر دیا جاتا تھا تو آپؐ یہ نہیں سمجھ پاتے تھے کہ میں کیا کر رہا ہوں کیا کہہ رہا ہوں یہاں تک کہ آپ خیال کرتے تھے کہ ازواج میں سے کوئی ان کے پاس آئی ہے جب کہ کوئی نہیں آئی تھی۔ [۱]

اسی طرح یہ روایت کہ:

رسولؐ صبح تک حالت جنابت میں باقی رہتے تھے۔ [۲]

---

[۱] بخاری جلد ۴ ص ۶۸ و جلد ۷ ص ۲۹

[۲] بخاری جلد ۲ ص ۲۳۲ و ص ۲۳۴

یا آپ گہری نیند سو جانے کے بعد اٹھتے تھے تو بغیر وضو کے نماز پڑھنے لگتے تھے۔ [1]

نماز میں شک ہو جاتا تھا تو یہ نہیں سمجھ پاتے تھے کہ کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ [2]

رسولؐ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ روز قیامت ان کا کیا ہو گا۔ [3] اور ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جائے گا۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں، اصحاب ان سے دور ہٹ جاتے ہیں اور رسولؐ انھیں آواز دیتے ہیں تاکہ وہ قریب آجائیں اور وہ اس وقت تک پاس رہیں جب تک وہ فارغ نہ ہو جائیں۔ [4]

جی ہاں! رسولؐ اپنی زوجہ عائشہ بنت ابوبکر کی اتنی ناز برداری کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ انھیں کی ناز برداری کے لئے خود اور لوگوں کو جنگل میں عائشہ کے ہار کی تلاش کے لئے مقید کر دیا تھا جبکہ نہ آپ کے پاس پانی تھا اور نہ ہی وہاں آس پاس کہیں پانی تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے عاجز آکر عائشہ کے والد ابوبکر سے انکی شکایت کی پس ابوبکر آئے اور انھیں سرزنش کرنے لگے اور رسولؐ اپنی زوجہ کے پہلو میں سوتے ہی رہے۔

بخاری و مسلم نے اپنی صحیح کے باب تیمم میں عائشہ سے روایت

---

[1] بخاری جلد ۱ صـ۴۴ و صـ۱۷۱

[2] بخاری جلد ۱ صـ۱۲۳ و جلد ۲ صـ۶۵

[3] بخاری جلد ۲ صـ۷۱

[4] صحیح مسلم جلد ۲ صـ۱۵۷ باب المسح علی الخفین

کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ :

"ایک مرتبہ ہم رسولؐ کے ساتھ سفر میں تھے جب ہم بیدا" (بیابان) یا بذات الجیش[۱] میں پہونچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا رسولؐ اور دوسرے لوگ اسے تلاش کرنے کے لئے ٹھہر گئے جبکہ ان کے پاس یا کہیں آس پاس پانی موجود نہ تھا لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے : کیا آپ نے عائشہ کی حرکت کو نہیں دیکھا، رسولؐ اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں کو پریشان کر دیا ہے، جبکہ ان کے پاس یا کہیں آس پاس پانی نہیں ہے : پس ابوبکر آئے جبکہ رسول اللہ عائشہ کے زانو پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے، ابوبکر نے کہا : عائشہ تم نے رسول اللہ اور تمام لوگوں کو معطل کر دیا ہے، حالانکہ یہاں یا ان کے پاس پانی نہیں ہے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ ابوبکر مجھ پر بہت غضبناک ہوئے اور بہت کچھ کہا اور کوکھ میں مارتے رہے مگر ان کی تعظیم کے لئے اس لئے نہ اٹھ سکی کہ میرے زانو پر رسولؐ کا سر تھا، یہ پورا واقعہ گذر گیا رسولؐ سوتے ہی رہے یہاں تک کہ اسی پانی نہ ہونے کی حالت میں صبح ہو گئی تو خدا نے آیت تیمم "فتیمموا ......" نازل فرمائی۔ اسید ابن خضیر کہ جو نقباء میں سے ایک ہیں کہتے ہیں : اے آل ابوبکر یہ تمھاری پہلی ہی برکت نہیں ہے تمھارے اور بہت سے برکات ہیں۔ عائشہ کہتی ہیں جب میرے اونٹ کو اٹھایا گیا تو میرا ہار اس کے نیچے سے

---

[۱] خیبر اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے

نکل آیا۔ لہ

ایک اسلام شناس مومن اس بات کی تصدیق نہیں کر سکتا ہے کہ رسولؐ نماز کو اتنی حقیر سمجھتے تھے اور مسلمانوں کو ایسے جنگل میں قید کر دیا تھا جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا اور نہ ہی ان لوگوں کے ہمراہ تھا، یہ سارا قصہ آپ کی زوجہ کے ہار کے لئے تھا۔ اور پھر مسلمان نماز چھوٹ جانے کا افسوس کرتے ہیں اور اس کی ابوبکر سے شکایت کرتے ہیں ابوبکر عائشہ کے پاس جاتے ہیں دیکھا رسولؐ اپنی زوجہ کے زانو پر سر رکھے سو رہے ہیں، اور اس طرح نیند میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ ابوبکر کے داخل ہونے اور عائشہ کو ان کی ڈانٹ پھٹکار سے آپؐ کو مطلق خبر نہیں ہوتی، اور نہ ہی ان کے کوکھ میں مارنے کا علم ہوتا ہے رسولؐ کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو پانی کے لئے زحمت میں مبتلا کریں، نماز کا وقت آجائے اور آپ زوجہ کی آغوش میں سر رکھے سوتے ہی رہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ روایت معاویہ ابن ابوسفیان کے زمانہ میں گڑھی گئی ہے۔ جس کی کوئی اساس نہیں ہے۔ ورنہ ایسے واقعہ کی ہم کیا تفسیر کریں کہ جس میں تمام صحابہ واقف تھے لیکن عمر ابن خطاب کو اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ انھیں معلوم نہیں تھا جیسا کہ تیمم کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا چنانچہ بخاری و مسلم دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں اس کو نقل کیا ہے۔

اس بحث میں مہم بات یہ ہے کہ ہم رسولؐ کے خلاف سازش کو پہچانیں یہ بہت ہی پست اور رکیک سازش تھی جو رسولؐ کی شخصیت کو مجروح کر رہی تھی، اور ان کی قدر و منزلت کو اس قدر داغدار بنا رہی تھی کہ آج (جبکہ فسق و فجور کا دنیا میں عام رواج ہے) بھی ان باتوں کو کوئی انسان اپنے لئے برداشت نہیں کر سکتا ہے اس شخصیت کے

لہ۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۸۶، صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۹۱

بارے میں ہمارا کیا فریضہ ہے تاریخ بشریت میں جسکی مثال نہیں اور جس کے اخلاق کی
شہادت پروردگار اس طرح دے رہا ہے کہ " وہ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں ۔
میرا عقیدہ ہے کہ یہ سازشیں حجۃ الوداع اور بروز غدیر علی علیہ السلام
کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد شروع ہوئیں کیونکہ ریاست وحکومت کی طمع رکھنے والوں
کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب ہمارے پاس اس نص کی مخالفت میں سرکشی اور فساد کے علاوہ اور
کوئی راستہ نہیں ہے خواہ ہمیں پچھلے پاؤں کفر کی طرف لوٹنا پڑے ۔ اس طرح نبیؐ کے
مقابلہ میں آنے والے افراد کے سلسلہ میں آپ صحیح فیصلہ کر سکیں گے خواہ اس سرکشی کا تعلق
نوشتہ لکھنے سے ہو یا جیش (لشکر) اسامہ میں شرکت نہ کرنے کی صورت میں ہو، اسی
طرح وہ رسولؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد بھی سرکشی سے دست بردار نہیں ہوئے
مثلاً لوگوں سے جبراً (ابوبکر کی) بیعت لینا، بیعت نہ کرنے والوں کو جلا دینے کی دھمکی
دینا کہ جن میں علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ بھی شامل تھے لوگوں کو حدیث رسولؐ نقل کرنے سے
منع کرنا، ان کتابوں کو جلا دینا جو احادیث رسولؐ سے مملو تھیں، صحابہ کو اس لئے قید
کرنا تاکہ وہ احادیث رسولؐ بیان نہ کر سکیں اسی طرح ان صحابہ کو قتل کر دینا جنھوں نے
ابوبکر کو زکواۃ دینے سے منع کر دیا تھا کیونکہ ابوبکر ان کے نزدیک خلیفہ نہیں تھے، نبیؐ
کی موجودگی میں انھوں نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی فاطمہؑ زہرا کے حق فدک، خمس
اور میراث کو غصب کر لینا اور ان کے دعوے کو جھٹلانا حضرت علی علیہ السلام کو کسی قسم
کی کوئی ذمہ داری اور عہدہ نہ دینا، بنی امیہ کے فاسق و فاجر لوگوں کو مسلمانوں کا حاکم بنا
دینا، صحابہ کو نبیؐ کے آثار و تبرکات کی تعظیم سے منع کرنا، اذان سے آپ کے نام نامی
کو نکالنے کی کوشش کرنا، مدینہ منورہ کو کافر لشکر کے لئے مباح کر دینا کہ جس نے
جو چاہا کیا، منجنیق کے ذریعہ خانہ کعبہ پر آگ برسا کر جلا دینا حرم خدا میں صحابہ کے خون کی
ہولی کھیلنا، عترتِ رسولؐ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرنا اور ان پر سب و شتم کرنا

اور لوگوں کو لعنت کرنے کا حکم دینا، اہلبیتؑ کے شیعوں اور دوستوں کو یہاںتک کہ (دین خدا) ایک کھیل اور مذاق بن کے رہ گیا اور قرآن کو پارہ پارہ کیا جانے لگا۔

اس سازش کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور اس کے آثار و نتائج امت اسلامیہ میں سرایت کرتے چلے آرہے ہیں اور جب مسلمان معاویہ اور یزید سے خوش رہیں گے۔ اور ان کے افعال کو حقیقت کے جامہ میں پیش کرتے رہیں گے اور یہ کہتے رہیں گے کہ ان سے خطائے اجتہادی ہوئی ہے۔ انھیں (معاویہ و یزید کو) اس کا بھی خدا کے یہاں ایک اجر ملے گا۔ اور جب تک مسلمان شیعیان اہلبیتؑ کے خلاف کتاب و مقالات لکھتے رہیں گے اور ان پر لعن طعن کرتے رہیں گے، اور جب تک حرم خدا اور حج کے زمانہ میں شیعیان اہلبیتؑ کے خون بہانے کو مباح سمجھتے رہیں گے اس وقت تک اس سازش کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور ظہور حضرت مہدیؑ تک اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔

میرے اندر اتنی سکت نہیں ہے کہ میں اس کا پورے طریقہ سے انکشاف کردوں یا اس کی تفصیلی کیفیت کو قلم بند کردوں، لیکن میری شائستہ کوشش یہی ہوگی کہ میں ان ذلت آمیز روایات سے رسولؐ اور آپؐ کی عصمت کا دفاع کردوں۔ اور ذہین اور آزاد طبیعت مسلمان کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کروں گا کہ رسولؐ کو خدا نے تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا، اور آپ کو قمر دسراج منیر قرار دیا۔ وہ جلیل القدر باعظمت اور خدا کی نشانی ہیں، خلق خدا میں آپ پاکیزہ ترین انسان ہیں، ایسی روایات پر ہمارا خاموش بیٹھ جانا ممکن نہیں ہے۔ کہ جن کے گڑھنے کا مقصد رسولؐ کی عظمت کو گھٹانا اور آپؐ کی قدر و منزلت کو گرانا ہے۔ ہرگز نہیں ایسی روایات پر کبھی خاموش نہیں بیٹھیں گے اگرچہ اہلسنت کا ان پر اتفاق ہے۔ اور انھوں نے اپنی صحاح اور مسانید میں انھیں نقل بھی کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اگر ان روایات

پر تمام اہل ارض اتفاق کرلیں تو بھی ہمارے لئے خدا کا یہ قول کافی ہے "انک لعلی خلق عظیم" یہ قول فیصل ہے اس کے علاوہ تمام اقوال باطل و بیکار ہیں۔

سید الانام، ضلالت و گمراہی سے نجات دلانے والے، منادئ امنیت و سلامت کے بارے میں یہی شیعوں کا قول ہے۔

فاعتبروا یا اولی الالباب

رسولؐ کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

يقول الإمام علي: حتّى أفضتْ كرامةُ الله سبحانه إلى محمّد صلى الله عليه وآله وسلم فأخرجه من أفضل المعادنِ منبتاً وأعزّ الأرُوماتِ مغرساً. من الشجرة التي صدع منها أنبياءه وانتخبَ منها أمناءَهُ، عترتهُ خير العتر وأسرتهُ خير الأسر وشجرته خير الشجر نبتت في حرمٍ وبسقت في كرم، لها فروع طوالٌ وثمرة لا تنال فهو إمامُ من اتّقى وبصيرةُ من اهتدى، سراجٌ لمع ضَوءَهُ وشهابٌ سطع نورُه وزندٌ برق لمعُه سِيرتُه القصدُ وسنّتُهُ الرّشدُ وكلامه الفصْلُ وحكمهُ العدلُ، أرسلَهُ على حين فترةٍ من الرسُلِ وهفوةٍ عن العمل وغباوة من الأمم... فبالغ صلّى الله عليه

وآله في النّصيحة ومضى على الطريقة و دعا إلى الحكمة والموعظة الحسنة.....

مستقره خير مستقرّ ومنبتُهُ أشرف منبتٍ في معادن الكرامة ومماهد السلامة قد صُرفتْ نحوه أفئدة الأبرار وثنيتْ إليه أزمة الأبصار دفن به الضّغائن وأطفأ به الثّوائر. ألّفَ به اخواناً وفرّقَ به أقراناً، أعزّ به الذلّة وأذلّ به العزّة كلامهُ بيانُ وصمتُه لسان أرسله بحجة كافية، وموعظة شافية ودعوة متلافية، أظهر به الشرائع المجهولة وقمع بهالبدع المدخولة، وبيّن به الأحكام المفصولة.

أرسله بالضياء وقدّمه في الاصطفاء فرتق به المفاتقَ وساور به المُغالبَ وذَلَّلَ به الصّعوبةَ وسهّل به الحُزُونةَ حتّى سرّح الضّلال عن يمين وشمال.

حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچا جنھیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشوونما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں پیدا کیا۔ اس شجرہ سے کہ جس سے بہت سے انبیاء پیدا کئے اور جس میں

سے اپنے امین منتخب فرمائے، ان کی عزت بہترین عزت او قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے جو سرزمین حرم پر اگا اور بزرگی کے سائے میں بڑھا جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں وہ پرہیزگاروں کے امام، ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے (سرچشمۂ) بصیرت ہیں، وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لَو دیتی ہے وہ ایسا روشن ستارہ ہیں جس کا نور ضیا پاش اور ایسا چقماق جس کی ضو شعلہ فشاں ہے، ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت کی ہدایت کرنا، ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ نے انھیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا، بدعملی پھیلی ہوئی تھی، اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی پس نبیؐ نے لوگوں کو سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا، خود سیدھے راستے پر جمے رہے اور لوگوں کو حکمت و دانش کی طرف بلاتے رہے . . . [1]

رسولؐ اکرم کا مقام بہترین مقام ہے، اور مرزبوم بہترین مرزبوم ہے ان کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دئے گئے ہیں خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دئے ہیں اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دئے ہیں، بھائیوں میں الفت پیدا کی اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے انھیں علیحدہ علیحدہ کر دیا (اسلام کی) پستی اور ذلت کو عزت بخشی اور (کفر کی) عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا ان کا کلام (شریعت

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۳

کا) بیان اور سکوت (احکام کی) زبان ہے . . . ؎۱

اللہ نے انھیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو ان کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دور کیا، اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جمالیا،... مشکلوں کو سہل اور دشواریوں کو آسان بنایا۔ یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط وتفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا۔ ؎۲

؎۱ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۴

؎۲ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۱۱

تیسری فصل

اہلبیت علیہم السلام سے متعلق

تیسرا سوال : اہلبیتؑ کون ہیں ؟

خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيراً﴾ احزاب ر ۳۳

(اے) اہلبیتؑ اللہ کا بس یہ ارادہ ہے کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ آیت ازواج نبیؐ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ اس مدعیٰ پر آیت کے سیاق و سباق سے استدلال کرتے ہیں، پس ان کے زعم کے مطابق خدا نے نبیؐ کی ازواج سے رجس کو دور کیا اور پاک

وپاکیزہ کر دیا۔

اہل سنت کے بعض افراد نے اہلبیتؑ میں ازواج نبیؐ کے ساتھ ساتھ علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ لیکن عقل ونقل اور تاریخ اس کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ اہلسنت اپنی صحاح میں روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت پانچ اشخاص یعنی محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور رسولؐ نے خود اس آیت کو انھیں افراد سے مخصوص کیا ہے۔ جب علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ چادر کے نیچے آگئے اس وقت آپ نے فرمایا پروردگارا! یہی میرے اہلبیت ہیں ان سے رجس کو دور فرما اور پاک وپاکیزہ رکھ۔

اہلسنت کے علماء کی ایک بڑی تعداد نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ میں ان میں سے بعض کا ذکر کر رہا ہوں۔

۱۔ صحیح مسلم درباب فضائل اہلبیت النبیؐ جلد ۲ ص ۳۶۸

۲۔ صحیح ترمذی جلد ۵ ص ۳۰

۳۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۳۳۰

۴۔ مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۲۳

۵۔ خصائص امام نسائی ص ۴۹

۶۔ تلخیص الذہبی جلد ۲ ص ۱۵۰

۷۔ معجم الطبرانی جلد ۱ ص ۶۵

۸۔ شواہد التنزیل للحاکم الحسکانی جلد ۲ ص ۱۱

۹۔ البخاری فی التاریخ الکبریٰ جلد ۱ ص ۶۹

۱۰۔ الاصابہ لابن حجر العسقلانی جلد ۲ ص ۵۰۲

۱۱۔

۱۲۔ تفسیر الفخر الرازی جلد ۲ ص ۷۰۰

۱۳۔ ینابیع المودت للقندوزی حنفی ص ۱۰۷

۱۴۔ مناقب الخوارزمی ص ۲۳

۱۵۔ السیرت الحلبیہ جلد ۲ ص ۲۱۲

۱۶۔ السیرت الدحلانیہ جلد ۳ ص ۳۲۹

۱۷۔ اسد الغابہ لابن الاثیر جلد ۲ ص ۱۲

۱۸۔ تفسیر الطبری جلد ۲۲ ص ۶

۱۹۔ الدر المنثور للسیوطی جلد ۵ ص ۱۹۸

۲۰۔ تاریخ ابن عساکر جلد ۱ ص ۱۸۵

۲۱۔ تفسیر الکشاف للزمخشری جلد ۱ ص ۱۹۳

۲۲۔ احکام القرآن لابن عربی جلد ۲ ص ۱۶۶

۲۳۔ تفسیر القرطبی جلد ۱۴ ص ۱۸۲

۲۴۔ الصواعق المحرقہ لابن حجر ص ۸۵

۲۵۔ الاستیعاب لابن عبد البر جلد ۳ ص ۳۷

۲۶۔ العقد الفرید لابن عبد ربہ جلد ۳ ص ۳۱۱

۲۷۔ منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۹۶

۲۸۔ مصابیح السنہ للبغوی جلد ۲ ص ۲۷۸

۲۹۔ اسباب النزول للواحدی ص ۲۰۳

۳۰۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۳

ان کے علاوہ اہلسنت والجماعت کے اور بہت سے علماء نے بھی اس کو قلمبند کیا ہے ۔ ہم اتنے ہی پر اکتفا کر کے آگے بڑھتے ہیں ۔

جب ان سب کو اس بات کا اعتراف ہے کہ خود رسولؐ نے اس آیت کا مصداق بیان فرمایا ہے تو پھر آپؐ کے قول کے بعد صحابہ یا تابعین یا ان مفسرین کے اقوال کی کیا حقیقت ہے کہ جو اس آیت کو معاویہ کی خوشنودی اور اس سے بخشش لینے کی طمع میں ان معانی پر حمل کرنا چاہتے ہیں جو خدا اور رسولؐ کی مراد نہیں ہیں۔

اسی طرح رسولؐ نے ایک اور موقع پر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اہلبیتؑ میں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جب آیۂ مباہلہ یعنی فَقُل تَعَالُوا الخ[1] نازل ہوئی تو آپؐ نے علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لیا اور فرمایا:

یہی میرے بیٹے، مرد، اور عورت ہیں پس تم اپنے مردوں بیٹوں اور عورتوں کو لاؤ۔

مسلم کی روایت میں "اللھم ھؤلاء اہلی" کی لفظ ہے۔[2]

جن علمائے اہلسنت والجماعت کے مصادر کا میں نے ذکر کیا ہے ان سب کو اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ آیت مذکورہ پانچ افراد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ہم اس آیت کا مصداق ازواج نبیؐ رضی اللہ عنہن ہی کو تسلیم کرتے اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کا دعویٰ کیا ہوتا خصوصاً ام سلمہ و عائشہ کو بھی اس پر اصرار نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک نے یہی روایت کی ہے کہ یہ آیت رسولؐ، علیؑ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ سے مخصوص ہے۔ ازواج کے اس اعتراف کو مسلم و ترمذی، حاکم وطبری، سیوطی و ذہبی اور ابن اثیر وغیرہ نے تحریر کیا ہے۔

---

[1] سورۂ آل عمران آیت ۶۱

[2] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۱ — فضائل علی ابن ابی طالبؑ کے باب میں

پھر رسولؐ نے اس شک اور اشکال کو خود ہی رفع کر دیا تھا کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ مسلمان قرآن پڑھیں گے اور آیت کے سیاق و سباق سے اہلبیت کی لفظ کو دوسروں پر حمل کریں گے لہذا جو چیز اہلبیت کے زمرہ سے ازواج نبیؐ کو خارج کرتی ہے وہ یہ ہے کہ رسولؐ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد امت کو بتانے کے لئے چھ مہینے تک نماز سے قبل علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کے دروازہ پر تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے: اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ۔ ۔ ۔ الخ

رسول کے اس عمل کو ترمذی نے اپنی صحیح کی جلد ۵ ص ۳۱ پر اور حاکم نے مستدرک کی جلد ۳ ص ۱۵۸ پر اور ذہبی نے اپنی تلخیص میں۔ احمد بن حنبل نے مسند کی جلد ۳ ص ۲۵۹ پر ابن اثیر نے اسد الغابہ کی جلد ۵ ص ۵۲۱ پر حسکانی نے شواہد التنزیل کی جلد ۲ ص ۱۱ پر، سیوطی نے در منثور کی جلد ۵ ص ۱۹۹ پر طبری نے اپنی تفسیر کی جلد ۲۲ کے ص ۶ پر، بلاذری نے انساب الاشراف کی جلد ۲ ص ۱۰۴ پر ابن کثیر نے اپنی تفسیر کی جلد ۳ کے ص ۴۸۳ پر اور ہیثمی نے مجمع الزوائد کی جلد ۹ کے ص ۱۶۸ پر تحریر کیا ہے۔

اور جب ہم ان میں آئمہ اہلبیتؑ اور شیعہ علماء کا اضافہ کرتے ہیں کہ جن کو اس سلسلہ میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ آیت محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، اور حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ تو پھر دشمنانِ اہلبیتؑ اور معاویہ و بنی امیہ کے گماشتوں کی مخالفت کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی کہ جو نورِ خدا کو اپنی پھونک سے بجھا دینا چاہتے ہیں۔ خدا اپنے نور کو کامل کر کے رہے گا اگرچہ کافروں کو یہ برا ہی کیوں نہ لگے۔

یہاں اس بات کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ نبیؐ کی تفسیر سے ہٹ کر تفسیر کرنے والے ہر زمانہ میں وہ افراد رہے ہیں جو بنی امیہ و بنی عباس کے زرخرید غلام تھے یہ وہ ناصبی افراد تھے کہ جو علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتے تھے اگرچہ یہ سارے کے سارے فقہاء و علماء کے لباس میں ملبوس تھے۔

اس بات کو عقل بھی کہتی ہے کہ آیت تطہیر میں ازواج نبیؐ شامل نہیں ہیں

(۱) جب ہم عائشہ کو دیکھتے ہیں کہ اس بات کی دعویدار ہیں کہ نبیؐ تمام ازواج میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ اور ان سے سب سے زیادہ قریب تھیں یہاں تک کہ دیگر ازواج کو ان سے پرخاش ہو گئی تھی۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ ازواجِ نبیؐ نے کہلوایا کہ بنت ابوبکر کے سلسلہ میں عدل سے کام لیں۔ تو یہ بھی اہلبیتؑ میں صاف طور سے نظر نہیں آتیں اور نہ ہی ان کے چاہنے والوں میں سے کسی نے یہ کہنے کی جرأت کی ہے کہ عائشہ اس آیت کے نزول کے دن کساء کے نیچے تھیں، پس محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اقوال و افعال سے زیادہ کسی کے قول و فعل کی عظمت نہیں ہے اور ان کی اس میں کوئی عظیم حکمت تھی کہ انھوں نے اس آیت کے روز نزول اپنے اہلبیتؑ ہی کو کساء کے نیچے جمع کیا اور بس، یہاں تک کہ جب ام المومنین ام سلمہ نے کساء کے نیچے آنے کا ارادہ کیا اور اپنے شوہر رسولؐ سے اجازت طلب کی تو آپؐ نے داخل کساء ہونے سے منع کر دیا۔ اور فرمایا تم خیر پر ہو۔

(۲) پھر آیت اپنے مفہوم خاص و مفہوم عام کے لحاظ سے عصمت پر دلالت کر رہی ہے، کیونکہ رجس کا دور کرنا ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں، رذیلتوں کے دور کرنے کو شامل ہے۔ خصوصاً جب ہم طہارت کی نسبت خدا کی طرف دیتے ہیں۔ جبکہ مسلمان اپنے بدنوں کی طہارت پانی اور مٹی سے کرتے ہیں کہ جس سے باطنی جسم پاک نہیں ہو سکتا ہے۔ پس خدا نے اہلبیتؑ کی روح کو طاہر کیا اور عقل و قلب کو اس طرح پاک و پاکیزہ کر دیا کہ شیطانی وسوسوں اور معصیت کے ارتکاب کا امکان ہی ختم ہو گیا۔ پس ان کے قلوب حرکات و سکنات میں اپنے خالق کے لئے صاف و شفاف اور مخلص ہے۔

(۳) وہ سب انسانیت کے لئے طہارت کا نمونہ تھے کہ جن میں

زہد، تقویٰ، اخلاص، علم و حلم، شجاعت و مروت، وعفت و پاکیزگی، دنیا سے علیحدگی اور خدا سے تقرب شامل ہے۔ تاریخ نے ان کی طول حیات میں ایک بھی گناہ کی نشاندہی نہیں کی ہے۔

جب یہ حقیقت واضح ہوگئی تو اب ہم ازواج نبیؐ کے سلسلہ میں پہلی مثال کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ یہ کہ عائشہ نے بلند مرتبہ، عالی شان اور بڑی شہرت حاصل کی تھی کہ جو نبیؐ کی کسی دوسری زوجہ کو حاصل نہ ہوسکی۔ نہ صرف ان میں سے کسی کو یہ مرتبہ نہ مل سکا بلکہ اگر ان سب کے ہم تمام فضائل کو جمع کرلیں تب بھی عائشہ بنت ابوبکر کے عشر عشیر تک نہیں پہونچیں گی۔ اس کے تو اہلسنت بھی قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ نصف دین تو عائشہ سے لیا گیا ہے۔

اور اگر ہم تعصب سے الگ ہٹ دھرمی کو بالائے طاق رکھ کر حقیقت بینی سے کام لیں تو کیا یہ بات معقول ہے کہ وہ تمام گناہ اور معاصی سے پاک تھیں؟ یا خداوند عالم نے نبیؐ کے بعد وہ طہارت کا حصار ان سے ہٹا لیا تھا۔ آئیے حقیقت تلاش کریں۔

عائشہ

نبی کی حیات میں

عائشہ کو جب ہم رسولؐ کے ساتھ دیکھتے ہیں تو ان کی زندگی میں
بہت سے گناہ اور معصیت نظر آتی ہیں ۔ عائشہ نے بہت سے موقعوں پر حفصہ کے ساتھ مل کر ایسی شرارتیں کیں کہ نبیؐ نے خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا جیسا کہ بخاری و مسلم میں مرقوم ہے ۔ اور دونوں نے نبیؐ کے خلاف سازش بھی کی جیسا کہ صحاح اور تفاسیر کی کتابوں میں نقل ہوا ہے ۔ ان میں سے دو واقعوں کا ذکر خدا نے اپنی کتاب قرآن مجید میں کیا ہے ۔

جس طرح اس کے قلب و عقل پر رشک طاری تھا کہ جس کی
وجہ سے وہ نبیؐ کے سامنے بے ادبی کیا کرتی تھی ۔ نبیؐ ایک مرتبہ خدیجہ کا ذکر خیر فرما رہے تھے کہ عائشہ نے کہا کہ مجھ میں اور خدیجہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، وہ ایسی بڑھیا تھی جس کے گالوں پر جھرّیاں پڑ گئی تھیں ۔ آپ کو خدا نے اس سے بہتر عطا کی

ہے ۔ عائشہ کی اس بات سے رسولؐ اتنے غضبناک ہوئے کہ آپ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔ [۱]

ایک مرتبہ آپ کی ازواج میں سے ایک نے آپ کی خدمت میں کھانے کا ایک کاسہ بھیجا (رسولؐ اس وقت عائشہ کے گھر میں تھے) نبیؐ بھوکے تھے لیکن عائشہ نے کاسہ پھینک دیا ۔ [۲]

ایک مرتبہ نبیؐ سے کہا : آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں خدا کا نبی ہوں [۳] اور کبھی آپ پر غضبناک ہو جاتی ہیں اور کہتی ہیں عدل سے کام لو جب کہ ان (عائشہ) کے والد وہاں موجود تھے ۔ انھوں نے عائشہ کو اتنا مارا کہ خون بہہ نکلا [۴] ان کے رشک کی یہ انتہا تھی کہ اسما بنت نعمان پر اس وقت تہمت لگائی جب وہ نبیؐ کی زوجیت میں آئیں اور کہا کہ نبیؐ اس عورت کو بہت زیادہ پسند فرماتے ہیں جو دخول کے وقت اعوذ باللہ منک کہتی ہے ۔ اس سے عائشہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ شریف و سادہ عورت جب یہ بات کہے گی تو نبیؐ اسے طلاق دے دیں گے ۔ [۵] رسولؐ کے سامنے ان کی بے ادبی کی حد ہو گئی تھی ۔ ایک مرتبہ نبیؐ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ پیر پھیلائے سامنے بیٹھی تھیں جب آپ سجدہ میں جاتے ہیں تو پیر سمیٹ لیتی ہیں ، اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو پھیلا دیتی ہیں ۔ [۶]

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۳۱ باب تزویج النبیؐ خدیجہ اسی طرح صحیح مسلم میں ہے ۔

[۲] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۷ باب الغیر ۸

[۳] احیاء علوم الدین امام غزالی جلد ۲ ص ۲۹ کتاب ادب النکاح

[۴] کنز العمال جلد ۷ ص ۱۱۶ ، احیاء العلوم

[۵] طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۴۵ ، اصابہ لابن حجر جلد ۴ ص ۲۳۳ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۶۹ =

ایک مرتبہ عائشہ اور حفصہ نے نبیؐ کو اتنا پریشان کیا کہ آپ نے ایک مہینے کے لئے ازواج سے علیحدگی اختیار کرلی، اور چٹائی پر سوتے رہے [۱] اور جب خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ترجي من تشاءُ منهنّ وتؤوي إليك من تشاء...﴾

سورۂ احزاب / ۵۰

ان میں سے جس کو چاہیں آپ الگ کردیں اور جس کو چاہیں اپنی پناہ میں رکھیں۔

تو بے حیائی کے ساتھ نبیؐ سے کہتی ہیں کہ میں نے آپ کے پروردگار کو آپ کی خواہشات نفسانی ہی کے بارے میں تعجیل کرتے دیکھا ہے۔ [۲]

جب عائشہ کو غصہ آتا تھا (اور زیادہ تر آتا تھا) تو آپؐ کو نبیؐ کہنا چھوڑ دیتی تھی۔ محمدؐ بھی کہہ کے نہیں پکارتی تھیں بلکہ ابراہیم کے باپ کہہ کے صدا دیتی تھیں۔ [۳]

عائشہ نبیؐ کی طرف سے زیادہ بدگمان رہتی تھیں، ان کی طرف سے نالاں رہتی تھیں لیکن نبیؐ رؤف و رحیم تھے، آپؐ کا اخلاق بلند اور صبر مستحکم تھا آپ اکثر عائشہ سے فرمایا کرتے تھے، اے عائشہ اپنے شیطان کو روکو، اور اکثر آپ عائشہ و حفصہ بنت عمر کے بارے میں خدا کی تہدید پر افسوس کیا کرتے تھے، کتنی مرتبہ انھیں کی حرکت کی وجہ سے قرآن نازل ہوا۔ عائشہ و حفصہ کے بارے میں ارشاد ہے۔

= ۶ صحیح بخاری جلد / ۳ ص ۱۰۱ باب الصلوٰۃ علی الفراش

۱ صحیح بخاری جلد / ۳ ص ۱۰۵

۲ صحیح بخاری جلد / ۶ ص ۱۲۸ ص ۲۴ باب هل للمراۃ تهب نفسها لأحد

۳ صحیح بخاری جلد / ۶ ص ۱۵۸ باب غیرت النساء و وجدهنّ

﴿إن تتوبا إلى الله فقد صغتْ قلوبكما﴾ تحریم آیت ر۴

تم دونوں توبہ کرو تمھارے دلوں میں کجی پیدا ہوگئی ہے ۔

یعنی رحق سے منحرف ہوگئی ہیں ۔[1] اور خدا کا یہ قول کہ :

﴿إن تظاهرا عليه فإن الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذلك ظهيرا﴾ تحریم آیت ر۴

اور اگر اس کے خلاف تم سازش کروگی تو یاد رکھو اللہ اس کا سرپرست ہے اور جبرئیل اور نیک مومنین و ملائکہ سب اس کے مددگار ہیں ۔

عائشہ و حفصہ کے لئے خدا کی طرف سے یہ کھلی تنبیہ ہے ، عائشہ اکثر حفصہ کے کہنے کے مطابق عمل کیا کرتی تھیں ایک جگہ خداوند عالم دونوں کے بارے میں فرماتا ہے :

﴿عسى ربه إن طلّقكن أن يبدله أزواجاً خيراً منكنّ ، مسلمات مؤمنات﴾ تحریم آیت ر۵

وہ اگر تمھیں طلاق بھی دے دے گا تو خدا تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر مسلمہ و مومنہ بیویاں عطا کر دے گا ۔

عمر ابن خطاب کہتے ہیں یہ آیتیں عائشہ و حفصہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ۔[2] اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ سے بہتر تو مسلمانوں کی مومنہ عورتیں ہیں ۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ر۳ ص۱۰۶ باب الغرفہ والعلیہ من کتاب المظالم

[2] صحیح بخاری جلد ر۶ ص۶۹ و ص۷۱ باب واذا اسر النبیؐ الی بعض ازواجہ

نبیؐ نے ایک مرتبہ انھیں دحیہ کلبی کی بہن کو دیکھنے کے لئے بھیجا کہ آپؐ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے، آپ نے عائشہ سے کہا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ جب وہ دیکھ کر واپس آئیں تو ان پر حمیت و غیرت طاری ہو چکی تھی، رسولؐ نے دریافت کیا عائشہ تم نے اسے کیسا پایا؟ کہنے لگیں میں نے تو ان میں کوئی خاص بات نہیں دیکھی، آپؐ نے فرمایا: یقیناً تم نے کوئی انوکھی بات ان میں دیکھی ہے اور تم اسے چھپا رہی ہو، تم نے اسے اتنی خوبصورت اور حسین دیکھا کہ جس سے تمھیں اپنی ہوا اکھڑنے کا خوف لاحق ہو گیا۔ عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ بھلا آپؐ سے کوئی راز پوشیدہ رہ سکتا ہے اور کون آپ سے کوئی بات چھپا سکتا ہے۔ [1]

جو کچھ عائشہ نے نبیؐ کے ساتھ کیا ہے ان میں سے اکثر سازشیں ایسی تھیں جن میں حفصہ بنت عمر بھی شریک رہتی تھی۔ عجیب! ہم ان دونوں عورتوں (عائشہ و حفصہ) میں ایسے تعلقات و فکری ہم آہنگی دیکھتے ہیں جیسی ان دونوں کے والد ابوبکر و عمر میں تھی مگر یہ کہ آپ کی ازواج میں عائشہ ہمیشہ قوی و جری رہیں۔ ہاں حفصہ بنت عمر اسے ہر چیز کے بارے میں اکسایا کرتی تھی بالکل اسی طرح جس طرح ابوبکر جہاں کمزور پڑتے تھے وہاں عمر آگے بڑھتے تھے، وہ اس طرح معاملہ میں قوی و جرات مند تھے آپ نے گذشتہ بحثوں میں ملاحظہ فرمایا کہ ابوبکر اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی کمزور تھے اصلی حاکم عمر ابن خطاب تھے، بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب عائشہ حضرت علیؑ سے جنگ کرنے کے لئے مدینہ سے بصرہ کی طرف چلیں تو دیگر ازواج نبیؐ سے بھی گذارش کی کہ تم بھی میرے ساتھ چلو لیکن حفصہ بنت عمر کے علاوہ اور کسی نے عائشہ کی بات کو تسلیم نہ کیا اس نے بھی عائشہ کے ساتھ چلنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے بھائی عبداللہ ابن عمر

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۱۵، کنز العمال جلد ۶ ص ۲۹۴

نے اسے روکا اور اس پر ناراض ہوئے تو اس نے رخت سفر کھول دیا [1] اسی لیے خداوند عالم نے عائشہ اور حفصہ دونوں کو ایک ساتھ تہدید کی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

﴿وإن تظاهرا عليه فإن الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذلك ظهيرا﴾

اور اس کے خلاف اگر تم اتفاق کروگی تو یاد رکھو کہ اللہ اس کا سرپرست اور جبرئیل و نیک مومنین اور ملائکہ سب اس کے مددگار ہیں۔ تحریم آیۂ

اسی طرح یہ قول:

﴿إن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما﴾ تحریم آیت ۳

تم دونوں توبہ کرو تمہارے دلوں میں کجی پیدا ہوگئی ہے۔

یقیناً سورۂ تحریم میں خداوند عالم نے ان دونوں (عائشہ و حفصہ) اور دوسرے ان مسلمانوں کی آگہی کے لیے ایک مثال دی ہے جو ام المومنین کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گی کیونکہ وہ رسول کی بیوی ہیں۔ ہرگز نہیں: خداوند عالم نے اپنے بندوں میں سے ہر ایک مرد و عورت کو آگاہ کر دیا ہے کہ زوجیت کوئی فائدہ یا نقصان پہونچانے والی نہیں ہے خواہ شوہر رسول ہی کیوں نہ ہو۔ خدا کے نزدیک جو ضرر رساں یا سودمند ہے وہ انسان کے اعمال ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ضرب الله مثلاً للذين كفروا امرأة نوح وامرأة لوط كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين فخانتاهما فلم يغنيا عنهما من الله شيئاً وقيل أدخلا النار مع الدّاخلين﴾ تحریم آیۂ

---

[1] شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ

خدا نے کفر اختیار کرنے والوں کے لئے نوح اور لوط کی زوجہ کی مثال بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہمارے نیک بندوں کی زوجیت میں تھیں لیکن دونوں نے ان سے خیانت کی تو اس زوجیت نے خدا کی بارگاہ میں کوئی فائدہ نہیں پہونچایا اور ان سے کہدیا گیا کہ تم بھی تمام جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔ تحریم آیت ۱۰

اور مومنوں کے لئے خدا نے زن فرعون کی مثال پیش کی ہے اور ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

﴿رب ابن لي عندك بيتاً في الجنّة ونجّني من فرعون وعمله ونجّني من القوم الظالمين. ومريم ابنة عمران التي أحصنتْ فرجها فنفخنا فيه من روحنا وصدقت بكلمات ربّها وكتبه وكانتْ من القانتين﴾

تحریم آیت ۱۱، ۱۲

پروردگار میرے لئے اپنے یہاں بہشت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کی کارستانی سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں (کے ہاتھ) سے چھٹکارا عطا فرما۔ اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے پروردگار کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں تھی۔

ان آیات کے بعد تمام لوگوں پر یہ بات آشکار ہوجاتی ہے کہ زوجیت اور صحبت میں اگرچہ بہت سے فضائل ہیں لیکن یہ دونوں عذاب خدا سے

نجات نہیں دلا سکتی ، ہاں ـــ جب صالح اعمال سے منسلک ہونگی تو یہ بات دوسری ہے اور اگر برے اعمال ہوں گے تو عذاب بھی دوگنا ہوگا کیونکہ خدا کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس شخص پر کم عذاب کرے کہ جس نے قریب والے کی طرح کہ جس کے گھر میں قرآن نازل ہوتا ہے ۔ وحی نہ سنی ہو اور انسان نے حق پہچاننے کے بعد اس جاہل کی طرح حق کا انکار کر دیا ہو جو حق سے واقف نہ ہو ۔

اب قارئین محترم ان کی بعض روایات کو تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں تاکہ ان اشخاص کو پہچانا جا سکے کہ جنھوں نے علیؑ کو خلافت سے الگ رکھنے کے لیئے بڑے بڑے کھیل کھیلے اور آپ سے برسرپیکار رہے اور آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کی طہارت اور ان سے رجس کے دور ہونے میں اتنا ہی بعد ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے ۔ اکثر اہلسنت تو گڑھی ہوئی حدیثوں کے پیروکار ہیں کیونکہ انھوں نے بغیر سوچے سمجھے بنی امیہ کا اتباع کیا ہے ۔

خود اپنے خلاف

ہمیں عائشہ کی کہانی خود ان کی زبانی سننی چاہیئے اور یہ کہ حسد نے کیسے انھیں راہ راست سے دور کر دیا تھا اور نبیؐ کے ساتھ وہ کس بد اخلاقی سے پیش آتے ہوئے کہتی ہیں :

> ایک روز زوجہ نبیؐ صفیہ نے آپؐ کی خدمت میں کھانا بھجوایا ، رسولؐ میرے یہاں تھے جب میں نے کنیز کو کھانا لاتے دیکھا تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور میں کانپنے لگی پس

میں نے پیالہ توڑ دیا اور کنیز کو بھگا دیا، پھر کہتی ہیں کہ ۔ میں نے
جب رسُول کے چہرہ پر نظر کی تو غضب کے آثار دیکھے تو کہا کہ آج
میں رسُول سے پناہ چاہتی ہوں کہ مجھ پر لعنت و ملامت نہ کریں ۔
آپ نے فرمایا تم امان میں ہو ، میں نے کہا : یا رسُول اللہ اس
کا کفارہ کیا ہے ؟ فرمایا : اس کے کھانے کے مثل کھانا اور
پیالے کے مثل پیالہ ۔ ۱ے

عائشہ پھر فرماتی ہیں کہ :

آپ کو ایسی ایسی صفیہ مبارک ہو ، مجھ سے نبیؐ
نے فرمایا : تم نے اتنی بڑی بات کہہ دی ہے کہ اگر اسے دریا کے
پانی میں ملا دیا جائے تو سارا پانی گندا ہو جائے ۔ ۲ے

سبحان اللہ ! ام المومنین کا اخلاق کہاں ہے ، اور ان حقوق کا نام و نشان کہاں ہے ۔ جو اسلام نے ان پر فرض کیے ہیں ۔ مثلاً غیبت ، چغل خوری ؟ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا یہ قول کہ " آپ کو ایسی ایسی صفیہ مبارک ہو " اور رسُول کا یہ کہنا کہ " تم نے بہت بڑی بات کہی ہے اگر اس کو دریا کے پانی میں ملا دیا جائے تو وہ بھی گندہ ہو جائے " ، عائشہ نے اپنی سوتن صفیہ کے بارے میں کتنی بڑی بات کہی ہے ۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ اس حدیث کے راویوں نے عائشہ کی عظمت کے پیش نظر اور اس حدیث کی حیثیت کو کم کرنے کے لئے لفظِ کذا کذا (ایسی ایسی) کا

۱ے مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۶ ص ۲۷۷ ، سنن نسائی جلد ۲ ص ۱۴۸

۲ے صحیح ترمذی سے زرکشی نے ص ۴۳ پر نقل کیا ہے ۔

اضافہ کر دیا ہے۔ جیسا کہ ان کی عادت ہے۔

ام المومنین عائشہ دیگر امہات المومنین سے اپنے حسد کے بارے میں خود فرماتی ہیں کہ:

> میں نے ماریہ سے زیادہ کسی سے حسد نہیں کیا ان سے میرا حسد اس لئے تھا کہ وہ اتنی خوبصورت اور ایسے بالوں والی تھی کہ رسولؐ اس پر رشک کیا کرتے تھے، رسولؐ نے اولین بار اسے حارث ابن نعمان کے گھر میں اتارا تھا، وہ ہم سے خوف کھا گئی تو رسولؐ نے اسے اس کے خاندان میں منتقل کر دیا، آپؐ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، آپؐ کا وہاں تشریف لے جانا ہمارے اوپر اور شاق گذرتا تھا، پھر خدا نے انھیں لڑکا عطا کیا اور ہم ایسے ہی رہ گئے۔ [1]

عائشہ اس بارے میں کہ ان کا حسد ان کی سوتن ماریہ سے ان کے فرزند ابراہیم تک پہونچ گیا کہتی ہیں کہ:

> جب ابراہیم پیدا ہوئے تو رسولؐ اسے لے کر میرے پاس آئے اور فرمایا: میری طرف دیکھو! (یہ بالکل) میری شبیہ ہے۔ میں نے کہا کہ: مجھے تو آپ کی شبیہ نہیں لگتا۔ رسولؐ نے فرمایا: کیا تمھیں اس کا گورا رنگ اور موٹاپن نظر نہیں آتا؟ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا جو زیادہ بچوں والی عورت کا دودھ پیئے وہ گورا اور موٹا ہوگا [2]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۱۲، انساب الاشراف جلد ۱ ص ۴۴۹، اصابہ فی معرفۃ الصحابہ للعسقلانی

[2] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۷ ترجمہ ابراہیم بن النبیؐ، اسی طرح انساب الاشراف میں ہے۔

ان کا حسد تمام حدود سے تجاوز کر چکا تھا جب انھیں رسولؐ کے بارے میں شک ہوتا اور بدگمانی و وسواس کا بھوت سر چڑھتا تو ایسی حرکتیں کرتیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہو اکثر ایسے لیٹ جاتی تھیں جیسے سو رہی ہیں جبکہ رسولؐ انھیں کے گھر میں سوئے ہوتے تھے پھر بھی وہ اپنے شوہر کے تعاقب میں رہتی تھیں اور اندھیرے میں ان کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھتی تھیں اور تعاقب کر کے دیکھتی تھیں کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ کے سامنے میں انھیں کی بیان کردہ روایت پیش کر رہا ہوں جس کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد ابن حنبل نے مسند میں نقل کیا ہے کہتی ہیں کہ:

ایک شب رسولؐ میرے پاس تشریف لائے ردا کو ایک طرف رکھ دیا اور نعلین اتار کر اپنے پاؤں کے پاس رکھ لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئے، تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ آپ یہ سوچ کر کہ میں (عائشہ) سو رہی ہوں جلدی سے اپنی ردا اٹھائی نعلین پہنی اور دروازہ کھول کر روانہ ہوئے میں نے روسری باندھی، دوپٹہ ڈالا، مقنع اوڑھا پھر ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ بقیع (قبرستان) پہونچ کر ٹھہر گئے۔ آپؐ کافی دیر تک کھڑے رہے پھر تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور واپس ہوئے، میں بھی واپس ہوئی وہ تیز تیز چلنے لگے تو میں نے بھی اپنی رفتار بڑھا دی، انھوں نے اور تیزی اختیار کی تو میں دوڑنے لگی، وہ گھر میں داخل ہوئے تو میں ان سے پہلے پہونچ کر لیٹ گئی تھی، رسولؐ داخل ہوئے اور فرمایا: اے عائشہ تمھیں کیا ہو گیا کہ تم اپنے شوہر سے بدظن ہو؟ عائشہ

کہتی ہیں میں نے کہا کچھ تو نہیں ہے ۔

آپؐ نے فرمایا کہ : تم بتاؤگی یا لطیف و خبیر مجھے اس کی خبر دے گا ۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ ہی بتائیے ۔ آپ نے فرمایا : تم ہی وہ سیاہی تھیں جسے میں نے اپنے سامنے دیکھا تھا ۔ میں نے کہا ہاں ۔ اس سے میرا دل کانپ اٹھا ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تمھیں یہ گمان تھا کہ خدا و رسول تم پر ظلم کریں گے ۔ ؎۱

ایک جگہ عائشہ فرماتی ہیں کہ :

ایک مرتبہ میں نے رسول کو اپنے پاس نہ پایا تو میں نے سوچا کہ آپ کسی کنیز کے پاس پہونچ گئے ہیں ان کی تلاش میں نکلی تو دیکھا کہ آپؐ سجدہ میں سر رکھے ہوئے فرما رہے ہیں "رب اغفر لی" ؎۲

پھر فرماتی ہیں کہ :

ایک شب رسول میرے پاس سے کہیں چلے گئے مجھ پر جنون طاری ہو گیا ، تھوڑی دیر بعد آپؐ تشریف لے آئے اور میری حرکت دیکھ لی اور فرمایا : اے عائشہ تمھیں کیا ہو گیا ہے یہ بدگمانی ؟ میں نے کہا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں آپؐ جیسے انسان کو تلاش نہ کروں ؟ رسول نے فرمایا : کیا تم پر

؎۱ صحیح مسلم جلد ۳ ص ۶۴ ، مسند احمد ابن حنبل جلد ۲ ص ۲۲۱

؎۲ مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۶ ص ۱۴۷

شیطان سوار ہوگیا تھا ۔ ۔ ۔ [1]

یہ آخری روایت ہے جو واضح طور سے اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جب انھیں بدگمانی ہوتی تھی تو ان سے عجیب و غریب حرکت دیکھنے میں آتی تھی۔ جیسے برتن توڑ دینا، لباس پھاڑ ڈالنا اسی لئے تو عائشہ نے اس روایت میں کہا ہے کہ جب رسولؐ واپس آئے اور میری حرکت دیکھی تو کہا کہ: تمھارے اوپر شیطان سوار ہو گیا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے شیطان اکثر عائشہ پر سوار رہتا تھا یا ان میں حلول کر جاتا تھا۔ یقیناً اس بدگمانی اور غیرت و حسد کی وجہ سے شیطان نے ان کے قلب کا راستہ دیکھ لیا تھا۔ رسولؐ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

مرد کے لئے غیرت، ایمان، اور عورت کے لئے کفر ہے۔

اگر مرد اپنی زوجہ کے سلسلہ میں غیرت دار ہے تو اس لئے کہ شرعی لحاظ سے یہ جائز نہیں ہے کہ زوجہ میں اس کا کوئی شریک ہو لیکن عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے سلسلہ میں غیرت دار ہو کیونکہ خداوند عالم نے مرد کے لئے ایک سے زیادہ زوجہ رکھنے کو مباح قرار دیا ہے۔ پس ایک صالحہ اور مومنہ عورت کہ جس کو خدا کے احکام کا یقین ہے وہ نفس کی ریاضت کی بنا پر سوتن کو قبول کر لیتی ہے۔ خصوصاً جب اس کا شوہر عادل اور صرف خدا سے ڈرتا ہو پس اگر سید البشر نمونۂ کمال و عدل صاحب خلق عظیم متعدد ازواج رکھے تو ان کے لئے کیا اشکال ہے؟ جس طرح عائشہ کی محبت میں واضح تناقض ہے اسی طرح اہلسنت کے اس قول میں بھی تناقض ہے کہ آنحضرتؐ تمام ازواج میں

---

[1] مسند احمد ابن حنبل جلد ۶ ص ۱۱۵

سب سے زیادہ عائشہ سے محبت فرماتے تھے۔ اور وہی آپ کے نزدیک معزز تھیں یہاں تک کہ انھوں نے یہ روایت گڑھ دی کہ ازواج نبیؐ میں سے بعض نے اپنی راتیں بھی عائشہ کو ہبہ کر دی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ رسولؐ عائشہ سے بہت زیادہ محبت فرماتے ہیں ان کے بغیر نہیں رہ سکتے کیا یہ ممکن ہے ؟ جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ عائشہ کے حسد کی توجیہ کرنے کے سلسلہ میں پریشان ہیں، بلکہ قضیہ اس کے برعکس ہے یعنی دیگر ازواج نبیؐ کو عائشہ پر حسد کرنا چاہیئے تھا کیونکہ آنحضرتؐ کو ان سے شدید محبت تھی۔ انھیں کی طرف مائل تھے، جیسا کہ اہلسنت کی روایت اور ان کا گمان ہے، اور جب وہ رسول کی چہیتی تھیں تو پھر ان کے حسد کے کیا معنی ؟

تاریخ میں یہ بات کہیں نہیں ملتی مگر احادیث و سیر کی کتابیں ان کی فضیلت سے بھری پڑی ہیں اور یہ کہ وہ رسولؐ کی ایسی ناز و نخرے والی اور چہیتی بیوی تھیں کہ جس کی جدائی آنحضرتؐ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ خرافات امویوں کی ایجاد ہیں جو عائشہ کو دوست رکھتے اور انھیں فضیلت دیتے تھے کیونکہ عائشہ نے بھی ان کے لئے بہت کچھ کیا تھا، جیسا کہ وہ چاہتے تھے اسی مناسبت سے حدیث بیان کر دیتی تھیں اور ان کے دشمن علیؑ ابن ابی طالب سے جنگ کی تھی۔

اسی طرح میرا عقیدہ یہ بھی ہے کہ رسولؐ عائشہ کو ان کی نازیبا حرکتوں کی بنا پر قطعی پسند نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ ہم ان کی حرکتیں بیان کر چکے ہیں۔ رسولؐ جھوٹ بولنے والی، غیبت کرنے والی، عیب جوئی کرنے والی کو کیسے دوست رکھ سکتے ہیں اور اسے کیونکر پسند فرما سکتے ہیں۔ جو خدا و رسولؐ کو ظالم سمجھتی ہو، خدا و رسولؐ اسے کیسے دوست رکھ سکتے ہیں جو رسولؐ کی ٹوہ میں رہتی ہو، آپؐ کے گھر سے بغیر اجازت کے اس لئے نکل جاتی ہے تاکہ دیکھے کہ آپؐ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ آپؐ اسے کیونکر

محبوب رکھ سکتے ہیں جو آپؐ کے سامنے آپ کی ازواج کو برا بھلا کہتی ہو۔ رسُولؐ اسے کس طرح عزیز رکھ سکتے ہیں جو آپؐ کے فرزند ابراہیم سے بغض رکھتی ہو اور ان کی ماں ماریہ پر بہتان لگاتی ہو۔ ؎۱ رسُولؐ اسے کیونکر دوست رکھ سکتے ہیں جو آپؐ کے اور آپؐ کی ازواج کے درمیان جھوٹ کی نسبت دیتی ہو۔ کبھی آپ کے اور ان کے درمیان دشمنی پیدا کرا دینا چاہتی ہو۔ کہ جو طلاق کا باعث بنے۔ رسُولؐ اسے کیسے جان و دل سمجھ سکتے ہیں جو آپ کی لخت جگر زہراؑ سے بغض رکھتی ہو، اور آپؐ کے ابن عم حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اتنا بغض رکھتی ہو کہ حضرت علیؑ کا نام لینا بھی گوارہ نہ کرتی ہو اور کبھی ان سے خوش نہ رہتی ہو۔ ؎۲ یہ تمام چیزیں تو آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کی ہیں لیکن اب رسُولؐ کی وفات کے بعد کے واقعات بیان کئے جا رہے ہیں۔

خدا و رسُولؐ ان تمام باتوں کو دوست نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کے ارتکاب کو پسند کرتے ہیں کیونکہ اللہ حق ہے اور رسُولؐ حق کا نمونہ ہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ آپ حق پر نہ ہونے والے کو دوست رکھیں۔

عنقریب آنے والی بحثوں میں ہم اس بات کو جان جائیں گے کہ رسُولؐ عائشہ سے قطعی طور پر خوش نہ تھے بلکہ آپؐ نے تو امت کو اس کے شر سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ؎۳

میں نے اپنے ان بزرگوں سے پوچھا جو عائشہ کی محبت میں تفریط سے کام لیتے ہیں کہ نبیؐ عائشہ سے کیوں اتنی محبت فرماتے تھے۔ اور کسی سے اتنی محبت

؎۱ اس سلسلہ میں علامہ جعفر مرتضیٰ عاملی کی کتاب "حدیث الافک" ملاحظہ فرمائیں

؎۲ صحیح بخاری جلد ۳ ص۱۳۵ "باب ھبۃ الرجل لامرأتہ من کتاب الھبہ وفضلھا

؎۳ الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۲ ص۲۹

کیوں نہیں فرماتے تھے ؟ انھوں نے متعدد جوابات دیئے لیکن سب رکیک و بیکار ۔

ایک صاحب نے جواب دیا عائشہ کم سن اور خوبصورت تھیں ۔

رسولؐ نے فقط اسی باکرہ سے دخول کیا ۔ عائشہ نے کسی دوسرے سے شادی نہیں کی تھی ۔ دوسرے نے کہا اس لئے کہ عائشہ ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں جو آپ کے یار غار ہیں ۔

تیسرے نے جواب دیا چونکہ عائشہ نے رسولؐ سے نصف دین سیکھا اور وہ عالمہ و فقیہہ تھیں ۔

چوتھے نے کہا چونکہ جبرئیل ان کی صورت میں نازل ہوتے تھے اور اسی وقت آتے تھے جب آپؐ عائشہ کے گھر میں ہوتے تھے ۔

قارئین محترم جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ان جوابات میں سے کسی ایک کی بھی بنیاد دلیل پر استوار نہیں ہے ۔ اور نہ ہی اسے حقیقت و عقل سے واسطہ ہے ۔ عنقریب ہم ان کو دلیلوں سے باطل کریں گے پس جب رسولؐ عائشہ سے ان کے حسن و خوبصورتی کی بنا پر محبت فرماتے تھے اور یہی ایسی باکرہ تھیں جن سے رسولؐ نے دخول کیا تو وہ کون سی چیز تھی جس نے رسولؐ کو ایسی حسین و جمیل عورتوں سے نکاح کرنے سے باز رکھا جن کا کوئی ثانی نہ تھا جن کا حسن قبائل عرب میں ضرب المثل تھا ۔ جو فقط آپ کے اشارہ کی منتظر تھیں ، جیسا کہ مورخین نے عائشہ کے رشک کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ عائشہ زینب بنت جحش ، صفیہ بنت حیی اور ماریہ قبطیہ کے حسن پر رشک کیا کرتی تھیں کیونکہ یہ سب عائشہ سے زیادہ حسین تھیں

ابن سعد نے طبقات کی جلد ۸ صفحہ ۱۴۸ پر اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ کی جلد ۵ صفحہ ۲۹۹ پر روایت کی ہے کہ نبیؐ نے ملیکہ بنت کعب سے نکاح کیا وہ حسن و جمال میں یکتا سمجھی جاتی تھیں ، ایک مرتبہ ان کے پاس عائشہ آئیں اور کہا تمھیں .

اپنے باپ کے قاتل سے نکاح کرتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ (عائشہ کے اکسانے سے) اس نے رسولؐ سے طلاق مانگی آپؐ نے طلاق دیدی تو اس کے خاندان والے رسولؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ وہ بچی ہے اس کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور پھر اسے بہکایا گیا ہے پس آپ رجوع کر لیجئے، لیکن رسولؐ نے انکار کر دیا، اس کے باپ کو فتح مکہ کے دن خالد ابن ولید نے قتل کیا تھا۔

یہ روایت واضح طور پر اس بات کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ رسولؐ کو کمسن اور حسین وخوبصورت سے نکاح کرنے کا شوق نہیں تھا۔ اگر شوق ہوتا تو ملیکہ بنت کعب کو طلاق نہ دیتے، کیونکہ وہ کمسن بھی تھی اور حسن وجمال میں یکتا بھی۔

اور اس جیسے اور واقعات مختلف طریقوں سے ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ عائشہ نے نیک و شریف مومنات کو دھوکے دیئے اور انھیں رسولؐ کی زوجیت سے محروم کر دیا، جیسا کہ اسماء بنت نعمان کو طلاق دلوادی، ہوا یہ تھا کہ عائشہ کو ان کے حسن وجمال پر رشک ہو گیا تھا، اس نے اسماء کو فریب دیا اور کہا کہ نبیؐ اس عورت کو بہت چاہتے ہیں جو دخول کے وقت ان سے "اعوذ باللہ منک"۔ (میں آپ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں) کہتی ہے۔ اور ملیکہ کو اس کے باپ کا قتل یاد دلا کر جذباتی بنا دیا تھا۔ اور اسے یہ باور کرایا تھا کہ تمھارے باپ کے قاتل رسولؐ ہیں اور کہا تمھیں اپنے باپ کے قاتل سے نکاح کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔ اس غریب کے پاس اس کے سوا اور کیا چارہ کار تھا کہ رسولؐ سے طلاق طلب کرے۔

ہمیں یہاں یہ سوال کرنے کا حق پہونچتا ہے کہ رسولؐ نے ان مذکورہ دونوں نیک و شریف عورتوں کو کیوں طلاق دے دی کہ جو عائشہ کی چال بازیوں کا شکار ہوئی تھیں؟

ہمارے لئے ہر چیز سے پہلے یہ فرض کرنا ضروری ہے کہ رسولؐ معصوم

ہیں اور معصوم کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے وہ تو صرف وہی کام انجام دیتا ہے جو حق ہوتا ہے ۔
لہٰذا ان دونوں کی طلاق میں ضرور کوئی حکمت پوشیدہ تھی جسے خدا اور اس کا رسولؐ جانتا تھا جس طرح عائشہ کے ناشائستہ افعال کے باوجود طلاق نہ دینے میں کوئی حکمت تھی ۔ آنے والی بحثوں میں ہم اس کی وضاحت کریں گے ۔

پہلی عورت یعنی اسما بنت نعمان کی سادگی اور سادہ لوحی تو اسی وقت ظاہر ہوگئی تھی جب اس پر عائشہ کی حیلہ بازی کارگر ہوگئی تھی اور جب رسولؐ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہدیا "اعوذ باللّٰہ منک" (میں آپ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں) رسولؐ نے اس کی بات کو قبول کر لیا باوجودیکہ وہ حسن وجمال میں یکتا تھی لیکن اس کی بیوقوفی کی بنا پر رسولؐ نے اپنے پاس رکھنا گوارا نہ کیا ۔ ابن سعد نے اپنی طبقات کی آٹھویں جلد کے ص ۱۴۵ پر ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ :

رسولؐ نے اسما بنت نعمان سے نکاح کیا کہ جو اپنے زمانہ کی حسین ترین عورت تھی ۔

شاید رسولؐ اس واقعہ کے ذریعہ یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ عقلمندی جمال وخوبصورتی سے بہتر ہے ۔ کتنی ہی حسین وجمیل عورتوں کو ان کی کند ذہنی برے کاموں کی طرف کھینچ لے گئی

لیکن ملیکہ بنت کعب کہ جو عائشہ کے فریب میں اس لئے آگئی تھی کہ وہ (رسولؐ) تمھارے باپ کے قاتل ہیں پس رسولؐ نے اس غریب کے ساتھ آنے والے حادثات کی بنا پر زندگی گزارنا گوارا نہ کیا ۔ (اگرچہ وہ کمسن تھی اور اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا جیسا کہ خود اس کے خاندان والوں نے کہا تھا) کیونکہ یہ کند ذہنی کبھی بہت بڑے بڑے مصائب کا سبب بن جاتی ہے خصوصاً عائشہ کی موجودگی میں تو اور خوف تھا ۔ وہ ہمیشہ ان سے کھیلا کرتی اور کبھی رسولؐ کے ساتھ

خوشگوار زندگی نہ گزار پاتی۔ لاریب اس کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہونگے جنھیں رسولؐ ہی جانتے تھے۔

ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ رسولؐ خوبصورتی، جسمانی شہوتوں اور جنسیات کی طرف نہیں دوڑتے تھے جیسا کہ بعض جاہل و ناواقف اور بعض مستشرقین کا گمان ہے کہ محمدؐ حسین و جمیل عورتوں کو اہمیت دیتے تھے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ رسولؐ نے کس طرح مذکورہ دو عورتوں کو طلاق دے دی اگرچہ وہ دونوں کمسن اور حسین ہی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کی حسین ترین تھیں جیسا کہ تاریخ و احادیث کی کتابوں میں نقل ہوا ہے پس اس شخص کی بات کی کوئی حقیقت نہیں جو یہ کہتا ہے کہ رسولؐ عائشہ کو کم سنی اور خوبصورتی کی بنا پر زیادہ چاہتے تھے۔

لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسولؐ عائشہ سے اس لئے زیادہ محبت رکھتے تھے کہ وہ ابوبکر کی بیٹی تھیں۔ تو یہ بات بالکل غلط ہے، ہاں ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابوبکر کی وجہ سے عائشہ سے رسولؐ نے نکاح کیا تھا کیونکہ رسولؐ نے بہت سے خاندانوں کی عورتوں سے سیاست کی بنا پر نکاح کئے تھے تاکہ ان خاندانوں میں محبت و مودت بڑھ جائے اور بغض و نفرت ختم ہو جائے اسی بنا پر معاویہ کی بہن ام حبیبہ بنت ابوسفیان سے آپؐ نے نکاح کیا تھا تاکہ کسی کو کوئی پرخاش نہ رہے۔ کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین تھے۔ کبھی تو آپ کی محبت عرب کے قبائل و خانوادوں سے تجاوز کر کے یہود و نصاریٰ و قبطیوں کی دامادی تک پہونچ جاتی ہے اور اس کی وجہ یہی تھی تاکہ مختلف مذہب والے ایک دوسرے سے قریب ہو جائیں۔

خصوصاً جب ہم سیرت کی کتابوں کے لب لباب سے آگاہی حاصل کرتے ہیں تو یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ ابوبکر نے خود رسولؐ سے عائشہ سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی اسی طرح عمر نے بھی اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کرنے کی

خواہش کی تھی۔ اور رسولؐ نے دونوں کی خواہش کا بھرم رکھا کیونکہ آپ کا قلب تمام اہل الارض کے لئے وسیع تھا۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿ولو کنتَ فظًا غلیظ القلب لانفضّوا من حولك﴾

آل عمران آیت ر ۱۵۹

اے پیغمبر اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو یہ تمھارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

اور جب ہم عائشہ کی بیان کردہ روایت کو دیکھتے ہیں کہ جس میں انھوں نے یہ بات کہی ہے کہ :

رسولؐ کو داخل ہوئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ انھوں نے گمان کیا کہ میں سو رہی ہوں آپؐ نے آہستہ سے ردا اٹھائی دروازہ کھولا اور بند کر کے چلے گئے اس روایت سے عائشہ کے سلسلہ میں یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے کہ رسولؐ ان کے بغیر صبر ہی نہیں کر سکتے تھے۔ لہ

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کوئی خیالی پلاؤ نہیں ہے، بلکہ صحاح اہلسنت میں اس کی دلیلیں موجود ہیں مسلم وغیرہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ عمر ابن خطاب نے فرمایا : جب نبیؐ نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار کر لی تو میں مسجد میں داخل ہوا تو لوگ کنکریاں پھینک رہے تھے اور کہہ رہے تھے رسولؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے جبکہ انھیں پردہ کا حکم نہیں دیا تھا۔ میں نے کہا میں انھیں

لہ صحیح مسلم جلد ر ۳ ص ۶۴ ۔ مسند امام احمد جلد ر ۶ ص ۲۲۱

ضرور سمجھاؤں گا۔ عمر کہتے ہیں کہ میں عائشہ کے پاس پہونچا اور کہا:
اے بنت ابوبکر اب تمھاری یہ جرأت ہوگئی کہ تم رسُول کو اذیت دینے لگی ہو۔ عائشہ نے کہا اے پسر خطاب آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ کا الزام آپ ہی کے سر! عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں حفصہ کے پاس پہونچا اور اس سے کہا اب تمھاری یہ جرأت ہوگئی ہے کہ تم رسُول کو اذیت دو! خدا کی قسم تم اس بات کو جانتی ہو کہ رسُول تمھیں پسند نہیں کرتے ہیں اگر میں نہ ہوتا تو اب تک تمھیں طلاق دے چکے ہوتے۔ (یہ سن کر) حفصہ پر شدید رقت طاری ہوگئی۔ [۱]

یہ روایت صریح طور پر ہمیں یہ بات بتاتی ہے کہ نبیؐ حفصہ بنت عمر سے محبت نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ سیاسی مصلحت اور اقتضائے زمانہ کی وجہ سے رکھے ہوئے تھے۔

اور جو چیز ہمارے اس یقین میں اضافہ کرتی ہے کہ ہمارا مسلک صحیح ہے وہ یہ کہ عمر ابن خطاب خدا کی قسم کھا کر کہہ رہے ہیں کہ رسُول حفصہ سے محبت نہیں رکھتے تھے۔ پھر عمر نے یہ کہکر ہمارے یقین میں اور اضافہ کر دیا کہ حفصہ جانتی ہے کہ رسُول اس سے محبت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ کہتے ہیں خدا کی قسم تم جانتی ہو کہ رسُول تمھیں قطعی پسند نہیں فرماتے ہیں۔

اس کے بعد ہمارے لئے اس بات میں شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ رسُول نے بعض عورتوں سے سیاست کی بنا پر نکاح کیا تھا جیسا کہ عمر ابن خطاب کے قول سے ظاہر ہے کہ اگر میں نہ ہوتا تو رسُول تمھیں طلاق دے دیتے۔ [۲]

---

[۱] صحیح مسلم جلد ۴ ص ۱۸۸ فی باب الایلاء واعتزال النساء وتخییرھن وقولہ تعالیٰ: وان تظاھرا علیہ۔

یہ روایت ہمیں اس سلسلہ میں ایک اور فکر دیتی ہے کہ نبی نے عائشہ بنت ابوبکر کو سیاست کی بنا پر طلاق نہیں دی اور ابوبکر کی بنا پر اسکی اذیتوں پر صبر کرتے رہے ورنہ حفصہ اس کی زیادہ حقدار ہیں کہ رسول اس سے محبت کرتے کیوں کہ اس سے عائشہ بنت ابوبکر کے عشر عشیر بھی ایسی چیز صادر نہیں ہوئی جو رسول کے لئے تکلیف کا باعث ہوتی۔ جب ہم بنی امیہ کی عائشہ کے فضائل میں گڑھی ہوئی حدیث سے قطع نظر اصل واقعہ کی تحقیق کریں گے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ رسول کو عائشہ سے کتنا صدمہ پہونچا ہے۔ اور کتنی مرتبہ آپ ان پر غضبناک ہوئے ہیں۔ اب ہم ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ جسکو بخاری اور بہت سے اہلسنت کے محدثین نے نقل کیا ہے۔ اس سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ رسول کو عائشہ سے کتنی نفرت تھی خود عائشہ بھی اس بات کو جانتی تھیں کہ ان کے شوہر نامدار رسول ان سے کتنی نفرت کرتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۷ کے باب قول المریض انی وجع او وارأساہ، میں تحریر کیا ہے۔

> میں نے قاسم ابن محمد سے سنا کہ انھوں نے کہا کہ عائشہ نے وارأساہ (یعنی ہائے میرا سر پھٹا) کہا! تو رسول نے فرمایا اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو میں تمھارے لئے خدا سے دعا کرتا! عائشہ نے کہا: **وا مصیبتاہ**! خدا کی قسم میں یہ سمجھتی ہوں کہ آپ میرا مرجانا پسند کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو آپ اپنی آخری عمر تک دوسری ازواج سے لطف اٹھاتے رہیں گے۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری جلد ۷ ص۸ من کتاب المرضی والطب

کیا یہ روایت آپ کو یہ بات بتاتی ہے کہ نبیؐ عائشہ سے محبت فرماتے تھے ؟ ؟

آخر کار ہم اس نتیجہ پہ پہونچے کہ بنی امیہ اور ان کے راس ورئیس معاویہ ابن ابی سفیان رسولؐ سے بغض رکھتے تھے۔

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ کسی کو بڑھانے یا گرانے میں ان کے پاس ایک ہی پیمانہ تھا۔ اور وہ محمدؐ اور ان کے اہلبیت علیؑ، فاطمہؑ، اور حسنؑ وحسینؑ سے شدید دشمنی اور بے انتہا بغض وحسد تھا۔ پس جو شخص رسولؐ کا مخالف اور آپ کے اہلبیت اطہارؑ کا دشمن ہوتا تھا اسے فضیلت دیتے تھے اور اس کی شان میں احادیث گڑھواتے تھے اسے مقرب بناتے تھے بڑے بڑے عہدوں سے سرفراز کرتے تھے بخشش سے نوازتے تھے۔ اور لوگ اس کا احترام کرنے لگتے تھے۔

اور جو شخص رسولؐ کا محب اور آپ کا دفاع کرنے والا ہوتا اسکی تذلیل کرتے مرتبہ سے گراتے بہتان لگاتے اس کی مذمت کے لئے احادیث گڑھواتے۔

عمر ابن خطاب اسی بنا پر بنی امیہ کی حکومت کے زمانہ سے مسلمانوں کے درمیان اسلام کی عظیم شخصیت بنے ہوئے ہیں کیوں کہ وہ بات بات میں رسولؐ کی مخالفت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی حیات کے آخری لمحات میں آپ پر ہذیان کا بہتان لگا دیا۔ لیکن علی ابن ابیطالب علیہ السلام کہ جو آپ کے لئے ایسے ہی تھے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ جو خدا ورسولؐ کو دوست رکھتے تھے جن کو خدا و رسولؐ دوست رکھتے تھے، جو ہر ایک مومن کے مولا تھے ان پر مسلمانوں کے منبروں سے اسّی سال تک لعنت کی جاتی رہی۔

اسی طرح عائشہ جو رسولؐ کو خون کے گھونٹ پلاتی رہی۔

اور اپنے پروردگار کے حکم کی مخالفت کی طرح رسُول کے حکم کی مخالفت کرتی رہی۔ آپ کے جانشین سے جنگ کی، انہی کی وجہ سے بڑے بڑے فتنوں نے سر اٹھایا کہ جن سے مسلمان بخوبی آگاہ ہیں جن میں ہزاروں (بے گناہ) مسلمانوں کا خون بہہ گیا۔ وہ اسلام کی مشہور ترین عورت ہوگئی۔ انہی سے احکام لئے جانے لگے۔ لیکن فاطمۂ زہرا سیدہ نسا العالمین کہ جن کی ناراضگی سے خدا ناراض ہوتا ہے اور جن کی خوشنودی سے خدا راضی ہوتا ہے۔ وہ نسیاً منسیا ہوگئیں۔ مخفیانہ طور پر رات میں دفن کی گئیں۔ جبکہ انھیں جلانے کی دھمکی دی گئی، بطن مبارک میں بچہ کو شہید کر دیا گیا۔ اہلسنت میں سے ایک مسلمان بھی ان کی کسی ایک حدیث سے واقف نہیں ہے کہ جو انھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کی ہے۔

اسی طرح یزید ابن معاویہ اور زیاد ابن ابیہ، ابن مرجانہ، ابن مروان، اور حجاج اور ابن عاص وغیرہ جو قرآن اور نبیؐ کی زبان میں فاسق و ملعون ہیں یہ سب امیر المومنین اور مسلمانوں کے ذمہ دار بن گئے لیکن حسنؑ و حسینؑ سید اشباب اہل الجنۃ اس امت کے نبیؐ کی اولاد، عترت رسُول جو امت کے لئے باعث امان تھے انھیں قتل کیا گیا۔ قید میں ڈالا گیا، زہر دیا گیا۔

اسی طرح ابو سفیان جیسے منافق کہ جو ہمیشہ رسُول کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکانے میں پیش پیش رہا اس کی شان میں قصیدے پڑھے جانے لگے، اس کا شکر ادا کیا جانے لگا، یہاں تک کہ یہ کہا جانے لگا کہ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوگیا اس نے امان پائی، لیکن ابو طالب کہ جنھوں نے پوری عمر ہر طرح نبیؐ کی حمایت و مدد کی اور حفاظت و پرورش کی، جو نبیؐ کے مشن کی حمایت و مدد کی بنا پر اپنے خاندان والوں کی تنگ و تاز کا نشانہ بنے رہے یہاں تک کہ نبیؐ کے ساتھ تین سال تک شعب مکہ میں مقید رہے اور اسلام کی مصلحت کے پیش نظر

اپنا ایمان چھپائے رہے تاکہ قریش سے کچھ رسم و راہ باقی رہے اور وہ مسلمانوں کو تکلیف نہ پہونچائیں ــــــ ابوطالبؑ کی مثال مومن آل فرعون کی سی ہے کہ جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے۔ لیکن ان کی جزا جہنم کے شعلے بتائے کہ جہاں ان کے پاؤں جلا کر دماغ کو پگھلا دیا جائے گا۔ اسی طرح معاویہ ابن ابی سفیان طلیق ابن طلیق لعین ابن اللعین، احکامِ خدا و رسولؐ کا مذاق اڑانے والا، اسلام کی اہانت کرنے والا۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے نیکو کار لوگوں کو تہ تیغ کرتا ہے اور رسولؐ پر کھلم کھلا لعنت کرتا ہے۔[1] اس شخص کو کاتب وحی کہا جانے لگا (آج بھی اہل سنت کہتے ہیں) کہ خدا نے اپنی وحی کا امین جبرئیل، محمد اور معاویہ کو قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ سیاسی اور صاحب حکمت و تدبیر بن گیا۔

لیکن ابوذر غفاری کہ جن سے زیادہ سچے انسان پر نہ آسمان نے سایہ کیا اور نہ زمین نے اٹھایا۔ وہ فتنہ پرور ہو گئے۔ انھیں زد و کوب کیا جاتا ہے اور ربذہ جلا وطن کر دیا جاتا ہے۔ سلمان و مقداد اور عمار و حذیفہ بلکہ ہر مخلص صحابی کہ جو حضرت علی علیہ السلام سے محبت رکھتے تھے انھیں قتل کیا گیا ڈرایا گیا خوفزدہ کیا گیا۔

اسی طرح خلفاء کے پیروکار معاویہ کے حامی اور ظالم حکومت

---

[1] اسی سلسلہ میں شاعر کہتا ہے:

عاندوا احمد .. وعادوا علیاً ‏ ‏ ‏ ‏ وتولوا منافقاً وغویاً

واسرّوا سب النبی نفاقاً ‏ ‏ ‏ ‏ حین سبوا جهرا اخاه علیاً

انہوں نے "احمدؐ" سے عناد اور علی سے عداوت کی اور منافق و گمراہوں سے محبت و دوستی کا رشتہ قائم کیا منافقانہ انداز سے نبیؐ پر مخفی طور سے سب و شتم کیا جب کہ آپؐ کے بھائی علیؑ پر کھلم کھلا لعنت کی۔

کے ایجاد کردہ مذاہب کے پجاری اہلسنت والجماعت بن گئے حالانکہ انھوں نے اسلام کو تباہ کیا اور جس نے ان کی مخالفت کی اس کو کافر کے لقب سے نوازا، خواہ ائمۂ اہلبیت طاہرینؑ کا اتباع کرنے والا ہو

لیکن مکتب اہلبیتؑ کا اتباع کرنے والے باب مدینۃ العلم کے پیروکار کو جو سب سے پہلے اسلام لائے جس کے ساتھ ساتھ حق رہتا تھا، اور شیعیان اہلبیتؑ ائمۂ معصومینؑ کی اقتدا کرنے والے بدعتی اور گمراہ ہو گئے۔ اور ان کی مخالفت کرنے والے ان سے جنگ و جدال کرنے والے مسلمان ٹھہرے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم وصدق اللہ العظیم۔

ارشاد ہے:

﴿وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن مصلحُون ألا إنهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون وإذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناسُ قالوا أنؤمنُ كما آمن السفهاءُ ألَا إنهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون﴾

بقرہ / آیت / ۱۳

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ سب مفسد ہیں اور اپنے فساد کو سمجھتے بھی نہیں ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان اختیار کرلیں حالانکہ اصل میں یہی بیوقوف ہیں اور انھیں اس کی واقفیت بھی نہیں ہے۔

اب ہم عائشہ سے رسول اللہ کی محبت کے موضوع کو چھیڑ گے

کیونکہ انھوں نے رسولؐ سے آدھا دین حاصل کیا تھا اور آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ آدھا دین تم اس حمیرہ سے حاصل کرو۔ یہ حدیث باطل ہے اس کے صحیح ہونے کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی عائشہ کی بیان کردہ روایت مضحکہ خیز احکام کے بارے میں صحیح ہے۔ رسولؐ اللہ ایسی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں رضاعت کبیر والا مسئلہ ہمارے لئے کافی ہے۔ کہ جس کو خود عائشہ نے رسولؐ سے نقل کیا ہے اور اس کو مسلم نے اپنی صحیح اور مالک نے اپنی موطا میں نقل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اپنی کتاب "لاکون مع الصادقین" میں سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ تفصیلی بحث کو شائقین اسی میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس روایت شنیعہ کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ نبیؐ کی تمام ازواج نے رضاعت کبیر پر عمل کرنے سے انکار کیا ہے اور اس حدیث کا انکار کیا ہے یہاں تک کہ اس روایت کا راوی بھی ایک سال تک اس روایت کو لفظی طور پر بیان کرنے سے ڈرتا رہا۔

اور جب ہم صحیح بخاری کے باب "یَقْصِرُ مِنَ الصَّلَاۃِ اِذَا خَرَجَ مِنْ مَوْضِعِہٖ" کے باب میں دیکھتے ہیں تو وہ زہری سے اور زہری نے عروہ سے اور عروہ عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ:

سب سے پہلے جو دو رکعت نماز فرض کی گئی اور پڑھی گئی وہ نماز سفر ہے، حالانکہ وطن میں پوری نماز پڑھی جاتی ہے، زہری کہتے ہیں: میں نے عروہ سے کہا کہ عائشہ کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ پوری نماز پڑھتی تھیں؟ انھوں نے کہا کہ عثمان کی طرح انھوں نے بھی تاویل کر لی تھی۔

مسلم نے اپنی صحیح کے باب "صَلَاۃُ الْمُسَافِرِیْنَ وَقَصْرِھَا" میں

اور بخاری نے اس سے واضح عبارت میں زہری سے اور زہری نے عروہ سے اور عروہ نے عائشہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

سب سے پہلے جو دو رکعت نماز فرض کی گئی اور پڑھی گئی وہ نماز سفر ہے حالانکہ حضر میں نماز پوری ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے کہا کہ عائشہ کو کیا ہو گیا کہ وہ سفر میں پوری نماز پڑھتی ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ عائشہ نے ایسے ہی تاویل کر لی جیسے عثمان نے کی تھی۔

یہ تو واضح تناقض ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ روایت کرتی ہیں کہ نماز مسافر دو رکعت فرض کی گئی ہے لیکن خدا کے حکم اور رسولؐ کے عمل کی مخالفت کرتی ہیں اور عثمان کی سنت کو زندہ رکھنے کے لئے احکام خدا و رسولؐ میں رد و بدل کر دیتی ہیں۔ ایسے ہی اور بہت سے احکام اہلسنت کی صحاح میں نظر آتے ہیں لیکن وہ انھیں سمجھ نہیں پاتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ تر ابوبکر و عمر کی تاویل اور عثمان و عائشہ اور معاویہ ابن ابی سفیان کی تاویل پر عمل کرتے ہیں۔

پس جب حمیرا نے رسولؐ سے نصف دین حاصل کیا اور جیسے چاہا احکام خدا میں تاویل کر لی، تو میں سمجھتا ہوں کہ رسولؐ ان سے قطعی راضی نہ ہونگے اور لوگوں کو ان کی اقتدا کا حکم نہ دیا ہوگا۔ صحیح بخاری اور اہلسنت کی دیگر صحاح میں ایسا اشارہ ملتا ہے کہ عائشہ کی اتباع میں خدا کی معصیت ہے۔

لیکن جب لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسولؐ عائشہ سے اس لئے الفت رکھتے تھے کہ عائشہ سے نکاح کرنے سے قبل جبرئیل اُن (عائشہ) کی صورت میں آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ اور نکاح کے بعد اسی وقت نازل ہوتے تھے جب رسولؐ عائشہ کے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ یہ ایسی روایات ہیں جنھیں سن کر

دیوانوں کو بھی ہنسی آجائے۔ میں نہیں جانتا کہ جس صورت میں جبرئیل نازل ہوتے تھے وہ فوٹو گرافی والی صورت تھی یا لکڑی کا مجسمہ تھا۔ اس لئے کہ اہلسنت اپنی صحاح میں روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر نے عائشہ کو خرموں کا طبق دے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا تاکہ نبیؐ انھیں دیکھ لیں کیونکہ ابوبکر نے رسولؐ سے یہ خواہش کی تھی کہ آپ میری بیٹی سے نکاح کر لیجئے! کیا وہاں کوئی ایسا داعی تھا کہ جس کی بنا پر جبرئیل عائشہ کی صورت میں نازل ہوتے جبکہ عائشہ آپؐ کے گھر سے چند میٹر کے فاصلے پر ہی رہتی تھیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ ماریہ قبطیہ کی صورت میں جبرئیل کو نازل ہونا چاہیئے تھا کیونکہ وہ رسولؐ سے دور مصر میں رہتی تھیں اور کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ آجائیں گی، وہ اس بات کی زیادہ مستحق تھیں کہ جبرئیل ان کی صورت میں رسولؐ کے پاس آئیں اور ان سے پیدا ہونے والے ابراہیم کی بشارت دیں۔

لیکن یہ روایات سب تو عائشہ کی گڑھی ہوئی ہیں کہ جن کے پاس اپنی سوتنوں پر فخر کرنے کے لئے کوئی چیز نہ تھی مگر یہی خیالی واقعات اور داستان، یا یہ روایات بنی امیہ نے عائشہ سے گڑھوائیں تاکہ ان کے ذریعہ سادہ لوح لوگوں میں عائشہ کی فضیلت کا بول بالا کیا جائے۔

اور یہ بات کہ جبرئیل محمدؐ کے پاس اسی وقت تشریف لاتے تھے جب آپؐ عائشہ کے گھر میں آرام فرما ہوتے تھے تو یہ پہلی بات سے بھی قبیح اور نفرت آور ہے۔ اور یہ بات قرآن کریم سے آشکار ہے کہ جب انھوں (عائشہ) نے رسولؐ کے خلاف منصوبہ بنایا تو خدا نے انھیں تہدید کی اور اسی طرح انھیں جبرئیل اور صالح مومنین اور ملائکہ کے ذریعہ ڈرایا۔

پس ہمارے علماء اور بزرگوں کے اقوال خیالی اور ہیچ ہیں اور ظن حق کے سلسلہ میں ذرہ برابر فائدہ نہیں پہونچاتا ہے۔

ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو ہمیں بھی بتاؤ تم تو صرف خیالات کا اتباع کرتے ہو اور اندازوں کی باتیں کرتے ہو۔

عائشہ نبیؐ کے بعد

جب ہم نبیؐ کی وفات کے بعد ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں، جب ان کے لئے کھلی فضا تھی اور جب ان کے والد ابو بکر امت اسلام کے خلیفہ اور رئیس بن گئے تھے اور عائشہ کو اسلامی حکومت میں بے پناہ عظمت ملی تھی کیونکہ رسولؐ ان کے شوہر اور والد رسولؐ کے خلیفہ تھے۔

یا جیسا کہ خود ان کا گمان ہے یا جیسا کہ انھیں یہ توہم ہو گیا تھا کہ وہ ازواج نبیؐ میں سب سے افضل ہیں اور یہ افضلیت کسی خاص چیز کی بنا پر نہیں بلکہ صرف اس بات کی بنا پر کہ رسولؐ نے ان سے حالت بکر میں نکاح کیا تھا۔ (معاذ اللہ) ان کے علاوہ رسولؐ کو اور کوئی عورت باکرہ نہیں ملی تھی اور جب رسولؐ نے داغِ جدائی دیا تو اس وقت یہ پورے شباب پر تھیں۔ رسولؐ کی وفات کے وقت عائشہ کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال تھی اس طرح وہ آنحضرتؐ کے ساتھ چھ یا آٹھ سال رہیں، ابتدائی چند سال تو بچکانہ کھیل کود میں گذرے حالانکہ اس وقت وہ رسولؐ کی زوجیت میں، اور جیسا کہ رسولؐ کی کنیز بریرہ نے عائشہ کے بارے میں کہا " یہ کمسن تھیں اور آٹا گوندھتے گوندھتے سو جایا کرتی تھیں۔ کتا آتا تھا اور آٹا کھا جاتا تھا"،

ہاں اٹھارہ سال میں لڑکی جوان و بالغ ہو جاتی ہے جیسا کہ آجکل

کہاجاتا ہے۔ اور انھوں نے اپنی نصف عمر رسُول اور اپنی دسیوں سوتنوں کے ساتھ گذاری، اور بھی عورتیں تھیں جن کا تذکرہ ہم حیات عائشہ کے ذیل میں نہیں کر سکتے ہیں ان پر وہ اپنی سوتن سے بھی زیادہ غضبناک رہتی تھیں، کیونکہ رسُول اُن سے بے پناہ محبت فرماتے تھے اور وہ ہیں جناب فاطمہ زُہرا بنت رسُول جن کی مادر گرامی خدیجہ ہیں، آپ جانتے ہیں خدیجہ کون ہیں؟ وہ صدیقہ کبریٰ ہیں کہ جن پر جبرئیل نے سلام بھیجا اور انھیں یہ بشارت دی کہ جنت میں تمھارا ایسا مکان ہے جہاں کوئی شور وغل نہیں ہے۔ لہ

رسُول خدیجہ کے سلسلہ میں کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

اور جب آپ خدیجہ کا ذکر فرماتے تو رشک وحسد سے عائشہ کا جگر پاش پاش ہوجاتا اور دل جلنے لگتا، آپے سے باہر ہوجاتی اور خدیجہ کی شان میں دل کھول کر گستاخی کرتیں اور اپنے شوہر کے جذبات کی کوئی پروا نہ کرتی۔ خدیجہ کے بارے میں آپ نے عائشہ ہی سے بخاری، احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ:

عائشہ کہتی ہیں کہ مجھے رسُول کی کسی زوجہ پر اتنا رشک وحسد نہیں ہوا جتنا خدیجہ پر ہوا ہے۔ ۲ہ

لہ۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۳۲۳ صحیح مسلم باب فضائل ام المومنین خدیجہ جلد ۷، ص ۱۳۳

کیونکہ رسولؐ اکثر ان کا تذکرہ اور تعریف کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا کیا آپ قریش کی بڑھیا کا تذکرہ کیا کرتے ہیں جس کے گالوں میں جھریاں پڑ گئی تھیں۔ مر گئی، خدا نے آپ کو اس سے بہتر عطا کی ہے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میری اس بات سے رسولؐ کے چہرہ کا رنگ ایسا متغیر ہو گیا کہ اس سے قبل میں نے کبھی آپ کی یہ حالت نہیں دیکھی تھی، ہاں جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرہ پر ایسے اثرات نمودار ہوتے تھے، اور آپ نے فرمایا: خدا نے مجھے اس سے بہتر عطا نہیں کی ہے، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگ کافر تھے۔ اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تھا، اس نے اپنا مال اس وقت میرے سپرد کیا جب لوگوں نے مجھے محروم کر رکھا تھا۔ خدا نے اس کے بطن سے مجھے اس وقت اولاد نرینہ عطا کی جب میری کسی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسولؐ کی اس تردید سے اس شخص کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ عائشہ ازواج نبیؐ میں افضل اور نبیؐ کی چہیتی زوجہ تھیں اور یہ تاکید بھی ہوتی ہے کہ خدیجہ کی طرف سے عائشہ کے رشک و حسد میں اس وقت اور زیادہ شدت آگئی تھی جب رسولؐ نے سرزنش کرتے ہوئے دھتکارا اور عائشہ کو خبردار کیا کہ خدا نے مجھے خدیجہ سے اچھی زوجہ نہیں دی ہے۔ ایک جگہ رسولؐ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ وہ ہوس پرست نہیں ہیں اور خوبصورتی و بکارت کو بھی پسند نہیں کرتے ہیں، کیونکہ آنحضرتؐ سے قبل خدیجہ دو شادیاں کر چکی تھیں اور آپؐ سے پچیس سال بڑی تھیں۔ اس کے باوجود رسولؐ انھیں دوست رکھتے ہیں۔ اور ان کا ذکر کرتے نہیں تھکتے ہیں۔ میری جان کی قسم نبیؐ کا یہ اخلاق تھا کہ وہ خدا کے لئے دوست رکھتے تھے اور خدا کے لئے بغض رکھتے تھے۔ اور پھر حقیقی روایات اور اس گڑھی ہوئی روایت میں واضح فرق ہے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ

عائشہ سے زیادہ لگاؤ رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ کی دیگر ازواج نے ایک مرتبہ ایک عورت کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلوایا کہ بنت قحافہ کے بارے میں عدل سے کام لیں۔

کیا ہم ام المومنین عائشہ سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک مرتبہ بھی سیدہ خدیجہ کو نہیں دیکھا اور نہ ان سے ملاقات کی تو آپ انھیں عجوزہ حمراء الشدقین کیسے کہتی ہیں؟ کیا ایک عام مومنہ کا یہی اخلاق ہوتا ہے کہ جس پر غیر کی غیبت کرنا حرام ہے۔ جبکہ وہ زندہ ہو تو اس میت کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہونے چاہیے جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پہونچ گئی ہے۔ اس زوجۂ رسوؐل کی غیبت میں تمھارا کیا کردار ہونا چاہیے جس کے گھر میں جبرئیل نازل ہوتے تھے اور جسے جبرئیل نے جنت میں ایسے قصر کی بشارت دی تھی کہ جس میں کوئی شور ہنگامہ نہیں ہے۔ [1]

اور تاکید کے ساتھ یہ عرض ہے کہ جو بغض و حسد عائشہ کے دل میں خدیجہ کی طرف سے موجیں مار رہا تھا اسے نکلنا چاہیئے تھا ورنہ دل پھٹ جاتا عائشہ کو فاطمہؑ بنت خدیجہ کے علاوہ اور کوئی نہ ملا وہ یا انھیں کی ہم عمر تھیں راویوں کے اختلاف کی رو سے کچھ بڑی تھیں۔

اور یہ بات بھی تاکیداً عرض ہے کہ رسوؐل کو خدیجہ سے گہری محبت تھی وہی ان کی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا سے بھی تھی فقط فاطمہؑ ہی اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہیں۔

عائشہ کے حسد میں اس وقت اور اضافہ ہو جاتا تھا جب وہ "رسوؐل"

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۳۱۔ صحیح مسلم۔ باب فَضل خَدِیجہ اُمّ المؤمِنِین۔

فاطمہؑ کی تعظیم کرتے اور ان کو سیدۂ نساء اہل الجنۃ کہتے سنتی تھیں۔[1] پھر خدا نے ان کے بطن سے حسنؑ و حسینؑ سیدا شباب اہل الجنۃ مرحمت کئے۔ پھر عائشہ دیکھتی تھیں کہ رسولؐ فاطمہؑ کے گھر تشریف لے جاتے اور وہاں نواسوں کی تربیت میں راتوں کو جاگتے گذارتے دیکھتی تھیں اور رسولؐ فرماتے: میرے دونوں بیٹے اس امت کے پھول ہیں اور ان دونوں کو دوش مبارک پر سوار کرتے تو عائشہ کے حسد میں اس سے اور اضافہ ہو جاتا کیونکہ وہ بانجھ تھیں، اور اس حسد میں اس وقت اور اضافہ ہو جاتا جب ابوالحسنینؑ فاطمہؑ کے شوہر بھی شامل ہو جاتے اس حسد کا کوئی خاص سبب نہیں تھا مگر رسولؐ ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، یا عائشہ کے والد پر رسولؐ علیؑ کو ہر موڑ پر مقدم رکھتے تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عائشہ ان باتوں کو دیکھتی تھیں۔

وہ یہ بھی دیکھتی تھیں کہ ابن ابی طالب ہر موڑ پر ان کے والد سے بازی لے جاتے ہیں عائشہ ہمیشہ اپنے والد کو رسولؐ کی محبت کا مرکز بنانا چاہتی تھیں اور انھیں سب پر فوقیت دلانا چاہتی تھیں وہ جانتی تھیں کہ میرے باپ جنگ خیبر سے اپنے لشکر کو لے کر ناکام واپس لوٹے ہیں اور رسولؐ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا ہے کہ کل میں اس شخص کو علم دونگا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں جو بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہے فراری نہیں ہے۔ اور وہ فاطمہؑ کے شوہر علیؑ ابن ابیطالب کی ذات ہے۔ پھر علیؑ خیبر فتح کر کے اور صفیہ بنت حیی کو لے کر واپس آتے ہیں اور رسولؐ صفیہ سے نکاح کر لیتے ہیں جس سے عائشہ کے دل کو سخت صدمہ پہونچتا ہے۔

آپ جانتے ہیں رسولؐ نے عائشہ کے والد ابوبکر کو سورۂ برأت دیا تھا اور حاجیوں میں تبلیغ کے لئے بھیجا تھا لیکن بعد میں علیؑ ابن ابیطالب کو بھیجا اور آپ نے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۰۹ و جلد ۷، ص ۱۴۳

ابوبکر سے سورۂ برأت لے لیا ان کے والد روتے ہوئے واپس آئے اور رسولؐ سے اس کا سبب دریافت کیا تو رسولؐ نے انھیں جواب دیا کہ: خدا نے مجھے حکم دیا ہے میرے پیغام کو تم یا تمھارے اہلبیتؑ ہی میں سے کوئی پہونچا سکتا ہے۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ رسولؐ نے اپنے ابن عم علیؑ کو اپنے بعد مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کیا۔ اور صحابہ و ازواج حضرت علیؑ کی خدمت میں مبارکبادی کے لئے پس سب سے پہلے ان کے والد ہی یہ کہتے ہوئے پہونچے "بَخٍ بَخٍ لکَ یا ابن ابی طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَولیٰ کلّ مُؤمنٍ وَمُؤمِنَۃٍ" اے ابن ابیطالب مبارک ہو آپ ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ ہوگئے۔

آپ کو معلوم ہے کہ رسولؐ نے ابوبکر کو ایک سترہ سالہ جوان کی قیادت میں سفر کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا جس کے داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عائشہ ان حالات سے بہت متاثر تھیں، اس لئے کہ ان کے دل میں باپ کا ڈر تھا اور باپ کے لئے خلافت کی امنگ تھی۔ اور قریش کے رؤساء کے درمیان ہونے والی سازش میں شریک تھیں اسی وجہ سے فاطمہؑ اور علیؑ کی طرف سے بغض میں اضافہ ہوگیا تھا۔ اور پوری کوشش اس بات پر صرف کر رہی تھیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو ایسی راہ ہموار کی جائے جو ان کے باپ کے حق میں مفید ہو اور ہم نے دیکھا کہ کس طرح انھوں نے رسولؐ کی جانب سے اپنے باپ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز جماعت پڑھا دیں، جب ان کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ رسولؐ نے اس ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے پیغام بھیجا ہے، اور جب رسولؐ اسلام کو اس سازش کی خبر ملی تو آپؐ نکلنے کے لئے بے چین ہوگئے اور آپ نے ابوبکر کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ اور خود لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی اور عائشہ سے غصہ کے عالم میں کہا کہ یوسف کے ساتھ بھی تمھاری جیسی عورتیں تھیں (اس سے یہ مراد ہے کہ اس کی سازشیں غلط تھیں)

اس مسئلہ میں جس کو عائشہ نے مختلف انداز سے روایت کیا ہے اگر کوئی غور و فکر کرے تو اس میں واضح تضاد نظر آئے گا۔ اس لئے کہ رسول اللہ نے اس واقعہ سے تین سال پہلے ان کے باپ کو لشکر میں شامل ہونے کو کہا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ اسامہ ابن زید کی قیادت میں وہ چلے جائیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ لشکر کا سردار امام جماعت ہوتا ہے۔ تو ابن زید اس لشکر میں ابوبکر کے امام تھے۔ جب عائشہ نے اپنے باپ کی توہین کا احساس کیا اور اس میں رسول کے مقصد کو سمجھ لیا اور یہ جان لیا کہ رسول نے اس لشکر میں علیؑ کو نہیں بھیجا کہ جس میں انصار و مہاجرین اور قریش کے رؤسا شامل ہیں اور اکثر اصحاب کی طرح یہ بھی جان لیا کہ رسول چند دن کے مہمان ہیں اور شاید وہ عمر کی اس رائے سے موافق تھیں کہ جو اس نے کہا تھا کہ (معاذ اللہ) رسول کو ہذیان ہو گیا ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں اور ان کی قاتل غیرت نے انھیں اس بات پر اکسایا کہ وہ علیؑ کے مقابلے میں اپنے باپ کی قدر و منزلت کو بڑھانے کے لئے جو بن پڑے وہ کر گزرے۔ اور اسی کام کے لئے انھوں نے اس بات کا انکار کیا کہ رسولِ اسلام نے علیؑ کے لئے وصیت فرمائی ہے اور اسی لئے انھوں نے یہ کوشش کی کہ ضعیف العقل انسانوں کو یہ باور کرا دیا جائے کہ رسول کو انھیں کے حجرے میں موت آئی ہے۔ لہٰذا ایک حدیث گڑھ لی کہ رسول اللہ نے مرض کے عالم میں عائشہ سے فرمایا کہ: اپنے بھائی اور باپ کو بلاؤ میں ان کے لئے ایک کتبہ لکھ دوں، ممکن ہے کہ عنقریب کوئی دعویدار پیدا ہو جائے اور اللہ اور رسول اللہ اور مومنوں نے سوائے ابوبکر کے سب کو منع کیا ہے۔ کیا کوئی ہے کہ جو عائشہ سے پوچھے: کہ کس چیز نے ان لوگوں کو بلانے سے روکا؟

علیؑ کے خلاف عائشہ کا موقف

حضرت علی علیہ السلام کے خلاف عائشہ کے موقف میں ایک محقق کو عجیب و غریب بات ملے گی جس کے معنی صرف اہلبیتؑ نبیؐ سے عداوت و دشمنی کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلتے۔ تاریخ نے حضرت علیؑ ایسے بے نظیر انسان سے عائشہ کے بغض و نفرت کو محفوظ کیا ہے۔ ان کا بغض و حسد اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ وہ آپ کے نام لینے کو بھی برداشت نہیں کرتی تھیں۔ [۱] اور ایک آنکھ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں۔ جب عائشہ نے قتل عثمان کے بعد سنا کہ لوگوں نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے تو کہتی ہیں مجھے آسمان کا زمین پر گر پڑنا گوارا تھا لیکن علیؑ کا خلیفہ بننا گوارا نہیں ہے۔ ان کو خلافت سے الگ کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کی اور آپ سے جنگ کے لئے بڑا لشکر جمع کر لیا۔ اور جب حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر سنی تو سجدۂ شکر ادا کیا۔

کیا آپ کو میرے ساتھ ساتھ اہلسنت والجماعت پر تعجب نہیں ہوتا کہ جو اپنی صحاح میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا:

اے علی آپ سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہوگا
اور وہی دشمنی رکھے گا جو منافق ہوگا۔ [۲]

اور کبھی صحاح و مسانید اور تواریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ عائشہ

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۶۲، و جلد ۳ ص ۱۵۳ و جلد ۵ ص ۱۴۰

[۲] صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱، صحیح ترمذی جلد ۵ ص ۳۰۶، سنن نسائی جلد ۸ ص ۱۱۶

امام علیؑ سے بغض رکھتی تھیں وہ آپ کے نام کو بھی سننا پسند نہیں کرتی تھیں کیا یہ بات عورت کی ماہیت پر ان لوگوں کی طرف سے گواہی نہیں ہے۔؟

اسی طرح بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا:

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس
نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے
خدا کو غضبناک کیا۔ [1]

پھر یہی بخاری روایت کرتے ہیں کہ فاطمہؑ دنیا سے کوچ کر گئیں حالانکہ وہ ابوبکر سے ناراض تھیں اور مرتے دم تک ان سے کلام نہیں کیا۔ [2] کیا اکی یہ گواہی نہیں ہے کہ خدا و رسولؐ دونوں ابوبکر پر غضبناک ہیں؟ یہ تو ایسی بات ہے جسے تمام عقلا سمجھتے ہیں اسی لئے تو میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ حق اس وقت آشکار ہوتا ہے جب باطل پرست اسے چھپانا چاہتے ہیں۔ امویوں کے انصار و مددگاروں نے جھوٹی حدیثیں گڑھی ہیں بے شک قرآن کے روز نزول سے قیامت تک لوگوں پر خدا کی حجت قائم رہے گی والحمد للہ رب العالمین۔

امام احمد ابن حنبل نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر ایک مرتبہ رسولؐ کے پاس آئے اور باریاب ہونے کی اجازت طلب کی لیکن داخل ہونے سے قبل عائشہ کے چیخنے کی آواز سنی کہ جو نبیؐ سے کہہ رہی تھیں خدا کی قسم میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ علیؑ کو مجھ سے اور میرے والد سے زیادہ چاہتے ہیں۔ یہی کلمات عائشہ نے

---

[1] بخاری جلد ۳ ص ۲۱۰

[2] صحیح بخاری جلد ۵ ص ۸۲ و جلد ۸ ص ۳

تین مرتبہ دہرائے۔ [1]

حضرت علیؑ سے عائشہ کو اس قدر بغض تھا کہ علیؑ کو نبیؐ کے پاس ایک منٹ بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھیں اور نبیؐ سے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکیں

ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

ایک روز رسولؐ نے حضرت علیؑ کو (اپنے) قریب بلایا آپؑ تشریف لائے اور آپؑ عائشہ کے درمیان بیٹھ گئے تو عائشہ نے کہا (علیؑ) تمھیں میرے پہلو ہی میں بیٹھنے کی جگہ ملی ہے۔

یہی معتزلی روایت کرتے ہیں کہ :

ایک روز رسولؐ اور حضرت علیؑ باہم گفتگو کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے باتوں کا سلسلہ طویل ہوگیا تو عائشہ آئیں جبکہ وہ پیچھے پیچھے آرہی تھیں اور آپ دونوں کے درمیان حائل ہو کر کہنے لگیں : تم دونوں بہت دیر بات کر چکے۔ عائشہ کی اس حرکت پر رسولؐ کو بہت غصہ آیا۔ [2]

ایک مرتبہ روایت کرتے ہیں کہ : ایک مرتبہ عائشہ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں دیکھا کہ آپ حضرت علیؑ سے رازدارانہ گفتگو فرما رہے ہیں یہ کیفیت دیکھ کر عائشہ چیخ پڑیں اور کہا اے ابنؑ ابیطالب آخر تم میرے درپے کیوں ہو؟

---

[1] مسند احمد ابن حنبل جلد ۴ ص ۲۷۵

[2] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۹ ص ۱۹۵

مجھے رسولؐ کے ساتھ رہنے کا ایک وقت ملتا ہے ۔۔۔ عائشہ کی یہ بات سن کر رسولؐ غضبناک ہوئے ۔

عائشہ نے اپنے حسد اور سخت مزاجی و نوک زبان کی بنا پر رسولؐ کو کتنی ہی مرتبہ غضبناک کیا ۔

کیا رسولؐ اس مومن یا مومنہ سے خوش ہوں گے جس کا دل آپ کے ابن عم ، آپ کی عترت کے سردار کی دشمنی سے لبریز ہو کر جس کے بارے میں آپ خود فرما چکے ہیں کہ وہ خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں ۔ [1] جس کے بارے میں یہ فرما چکے ہوں کہ جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور جس نے علیؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے خدا کو غضبناک کیا ۔ [2]

اپنے گھروں میں رہو ۔ ۔ ۔

خداوند عالم نبیؐ کی ازواج کو ان کے گھروں میں رہنے کا حکم دیتا ہے ۔ اجنبی لوگوں کی نمائش کے لئے گھروں سے نکلنے کو منع کرتا ہے انھیں قرآن پڑھنے، نماز قائم کرنے ، زکواۃ کی ادائیگی اور خدا و رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے ۔
نبیؐ کی ازواج نے اس پر عمل کیا ۔ تمام ازواج نے خدا و رسولؐ کے حکم کی اطاعت کی ، رسولؐ نے اپنی وفات سے قبل اپنی ازواج کو اس طرح ڈرایا

---

[1] بخاری و مسلم ، فضائل علی ابن ابیطالب جلد ۷ صفحہ ۱۲۰

[2] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر اسے صحیح تسلیم کیا ہے ۔

کہ تم میں سے ایک اونٹ پر سوار ہوگی اور اس پر حواٴب کے کتے بھونکیں گے ۔
عائشہ کے علاوہ اس پر سب نے عمل کیا ۔ لیکن عائشہ نے ہر ایک حکم کی مخالفت کی
اور انھوں نے تمام تحذیرات کا ٹھٹھا کیا ۔ مورخوں نے تحریر کیا ہے حفصہ بنت عمر بھی عائشہ
کے ساتھ خروج کرنا چاہتی تھیں لیکن ان کے بھائی عبد اللہ نے انھیں روکا اور آیت
سنائی تو انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور نہیں گئیں ۔ لیکن عائشہ اونٹ پر سوار ہو کر چلیں
اور ان پر حواٴب کے کتے بھونکے ۔

طٰہٰ حسین اپنی کتاب الفتنۃ الکبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عائشہ ایک چشمہ
کی طرف سے گذریں تو وہاں کے کتے ان پر بھونکنے لگے تو عائشہ نے اس جگہ
کے بارے میں معلوم کیا ان سے بتایا گیا کہ اسے حواٴب کہتے ہیں یہ سن کر عائشہ
بہت گھبرائیں اور کہا مجھے واپس لے چلو ، میں نے رسولؐ سے یہ فرماتے سنا ہے
کہ تم میں سے کسی پر حواٴب کے کتے بھونکیں گے ۔ یہ حالت دیکھ کر عبد اللہ ابن زبیر
آئے اور انھیں اس ارادہ سے باز رکھا اور بنی عامر کے چالیس افراد سے یہ جھوٹی
گواہی دلوائی کہ یہ حواٴب نہیں ہے ۔

میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ عائشہ کی (بے جا فضیلت والی) حدیثیں
بنی امیہ کے زمانہ میں اس لئے وضع کی گئیں ہیں تاکہ ان کی معصیتوں کو ہلکا کیا جاسکے
ان کا گمان ہے کہ عبد ابن زبیر نے عائشہ کو اس طرح فریب دیا کہ چالیس آدمیوں
سے ان کے سامنے خدا کی قسم کھلوا کر کہلوا دیا کہ یہ حواٴب نہیں ہے ۔ لہٰذا عائشہ
معذور ہیں ۔ وہ ناقص العقل اور لاغر ہیں ۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح کم عقل لوگوں کو
اس قسم کی روایات کے بارے میں نرم کریں اور انھیں یہ بات باور کرا دیں کہ جب
عائشہ حواٴب کے پاس سے گذریں اور انھوں نے کتوں کی آواز سنی تو اس
جگہ کے بارے میں معلوم کیا اور بتایا گیا کہ یہ حواٴب ہے تو وہ بہت گھبرائیں اور کہا

مجھے واپس لے چلو جن احمق لوگوں نے معصیت خدا کے سلسلہ میں عائشہ کے عذر کے لئے یہ روایت تراشی اور وہ حکم خدا یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں یا وہ چاہتے ہیں کہ عائشہ نے جو حکم رسول کی مخالفت کی ہے اس کے لئے عذر تراشں لیں حکم رسول یہ تھا کہ گھروں میں رہنا واجب ہے اور اونٹ پر سوار نہ ہونا یہ قضیہ دریائے حواب پر پہونچنے سے پہلے اور کتوں کے بھونکنے سے پہلے کا ہے۔

کیا اہل سنت کو ام المومنین عائشہ کے لئے کوئی عذر مل سکتا ہے کہ انھوں نے ام المومنین ام سلمہ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا تھا جس کو مورخین نے اسطرح نقل کیا ہے :

جب ام سلمہ نے عائشہ سے کہا کہ میں تمھیں اس دن کا واقعہ یاد دلاتی ہوں جب رسول آگے آگے چلے جا رہے تھے اور ہم بھی ان کے ہمراہ تھے کہ ایک مرتبہ رسول ٹاٹ کے ٹکڑے پر بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ سے تنہائی میں گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کا سلسلہ طویل ہو گیا تو تم نے ان پر ہجوم کرنا چاہا تو میں نے تمھیں اس سے روکا لیکن تم اس سے باز نہ آئیں اور ان کے پاس پہونچ گئیں تو تھوڑی دیر بعد روتی ہوئی واپس آئیں تو میں نے کہا کہ کیا ہوا ؟ تم نے کہا جب میں ان کے پاس پہونچی تو وہ رازدارانہ باتیں کر رہے تھے، میں نے علیؑ سے کہا مجھے ہفتے میں رسول کے ساتھ رہنے کے لئے ایک دن ملتا ہے اور آج میری باری ہے، اے ابن ابیطالب رسول کو چھوڑ دو۔ پس رسول میری طرف بڑھے حالانکہ غیظ سے آپ کا چہرہ سرخ تھا۔ کہا پچھلے پاؤں واپس چلی جاؤ۔ خدا کی قسم جو بھی انھیں غضبناک کرتا ہے وہ

دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ میں شرمندہ ہو کر لوٹ آئی
پھر عائشہ کہتی ہیں ہاں مجھے یاد ہے۔

ام سلمہ کہتی ہیں آج میں تمھیں وہ واقعہ یاد دلاتی ہوں جب میں اور تم رسولؐ کی خدمت میں تھیں تو رسولؐ نے فرمایا تھا تم میں سے کوئی اونٹ پر سوار ہوگی جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔ وہ صراط مستقیم سے منحرف ہوگی۔ ہم نے کہا اس سے ہم خدا اور رسولؐ کی پناہ چاہتے ہیں۔ تو رسولؐ نے تمھاری پشت پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے حمیرا کہیں وہ عورت تم ہی نہ ہو۔

عائشہ نے کہا: ہاں مجھے یاد ہے پھر ام سلمہ نے کہا تمھیں کیا وہ واقعہ بھی یاد ہے؟

جب تمھارے والد ابوبکر اور عمرؓ آئے اور ہم دونوں پردے کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھیں اور وہ جس ارادہ سے آئے تھے وہ بات شروع کی یہاں تک کہ ان دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نہیں جانتے کہ کب تک آپ کے شرف سے فیض یاب ہیں اگر آپ ہمیں یہ بتاتے جائیں کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا تو ہمارے لئے آسانی ہو جاتی تو آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا:

"مجھے معلوم ہے اس کا حقدار کون ہے لیکن اگر میں تمھیں بتا دوں تو تم ضرور اس سے اسی طرح جدا ہو جاؤ گے جس طرح بنی اسرائیل نے ہارون سے جدائی اختیار کر لی تھی۔"

وہ دونوں خاموش رہے اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد ہم رسولؐ کی خدمت میں پہونچے اور میں نے

عرض کی آپ کا ہم پر ایک سوا ایک حق ہے، یا رسول اللہ آپ کی امت کا خلیفہ کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جو جوتی ٹانک رہا ہے ہم آپ کے پاس آئے تو دیکھا علیؑ ہیں تو تم نے کہا: یا رسول اللہ ہم نے صرف علیؑ کو دیکھا ہے آپ نے فرمایا وہی ہیں،،

عائشہ کہتی ہیں: ہاں مجھے یاد ہے، اب ام سلمہ نے ان سے کہا: ۔ اسے عائشہ ان تمام باتوں کے باوجود تمھیں کون سی چیز خروج پر مجبور کر رہی ہے،؟ عائشہ نے کہا: میں لوگوں کی اصلاح کے لیے نکل رہی ہوں۔ [1]

پس ام سلمہ نے انھیں سخت انداز میں خروج سے منع کیا اور ان سے کہا:

اسلام کا ستون قائم ہے اسے عورتیں صدمہ نہیں پہونچا سکتیں اور اگر اس میں رخنہ پیدا ہو جائے تو عورتیں اسے صحیح نہیں کر سکتیں ایسے معاملات میں عورت کی انتہائی کوشش چشم پوشی اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت ہونا چاہیئے اسی طرح عائشہ نے بہت سے مخلص صحابہ کی بھی نصیحتیں نہیں سنیں۔ طبری نے اپنی تاریخ میں جاریہ ابن قدامہ سعدی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے عائشہ سے کہا:

اسے ام المومنین، قسم خدا کی قتل عثمان ابن عفان آپ کے گھر سے نکلنے اور اونٹ پر سوار ہونے سے زیادہ سنگین نہیں ہے، اس لئے کہ خدا نے آپ پر پردہ واجب کیا ہے اور

---

[1] شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص۷۷

عزت بخشی ہے لیکن آپ نے پردہ کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور عزت کو خاک میں ملا دیا ، جو تمہاری جنگ و قتال دیکھ رہا ہے وہ تمہارا قتل ہونا بھی دیکھے گا اگر آپ اپنی رضا سے آئی ہیں تو واپس لوٹ جائیں ۔ اور اگر جبراً لائی گئی ہیں تو لوگوں سے مدد طلب کیجئے ۔ [1]

کمانڈر ام المومنین

مورخین نے لکھا ہے کہ کل امور کی باگ ڈور عائشہ کے ہاتھ میں تھی جس کو چاہتی تھیں منصب و عہدہ عطا کرتی تھیں اور جس کو چاہتی تھیں منصب سے الگ کر دیتی تھیں ، انھیں کے حکم سے سب کچھ ہوتا تھا ۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ طلحہ وزبیر کے درمیان نماز کی امامت کے سلسلہ میں اختلاف ہوگیا ہر ایک چاہتا تھا کہ وہ نماز پڑھائے عائشہ نے اس میں مداخلت کی اور دونوں کو معزول کر دیا ۔ اور اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیر کو امامت دے دی ، یہی اپنے خطوط دے کر دوسرے شہروں میں پیغامبر بھیجتیں اور حضرت علیؑ کے خلاف ان سے مدد طلب کرتی تھیں اور ان میں جاہلیت کی حمیت کو ابھارتی تھیں ۔

یہاں تک کہ عرب کے اہل طمع اور اوباش بیس ہزار سے زیادہ کی تعداد میں حضرت علیؑ سے جنگ کرنے اور آپ کو خلافت سے الگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے ۔ عائشہ نے وہ فتنہ پیدا کیا کہ جس میں ام المومنین کی مدد و دفاع کے نام پر

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ ص ۴۸۲

بے شمار لوگ قتل کئے گئے، مورخین کا کہنا ہے کہ جب عائشہ کے ہوا خواہوں نے والی بصرہ عثمان ابن حنیف پر چڑھائی کی اور ان کے ساتھ چالیس بیت المال کے محافظوں کو گرفتار کر لیا تو ان کو عائشہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ عائشہ نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ پس لوگوں نے انھیں بکریوں کی طرح ذبح کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد ایک سو چالیس تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے مسلمان تھے کہ جنھیں صبر کرنے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ [1]

شعبی نے مسلم ابن ابی بکر سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

> جب طلحہ و زبیر بصرہ آئے تو میں نے اپنی تلوار حمائل کر لی اور ان دونوں کی مدد کرنا چاہتا تھا پس جب میں عائشہ کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ وہ حکم چلا رہی ہیں اور کچھ باتوں سے روک رہی ہیں۔ یہاں مجھے رسولؐ کی ایک حدیث یاد آگئی جو خود میں نے آنحضرت سے سنی تھی آپ فرما رہے تھے کہ:
>
> > وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس کے امور کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔
>
> پس میں واپس آگیا۔

اسی طرح بخاری نے مسلم ابن ابی بکر سے روایت کی ہے ان کا قول ہے:

---

[1] تاریخ طبری جلد ۵ ص۱۷۸ شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص۵۰۱

جنگ جمل کے دوران مجھے ایک کلمہ کے ذریعہ فائدہ
پہونچا۔ جب رسولؐ کو یہ معلوم ہوا کہ فارس میں کسریٰ کی بیٹی
حکومت کر رہی ہے تو آپ نے فرمایا :
وہ قوم فلاح و بہبود کا منہ نہیں دیکھ سکتی جس کے
امور کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں ہو۔ [1]

ایک ہی وقت میں ام المومنین عائشہ کا مضحکہ خیز اور شک آور موقف سامنے آتا ہے کہ وہ خدا اور رسولؐ کی معصیت کرتے ہوئے گھر سے نکلتی ہیں اور صحابہ سے کہتی ہیں کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔

وہ تعجب خیز بات یہ ہے !!

آپ اس کی وجہ جانتے ہیں ؟

ابن ابی الحدید اپنی شرح میں، اور دوسرے مورخین نے تحریر کیا ہے کہ عائشہ نے بصرہ سے زید ابن صوحان عبدی کو ایک خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا

یہ خط ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر زوجۂ رسولؐ کی
طرف سے ان کے بیٹے زید ابن صوحان کے نام ہے۔
امابعد : تم اپنے گھر میں (بیٹھے) رہو اور لوگوں کو
علیؑ ابن ابیطالب کی مدد سے روکو! امید ہے کہ تمھارے بارے
میں مجھے وہی اطلاع ملے گی جسے میں دوست رکھتی ہوں ۔
کیونکہ میری اولاد میں تم معتمد ہو۔

والسلام

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۹۷ ، باب الفتن ۔ نسائی جلد ۴ ص ۳۰۵ ، مستدرک جلد ۴ ص ۵۲۵

اس مردِ صالح نے انھیں وہی جواب لکھا جو ان کے شایانِ شان تھا۔ لکھتے ہیں۔

یہ خط زید ابن صوحان کی طرف سے عائشہ بنت ابوبکر کے نام :

امابعد : خدا نے کچھ چیزیں تم پر اور کچھ ہم پر واجب کی ہیں تمھارے اوپر گھر میں رہنا واجب ہے اور ہم پر جہاد کرنا واجب ہے۔ آپ کا خط ملا جس میں آپ نے مجھے خدا کے حکم کے خلاف عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو خدا نے تم پر واجب کیا ہے اسے میں انجام دوں اور جو مجھ پر واجب ہے تم اس پر عمل کرو میرے نزدیک تمھاری اطاعت واجب نہیں ہے اور آپ کا یہ خط لائق جواب نہیں ہے۔

یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عائشہ نے جنگ جمل کے لشکر کی قیادت ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی قیادت کی حرص میں مبتلا تھیں اور اس کے لئے وہ طلحہ و زبیر کو حکم دیتی تھیں، عامل و حکام کو خط لکھتی تھیں اور انھیں مختلف طریقوں سے طمع دے کر مدد طلب کرتی تھیں۔

انھیں باتوں کی وجہ سے وہ اس مرتبہ پر پہونچیں اور بنی امیہ میں خوب شہرت پائی اور ان کی توجہ کا مرکز قرار پائیں۔ جو چیز ان کی عظمت و سطوت کا سبب بنی وہ ان کا حضرت علیؑ کے مقابلہ میں آجانا تھا۔ کیونکہ حضرت علیؑ کے مقابلہ میں شیر دل افراد، شہرت یافتہ پہلوان اور دلیر بھاگتے ہی نظر آتے تھے۔ لیکن عائشہ میدان میں ڈٹی رہیں۔ مدد طلب کرتی رہیں لوگوں کو گھروں سے باہر نکال دیتیں۔

. . . . اسی لئے عقلیں متحیر، مورخین میں وہ لوگ پریشان ہیں جو جنگ جمل صغریٰ میں علیؑ کی آمد سے قبل ان کے موقف کو سمجھ گئے ہیں اور جنگ جمل کبریٰ میں علیؑ کی آمد کے بعد عائشہ نے لوگوں کو کتاب خدا کی طرف دعوت دینا شروع کر دی اور اپنے اس عناد کے سبب کہ جو انھیں اپنے ان بیٹوں سے تھا جو خدا و رسولؐ کے مخلص تھے جنگ کرنے پر مصر رہیں۔

نبیؐ نے عائشہ اور ان کے فتنہ سے ڈرایا

یقیناً نبیؐ اپنے خلاف ہونے والی سازش کو بخوبی جانتے تھے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آپ جانتے تھے کہ مردوں کے خلاف عورتیں فتنہ پھیلانے میں مہارت رکھتی ہیں۔ جس طرح آپؐ کو معلوم تھا کہ عورتوں کے مکر اتنے ہی عظیم ہوتے ہیں کہ اس کے ذریعہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں۔ خصوصاً آپ اس بات کو پہچان چکے تھے کہ آپ کی زوجہ عائشہ اس میں غلطی سے دوچار ہو گئیں۔ کیونکہ انکی طبیعت میں آپ کے خلیفہ علیؑ کی طرف سے خصوصاً اور اہل بیتؑ کی طرف سے عموماً بغض و کینہ بھرا ہوا ہے۔ کیوں نہ ہو آپ خود اپنی زندگی میں عائشہ کو اور اہل بیتؑ سے ان کی دشمنی کو ملاحظہ فرما چکے تھے۔ اسی لئے کبھی آپ عائشہ پر غضبناک ہوتے اور کبھی آپ کے چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ ہر مرتبہ ہی کوشش فرماتے تھے کہ عائشہ کو یہ بات باور کرا دیں کہ علیؑ کا دوست خدا کا دوست ہے اور جو علیؑ سے بغض رکھتا ہے وہ دشمن خدا اور منافق ہے۔ لیکن افسوس یہ احادیث ان کے نفوس میں اتر گئیں جو حق کو حق صرف اپنے فائدہ کے لئے سمجھتے ہیں

اسی لئے جب رسولؐ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہے
جس کو خدا نے اس امت کی آزمائش و امتحان کے لئے مقرر کر دیا ہے جس طرح
گذشتہ امتوں کو آزمائش میں مبتلا کیا تھا۔ ارشاد ہے :

﴿ألم أحسب النّاس أن يتركوا أن يقولوا أمنّا
وهم لا يُفتنون﴾ عنکبوت آیت ۲

کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اس بات
پر چھوڑ دئے جائیں گے کہ یہ کہدیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔
اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا۔

یقیناً رسولؐ نے متعدد بار اپنی امت کو اس سے ڈرایا یہاں۔
تک کہ ایک روز آپ کھڑے ہوے اور عائشہ کے گھر کی طرف رخ کر کے فرمایا
یہ فتنہ گاہ ہے۔ یہاں سے اسی طرح فتنہ پھوٹے گا
جس طرح شیطان کے سینگھ نکلتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کے باب "ماجار فی بیوت ازواج النبیؐ"
میں نافع سے اور انھوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا
رسولؐ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ نے عائشہ
کے گھر کی طرف اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا :

" یہاں فتنہ ہے جو شیطان کے سینگھ کی
طرح نکلے گا " [1]

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں عکرمہ ابن عمار سے اور انھوں نے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۲۶

سالم سے اور سالم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ :

ایک روز رسولؐ عائشہ کے گھر سے نکلے اور فرمایا:

کفر کا سر یہاں ہے جو شیطان کے سینگ کی طرح نکلے گا۔ ۱؎

اہلسنت کی اس توجیہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ رسولؐ کی مراد مشرق ہے یہ توگڑھی ہوئی بات ہے کیونکہ وہ ام المومنین عائشہ کو اس تہمت سے بچانا چاہتے ہیں۔

نیز صحیح بخاری میں بیان ہوا ہے کہ :

جب طلحہ و زبیر اور عائشہ بصرہ پہونچے تو علیؑ نے ، (اپنے بیٹے) حسنؑ اور عمار یاسر کو ہمارے پاس کوفہ روانہ کیا۔ یہ دونوں (حسنؑ و عمار) منبر پر گئے پس حسنؑ ابن علیؑ منبر کے سب سے اونچے زینہ پر تشریف فرما ہوئے اور عمار ان سے نیچے، ہم لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے میں نے عمار یاسر کو فرماتے سنا کہ :

عائشہ بصرہ پہونچ گئیں ہیں قسم خدا کی اگرچہ وہ دنیا و آخرت میں ہمارے نبیؐ کی زوجہ ہیں لیکن خدائے تعالیٰ نے تمھیں اس میں مبتلا کر دیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ تم خدا کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ کی۔ ۲؎

اللہ اکبر : یہ خبر بھی اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ عائشہ کی اطاعت بھی معصیت ہے اور ان سے روگردانی اور ان کے خلاف قیام کرنے میں

۱؎ صحیح مسلم جلد ۸ ص ۱۸۱

۲؎ صحیح بخاری جلد ۸ ص ۹۷

خدا کی اطاعت ہے۔

جیسا کہ ہم اس بحث میں ملاحظہ کرتے ہیں کہ بنی امیہ کے (زرخرید) راویوں نے آخرت کا اضافہ کر دیا ہے چنانچہ کہہ دیا " وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبیؐ کی زوجہ ہیں "، تاکہ لوگوں کو فریب دیا جا سکے کہ خدا نے ان کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور داخل جنت کر دیا ہے اور (اب بھی) ان کے شوہر حبیب خدا رسولؐ ہیں۔ ورنہ عمار کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ عائشہ آخرت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔

یہ دوسرا حیلہ ہے کہ جو بنی امیہ کے زمانہ میں روایت گڑھنے والوں نے عائشہ کے لئے گڑھ دیا تھا۔ اور جب بھی وہ کوئی حدیث لوگوں کی زبان پر جاری دیکھتے تھے تو اس کا انکار و تکذیب نہیں کر سکتے تھے تو اس میں کسی فقرہ یا کلمہ کا اضافہ کر دیتے تھے۔ یا اس حدیث کے بعض الفاظ بدل دیتے تھے تاکہ اس حدیث کا زور ختم کر دیں یا اس کے مخصوص معنی ہی کو ختم کر دیں۔ جیسا کہ انھوں نے حدیث " انا مدینۃ العلم و علی بابھا " میں " ابو بکر اساسھا و عمر حیاطھا و عثمان سقفھا " کا اضافہ کر دیا ہے۔

یہ بات انصاف ور محقق پر مخفی نہیں ہے لہٰذا وہ ان اضافوں کو باطل قرار دیتے ہیں کہ جن سے گڑھنے والوں کی ضعیف العقلی اور احادیث نبوی کے نور حکمت سے دوری واضح ہو جاتی ہے۔

پس جب وہ اس قول کو ملاحظہ کرتے ہیں کہ ابو بکر اس کی اساس تو اس کے یہ معنی نکلتے ہیں کہ رسولؐ کا سارا علم ابو بکر کے علم سے ماخوذ ہے اور یہ کفر ہے۔ جس طرح ان کے اس قول کہ عمر اس کی دیوار ہیں کے یہ معنی ہیں کہ عمر اس شہر میں لوگوں کو داخل نہیں ہونے دیتے یعنی لوگوں کو علم حاصل نہیں کرنے دیتے

اور ان کا یہ قول کہ عثمان اسکی چھت ہیں تو یہ سرے سے باطل ہے کیونکہ کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس میں چھت پڑی ہو اور یہ محال بھی ہے۔ جس طرح انھوں نے یہ ملاحظہ کیا کہ عمار خدا کی قسم کھا کے کہتے ہیں کہ عائشہ دنیا و آخرت میں نبیؐ کی زوجہ ہیں تو یہ غیب کی خبر ہے ورنہ عمار کو حق کہاں سے حاصل ہوا کہ وہ نامعلوم شی کے بارے میں قسم کھائیں ؟ کیا اس سلسلہ میں کتاب خدا میں کوئی آیت ہے یا یہ کوئی حدیث ہے جو رسولؐ نے عمار سے بیان فرمائی تھی ؟

پس حدیث صحیح یہ ہے کہ عائشہ بصرہ پہونچ چکی ہیں وہ تمہارے نبیؐ کی زوجہ ہیں لیکن خدا نے ان کے ذریعہ تمھیں اس لئے امتحان میں مبتلا کیا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ تم اس کی اطاعت کرتے ہو یا وہ۔

ہم اس بات پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں عقل سے نوازا ہے کہ جس کے ذریعہ ہم حق کو باطل سے جدا کرتے ہیں اور ہمارے لئے راستہ کو واضح کیا پھر ہمیں متعدد چیزوں میں مبتلا کیا تاکہ روز قیامت ہمارے اوپر حجت قائم ہو جائے۔

خاتمۂ بحث

ہماری پوری گذشتہ بحث میں اہم پہلو یہ تھا کہ ام المومنین زوجۂ رسولؐ عائشہ بنت ابوبکر اہل بیت میں شمار نہیں ہوئی ہیں۔ جن کو ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رکھا اور ہر رجس سے پاک رکھا ہے وہ معصوم ہیں۔

عائشہ کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخری ایام بہت ہی حسرت و یاس اور ندامت میں گذارے ہیں۔ اپنے

اعمال یاد کرتی ہیں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں ۔ شاید خدا ان کے گناہوں کو بخش دے ، کیونکہ اپنے بندوں کے راز سے فقط وہی واقف ہے ، وہی ان کی نیتوں سے باخبر ہے ، وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے ۔ اور سینہ میں مخفی بھید سے واقف ہے ، زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے ہم میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ہم اس کی کسی مخلوق کے بارے میں جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ کریں ، اس کا اختیار تو خدا ہی کو ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔

﴿لِلَّهِ ما في السماوات وما في الأرض وإن تُبدوا ما في أنفسكم أو تخفوه يحاسِبْكم به الله فيغفر لمن يشاءُ ويعذِّبُ من يشاء والله على كل شيء قدير﴾

بقرہ ، ۲۸۴

اللہ ہی کے لئے زمین و آسمان کی کل کائنات ہے

تم اپنے دل کی باتوں کا اظہار کرو یا ان پر پردہ ڈال دو وہ سب کا حساب لے گا ، وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس پر چاہے گا عذاب کرے گا ۔ اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ۔

اس لحاظ سے ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان کی شخصیت کو گرائیں یا ان پر لعنت کریں لیکن ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم ان کی اقتدا نہ کریں اور ان کے اعمال کو اچھا نہ سمجھیں بلکہ ان ہی حقیقت کی وضاحت کے پیش نظر لوگوں کے درمیان بیان کریں ، ممکن ہے اس سے انھیں حق کی ہدایت ملے ۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

لا تكونوا سبّابين ولا لعّانين ولكن قولوا :

كان من فعلهم كذا وكذا لتكون ابلغ في الحجة :

سب و شتم اور لعن و طعن کرنے والے نہ بن جاؤ
لیکن اتنا بہر حال کہو کہ ان کے کارنامے یہ ہیں۔ تاکہ حجت
تمام ہو جائے۔

اہل بیتؑ کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

سردار عترت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:۔

تاللہ لقد عَلِمتُ تبليغ الرسالاتِ، وإتمامَ العِدَاتِ وتمامَ الكلماتِ وعندنا أهلَ البيتِ أبوابُ الحِكَم وضياء الأمرِ [1]

خدا کی قسم مجھے پیغاموں کے پہونچانے وعدوں کے پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا خوب علم ہے ہم اہل بیت نبوت وہ ہیں جن کے پاس علم و معرفت کا خزانہ ہے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں۔

أين الذين زعموا أنهم الرّاسخون في العلم دوننا، كذباً وبغياً علينا ان رفعنا الله ووضعهم، وأعطانا وحرمهم،وأدخلنا وأخرجهم، بنا يستعطى الهُدى ويُستجلى العمى، إنّ الأئمة من قريش غُرسوا في هذا البطن من هاشم لاَ تصلح عَلى سواهم ولا تصلح الولاّة من غيرهم

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۱۸

کہاں ہیں وہ افراد جو جھوٹے ہیں ہم پر ستم روا رکھے ہوئے ہیں، وہ دعویدار علم و حکمت ہیں جبکہ راسخون فی العلم ہم ہیں اللہ نے ہمیں بلند کیا ہے اور انھیں پست قرار دیا ہے ہمیں منصب امامت سے سرفراز کیا ہے اور انھیں محروم رکھا ہے ہم وہ ہیں جن سے ہدایت کے متلاشی ہدایت حاصل کر سکتے ہیں اور گمراہی و تاریکی دور کی جا سکتی ہے، بلاشبہ امام قبیلۂ قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ قبیلۂ بنی ہاشم ہے جن کے صلب سے امام یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گے امامت وہ منصب جلیلہ ہے جو کسی کو زیب نہیں دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اُس کا اہل ہو سکتا ہے۔ [۱]

نحنُ الشّعارُ والأصحابُ، والخزنَة والأبوابُ، لَا تُؤْتَى البيوتُ إلَّا من أبوابها فمن أتاها من غير أبوابها سمّي سارقاً. ثم يذكر أهل البيت فيقول: فيهم كرائمُ القرآن، وهم كنوزِ الرحمٰن، إن نطقوا صدقوا، وإنِ صمتوا لم يُسبقُوا [۲]

ہم اہل بیت رسولؐ کے قرابتدار اور اصحاب خاص اور مخزن نبوت و باب العلم ہیں۔ جو شخص کسی گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے اُس کو چاہیئے کہ دروازہ سے آئے جو دروازہ کو چھوڑ کر

---

[۱] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۴۲

[۲] " " " نمبر ۱۵۲

کسی اور راہ سے داخل ہو وہ چور کہلائے گا، اہل بیت وہ ہیں جن کے بارے میں قرآن کی بے شمار آیتیں اتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں، اگر ہم بولتے ہیں تو سچ اور خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بولنے کا حق نہیں۔

هُم عَيشُ العِلْم وموتُ الجَهلِ، يُخبِرُكم حِلمهم عن علمهم، وصَمتُهُم عن حِكَم منطقِهم، لَا يُخَالفونَ الحقَّ ولَا يختلفونَ فيه، هُمْ دعائمُ الإسلامِ وولائجُ الإعتصامِ، بهم عَادَ الحقُّ في نِصابِهِ، وانزاح الباطِلُ عن مُقامِهِ وانقطعَ لسانُه عن منبتهِ عَقلوا الدِّينَ عقلَ وعايةٍ ورعايةٍ، لا عقلَ سمَاعٍ وروايةٍ، فإنَّ رواة العلم كثيرٌ ورُعاتُه قليلٌ [1]

اہل بیت علم کے لیۓ باعث حیات اور جہالت کے لیۓ سبب مرگ ہیں ان کا حلم ان کے علم کا، ان کا ظاہر ان کے باطن کا اور ان کی خاموشی ان کے کلام کی حکمتوں کا پتہ دیتی ہے۔ وہ نہ تو حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے ستون اور محافظت کے ذمہ دار ہیں ان کی وجہ سے حق اپنی جگہ پلٹ آیا اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس کی زبان اس کی جڑ سے کٹ گئی، انھوں نے دین کو سمجھ کر

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۳۶

اور اس پر عمل کر کے پہچانا نہ کہ روایت و سماعت سے جانا۔
یوں تو علم کے راوی بہت ہیں مگر اس پر عمل پیرا ہو کر نگہداشت
کرنے والے کم ہیں۔

عِتْرَتُه خيرُ العترْ وأسرتُه خيرُ الأسرْ وشجرتُهُ
خير الشّجر نبتت في حرم وبسقتْ في كرم لها
فروع طوال وثمرة لا تُنال. له

نحنُ شجرةُ النّبوة، ومحطّ الرسالة،
ومختلف الملائكة، ومعادن العلم، وينابيع
الحِكم، ناظرنا ومُحبّنا ينتظر الرحمة، وعدوّنا
ومبغضنا ينتظر السطوة ٢ه

رسولِ مقبول کی عترت بہترین عترت ہے اور سیرت
بہترین سیرت ہے۔ شجرۂ نبوت بہترین شجرہ ہے اور ایسا شجرہ
ہے جو سرزمین حرم پر اگا اور بزرگی کے سائے میں بڑھا اس
کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں۔

ہم اہل بیت، نبوت کے درخت، رسالت کی
قیام گاہ، ملائکہ کی فرودگاہ، علم کا معدن، اور حکمت کے سرچشمہ
ہیں، ہماری نصرت کرنے والا رحمت کے لئے چشم براہ ہے
اور ہم سے دشمنی و عناد رکھنے والے کو قہر الہی کا منتظر رہنا چاہیئے

له نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۴
٢ه " " نمبر ۱۰۷

نحن النجباء، وأفراطنا أفراط الأنبياء، وحزبنا حزب الله عز وجلّ، والفئة الباغية حزب الشيطان، ومن سوّى بيننا وبين عدوّنا فليس منّا.

فأين تذهبون وأنّى تؤفكون؟ والأعلام قائمةٌ والآياتُ واضحةٌ، والمنارُ منصوبةٌ فأين يُتاهُ بكم، بل كيف تعمهون وبينكم عترةُ نبيكم وهم أزمّة الحقّ، وأعلام الدّين، والْسنةُ الصّدق، فانزلوهم باحسن منازل القرآن ورِدُوهم ورود الهيم العطاش. [1]

أيها الناس خذوها من خاتم النبيين صلّى الله عليه وآله وسلّم: إنّه يموتُ من ماتَ منّا وليس بميّتٍ، ويبلى من بلي منّا وليس ببال، فلا تقولوا بما لاّ تعرفون فإنّ أكثر الحقّ فيما تنكرون، واعذروا من لاّ حجة لكم عليهوأنا هو، ألم أعمل فيكم بالثقل الأكبر، وأترك فيكم الثقل الأصغر وركزتُ فيكم راية الإيمان [2]

ہم اشراف قریش ہیں ہماری بلندی انبیاء کی بلندی ہے ہمارا گروہ اللہ کا گروہ ہے اور فتنہ پروروں کا گروہ شیطان

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۸۵

[2] 〃 〃 نمبر ۸۵

کا گروہ ہے۔

اے لوگو تم کہاں جا رہے ہو اور تمھیں کدھر موڑا جا رہا ہے جبکہ ہدایت کے بلند نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں اور تمھیں کہاں بہکایا جا رہا ہے اور تم ہو کر ادھر ادھر بھٹک رہے ہو جبکہ تمھارے نبی کی عترت تمھارے درمیان موجود ہے، وہ حق کی باگیں دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں، پس تم لوگ قرآن کی تنزیل کو اچھی طرح سمجھ لیتے ہو۔ لوگوں کو ہی ان کے پاس پیاسے اونٹوں کی طرح انکے سرچشمۂ ہدایت پر لے آؤ۔

اے لوگو! حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد کو سنو کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا: ہم میں جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے، ہم میں سے بظاہر مردہ ہو کر بوسیدہ ہو جاتا ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا ہے جو باتیں تم نہیں جانتے ہو ان کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو اس لئے کہ حق کا بیشتر حصہ انہیں چیزوں میں ہوتا ہے جن سے تم بیگانہ و ناآشنا ہو جس شخص کی حجت تم پر تمام ہو اور تمھاری حجت کوئی اس پر تمام نہ ہو اس کو معذور سمجھو اور وہ میں ہوں۔ کیا میں تمھارے سامنے ثقل اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا اور ثقل اصغر (اہل بیت) کو تم میں نہیں رکھا۔

أنظروا أهل بيت نبيّكم فالزموا سمتهم واتبعوا
أثرهم فلن يخرجوكم من هدى، ولن يعيدوكم
في ردى، فإن لبدوا فالبدوا، وإن نهضوا فانهضوا،
ولا تسبقوهم فتضلّوا، ولا تتأخروا عنهم فتهلكوا

اپنے نبی کی ذریت یعنی اہل بیت کی سیرت پر چلو
اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو وہ تمہیں کبھی ہدایت سے باہر
نہیں ہونے دیں گے اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف جانے
دیں گے، اگر وہ کہیں ٹھہریں تو تم بھی ٹھہر جاؤ اگر وہ اٹھیں تو
تم بھی اٹھ کھڑے ہو، ان سے آگے نہ بڑھ جاؤ ورنہ گمراہ ہو
جاؤ گے اور نہ انھیں چھوڑ کر پیچھے رہ جاؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ
گے۔ لہ

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے یہ ارشادات خصوصاً اہل بیتؑ طاہرینؑ سے متعلق ہیں کہ جن سے اللہ نے رجس وکثافت سے ایسے پاک رکھا ہے جو حق ہے۔

اگر ہم ان کی اولاد میں سے ہونے والے ان ائمہ کے اقوال کی چھان بین کرتے کہ جنھوں نے لوگوں کے درمیان خطبے دیئے ہیں۔ جیسے امام حسنؑ اور امام حسینؑ، زین العابدینؑ، و جعفرؑ صادق، اور امامؑ علی رضا علیہم السلام تو ہمیں بالکل وہی کلام ملتا جو آپ (علیؑ) کا ہے۔ اور وہ انھیں باتوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ملتے جن کی طرف آپ اشارہ فرما چکے ہیں اور ہر زمانہ اور

لہ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۵

ہر جگہ کتاب خدا اور عترت رسولؐ کی طرف لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں تاکہ انھیں گمراہی سے نکال کر راہ ہدایت پر گامزن کر دیں۔

یہاں میں اس بات کا اور اضافہ کر دوں کہ عصمت اہلبیتؑ پر تاریخ بہترین گواہ ہے، ان کا علم و تقویٰ اور زہد و ورع، جود و کرم و بردباری و عفو و بخشش اور وہ تمام افعال جسے خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں۔

اسی طرح تاریخ اس بات پر بھی بہترین شاہد ہے کہ اس امت میں سے صوفی اور شیخ طریقت میں سے بعض افراد اور مذاہب کے پیشوا موجودہ اور گذشتہ زمانہ کے صالح علماء سب کو اہل بیتؑ کی افضلیت کا اعتراف ہے اور علم و عمل کے لحاظ سے انھیں سب سے بلند قرار دیتے ہیں نیز رسولؐ کے مخصوص قرابتدار کہتے ہیں۔

ان تمام باتوں کے باوجود ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں" ہے کہ وہ اہل بیت کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا اور انھیں اس طرح پاک رکھا جو حق ہے۔ جنھیں رسولؐ نے کسا کے نیچے جمع کیا اُن میں نبیؐ کی ازواج کا اضافہ کرے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ بخاری و مسلم و ترمذی، امام احمد اور نسائی نے اپنی اپنی صحاح اور مسانید میں احادیث فضائل نقل کرتے وقت اہل بیت کو ازواج نبیؐ سے علیحدہ طور پر بیان کیا ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں باب فضائل علی ابنؑ ابیطالب میں بیان

۱؎ صحیح بخاری جلد ۷، ص ۱۳۰

ہوا ہے کہ زید ابن ارقم نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

آگاہ ہو جاؤ میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں
چھوڑنے والا ہوں، ایک کتاب خدا کہ جو حبل اللہ ہے جس نے
اس کی پیروی کی اس نے ہدایت پائی اور جس نے اسے چھوڑ دیا
وہ گمراہ ہوا۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں خدا کی یاد دلاتا
ہوں میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں خدا کی یاد دلاتا
ہوں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔

ہم نے کہا کیا آپ کے اہل بیتؑ میں آپ کی ازواج
بھی ہیں؟ فرمایا: نہیں خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایک
زمانہ تک رہتی ہے جب وہ اسے طلاق دے دیتا ہے تو وہ
اپنے ماں باپ کی طرف پلٹ جاتی ہے۔ ان کے اہل بیت انکے
خاندان والے وہ لوگ ہیں جن پر آپؐ کے بعد صدقہ حرام ہے۔[1]

اسی طرح بخاری و مسلم میں نزول آیۂ تیمم کے واقعہ کے ذیل میں
یہ شہادت بھی ملتی ہے کہ عائشہ ابوبکر کی اولاد میں نبیؐ کی آل سے نہیں ہیں۔[2]

پس ان کینہ پروروں کو جن کی کوشش فتنہ پردازی اور ٹھوس
حقائق کو پامال کرنا ہے انھیں اس بات پر اصرار کیوں ہے؟

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲، ص ۱۲۳ باب فضائل علی ابن ابیطالب
[2] " بخاری جلد ۱ ص ۸۶، مسلم جلد ۱ ص ۱۹۰

وہ شیعوں پر فقط اس لئے سب و شتم کرتے ہیں کہ شیعہ ام المومنین (عائشہ) کو اتنی فضیلت نہیں دیتے ہیں (اگر برا بھلا کہنے کا بھی معیار ہے تو) اپنی صحاح اور اپنے ان علما کو کیوں برا نہیں کہتے جنھوں نے ازواج نبیؐ کو اہل بیت کے زمرہ سے نکالا ہے۔

﴿يا أيها الذين آمنوا اتّقوا الله وقولوا قولاً سديداً، يُصلح لكم أعْمَالكم ويغفر لكم ذنوبكُمْ ومن يطع الله ورسولَهُ فقد فازَ فوزاً عظيماً﴾

احزاب، آیت ۷۱

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو تاکہ وہ تمھارے اعمال کی اصلاح کر دے اور تمھارے گناہوں کو بخش دے اور جو بھی خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی کے درجہ پر فائز ہو گا۔

چوتھی فصل

عام صحابہ سے متعلق

بے شک تمام شرعی احکام اور اسلامی عقائد ہم تک صحابہ کے ذریعہ پہونچے ہیں اور کوئی بھی اس بات کا دعویدار نہیں ہے کہ وہ کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے ذریعہ خدا کی عبادت نہیں کرتا ہے اور ان دونوں بنیادی مصدروں تک دنیا کے ہر مسلمان کی رسائی کا ذریعہ صحابہ ہی ہیں۔

چونکہ رسولؐ کے بعد صحابہ کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا اور وہ متفرق ہوگئے اور ایک دوسرے پر سب وشتم اور لعنت و مذمت کرنے لگے یہاں تک کہ بعض نے بعض کو قتل کردیا اس حالت کے ہوتے ہوئے ان سے بغیر چھان بین کے احکام حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اور اسی طرح ان کے حالات کا مطالعہ کئے بغیر اور ان کی تاریخ پڑھے بغیر کہ حیات نبیؐ اور بعد نبیؐ ان کے کیا کارنامے تھے ان کے حق میں یا ان کے خلاف حکم لگانا ممکن نہیں ہے ہم حق کو باطل سے اور مومن

کو منافق سے جدا کرتے ہیں اور پلٹ جانے والوں سے شکر گذاروں کو پہچانتے ہیں۔

جبکہ تمام اہلسنت اس بات کو اہمیت نہیں دیتے ہیں اور صحابہ پر تنقید و تبصرہ کرنے کو شدت سے منع کرتے ہیں اور ان پر بلا استثنا ایسے ہی درود بھیجتے ہیں جیسے محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجتے ہیں۔

اہلسنت والجماعت سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ کیا صحابہ پر تنقید و جرح کرنے سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یا اس سے کتاب (خدا) و سنت (رسولؐ) کی مخالفت لازم آتی ہے؟

اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے مجھے حیات نبیؐ اور حیات نبیؐ کے بعد بعض صحابہ کے اعمال و اقوال پیش کرنا پڑیں گے۔ اس کا جواب ہمیں علمائے اہلسنت کی صحاح و مسانید اور تواریخ سے بھی مل جائے گا اس سلسلہ میں شیعوں کی کتابوں کا تذکرہ ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ کے بارے میں شیعوں کا موقف شہرت یافتہ ہے پھر یہ بات زیادہ توضیح کی محتاج بھی نہیں ہے۔

میں تمام شبہات کو رفع کئے دیتا ہوں تاکہ مد مقابل کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے جس سے وہ میرے اوپر احتجاج کرے۔ واضح رہے کہ اس فصل میں ہم جہاں بھی صحابہ کے متعلق گفتگو کریں گے اس سے تمام صحابہ مراد نہیں ہیں۔ بلکہ بعض صحابہ مراد ہیں۔ ظاہر ہے کہ بعض میں کبھی اکثریت ہوتی ہے اور کبھی اقلیت۔ اس چیز کو تو ہم بحث ہی سے سمجھ پائیں گے اس لئے کہ فتنہ پرور ہمارے اوپر اتہام لگاتے ہیں کہ ہم صحابہ کے خلاف ہیں، ہم صحابہ پر سب و شتم کرتے ہیں۔ اس طرح وہ سامعین کو بھڑکاتے ہیں اور تحقیق کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ جبکہ ہم صحابہ کو سب و شتم سے پاک سمجھتے ہیں۔

اور ہم ان صحابہ کی خوشنودی کے خواہاں ہیں جنھیں قرآن میں شاکرین کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ہاں جو لوگ نبیؐ کے بعد اپنے پچھلے پاؤں لوٹ گئے اور مرتد ہوگئے اور اکثر مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بنے، ان پر تبرا کرتے ہیں، ان پر ہم سب لعن طعن کرتے ہیں، ہم تو صرف ان کے افعال کو منکشف کرتے ہیں جنھیں مورخین و محدثین نے بیان کیا ہے۔ تاکہ تحقیق کرنے والے کے لئے حق روشن ہو جائے یہ بھی ہمارے سنی بھائیوں کو برا لگتا ہے۔ اور وہ اسے سب و شتم کا نام دیتے ہیں۔

جب قرآن مجید نے حق بیان کرنے میں تامل سے کام نہیں لیا بلکہ اسی نے ہمارے لئے یہ دروازہ وا کیا ہے اور اسی نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ صحابہ میں سے کچھ منافقین، فاسقین، ظالمین، مکذبین، مشرکین اور کفر کی طرف پلٹ جانے والے تھے اور خدا اور رسولؐ کو اذیت دینے والے تھے۔

جب رسولؐ کہ جو اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے اور خدا کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کرتے انھوں نے ہمارے لئے تبرے کا باب کھولا ہے اور انھوں نے ہمیں یہ خبر دی کہ صحابہ میں مرتدین، مارقین، ناکثین، قاسطین اور انھیں میں سے وہ شخص بھی ہے جو جہنم میں داخل ہوگا اور صحابیت اسے کچھ فائدہ نہ پہونچائے گی بلکہ یہ صحبت (رسولؐ) اس پر حجت ہو جائے گی جو اس کے عذاب میں اضافہ کا سبب بنے گی۔

اس کے باوجود ہم ان سے بیزاری اختیار نہ کریں جبکہ قرآن مجید اور سنت رسولؐ اس کی شہادت دے رہی ہے اہلسنت صحابہ پر تنقید کرنے سے اس لئے منع کرتے ہیں تاکہ حق آشکار نہ ہونے پائے اور مسلمانوں کو اس کی معرفت نہ ہونے پائے کہ وہ اولیائے خدا سے محبت اور دشمن خدا و رسولؐ سے نفرت کرنے لگیں۔

ایک روز میں تیونس کے دارالحکومۃ کی بڑی مسجد میں (نماز پڑھنے کے لئے) گیا فریضہ کی ادائیگی کے بعد امام صاحب نمازیوں کے درمیان بیٹھے اور صحابہ پر سب وشتم کرنے والے لوگوں کو برا بھلا کہنے اور انھیں کافر ثابت کرنے لگے۔ انھوں نے اپنی بحث کو طول دیتے ہوئے کہا:

ان لوگوں سے ہوشیار رہو جو حق کی معرفت اور علمی بحث کے دعووں کے پردے میں صحابہ کی عزت سے کھیلتے ہیں، ان پر خدا اور رسولؐ و ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہو۔ وہ لوگوں کو ان کے دین کے بارے میں شکوک کرنا چاہتے ہیں جبکہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ:

"جب میرے صحابی کے بارے میں
تمھارے پاس کوئی غلط خبر پہونچے تو تم
خاموش رہنا اس لئے کہ اگر تم (کوہ)
احد کے برابر سونے کا انفاق کروگے
تب بھی (ان کی عظمت کے) دسویں
حصہ کے برابر تمھیں عظمت نہیں ملے گی"

شیعت کی طرف مائل میرے ایک ساتھی نے اس کی بات کا سلسلہ یہ کہتے ہوئے منقطع کر دیا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور رسولؐ کی طرف اس کی نسبت دینا غلط ہے۔

میرے ساتھی کی اس بات سے پیش امام اور بعض حاضرین مسجد آپے سے باہر ہوگئے اور پیشانیوں پر بل ڈال کر ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے نرمی اختیار کی اور پیش امام سے کہا: میرے سید و سردار شیخ جلیل اس

مسلمان کی کیا تقصیر ہے جو قرآن مجید میں اس آیت کی تلاوت کرتا ہے :

﴿وما محمّد إلاّ رسولٌ قد خلتْ من قبله الرسل أفإن مات أو قتل إنقلبتم على أعقابكم، ومن ينقلب على عقبيه فلن يضرّ الله شيئاً وسيجزي الله الشاكرين﴾ آل عمران آیت ۱۴۴

اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے، تو جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدا تو عنقریب شکر گذاروں کو ان کی جزا دے گا۔

اور اس مسلمان کا کیا گناہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں اپنے صحابہ سے متعلق رسول کا یہ قول دیکھتا ہے۔

قیامت کے دن تمھیں شمال کی طرف لے جایا جائے گا تو میں پوچھوں گا کہ کہاں ؟ جواب ملے گا جہنم میں۔ خدا کی قسم میں پھر کہوں گا: پروردگارا یہ میرے صحابی ہیں، جواب دیا جائے گا تمھیں نہیں معلوم انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا، یہ کافر ہی رہے، تو میں کہوں گا خدا غارت کرے ان کو کہ جنھوں نے میرے بعد شریعت بدلی، اور میں مخلصین کو بہت کم پاتا ہوں۔

وہ سب میری طرف کان لگائے خاموشی کے عالم میں میری بات سن رہے تھے، بعض افراد نے مجھ سے معلوم کیا، کیا آپ وثوق کے ساتھ

کہہ رہے ہیں کہ یہ روایت بخاری میں موجود ہے ؟ میں نے جواب دیا جی ہاں میں اتنے ہی یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں جیسا مجھے خدا کے واحد ہونے اور اس کے شریک نہ ہونے کا یقین ہے۔ اور اس بات کا یقین ہے محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جب پیش امام صاحب نے دیکھا کہ میرے احادیث بیان کرنے سے لوگوں پر اثر ہو رہا ہے تو انھوں نے کہا: ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ فتنہ دبا ہوا ہے خدا اس پر لعنت کرے جو اسے بھڑکائے۔

میں نے کہا: حضور فتنہ بھڑکا ہوا ہے دبا نہیں ہے۔ لیکن ہم سو رہے ہیں۔ ہم میں سے حق کی معرفت کے لئے جو بیدار ہو جاتا ہے۔ اور آنکھیں کھول لیتا ہے تو آپ اس پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ یہ فتنہ کو ہوا دے رہا ہے۔ بہرحال تمام مسلمانوں کی یہی خواہش ہے کہ وہ کتاب خدا اور سنت رسول کا اتباع کریں وہ ہمارے ان بزرگوں کا اتباع نہیں کرنا چاہتے جو معاویہ و یزید اور ابن عاص سے راضی ہو گئے۔

میری بات کو امام نے یہ کہتے ہوئے کاٹ دیا کہ کیا تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، کاتب وحی سے راضی نہیں ہو؟ میں نے کہا اس موضوع کی شرح بہت طویل ہے اگر اس سلسلہ میں آپ میرا نظریہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو اپنی کتاب "ثم اھتدیت" ہدیہ کرتا ہوں شاید وہ آپ کو گہری نیند سے بیدار کر دے اور آپ کی آنکھوں کے سامنے بعض حقائق کو آشکار کر دے۔ پیش امام صاحب نے تردد کے ساتھ میری بات اور ہدیہ قبول کر لیا۔ لیکن ایک ماہ کے بعد انھوں نے مجھے بہترین خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی اور ولایت اہل بیت علیہم السلام کو آشکار کیا۔ میں نے ان سے اس

خط کو ثم اهتدیت کے تیسرے ایڈیشن میں شایع کرنے کی اجازت طلب کی کیونکہ اس میں مودۃ کے معنی اس روح باصفا کا تذکرہ تھا کہ جس نے حق پہچانتے ہی اپنالیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اکثر اہلسنت حقائق کی طرف مائل تو ہیں بس پردہ ہٹنے کی دیر ہے لیکن انھوں نے تحریر فرمایا کہ اس خط کو مخفی رکھا جائے شائع نہ کیا جائے کیونکہ پیش امام صاحب کو اپنے مقتدیوں کو مطمئن و قانع کرنے کے لیئے خاصا وقت چاہیئے ، ان کی تعبیر کے مطابق ان کی کوشش بھی یہی ہے کہ ان کی دعوت (حق) بغیر کسی ہرج و مرج کے مکمل ہو جائے

ہم اپنے مضمون کی طرف پلٹتے ہیں۔ گفتگو صحابہ کے متعلق ہو رہی تھی تاکہ ہم اس تلخ حقیقت کا انکشاف کریں جسے قرآن مجید اور سنت رسُول نے بیان کیا ہے۔

اس کا آغاز ہم کلام خدا سے کرتے ہیں کیونکہ اس میں کسی طرف سے بھی باطل داخل نہیں ہو سکتا ہے پس وہ قول فیصل اور صحیح حکم ہے بعض صحابہ کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿ومن أهل المدينة مردوا على النّفاق لا تعلمهم، نحن نعلمهم سنعذّبهم مرتين ثم يردّون إلى عذابٍ عظيم﴾ توبہ / آیت ۱۰۱

اہل مدینہ میں وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے لیکن ہم خوب جانتے ہیں عنقریب ہم ان پر دہرا عذاب کریں گے اور پھر یہ عظیم عذاب کی طرف پلٹا دیئے جائیں گے ۔

﴿يحلفون بالله ما قالوا، ولقد قالوا كلمة

الكفر، وكفروا بعد إسلامهم وهمّوا بما لم ينالوا﴾

یہ اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ایسا نہیں کیا حالانکہ انھوں نے کلمۂ کفر کہا ہے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں انھوں نے وہ ارادہ کیا جو حاصل نہ کر سکے۔ توبہ ۷۴

﴿ومنهم من عاهد الله لئن أتانا من فضله لنصدّقنّ ولنكوننّ من الصّالحين فلما أتاهم من فضله بخلوا به وتولّوا وهم معرضون، فأعقبهم نفاقاً في قلوبهم الى يوم يلقونه بما أخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون﴾ توبہ آیت ۷۷

ان میں وہی ہیں جنھوں نے اپنے خدا سے عہد کیا کہ اگر وہ اپنے فضل وکرم سے کچھ عطا کر دے گا تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بخل سے کام لیا اور کنارہ کش ہو کر پلٹ گئے تو ان کے بخل نے ان کے دلوں میں نفاق راسخ کر دیا اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات کریں گے کیونکہ انھوں نے خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولے ہیں۔

﴿الأعرابُ أشدّ كفراً ونفاقاً وأجدرُ ألاّ يعلموا حدودَ ما أنزل الله على رسوله والله عليم حكيم﴾

یہ دیہاتی کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ جو کتاب خدا نے اپنے رسول پر نازل کی ہے

اس کے حدود اور احکام کو نہ پہچانیں اور اللہ خوب جاننے والا
اور صاحب حکمت ہے۔ توبہ / آیت / ۹۷

﴿ومن الناس من يقول آمنّا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين يخادعون الله والذين آمنوا وما يخدعون إلاّ أنفسهم وما يشعرون، في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً ولهم عذابٌ أليم بما كانوا يكذبون﴾

کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا اور آخرت پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ صاحب ایمان نہیں ہیں یہ خدا اور صاحبان ایمان کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ اپنے ہی کو دھوکا دیتے رہے ہیں اور اس کو سمجھتے بھی نہیں ہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے جس کو خدا نے نفاق کی بنا پر اور بڑھا دیا ہے اب اس جھوٹ کے عوض میں انھیں دردناک عذاب ملے گا۔

* ﴿إذا جاءك المنافقون قالوا نشهد إنّك لرسول الله، والله يعلَمُ إنّك لرسولُه والله يشهد إنّ المنافقين لكاذبون، إتّخذوا أيمانهم جُنّة فصدّوا عن سبيل الله إنّهم ساء ما كانوا يعملون، ذلك بأنهم آمنوا ثم كفروا فطُبع على قلوبهم فهم لاَ يفقهون﴾

(اے میرے پیغمبر) یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں انھوں نے اپنی قسموں کو

سپر بنا لیا ہے اور لوگوں کو راہ خدا سے روک رہے ہیں یہ ان کے بدترین اعمال ہیں کہ جو یہ انجام دے رہے ہیں یہ اس لئے ہے کہ یہ پہلے ایمان لائے پھر کافر ہوگئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو اب کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں۔ منافقون آیت ۲

﴿ألم تر إلى الذين يزعمون أنهم آمنوا بما أنزل إليك وما أنزل من قبلك يريدون أنْ يتحاكموا إلى الطّاغوت وقد أُمرُوا أن يكفروا به، ويريد الشيطان أن يُضلّهم ضلالاً بعيداً، وإذا قيل لهم تعالوا إلى ما أنزلَ الله وإلى الرسول رأيتَ المنافقين يصدّون عنك صدوداً، فكيف إذا أصابتهم مصيبة بما قدّمتْ أيديهم ثم جاؤوكَ يحلفون بالله إن أردنا إلّا إحساناً وتوفيقاً﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال یہ ہے کہ وہ آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لے آئے ہیں اور پھر یہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس فیصلہ کرائیں جبکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں گمراہی میں دور تک کھینچ کر لے جائے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حکم خدا اور اس کے رسول کی طرف آؤ تو تم منافقین کو دیکھو گے کہ وہ شدت سے انکار کر دیتے ہیں پس اس وقت کیا ہوگا جب ان پر ان کے اعمال کی بنا پر مصیبت نازل ہوگی اور وہ آپ کے پاس آکر خدا کی قسم کھائیں گے کہ ہمارا مقصد فقط نیکی کرنا اور اتحاد پیدا کرنا تھا۔ نساء آیت ۶۲

* ﴿إنّ المنافقين يخادعون الله وهو خادِعُهُم وإذا قاموا إلى الصّلاة قاموا كُسالى يُرَاؤون النّاسَ ولاَ يذكرون الله إلاّ قليلاً﴾ [النساء: 142].

منافقین خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور خدا انھیں دھوکے میں رکھنے والا ہے اور یہ نماز کے لئے اٹھتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

* ﴿وإذا رأيتهم تعجبك أجسامهم وإن يقولوا تسمع لقولهم كأنهم خُشُبٌ مسندة يحسبون كل صيحة عليهم،هم العدو فاحذرهم قاتلهم الله أنّى يؤفكون﴾ [المنافقون: 4]

اور جب آپ انھیں دیکھیں گے تو ان کے جسم بہت اچھے لگیں گے اور بات کریں گے تو اس طرح کہ آپ سننے لگیں لیکن حقیقت میں یہ ایسے ہیں جیسے دیوار سے لگائی ہوئی سوکھی لکڑیاں کہ ہر چیخ کو اپنے ہی خلاف سمجھتے ہیں اور یہ واقعاً دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہیئے خدا انھیں غارت کرے یہ کہاں بہکے چلے جا رہے ہیں۔

* ﴿قد يعلمُ الله المعوّقين منكم والقائلين لإخوانهم هلمّ إلينا ولا يأتون البأسَ إلاّ قليلاً، أشحّةً عليكم فإذا جاء الخوف رأيتهم ينظرون إليك تدورُ أعينهم كالذي يُغشى عليه من الموتِ، فإذا ذهب الخوفُ سلقوكم بألسنةٍ حدادٍ أشحّةً على الخير أولئك لم يؤمنوا فأحبط اللّهُ أعمالهم وكان ذلك على الله يسيراً﴾ [الأحزاب: 19].

خدا ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو جنگ سے روکنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والے ہیں کہ ہماری طرف آجاؤ اور یہ خود میدان جنگ میں بہت کم آتے ہیں یہ تم سے جان چراتے ہیں اور جب خوف سامنے آجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی ہیں جیسے موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف چلا جائے گا تو آپ پر تیز تر زبانوں کے ساتھ حملہ کریں گے اور انھیں مال غنیمت کی حرص ہوگی۔ یہ لوگ شروع ہی سے ایمان نہیں لائے ہیں لہٰذا خدا نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا ہے اور خدا کے لئے یہ کام بڑا آسان ہے۔

* ﴿ومنهم من يستمع إليك حتّى إذا خرجوا من عندك قالوا للّذين أوتوا العلم ماذا قالَ آنفاً، أولئك الذين طبع الله على قلوبهم واتّبعوا أهواءهم﴾ [محمد: 16].

اور ان میں سے کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو آپ کی باتیں بظاہر غور سے سنتے ہیں اور اس کے بعد جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان سے کہتے ہیں کہ انھوں نے ابھی کیا کہا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور انھوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کر لیا ہے۔

* ﴿أم حسب الذين في قلوبهم مرضٌ أن لن يخرج اللهُ أضغانهم،

ولو نشاء لأريناكهم فلعرفتهم بسيماهم ولتعرفنهم
في لحن القول والله يعلم

کیا جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا ان کے دلوں کے کینوں کو باہر نہیں لائے گا اور اگر ہم چاہتے تو تمہیں ان لوگوں کو دکھا دیتے تو آپ ان کی پیشانی ہی سے ان کو پہچان لیتے۔ اور تم انھیں ان کے انداز گفتگو ہی سے ضرور پہچان لوگے اور خدا تمہارے اعمال سے واقف ہے۔

سیقول لک المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا واھلونا فاستغفر لنا یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم۔۔۔۔ (الفتح۔۱)
عنقریب یہ پیچھے رہ جانے والے گنوار آپ سے کہیں گے کہ ہمارے اموال اور اولاد نے مصروف کر دیا تھا لہذا آپ ہمارے حق میں استغفار کریں

یہ لوگ اپنی زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے۔

قرآن مجید کی یہ واضح آیتیں ان لوگوں کے نفاق کو بیان کر رہی ہیں جو مخلص صحابہ کی صفوں میں ایسے دھنس گئے تھے کہ اگر وحی کے ذریعہ خدا نہ بتاتا تو رسولؐ سے بھی ان کی حقیقت کو نہ سمجھ پاتے۔

لیکن ہمیشہ اہلسنت پر یہ ہمارا اعتراض رہا ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ منافقین سے ہمیں کیا سروکار صحابہ منافق نہیں ہیں۔ یا کہتے ہیں کہ جو منافقین ہیں وہ صحابہ نہیں ہیں لیکن جب آپ ان سے سوال کریں گے کہ وہ منافقین کون لوگ ہیں جن کے بارے میں سورہ توبہ اور منافقون میں ایک سو پچاس سے زیادہ آیتیں نازل ہوئیں تو وہ جواب دیں گے کہ وہ عبد اللہ ابن ابی اور عبد اللہ ابن ابی سلول ہیں ان کے پاس ان دو ناموں

کے علاوہ تیسرا کوئی نام نہیں ہے۔

سبحان اللہ! منافقین کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ نبیؐ بھی ان میں سے بہت سوں کو نہیں جانتے تھے۔ تو پھر نفاق کو ابن ابی اور ابن ابی سلول میں کیسے منحصر کیا جاسکتا ہے؟ کہ جن کو تمام مسلمان جانتے تھے۔

اور جب رسولؐ ان میں سے بعض کو جانتے تھے اور آپ نے حذیفہ یمانی کو ان کے نام بھی بتادیئے تھے، جیسا کہ تم خود کہتے ہو۔ اور انھیں ان ناموں کے نقل کرنے سے منع کیا تھا۔ یہاں تک کہ عمر ابن خطاب نے اپنی خلافت کے زمانہ میں حذیفہ سے اپنے متعلق دریافت کیا کہ کیا میرا نام بھی منافقین کی فہرست میں ہے؟ کیا نبیؐ نے میرا نام بھی بتایا ہے جیسا تم اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہو؟[1]

اور جب رسولؐ نے منافقین کی ایک علامت بتادی تھی کہ جس سے وہ پہچانے جاتے تھے اور وہ علامت ہے بغض علیؑ ابن ابیطالب جیسا کہ تم اپنی صحاح میں لکھتے ہو۔[2]

پس وہ صحابہ کون ہیں جنھیں تم بلند مقام دیتے اور جن کیلئے رضی اللہ عنہ کہتے ہو جبکہ انھیں علیؑ سے اتنا بغض ہوگیا تھا کہ آپ سے جنگ کی، آپ کو قتل کیا آپؑ کی زندگی اور موت کے بعد آپؑ پر اور آپؑ کے اہل بیت و محبین پر لعنت کی اور یہ سب تمھارے نزدیک اصحاب اخیار ہیں!

رسولؐ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ حذیفہ یمانی کو ان (منافقوں) کے نام بتادیں اور مسلمانوں کو منافقوں کی علامت بتادیں تاکہ لوگوں پر حجت قائم

---

[1] کنز العمال جلد ۷، ص۲۴، تاریخ ابن عساکر جلد ۴، ص۹۷، احیاء العلوم جلد ۱، ص۱۲۹

[2] صحیح مسلم ج ۱، ص۶۱، ترمذی ج ۵، ص۳۰۶، سنن نسائی ج ۸، ص۱۱۶، کنز العمال جلد ۱۵، ص۱۰۵

ہو جائے اور بعد میں نہ کہہ سکیں کہ ہمیں کچھ معلوم ہی نہ تھا۔

آج اہل سنت کے اس قول کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ "ہم امام علی رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ سے محبت رکھتے ہیں، ان کے لئے ہمارا یہ مشورہ ہے کہ قلب مومن میں ولی خدا اور دشمن خدا کی محبت جمع نہیں ہوتی ہے۔ خود امام علیؑ نے فرمایا ہے کہ:

جو ہم کو اور ہمارے دشمنوں کو برابر قرار دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ لہ

پھر قرآن نے جہاں صحابہ کے بارے میں گفتگو کی ہے وہاں انکے کچھ اور اوصاف بھی بیان کئے ہیں، اور ان کی شناخت بتائی ہے۔ جب ہم ان میں سے مخلص صحابہ کو علیحدہ کر لیتے ہیں تو باقی کو قرآن حکیم فاسق، خائن، متخاذلین، ناکثین واپس پلٹ جانے والے، خدا و رسولؐ پر شک کرنے والے، میدان جہاد سے فرار کرنے والے، حق کے منکر، حکم خدا و رسولؐ کا عصیان کرنے والے، جہاد سے جی چرانے والے، ہوائے نفس اور تجارت کے رسیا، تارک الصلوٰۃ، قول و فعل میں تضاد رکھنے والے، اپنے اسلام سے رسولؐ پر احسان جتلانے والے، سنگ دل، حق کو قبول نہ کرنے والے، خدا سے خوف نہ کھانے والے، نبیؐ کی آواز پر آواز بلند کرنے والے، رسولؐ کو اذیت دینے والے، منافقین کی باتوں پر کان نہ دھرنے والے قرار دیتا ہے۔

ہمیں اس مختصر مقدار پر ہی اکتفا کرنی چاہیئے، کیونکہ اس موضوع پر بہت سی آیات موجود ہیں جنھیں ہم نے اختصار کے پیش نظر قلم بند نہیں کیا ہے۔ لیکن احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے ان آیات میں سے بعض کا تذکرہ کر دینا ضروری ہے۔

لہ نہج البلاغہ جلد ۱ ص۱۵۵

کہ جو صحابہ کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں ۔ اور وہ ان صفات سے متصف بھی تھے ۔ لیکن وہ سیاست کے طفیل میں بعد رسول اور سلسلہ وحی کے انقطاع کے بعد سارے عادل ہو گئے اور اب کسی مسلمان میں ان کے متعلق کسی قسم کی تنقید کی جرات نہیں ہے ۔

قرآن بعض صحابہ کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے

منافقین والی آیتوں میں معاند کا تو وہم بھی نہیں ہوتا ہے منافقین کو صحابہ سے جدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جیساکہ اہل سنت کا قول ہے۔ ہم نے مومنین سے مخصوص آیات کو سلسلہ وار جمع کیا ہے ۔

قرآن مجید میں خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿یا أیها الذین آمنوا ما لکم إذا قیل لکم انفروا في سبیل الله إثّا قلتم إلی الأرض، أرضیتم بالحیاة الدنیا من الآخرة فما متاع الحیاة الدنیا في الآخرة إلّا قلیل﴾

توبہ، آیت ۳۸ و ۳۹

اے ایمان لانے والو تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ راہ خدا میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین سے چپک کر رہ گئے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا سے راضی ہو گئے ہو تو یاد رکھو کہ آخرت میں اس متاع زندگانی دنیا کی حقیقت بہت قلیل ہے

﴿يا أيها الذين آمنوا من يرتدَّ منكم عن دينه،
فسوف يأتيَ الله بقوم يحبّهم ويحبّونه أذلّة على المؤمنين
أعزّة على الكافرين يجاهدون في سبيل الله ولاَ يخافون
لومةَ لاَئمٍ ذلك فضلُ الله يؤتيه من يشاء والله واسع عليم﴾

اے صاحبان ایمان تم میں سے جو بھی اپنے دین سے
پلٹ جائے گا تو عنقریب خدا ایک قوم کو لے آئے گا جو اس کی محبوب
اور اس سے محبت کرنے والی، مومنین کے سامنے خاکسار اور
کفار کے سامنے صاحب عزت، راہ خدا میں جہاد کرنے والی اور کسی
ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والی ہوگی یہ فضل خدا
ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، وہ صاحب وسعت اور علیم
و دانا بھی ہے۔ مائدہ، آیت ۵۴

﴿يا أيها الذين آمنوا لاَ تخونوا اللَّهَ والرسولَ،
وتخونوا أماناتكم وأنتم تعلمون واعلموا أنّما أموالكم
وأولادكم فتنةٌ وأنّ الله عنده أجرٌ عظيم﴾

اے ایمان والو خدا و رسول اور اپنی امانتوں کے
بارے میں خیانت نہ کرو جبکہ تم جانتے بھی ہو اور یہ جان لو کہ یہ
تمہاری اولاد اور تمہارے اموال ایک آزمائش ہیں اور خدا کے پاس اجر عظیم
ہے۔ انفال، آیت ۲۸

﴿يا أيها الذين آمنوا استجيبوا لله وللرّسول إذا
دعاكم لما يُحييكم واعلموا أنّ الله يحولُ بين المرءِ
وقلبه وأنّه إليه تحشرون، واتّقوا فتنةً لاَ تُصيبنَّ الذّينَ

ظلموا منكم خاصّة واعلموا أن الله شديد العقاب﴾
اے ایمان والو اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہو جب
وہ تمھیں اس امر کی طرف دعوت دیں جسمیں تمھاری زندگی ہے اور
یاد رکھو کہ خدا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور تم
سب اسی کی طرف حاضر کئے جاؤگے اور تم اس فتنہ سے بچو جو
صرف ظالمین کو پہونچنے والا نہیں ہے اور یاد رکھو کہ اللہ سخت ترین
عذاب کا مالک ہے۔ انفال، آیت ر ۲۵

﴿يا أيها الذين آمنوا أذكروا نعمة الله عليكم
إذ جاءتكم جنودٌ فارسلنا عليهم ريحاً وجنوداً لم
تروها وكان الله بما تعملون بصيراً، إذ جاؤكم من
فوقكم ومن أسفل منكم وإذ زاغت الأبصار وبلغتْ
القلوبُ الحناجر وتظنّون بالله الظنونا، هنالك ابتُلِيَ
المؤمنون وزلزلوا زلزالاً شديداً، وإذ يقول المنافقون
والذين في قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسولُهُ إلاّ غروراً﴾
اے ایمان لانے والو اس وقت اللہ کی نعمت کو یاد کرو
جب کفر کے لشکر تمھارے سامنے آگئے اور ہم نے ان کے خلاف
تمھاری مدد کے لئے تیز ہوا اور ایسے لشکر بھیج دیئے جن کو تم نے
دیکھا بھی نہیں تھا اور اللہ تمھارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے
اس وقت جب کفار تمھارے اوپر کی طرف سے اور نیچے کی سمت
سے آگئے اور دہشت سے نگاہیں خیرہ کرنے لگیں اور کلیجے منہ کو آنے
لگے اور تم خدا کے بارے میں طرح طرح کے خیالات میں مبتلا ہو گئے

اس وقت مومنین کا باقاعدہ امتحان لیا گیا۔ اور انھیں شدید قسم کے جھٹکے دیئے گئے اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا یہ کہہ رہے تھے کہ خدا و رسول نے ہم سے صرف دھوکہ دینے والا وعدہ کیا ہے۔ احزاب / آیت / ۱۲

﴿يا أيها الذين آمنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون كَبُر مقتاً عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون﴾

اے ایمان والو آخر وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا باعث ہے کہ تم وہ کہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔ صف / آیت / ۳

﴿ألم يأن للذين آمنوا أن تخشع قُلوبهم لذكر الله وما نزل من الحق﴾

کیا صاحبان ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ انکے دل ذکر خدا اور اس کی طرف سے نازل ہونے والے حق کے لئے نرم ہوجائیں (حدید آیت ۱۶)

﴿يمنّونَ عليك أن أسلمُوا قل لا تمنّوا عليَّ إسلامكم، بل الله يمنُّ عليكم أن هداكم للإيمان إن كنتُم صادقين﴾ حجرات / آیت / ۱۷

یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ ہمارے اوپر احسان نہ رکھو بلکہ یہ تو خدا کا احسان ہے

کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دے دی ہے اگر تم واقعاً دعوائے ایمان میں سچے ہو۔

﴿قل إن كان آباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحبّ إليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله، فتربّصوا حتّى يأتي الله بأمره، والله لا يهدي القوم الفاسقين﴾

اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تمھارے باپ، دادا، اولاد / برادران، ازواج، عشیرہ وقبیلہ اور وہ اموال جنھیں تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارہ کی طرف سے تم فکر مند رہتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تمھاری نگاہ میں اللہ، اس کے رسولؐ اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔ توبہ، آیت ر۲۴

﴿قالت الأعراب آمنّا، قل لم تُؤمنوا ولكن قولوا أسلمنا ولمّا يدخل الإيمانُ في قُلوبكم﴾ حجرات، آیت ر۱۴

یہ بدو عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ یہ کہو کہ اسلام لے آئے ہیں کیونکہ ابھی ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

﴿إنّما يستأذنك الذين لا يؤمنون بالله واليوم الآخر وارتابتْ قلوبهم فهم في ريبهم يتردّدون﴾ توبہ، آیت ر۴۵

یہ اجازت صرف وہ لوگ طلب کرتے ہیں جن کا ایمان
اللہ اور روز آخرت پر نہیں ہے اور ان کے دلوں میں شبہ ہے
اور وہ اسی شبہ میں چکر کاٹ رہے ہیں۔

﴿لو خرجوا فيكم ما زادوكم إلاّ خبالاً ولأوضعوا
خلالكم يبغونكم الفتنة وفيكم سمّاعون لهم والله عليم
بالظالمين﴾ توبہ، آیت ۴۷

اگر یہ تمھارے درمیان نکل بھی پڑتے تو تمھاری وحشت
میں اضافہ ہی کر دیتے اور تمھارے درمیان فتنہ کی تلاش میں گھوڑے
دوڑاتے پھرتے اور تم میں ایسے لوگ بھی تھے جو ان کی سننے والے
بھی تھے اور اللہ تو ظالمین کو خوب جاننے والا ہے۔

۔ ﴿فرح المخلّفون بمقعدهم خلاف رسول الله
وكرهوا أن يجاهدوا بأموالهم وأنفسهم في سبيل الله
وقالوا لا تنفروا في الحرّ، قل نار جهنّم أشدّ حرًّا لو كانوا يفقهون﴾

جو لوگ جنگ تبوک میں نہیں گئے وہ رسول اللہ کے
پیچھے بیٹھے رہ جانے پر خوش ہیں اور انھیں اپنے جان و مال سے راہ خدا
میں جہاد ناگوار معلوم ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ گرمی میں نہ
نکلو تو پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ آتش جہنم اس سے زیادہ گرم ہے
اگر یہ لوگ کچھ سمجھنے والے ہیں (توبہ آیت ۸۱)

﴿ذلك بأنهم اتّبعوا ما أسخط الله وكرهوا رضوانه
فأحبط أعمالهم، أم حسب الذين في قلوبهم مرض
أن لن يخرج الله أضغانهم، ولو نشاء لأريناكهم

فلعرفتهم بسيماهم ولتعرفنّهم في لحن القول، والله يعلم أعمالكم﴾ محمد آیت ر ۳۰

یہ اس لیے کہ انھوں نے ان باتوں کا اتباع کیا ہے جو خدا کو ناراض کرنے والی ہیں اور اس کی مرضی کو ناپسند کیا ہے تو خدا نے بھی ان کے اعمال کو برباد کر رکھا ہے کیا جن لوگوں کے دلوں میں بیماری پائی جاتی ہے ان کا خیال یہ ہے کہ خدا ان کے دلوں کے کینوں کو باہر نہیں لائے گا اور ہم چاہتے تو انھیں دکھلا دیتے اور آپ چہرے کے آثار ہی سے پہچان لیتے اور ان کی گفتگو کے انداز سے تو پہچان ہی لیں گے اور اللہ تم سب کے اعمال سے خوب واقف ہے۔

﴿وإنّ فريقاً من المؤمنين لكارهون يجادلونك في الحقِّ بعد ما تبيّنَ كأنّما يُساقون إلى الموتِ وهم ينظرون﴾ انفال آیت ر ۶

اگرچہ مومنین کی ایک جماعت اسے ناپسند کر رہی تھی یہ لوگ آپ سے حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس کے بارے میں بحث کرتے ہیں جیسے کہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہوں اور حسرت و یاس سے دیکھ رہے ہوں۔

﴿ها أنتم هؤلاء تدعونَ لتُنفقُوا في سبيل الله فمنكم من يبخلْ، ومن يبخَلُ فإنما يبخل عن نفسه، والله الغنيُّ وأنتم الفقراءُ، وإنْ تتولّوا يستبدل قوماً غيركم ثم لا يكونوا أمثالكم﴾ محمد آیت ر ۳۸

ہاں تم لوگ وہی ہو جنھیں راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرنے لگتے ہیں اور جو لوگ بخل کرتے ہیں وہ اپنے ہی حق میں بخل کرتے ہیں اور خدا سب سے بے نیاز ہے تم ہی سب اس کے محتاج ہو اگر تم منہ پھیر لوگے تو وہ تمھارے بدلے دوسری قوم کو لے آئے گا جو اس کے بعد تم جیسے نہ ہوں گے۔

﴿ومنهم من يلمزُكَ في الصّدقاتِ فإنْ أعطوا منها رضوا وإن لم يُعطوا منها إذا هم يسخطُون﴾
توبہ، آیت ۵۸

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو خیرات کے بارے میں الزام لگاتے ہیں کہ انھیں کچھ مل جائے تو راضی ہو جائیں گے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائیں گے۔

﴿ومنهم من يستمع إليك حتّى إذا خرجوا من عندك قالوا للذين أوتوا العلم ماذا قال آنفاً، أولئك الذين طبع الله على قلوبهم واتّبعوا أهواءهم﴾
محمدؐ، آیت ۱۶

اور ان میں سے کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو آپ کی باتیں بظاہر غور سے سنتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے تو ان سے کہتے ہیں کہ انھوں نے ابھی کیا کہا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور انھوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کر لیا ہے۔

﴿ومنهم الذين يؤذون النبيّ ويقولون هو أذنٌ، قل هو أذنُ خيرٍ لكم يؤمنُ بالله ويؤمنُ للمؤمنين ورحمةٌ للذين آمنوا منكم، والذين يؤذون رسولَ الله لهم عذابٌ أليمٌ﴾ توبہ ، آیت ۶۱

ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو صرف کان ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تمھارے حق میں بہتری کے کان ہیں کہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنین کی تصدیق کرتے ہیں اور صاحبان ایمان کے لئے رحمت ہیں اور جو لوگ رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے واسطے دردناک عذاب ہے

تحقیق کرنے والوں کے لئے واضح آیات کی یہ مقدار کافی ہے اس طرح صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ۔

۱ــــــ جو خدا و رسول پر ایمان لائے اور اپنے امر قیادت کو خدا و رسول کے سپرد کر دیا ، ان کی اطاعت کی ، ان کی صحبت میں زندگی گذاری اور ان کی خوشنودی میں جان دے دی ، وہ کامیاب و رستگار ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے قرآن انھیں شاکرین کے نام سے یاد کرتا ہے ۔

۲ــــــ جو لوگ ظاہر میں خدا و رسول پر ایمان لائے لیکن ان کے دلوں میں بیماری رہی اور انھوں نے اپنے امور کو خدا و رسول کے سپرد نہیں کیا ۔ ہاں شخصی فوائد و دنیاوی مصلحت کے تحت خاموش رہے اور احکام و امر رسالت کے بارے میں رسول سے جھگڑتے رہے . . . .

یہ گھاٹا اٹھانے والے ہیں ان کی اکثریت ہے قرآن نے انھیں بہت ہی حقیر تعبیر سے یاد کیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے :

﴿لقد جئناكم بالحقّ ولكنّ أكثركم للحقّ كارهون﴾ زخرف، آیت ۷۸

یقیناً ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے لیکن تمہاری اکثریت تو حق کو ناپسند کرنے والی ہے۔

اس سے محقق پر یہ بات منکشف ہو جائے گی کہ یہ اکثریت نبیؐ کے ساتھ زندگی گزارتی تھی آپ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی، حضر و سفر میں آپ کے ہمراہ رہتی تھی، اور آپ کے تقرب کا اس لئے ذریعہ ڈھونڈتی تھی، تاکہ مخلص مومنین ان کی حالت سے واقف نہ ہو سکیں اور عبادت و تقویٰ کے لحاظ سے لوگوں کی نظروں میں خود کو ایسا بنا کر پیش کرتی تھی کہ جس پر مومنین رشک کرنے لگیں۔ [1]

جب حیات نبیؐ میں ان کی یہ حالت تھی تو نبیؐ کے بعد انھوں نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لوگ بہت چالاک تھے ان کی تعداد روز افزوں تھی ان کے ہم خیال بہت زیادہ تھے اب کوئی نبیؐ نہیں تھا جو انھیں پہچانتا اور نہ ہی وحی کا سلسلہ تھا جو ان کی حقیقت کا انکشاف کرتا خصوصاً نبیؐ کی وفات

---

[1] امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حجر نے اصابہ میں ذی الثدیہ کے حالات میں انس ابن مالک سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ کے زمانہ میں ہم اس کی عبادت و جانفشانی پر تعجب کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اس کی حالات کی خدمت میں بیان کی گئی لیکن آپؐ اس کے نام سے نہ سمجھ سکے پھر صفت بیان کی گئی پھر بھی آپ متوجہ نہ ہو سکے کچھ دیر بعد جب وہ نکلا تو ہم نے آنحضرتؐ سے کہا یہ ہے وہ شخص رسولؐ نے فرمایا مجھے اس شخص کے متعلق بتا رہے ہو جس کے چہرے سے شیطنت آشکار ہے یہ اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں لیکن اسے تسلیم نہیں کرتے۔ دینی معاملات سے ایسے گذر جاتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے انھیں قتل کر دو یہی شریر ہیں۔

حسرت آیات کے بعد اہل مدینہ کے درمیان دیکھتے ہی دیکھتے افتراق پھیل گیا اسی طرح جزیرۃ العرب میں وہ لوگ مرتد ہوگئے جو کفر و نفاق میں بہت ہی سخت تھے، ان میں سے بعض نے تو نبوت کا دعویٰ کر دیا جیسے مسیلمۂ کذاب اور طلیحہ و سجاح بنت الحرث اور ان کے پیروکار، واضح رہے کہ یہ سب صحابہ تھے۔

اگر ہم ان تمام باتوں سے چشم پوشی کرلیں اور صرف رسولؐ کے ان صحابہ کو مورد نظر قرار دیں کہ جو مدینہ میں مقیم تھے تو ان کے بارے میں بھی ہمیں یقین ہے کہ ان میں بھی نفاق کے عناصر موجود تھے یہاں تک کہ ان میں بیشتر خلافت کے چکر میں اپنی پہلی حالت کی طرف پلٹ گئے تھے۔

گذشتہ بحثوں میں ہمیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ انھوں نے رسولؐ اور ان کے جانشین کے خلاف کاروائی کی اور رسولؐ کے احکام کی اس وقت بھی مخالفت کی جب آپ بستر مرگ پر تھے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا اقرار تاریخ و سیرت نبیؐ کی کتابوں کے مطالعہ کے وقت ہر ایک حق کا متلاشی کرے گا اور کتاب خدا میں اس بات کو جلی ترین عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿وما محمد إلاّ رسولٌ قد خلتْ من قبله الرسل
أفإن مات أو قُتل انقلبتم على أعقابكم ومن ينقلب على
عقبيه فلن يضرّ الله شيئاً وسيجزي الله الشاكرين﴾

آل عمران، آیت ۱۴۴

اور محمد تو صرف رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذرے ہیں کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے تو جو ایسا کرے گا وہ خدا کو کوئی نقصان

نہ پہونچا سکے گا اور خدا شکر گزاروں کو عنقریب ان کی جزا
دے گا۔

پس صحابہ میں سے شکر گزار بہت کم تھے اور وہی دین پر باقی رہے اور اس زمانہ میں ثابت قدم رہے جب دوسرے رسولؐ کے خلاف سازش میں مصروف تھے۔ اور انہوں نے دین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی

یہ آیۂ کریمہ اور اس کا محکم مفہوم اہل سنت کے اس دعوے کو باطل کر دیتا ہے کہ صحابہ کا منافقین سے کوئی تعلق نہ تھا اور اگر ہم ان کی اس بات کو قبول بھی کر لیں تو بھی اس آیت کا تعلق مخلص صحابہ سے ہے کہ جو حیات نبیؐ میں منافق نہیں تھے لیکن آپ کی وفات کے بعد الٹے پیروں اپنی پہلی حالت پر پلٹ گئے تھے

ان کی کیفیت عنقریب اس وقت واضح ہو گی جب ہم حیاتِ نبیؐ میں اور ان کی حیات کے بعد صحابہ کے کارناموں کا جائزہ لیں گے اور ان کے بارے میں رسولؐ کے اقوال کا تجزیہ کریں گے اور ان کے متعلق رسولؐ کے اقوال سے تاریخ و حدیث و تفسیر کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

حدیثِ نبیؐ بعض صحابہ کا راز فاش کرتی ہے

مخالف ان احادیث نبوی میں کہ جو صحابہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں کوئی خدشہ وارد نہیں کر سکے گا اور انھیں ضعیف قرار نہیں دے سکے گا اس وقت ہم بخاری سے احادیث پیش کرتے ہیں جو اہل سنت کے نزدیک صحیح ترین کتاب ہے۔ اگرچہ بخاری نے صحابہ کی عزت بچانے کے لئے بہت سی احادیث کو چھپا لیا ہے یہ بات تو ان کے متعلق مشہور ہے۔ اس لئے کہ بخاری کے علاوہ اہل سنت کی صحاح

میں واضح عبارت میں ان کا ضعف بیان کیا گیا ہے اس کے باوجود ہم اپنی صحت کے استحکام کے لئے بخاری کی مختصر احادیث ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۱ ، کی کتاب الایمان کے خوف المومن من یحبط عملہ وہو لایشعر میں تحریر کیا ہے کہ:

ابراہیم تیمی نے کہا کہ میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر کبھی نہیں پرکھا، کیونکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں میں جھوٹا ثابت نہ ہو جاؤں۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے نبیؐ کے ایسے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے کہ جنھیں اپنے بارے میں یہ خوف تھا کہ کہیں وہ منافق نہ ہوں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی یہ دعویٰ نہیں کرتا تھا کہ ہم جبرئیل ومیکائیل کے ایمان پر برقرار ہیں۔ [۱]

اور جب ابن ابی ملیکہ نے تیس صحابۂ نبیؐ کو اپنے نفاق سے ڈرتا ہوا پایا اور وہ اپنے صحیح ایمان کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے تھے پھر اہل سنت کو کیا ہو گیا کہ وہ صحابہ کو انبیا کی منزل تک پہونچاتے ہیں اور کسی کے متعلق تنقید سننا گوارا نہیں کرتے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۴ ، کی کتاب الجہاد والسیر کے جاسوس وتجسس والے باب میں تحریر کیا ہے کہ:

حاطب ابن ابی بلتعہ رسولؐ کے صحابی نے مشرکین مکہ کو رسولؐ کے منصوبوں کی خبر دی جب اسے اس کے خط کے ساتھ رسولؐ کی خدمت میں حاضر کیا گیا اور رسولؐ نے اس سے دریافت کیا

---

[۱] صحیح بخاری، جلد ۱ ص ۱۷

کہ یہ کیا ہے تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں مکہ میں اپنے
قرابتداروں کی حمایت کرنا چاہتا تھا۔ رسولؐ نے اس کی تصدیق کی
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اجازت دیجیے میں اس منافق
کی گردن اڑا دوں۔ کہا: یہ بدر میں شریک تھا تم تو جانتے ہی ہو
کہ خدا نے اہل بدر کے بارے میں کیا فرمایا ہے کہ تم جو چاہو کرو
میں نے تمھیں معاف کیا۔ لہ

اور جب حاطب ایسا صحابی جو بدری صحابہ میں سے تھا نبیؐ کے اسرار کو نبیؐ کے دشمن مشرکین کے پاس بھیج دیتا ہے اور اپنے قرابتداروں کی حمایت کی وجہ سے خدا و رسولؐ کے ساتھ خیانت کرتا ہے اور عمر ابن خطاب اس کے نفاق کی گواہی دیتے ہیں تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو فتح خیبر و فتح حنین کے بعد یا فتح مکہ کے بعد جبراً یا خوشی خواہ مسلمان ہوئے تھے

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۶ کتاب فضائل القرآن کے "سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ" والے باب میں تحریر کیا ہے کہ:

مہاجرین کے ایک شخص کا انصار کے کسی آدمی سے
جھگڑا ہوگیا، انصاری نے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین
سے مدد طلب کی جب رسولؐ نے یہ سنا تو فرمایا: کیا جاہلیت کے
جھگڑے لوٹ آئے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! مہاجرین کا
ایک آدمی انصار سے لڑ گیا۔ آپ نے فرمایا لڑائی جھگڑا ختم کرو
کیونکہ یہ پوچ (بوسیدہ) حرکت ہے۔
رسولؐ کی اس بات کے بعد فوراً عبد اللہ ابن ابی نے

کہا قسم خدا کی جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو جو لوگ شریف
طاقتور اور باعزت ہیں وہ یقیناً ذلیل و خوار لوگوں کو مدینہ سے باہر
نکال دیں گے، شدہ شدہ یہ خبر رسولؐ تک پہونچی عمر نے کھڑے
ہوکر کہا پیغمبر خدا اجازت دیجئے تو میں اس منافق کی گردن مار
دوں، پیغمبرؐ نے فرمایا: جانے دو تاکہ لوگ یہ نہ کہیں پیغمبر اپنے
اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ [1]

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ منافقین رسولؐ کے اصحاب میں تھے، اسی لئے تو رسولؐ نے عمر کی بات کی تائید کی عمر نے عبد اللہ ابن ابی کو منافق کہا تھا، لیکن منافق ہونے کے باوجود پیغمبرؐ نے عمر کو اس (عبد اللہ ابن ابی) کے قتل کرنے کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ لوگ یہ کہنے لگیں گے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ محمدؐ اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ میرے اصحاب زیادہ تر منافق ہیں اگر منافقوں کو قتل کیا جائے تو آپؐ کے اصحاب کی تعداد بہت کم رہ جائے گی۔ کہاں ہیں اہلسنت؟ کیا وہ اس تلخ حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں؟ ان کے خیالات کو باطل کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

بخاری نے کتاب الشہادات جلد ۳، باب حدیث افک میں تحریر کیا ہے کہ:

پیغمبرؐ نے فرمایا: آیا کوئی ہے جو مجھے اس شخص سے
نجات دلائے جو میرے اہل بیت کو اذیت دیتا ہے۔

یہ سن کر سعد ابن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا اے پیغمبرؐ قسم خدا کی

---

[1] بخاری جلد ۶ ص۶۵

میں آپ کو اس سے نجات دلاؤں گا خواہ اس کا تعلق اوس و خزرج کے قبیلہ ہی سے کیوں نہ ہو میں اس کی گردن مار دوں گا آپ ایسے موقعوں پر ہمیں بلائیے، ہم آپ کی مدد کو پہونچیں گے، حکم بجالائیں گے، اس کے بعد سعد ابن عبادہ قبیلۂ خزرج کے رئیس سے حمیت کے مارے نہ رہا گیا اور کھڑے ہو کر کہا تم جھوٹ کہتے ہو قسم خدا کی تم ان (خزرج والوں) کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ان کے بعد اسید ابن حضیر کھڑے ہوئے اور کہا قسم خدا کی تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے لازمی قتل کریں گے۔ اور چونکہ تم منافق ہو اس لئے منافقوں کی طرفداری کر رہے ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قبیلہ اوس و خزرج والے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ پیغمبرؐ منبر پر تھے اور انھیں، (اوس و خزرج والوں کو) ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے تھے یہاں تک کہ ان کا غیظ و غضب ختم ہوا اور وہ جنگ و خونریزی سے باز رہے۔ [۱]

جب انصار کی بلند پایہ شخصیت سعد ابن عبادہ کو نبیؐ کے سامنے منافق کہہ دیا گیا اور کسی نے ان کی حمایت تک نہ کی حالانکہ سعد ابن عبادہ انھیں انصار کی فرد ہے جنکی خداوند عالم نے قرآن مجید میں توصیف بیان فرمائی ہے۔

یہ سب اوس و خزرج والے اس منافق کو قتل سے بچانے کے لئے جو پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ کو اذیت دیتا ہے دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں آجاتے ہیں اور جنگ و پیکار کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور آنحضرتؐ کے سامنے چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں۔

پس وہ لوگ کیونکر منافق نہیں ہو سکتے جنھوں نے زندگی بھر رسولؐ خدا اور اسلام سے جنگ کی اور ان لوگوں کے منافق ہونے میں کیا شک ہے

۱۔ صحیح بخاری جلد ۳ ص ۱۵۶ و جلد ۲ ص ۵

جنھوں نے آپ کی وفات کے بعد خلافت کے لئے آپ کی لخت جگر کے گھر کو جلانے کا ارادہ کر لیا تھا ؟!!

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ کی کتاب التوحید میں خداوند عالم کے اس قول کے بارے " تعرج الملائکۃ والروح الیہ" میں تحریر کیا ہے کہ:

علیؑ ابن ابیطالب نے یمن سے رسولخدا کی خدمت میں سونا بھیجا آپ نے اسے بعض لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا تو قریش اور انصار کو یہ بات بری لگی تو انھوں نے کہا کہ: رسولؐ نے نجد کے بڑے لوگوں کے درمیان سونا تقسیم کر دیا۔ اور ہمیں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا میں نے ان کے دلوں کو موہ لینے کے لئے ایسا کیا ہے۔ پس ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ اے محمدؐ خدا سے ڈر یئے! نبیؐ نے فرمایا اگر میں خدا کی معصیت کروں گا تو اسکی اطاعت کون کرے گا؟ اس نے مجھے دنیا والوں کے لئے امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ اس موقع پر خالد ابن ولید نے پیغمبرؐ سے اس شخص کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی لیکن نبیؐ نے اجازت نہ دی جب وہ شخص چلا گیا اس وقت آپؐ نے فرمایا یہ لوگ مجھ سے وابستہ اور میرے قریب رہنے والے لوگ ہیں۔ کہ جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا اسلام سے ایسے خارج ہوتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے یہ مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو اپنی مدد کے لئے بلاتے ہیں اگر ان پر میری دسترس ہو گی تو انھیں قوم عاد کی طرح قتل کر دوں گا۔ (صحیح بخاری جلد ۸ ص۱۷۸)

یہ شخص رسولِ خدا کے اصحاب میں سے دوسرا منافق ہے جو بے ادبانہ آپؐ پر سونے کی تقسیم کے سلسلہ میں ظلم کا اتہام لگاتا ہے اور کہتا ہے اے محمد اللہ سے ڈریئے باوجودیکہ نبیؐ اس کے نفاق سے واقف ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ میرے پاس بیٹھنے والوں میں سے کچھ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔ اور وہ بت پرستوں سے مدد چاہیں گے ان تمام باتوں کے باوجود نبیؐ نے خالد ابن ولید کو اس کے قتل سے باز رکھا۔

یہ ان اہلِ سنت کا جواب ہے جو اکثر میرے اوپر یہ کہہ کر حجت قائم کرتے ہیں کہ اگر رسولؐ یہ جانتے تھے کہ میرے صحابی منافق ہیں اور وہ عنقریب مسلمانوں کی گمراہی کا سبب قرار پائیں گے تو آپؐ پر دین کی حفاظت اور امت کی حمایت کی خاطر ان کا قتل واجب تھا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ر ۳، کتاب الصلح باب اذا اشار الامام بالصلح ،، میں روایت کی ہے کہ:

ابن زبیر بیان کرتے ہیں کہ وہ حرہ کے ایک گھاٹ کے بارے میں انصار میں سے اس شخص سے جھگڑ رہے تھے جو رسولؐ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک تھا وہ دونوں (پانی) پی رہے تھے رسولؐ نے زبیر سے کہا کہ پہلے تم پی لو اس کے بعد اپنے ہمسایوں کو پینے دو۔ انصاری کو غصہ آگیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اس لئے کہ وہ آپ کا چچازاد بھائی ہے؟ یہ بات سن کر رسولؐ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا پہلے تم پانی پی لو اور باقی کو محفوظ کر لو تاکہ اسے زمین پی جائے۔

صحیح بخاری جلد ر ۳، ص ۱۷۱

یہ آپؐ کے اصحاب میں سے نفاق کا دوسرا نمونہ ہے کہ جو سمجھتا ہے کہ رسولؐ پر عصبیت طاری ہوگئی ہے اس لئے وہ اپنے چچازاد بھائی (ابن زبیر) کی طرفداری کر رہے ہیں اور یہ بات اس نے اتنی بے حیائی سے کہی کہ شدت غضب سے رسولؐ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبرؐ نے روز حنین لوگوں میں مال (غنیمت) تقسیم کیا اقرع ابن حابس کو سو اونٹ عطا کیئے اور اسی طرح عیینہ کو بھی سو اونٹ دیئے اور اشراف عرب کو بھی مال و دولت دیا اور اس روز تقسیم سے ان لوگوں کو متاثر کر لیا، اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم اس تقسیم میں نہ عدالت کا پاس و لحاظ رکھا گیا اور نہ ہی خدا کی رضا کا۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا قسم خدا کی یہ بات میں ضرور پیغمبرؐ کو بتاؤں گا۔ میں رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع دی آپؐ نے فرمایا اگر خدا و رسولؐ عادل نہیں ہیں تو پھر کون عادل ہو گا؟ خدا موسیٰ پر رحم کرے انھیں اس سے بھی زیادہ تکلیفیں دی گئیں اور انہوں نے صبر کیا لہ

یہ اصحاب رسولؐ میں سے دوسرا منافق ہے شاید یہ شخص قریش کے سر برآوردہ افراد میں سے ہے راوی نے ڈر کے مارے اس کا نام نہیں لیا ہے کیونکہ اس وقت وہ حکومت کا خاص آدمی تھا، آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کس اعتماد کے ساتھ اس نے قسم کھا کر کہا ہے کہ پیغمبرؐ عادل نہیں ہیں، اور تقسیم میں خدا کی رضا کا خیال نہیں رکھا ہے۔ خدا محمدؐ پر رحمت نازل کرے ان پر اس سے کہیں زیادہ ظلم ہوا اور آپ نے صبر کیا۔

بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم تقسیم غنیمت کے وقت رسولؐ کے پاس موجود تھے جب بنی تمیم میں سے ذوالخویصرہ

لہ صحیح بخاری جلد ۴ ص ۶۱ باب بخشش عطا ہمؤلفۃ القلوب

نامی شخص رسول کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا خدا تجھے غارت کرے اگر میں عدل نہ کروں گا تو پھر کون عدل سے کام لے گا، اگر میں نے عدل نہ کیا ہوتا تو تم خسارہ میں رہتے۔ یہ بات سن کر عمر نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس شخص کی گردن ماردوں آپ نے فرمایا چھوڑو جانے دو اس کے بہت سے دوست ایسے ہیں کہ اپنے روزے نماز کے مقابلے میں تم سب کے روزے نماز کو حقیر سمجھتے ہیں یہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا ہے یہ دین سے اس طرح نکل جاتے ہیں جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔ [1]

یہ منافقین صحابہ میں سے ایک اور نمونہ ہے یہ لوگ مومنوں کے سامنے اپنے تقوے اور خشوع کا بہت زیادہ اظہار کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نبیؐ نے عمر سے فرمایا کہ وہ تمھارے روزے نماز کو اپنے روزے نماز کے سامنے ہیچ سمجھتے ہیں بیشک وہ اچھی طرح قرآن کو حفظ کرتے تھے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا اور پھر رسول کا یہ قول "چھوڑو! جانے دو! ان کے بہت سے دوست ایسے ہیں" اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ صحابہ میں ایک بڑی تعداد منافقین کی تھی۔

عائشہ کہتی ہیں کہ پیغمبرؐ نے ایک دستور مرتب کیا اور لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا لیکن لوگوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ پس رسول نے خطبہ دیا اور خدا کی حمد وستائش کے بعد فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو میرے دستور کے مطابق عمل نہیں کرتے، میں اس پر عمل کرتا ہوں قسم خدا کی میں ان سے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۱۷۹ باب علامات النبوۃ فی الاسلام کتاب بدء الخلق

زیادہ خدا کو پہچانتا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔ لہ

یہ ان صحابہ کا ایک نمونہ ہے جو رسُول کی سنت سے پہلو تہی کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ رسُول کے افعال کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اسی لئے تو ہم رسُول کو ان کے درمیان خطبہ دیتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ جس میں آپ خدا کی قسم کھا کے کہتے ہیں، میں ان سے زیادہ خدا کو پہچانتا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے خوف کھاتا ہوں۔

بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ چوتھی ذی الحجہ کو نبیؐ تہلیل کرتے ہوئے حج کے لئے تشریف لائے جب ہم آپؐ کے پاس پہونچے تو آپؐ نے ہمیں حج کو عمرے سے بدلنے کا حکم دیا سو ہم نے حج کو عمرے سے بدلدیا تاکہ ہم اپنی بیویوں کے ساتھ رہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک خبر گشت کرنے لگی، علما کہتے ہیں کہ جابر نے کہا کہ ہم میں سے کوئی آدمی منیٰ کی طرف جانے لگا جبکہ اس کے عضو تناسل سے منی ٹپک رہی تھی تو جابر نے کہا کہ اسے روکو! شدہ شدہ یہ خبر رسُولخدا تک پہونچی، آپ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ لوگ ایسا ایسا کہہ رہے ہیں۔ قسم خدا کی میں ان سے کہیں زیادہ نیک اور خدا ترس ہوں۔ ٢ہ

اصحاب رسُول سے یہ ایک اور گروہ ہے جو احکام شرعیہ میں رسُول کے حکم کی مخالفت کرتا ہے۔ اور آپؐ کا یہ قول کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ لوگ ایسا ایسا کہہ رہے ہیں اس بات پر دلالت کر رہی ہے اکثر لوگوں نے اپنی بیویوں کے لئے محل ہونے

لہ صحیح بخاری جلد ۷، صفحہ ۹۶ کتاب الادب باب من لم یواجہ الناس بالعتاب۔

٢ہ صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۱۴

سے انکار کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ہم تو پاک ہیں منیٰ جانے میں کیا اشکال ہے جبکہ منی انکے عضو تناسل سے ٹپک رہی تھی۔ ان نادانوں سے یہ بات پوشیدہ رہی کہ جنسی کام کے بعد خدا نے ان کے اوپر غسل و طہارت واجب کیا ہے۔ پس وہ کیسے منیٰ چلے جا رہے ہیں جبکہ منی ان کے عضو تناسل سے ٹپک رہی ہے؟ کیا وہ احکام خدا کو رسوؐل سے زیادہ بہتر جانتے ہیں؟ یا وہ خدا سے رسوؐل کی بہ نسبت زیادہ ڈرتے ہیں؟

لاریب رسوؐل کے بعد عمر نے متعۂ حج اور متعۂ نساء دونوں کو اسی لئے حرام قرار دے دیا۔ پس جب وہ حیات نبیؐ میں ایام حج میں نبیؐ کے اس حکم کو ٹھکرا سکتے ہیں کہ "تم اپنی بیویوں سے نکاح کر و"، تو آپ کے بعد ان کا متعہ کو حرام قرار دینا کوئی بعید نہیں ہے۔ وہ نبیؐ کے حکم کی تعمیل نہیں کرنا چاہتے اور عقد متعہ کو زنا تصور کرتے ہیں۔ آج تمام اہلسنت کا یہی مسلک ہے۔

بخاری نے انس ابن مالک سے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ جب رسوؐل کو خدا نے ہوازن کا مال غنیمت میں عطا کیا اور رسوؐل نے وہ مال، ایک قریشی کو دے دیا تو انصار نے کہا خدا پیغمبرؐ کی مغفرت کرے وہ تو سب کچھ قریش کو بخش دے رہے ہیں اور ہمیں محروم رکھ رہے ہیں۔ ہماری شمشیر سے قریش کا خون ٹپکتا ہے۔

پس رسوؐل نے صرف انھیں ایک قبہ کے نیچے جمع کیا اور فرمایا کہ:
اس بات کو پھر دہراؤ جو مجھ تک پہونچی ہے۔ جب انھوں نے اپنی بات کا اعادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے انھیں لوگوں کو غنیمت دی ہے جو تازہ مسلمان ہیں کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ وہ لوگ اپنے وطن مال لے کر جائیں؟ کیا تم رسوؐل خدا کے ساتھ اپنے گھروں کو (اسی طرح) نہیں پلٹے ہو۔ قسم خدا کی جو چیز تم لے کر اپنے گھروں کو پلٹے ہو وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ لوگ لے کر پلٹے ہیں

آپؐ کی اس بات سے انصار نے کہا کہ اے پیغمبرؐ خدا ہم مطمئن و راضی ہو گئے ۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا : تم لوگ میرے بعد حب نفس اور شہوت کا مشاہدہ کروگے پس تم خدا اور رسولؐ سے ملاقات کے وقت تک صبر کرنا ۔ انس کہتے ہیں کہ ہم نے اس پر صبر نہیں کیا ہے ۔ ؎

یہاں ہم ایک سوال کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ کیا پورے معاشرۂ انصار میں کوئی شخص ایسا ہے جو رسولؐ کے ہر کام سے مطمئن ہو گیا ہو اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ رسولؐ خواہشات و عصبیت سے بری تھے اور اس سلسلہ میں خدا کے اس قول کو سمجھتا ہو :

﴿فلا وربّك لاَ يؤمنون حتَّى يحكّموك فيما شجر بينهم، ثم لا يجدوا في أنفسهم حرجاً ممَّا قضيتَ ويسلّمُوا تسليماً﴾ ن ، ، آیت ۶۵

قسم آپ کے پروردگار کی یہ ہرگز مومن نہ بن سکیں گے یہاں تک کہ اپنے اختلاف میں آپ کو حکم بنالیں اور جب آپ فیصلہ کردیں تو پھر اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی کا احساس نہ کریں اور قطعی طور پر آپ کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں ۔

ان میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسولؐ کے بارے میں انصار کے اس قول کی تردید کی ہو کہ خدا رسولؐ کی مغفرت کرے ؟

ہرگز ان میں کامل الایمان آیت کے اقتضاء کے لحاظ سے ایک شخص بھی نہیں ہے ۔ اور اس کے بعد ان کا یہ کہنا ، ہاں یا رسولؐ اللہ اب ہم راضی ہو گئے

؎ صحیح بخاری جلد ۴ ص۶۰ کتاب الجہاد والسیر

سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ جیساکہ اس سلسلہ میں انس ابن مالک کی گواہی موجود ہے کہ جو انصاری گذشتہ شہادت کے وقت موجود تھے انس کہتے ہیں کہ ہم سے صبر کرنے کی وصیت کی تھی لیکن ہم صبر نہیں کرتے۔

بخاری نے احمد ابن اشکاب سے اور انھوں نے محمد ابن فضیل سے انھوں نے علا ابن مسیب سے اور مسیب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے برا ابن عازب رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور کہا: آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ نبیؐ کے ساتھ رہے اور درخت کے نیچے ان کی بیعت کی!

برا ابن عازب نے کہا: بھتیجے تمھیں نہیں معلوم کہ ہم نے ان (رسولؐ) کے بعد کیا کیا۔ [1]

یقیناً برا ابن عازب نے سچ کہا ہے، بیشک اکثر لوگ اسے نہیں جانتے کہ صحابہ نے اپنے نبیؐ کی وفات کے بعد کیا کیا؟ کسی نے ان کے جانشین پر ظلم کیا، انھیں خلافت سے دور رکھا، کسی نے ان کی پارۂ جگر پر ظلم کیا اور انھیں جلا دینے کی دھمکی دی، ان کے خمس، عطیہ اور میراث کو غصب کرلیا، وصیت نبیؐ کی مخالفت کی، احکام شریعت کو بدل ڈالا، حدیث نبویؐ کو جلا ڈالا، ان کے اہل بیتؑ پر لعنت اور پراگندہ کر کے رسولؐ کو اذیت دی، اور حکومت منافقین و فاسقین و دشمنان خدا و رسولؐ کو سونپ دی اور بہت سی بدعتیں ہیں جو انھوں نے رسولؐ کے بعد کی ہیں۔ وہ عامہ (اہلسنت) سے پوشیدہ ہیں اور وہ اتنے ہی حقائق سے واقف و باخبر ہیں جتنے مکتب خلفاء نے پیش کئے تھے، اس مکتب نے اپنی فنکاری اور شخصی اجتہاد سے احکام خدا و رسولؐ میں تبدیلی کر دی اور اس تبدیلی کو بدعت حسنہ

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ ص ۶۶ کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ۔

کا نام دیا۔

اسی لئے تو میں اپنے سنی بھائیوں سے کہتا ہوں کہ صحابہ کی صحبت سے فریب نہ کھانا۔ جب براابن عازب ایسے صف اول کے صحابی کہ جنھوں نے درخت کے نیچے پیغمبر کے ہاتھوں پر بیعت کی وہ کہتے ہیں کہ بھتیجے تمھیں میرا درخت کے نیچے بیعت کرنا اور پیغمبرؐ کی صحبت سے شرفیاب ہونا دھوکہ میں نہ ڈال دے تمھیں نہیں معلوم میں نے ان کے بعد کیا کیا ہے جبکہ درخت کے نیچے بیعت کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے:

﴿إنَّ الذين يبايعونك إنّما يبايعون الله يدُ الله
فوقَ أيديهم فمن نكث فإنّما ينكثُ على نفسه...﴾

سورۂ فتح، آیت ر ۱۰

بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ ہی کا ہاتھ ہے اس کے بعد جو بیعت توڑ دے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

بہت سے صحابہ نے زمانۂ پیغمبرؐ ہی میں بیعت توڑ دی تھی، رسولؐ نے اپنے ابن عم علیؑ ابن ابیطالب سے ان بیعت توڑنے والوں سے جہاد کرنے کا وعدہ لیا، جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے۔

بخاری نے جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ، شام سے تاجروں کا ایک قافلہ آیا جو اپنا کھانا وغیرہ ساتھ لایا تھا ہم پیغمبرؐ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (جب لوگوں نے قافلہ کی آمد کی آہٹ سنی تو) اکثر نماز توڑ کر بھاگ گئے۔ صرف بارہ افراد جماعت میں باقی بچے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

واذا رأوا تجارةً اولهوَنِ انفضّوا الیھا و

ترکوک قایماً ۔ [1]

یہ اصحاب رسُولؐ میں سے منافقین کا ایک اور گروہ ہے جس کے پاس نہ تقویٰ ہے نہ خوف خدا وخشوع بلکہ نئے آنے والے قافلہ اور تجارت کے لئے نماز جمعہ سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اور رسُولؐ کو بارگاہ خدا میں عبادت کرتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔

کیا یہ بھی مسلمان ہیں کامل الایمان ہیں ؟ یا یہ منافق ہیں ؟ جو نماز کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے بھرے ہوتے ہیں ۔ ان لوگوں میں سے انھیں کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے جو نماز تمام ہونے تک نبیؐ کے ساتھ رہے ۔ واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد صرف بارہ تھی۔

اگر کوئی صحابہ کے حالات واخبار کا بغور مطالعہ کرے گا تو ان کے کارناموں کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہو جائے گا ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ نماز جمعہ سے متعدد بار فرار کر چکے تھے اسی لئے تو خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ۔ قل ماعند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ ۔

قارئین محترم صحابہ کی نظر میں نماز جمعہ کا احترام عصر حاضر کے مسلمانوں سے زیادہ نہیں تھا جس کا اندازہ آپ اس روایت سے لگا سکتے ہیں ۔

بخاری نے سہیل ابن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص۲۲۵ و جلد ۳ ص۶۹ کتاب الجمعہ

ہم روز جمعہ تفریح کر رہے تھے، ہمارے ساتھ ایک بڑھیا بھی تھی اس کا یہ دیترہ تھا کہ وہ اس گھاس کی جڑ دیگچے میں ڈالتی تھی کہ جس کو ہم بدھ کے روز بوتے تھے اور اس میں جو کے دانے بھی ڈال دیتی تھی، اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا مگر اتنا میں نے بڑھیا سے سنا کہ اس میں چربی نہیں ہے اور نہ ہی روغن نام کی کوئی چیز ہے جب ہم نماز جمعہ کے بعد اس کے پاس گئے تو اس نے وہی ہمارے سامنے پیش کیا۔ اس لئے ہم جمعہ کے روز تفریح کے لئے نکلتے تھے لیکن نماز جمعہ سے قبل نہ ہم سوتے تھے اور نہ کچھ کھاتے تھے۔

واہ واہ کیا کہنا ان صحابہ کا جو جمعہ کے روز رسولؐ کی زیارت آپؐ کے خطبے اور موعظے کی سماعت اور آپؐ کی اقتدا میں نماز کی ادائیگی اور آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات سے اور روز جمعہ کی رحمت و برکت سے خوش نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی تمام خوشیاں اس مخصوص کھانے کے لئے ہوتی تھیں جسے روز جمعہ بڑھیا تیار کرتی تھی۔ اگر آج کا کوئی مسلمان یہ کہے کہ روز جمعہ میری خوشی کا باعث کھانا ہوتا ہے تو اس کو لاخیرا سمجھا جائے گا۔

اور جب ہم اس کی مزید تحقیق اور چھان بین کریں گے تو معلوم ہوگا کہ شکر گزار لوگوں کی قرآن نے مدح سرائی کی ہے وہ صرف بارہ ہیں جو نماز کو چھوڑ کر لہو ولعب میں نہیں گئے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو متعدد معرکوں میں نبیؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے، اور دوسرے پیٹھ پھرا کر بھاگ گئے۔

بخاری نے براأ بن عازب سے روایت کی ہے کہ جنگ احد میں نبیؐ نے عبداللہ ابن جبیر کی معیت میں پچاس افراد کو ایک درّہ پر تعینات کیا اور فرمایا کہ جب تک میں تمہارے پاس پیغام نہ بھیجوں اس وقت تک تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا خواہ تم یہ دیکھو کہ پرندے ہمیں نوچ رہے ہیں۔ جب لشکر اسلام نے کفار کو شکست

دے دی تو ابن جبیر کہتے ہیں میں نے عورتوں کو تیزی کے ساتھ بھاگتے ہوئے دیکھا کہ ان کی پنڈلیاں کھل گئی تھیں اور انھوں نے لباس سمیٹ لئے تھے عبداللہ ابن جبیر کے ساتھیوں نے غنیمت، غنیمت چلانا شروع کیا اور کہا تمھارا لشکر کامیاب ہو گیا اب کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ حالت دیکھ کر عبداللہ ابن جبیر نے کہا کیا تم نے رسولؐ کا قول بھلا دیا؟ لشکر والوں نے کہا قسم خدا کی ہم ضرور لوگوں کے مال غنیمت میں سے لیں گے پس جب یہ کفار کے قریب گئے تو انھوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور مسلمان پسپا ہو گئے، جب رسولؐ نے انھیں آواز دی تو اس وقت بھی آپؐ کے ساتھ بارہ افراد ہی تھے (راوی کہتا ہے) اس معرکہ میں ہمارے ستر افراد مارے گئے[1]

مورخین کا بیان ہے کہ اس غزوہ میں رسولؐ کے ساتھ ایک ہزار صحابیوں نے شرکت کی تھی۔ اور سب جہاد فی سبیل اللہ کے شوق میں اور جنگ بدر کی کامیابی کے پیش نظر نکلے تھے لیکن انھوں نے حکم رسولؐ کی مخالفت کی اور شکست فاش کا سبب بنے۔ اور انھیں کی وجہ سے ستر افراد بھی قتل ہو گئے، قتل ہونے والوں میں سر فہرست رسولؐ کے چچا جناب حمزہ ہیں، بخاری کا کہنا ہے کہ باقی فرار کر گئے اور میدان کارزار میں نبیؐ کے ساتھ صرف بارہ افراد باقی بچے تھے اور باقی کا کہیں پتا نہ تھا۔ لیکن بخاری کے علاوہ دوسرے مورخین نے ثابت رہنے والوں کی تعداد چار بتائی ہے ان میں سر فہرست علیؑ ابن ابیطالب ہیں جو سامنے سے رسولؐ کا دفاع کر رہے تھے اور مشرکین کو آپ تک نہیں پہونچنے دیتے تھے اور پشت سے ابو دجانہ، طلحہ و زبیر حفاظت کر رہے تھے کہا گیا ہے سہیل ابن حنیف بھی ساتھ تھے۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۶ کتاب الجہاد والسیر، باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب۔

ایسے ہی موقعوں پر رسول کا یہ قول ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ میں ان (صحابہ) میں سے کسی کو مخلص نہیں پاتا ہوں (اس سلسلہ میں عنقریب بحث آئے گی) حالانکہ جنگ سے فرار کرنے والوں کو خدا نے آتش جہنم سے ڈرایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذينَ آمنوا إذا لقيتم الذين كفروا زحفاً فلا تولّوهم الأدبار، ومن يولّهم يومئذ دبُره إلاّ متحرّفاً لقتال أو متحيّزاً إلى فئة، فقد باء بغضبٍ من اللّه ومأواه جهنّمُ وبئسَ المصير﴾ انفال، آیت ۱۵، ۱۶

اے ایمان لانے والو جب کفار سے میدان جنگ میں ملاقات کرو تو خبردار انھیں پیٹھ نہ دکھانا، اور جو آج کے دن پیٹھ دکھائے گا وہ غضب الٰہی کا حقدار ہوگا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بدترین انجام ہے علاوہ ان لوگوں کے جو جنگی حکمت عملی کی بنا پر پیچھے ہٹ جائیں یا کسی دوسرے گروہ کی پناہ لینے کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دیں۔

پس ان صحابہ کی کیا قدر و قیمت ہے جو لہو و لعب اور تجارت کے لئے نماز سے اور موت کے خوف سے میدان جنگ سے رسول کو نرغۂ اعدا میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ ان دونوں موقعوں پر تمام صحابہ پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور رسول کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بارہ افراد باقی بچے، عقل والو! وہ صحابہ کہاں ہیں؟؟

ممکن ہے کہ بعض محققین ایسی روایات اور واقعات کو پڑھتے وقت ان (واقعات) کو ہلکا پھلکا سمجھیں اور یہ سوچیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے خدا انھیں

معاف کرے گا لیکن اگر صحابہ دوبارہ اس کے مرتکب نہ ہوئے ہوں۔

ہرگز نہیں! بیشک قرآن مجید نے ایسی پست حرکتوں سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔ خداوند عالم نے جنگ احد سے ان کے فرار کرنے کو اس طرح بیان فرمایا ہے[1]

﴿ولقد صدقكم الله وعده، إذ تحسّونهم بإذنه حتّى إذا فشلتُم وتنازعتُم في الأمرِ وعصيتُم من بعد ما أراكم ما تحبّون، منكم من يريد الدّنيا ومنكم من يريد الآخرة، ثم صرفكم عنهم ليبتليكم، ولقد عفا عنكم والله ذو فضل على المؤمنين إذ تُصعِدُون ولا تلوون على أحدٍ والرسول يدعوكم في أخراكم فأثابكم غمًّا بغمٍّ لكيلا تحزنوا على ما فاتكم ولا ما أصابكم والله خبيرٌ بما تعملون﴾ آل عمران، آیت ۱۵۳

خدا نے اپنا وعدہ اس وقت پورا کر دیا جب تم اس کے حکم سے کفار کو قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ تم نے کمزوری کا مظاہرہ کیا اور آپس میں جھگڑا کرنے لگے اور اس وقت خدا کی نافرمانی کی جب اس نے تمھاری محبوب شئی کو دکھا دیا تھا۔ تم میں کچھ دنیا کے طلبگار تھے۔ اور کچھ آخرت کے۔ اس کے بعد تم کو ان کفار کی طرف سے پھیر دیا تاکہ تمھارا امتحان لیا جائے

---

[1] طاہر ابن عاشور کی تفسیر التحریر والتنویر جلد ۳ ص ۱۲۶ تفسیر طبری میں بھی ایسے ہی مرقوم ہے اور یہی چیز بخاری نے بھی اپنی صحیح کی جلد ۵ ص ۲۹ پر تحریر کیا ہے۔

اور پھر اس نے تمھیں معاف بھی کر دیا کہ وہ صاحبان ایمان پر
بڑا فضل وکرم کرنے والا ہے، اس وقت کو یاد کرو جب تم بلندی
پر جارہے تھے اور مڑ کر کسی کو دیکھتے بھی نہ تھے جبکہ رسولؐ پیچھے
کھڑے تمھیں آواز دے رہے تھے۔ جس کے نتیجہ میں خدا نے
تمھیں غم کے بدلے غم دیا تاکہ نہ اس پر رنجیدہ ہو جو چیز ہاتھ
سے نکل گئی اور نہ اس مصیبت پر جو نازل ہو گئی ہے اور
تمھارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

یہ آیتیں جنگ احد کے بعد نازل ہوئی ہیں مسلمانوں کی شکست اور پسپائی کا سبب مال دنیا کی وہ رغبت تھی جو انھیں اس وقت لاحق ہوئی جب انھوں نے عورتوں کو اس طرح لباس اٹھائے ہوئے دیکھا کہ ان کی پنڈلیاں نظر آرہی تھیں۔ جیسا کہ بخاری نے تحریر کیا ہے۔ اور قرآن کے مطابق ان لوگوں نے خدا و رسولؐ کے حکم کی نافرمانی کی کیا صحابہ نے اس حادثہ کو اہمیت دی اور اس سلسلہ میں خدا کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کیا اور پھر اس کے مرتکب نہ ہوئے۔؟

ہرگز نہیں انھوں نے توبہ تو کی ہی نہیں بلکہ جنگ حنین میں اس سے بڑے جرم کے مرتکب ہوئے۔ یہ معرکہ نبیؐ کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں ہوا تھا مورخین کا بیان ہے کہ اس معرکہ میں بارہ ہزار افراد شریک ہوئے تھے۔ اس کثرت کے باوجود اپنی عادت کے مطابق رسولؐ اللہ کو دشمنان خدا مشرکین کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور آپؐ کے ہمراہ بنی ہاشم کے صرف نو، دس افراد باقی بچے۔ یہاں بھی نمایاں علیؑ ہی نظر آتے ہیں جیسا کہ یعقوبی وغیرہ نے تحریر کیا ہے[1]

---

[1] محمود عباس عقاد عبقریہ خالد ص۶۵

جب جنگ احد سے ان کا فرار کرنا قبیح اور رکیک حرکت تھی تو جنگ حنین سے فرار کرنا قبیح ترین اور پست ترین حرکت تھی کیونکہ جنگ احد میں ایک ہزار صحابہ میں سے آپؐ کے ساتھ فقط چار صابر افراد ثابت قدم رہے گویا دو سو پچاس[۲۵۰] میں سے ایک باقی بچا تھا۔

لیکن حنین میں بارہ ہزار میں سے فقط دس[۱۰] افراد نے نبیؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ گویا بارہ[۱۲۰۰] سو میں سے ایک باقی بچا تھا۔

جبکہ معرکۂ احد ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں ہوا تھا اور اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور جاہلیت سے وہ زمانہ قریب تھا لیکن جنگ حنین آٹھویں ہجری نبوی کے آخر میں ہوئی تھی اور نبیؐ کی صرف دو سال عمر باقی تھی، اس کثرت و آمادگی کے باوجود کون سی مشکل آن پڑی تھی کہ وہ لوگ سر پہ پیر رکھ کر ایسے بھاگے کہ نبیؐ کی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔

قرآن مجید ان کے ذلیل موقف اور میدان جنگ سے فرار کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ويومَ حُنين إذ أعجبتكم كثرتكم فلم تُغنِ عنكم شيئاً، وضاقتْ عليكم الأرض بما رحبتْ ثُمّ ولّيتُم مُدبرين، فأنزل الله سكينته على رسوله وعلى المؤمنين، وأنزل جنوداً لم تروها وعذّب الذين كفروا وذلك جزاء الكافرين﴾ سورۂ توبہ، آیت ۲۵، ۲۶

اور حنین کے دن بھی جب تمھیں اپنی کثرت پر ناز تھا لیکن اس نے تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور تمھارے لئے زمین اپنی وسعتوں سمیت تنگ ہوگئی اور اس کے بعد تم پیٹھ پھیر کر

بھاگ نکلے، پھر اس کے بعد خدا نے اپنے رسُول اور صاحبانِ
ایمان پر سکون نازل کیا۔ اور وہ لشکر بھیجے جنھیں تم نے نہیں
دیکھا اور کفر اختیار کرنے والوں پر عذاب نازل کیا کہ یہی کافرین
کی جزا اور ان کا انجام ہے۔

خداوند عالم یہ بتا رہا ہے کہ ہم نے اپنے رسُول اور صبر کرنے والوں پر سکینہ نازل کر کے ثابت قدم رکھا اور پھر ملائکہ کے ذریعہ ان کی مدد کی اور انھوں نے ان کے شانہ بشانہ جنگ کی اور کافروں پر فتحیاب ہوئے پس ان مرتد لوگوں کی ضرورت نہیں ہے جو موت کے خوف سے دشمن کے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح اپنے پروردگار و رسُول کی معصیت کی اور جب بھی خدا نے ان کا امتحان لیا اسی وقت ناکام ثابت ہوئے۔

اس سے زیادہ وضاحت کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جنگ حنین میں شکست کے سلسلہ میں بخاری کی روایت کو پیش کروں:

بخاری نے خداوند عالم کے اس قول کے متعلق **﴿ويوم حُنين إذ أعجبتكم كثرتكم فلم تغنِ عنكم شيئاً﴾** کہ قتادہ سے روایت کی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ:

> جنگ حنین میں جب میں نے ایک مسلمان کو ایک مشرک سے جنگ کرتے دیکھا اور اس (مشرک) کے پیچھے دوسرا (مشرک) چھپا ہوا تھا۔ جو دھوکے سے مسلمان کو قتل کرنا چاہتا تھا میں تیزی سے اس دھوکہ دینے والے کی طرف بڑھا تو اس نے مجھ پر وار کرنے کی غرض سے ہاتھ اٹھایا میں نے بھی اس کے ہاتھ پر وار کیا تو اس کا ہاتھ کٹ گیا، لیکن اس نے

مجھے پکڑ لیا اور اتنے سخت طریقہ سے دبایا کہ مجھے ڈر لگنے لگا ۔
جب اس نے مجھے تھوڑی مہلت دی تو میں نے اس کو ڈھکیل
دیں اور پھر قتل کر دیا، بعد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو انکے
ساتھ میں بھی پسپا ہوگیا۔ جب مجھے عمر ابن خطاب ملے تو
میں نے ان سے کہا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے ؟ انھوں نے
کہا یہ تو حکم خدا ہے ۔ [1]

قسم خدا کی مجھے عمر ابن خطاب پر بہت تعجب ہوتا ہے کیونکہ وہ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ میں سب سے بڑے دلیر و شجاع شمار ہوتے ہیں "جبکہ وہ تمام صحابہ سے زیادہ دلیر و شجاع نہیں تھے"، اہلسنت روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے عمر کے ذریعہ اسلام کو عزت دی ہے، جب وہ اسلام لائے تو مسلمانوں نے لوگوں کو کھلم کھلا اسلام کی دعوت دی ہے جبکہ حقیقی اور واقعی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ عمر جنگ احد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے، اسی طرح خیبر میں بھی پشت دکھا کر فرار کر گئے تھے اگرچہ رسولؐ نے انھیں لشکر دے کر قلعہ خیبر فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا، لیکن ناکام واپس آگئے، لشکر انھیں (عمر کو) اور یہ لشکر کو بزدل کہتے تھے ۔ [2]

اور حنین میں بھی تمام فراریوں کے قدم بقدم بھاگ گئے شاید سب سے پہلے یہی بھاگے تھے، دوسرے لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا۔ کیونکہ (اہلسنت کے بقول) یہی شجاع تھے، جب بہادر و شجاع ہی بھاگ کھڑا ہوگا تو پھر کون ٹھہرے گا

---

[1] بخاری جلد ۵ ص۱۰۱ کتاب المغازی فی باب قول اللہ تعالی "اذا عجبتکم کثرتکم ... "

[2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص۳۷، ذہبی نے اپنی تلخیص میں تحریر کیا ہے ۔

اور شاید اسی لئے ہم ابوقتادہ کو پسپا ہونے والوں میں عمر ابن خطاب سے مخاطب پاتے ہیں، اور قتادہ ان سے تعجب سے پوچھتے ہیں لوگوں کو کیا ہوگیا ہے ؟ — عمر ابن خطاب نے میدان جنگ سے بھاگنے اور رسُول اللہ کو دشمنوں کے درمیان چھوڑنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ابوقتادہ کو یہ فریب بھی دیا کہ یہ تو حکم خدا ہے

کیا عمر ابن خطاب کو جنگ سے فرار کرنے کا حکم خدا نے دیا تھا۔

یا خدا نے انھیں میدان جنگ میں ثابت قدمی اور صبر و استقامت

سے جمے رہنے کا حکم دیا تھا ؟ خدا نے انھیں اور ان کے اصحاب کو یہ حکم دیا تھا :

﴿یا أیها الذین آمنوا إذا لقیتُم الذین کفروا

زحفاً فلا تولّوهم الأدبار﴾ انفال ر آیت ۱۴

اے ایمان لانے والو جب میدان جنگ میں کافروں سے مقابلہ ہو تو انھیں پیٹھ

نہ دکھانا ۔

جیسا کہ خداوند عالم نے ان سے اور ان کے اصحاب سے

جنگ سے نہ بھاگنے کا عہد لیا تھا چنانچہ ارشاد ہے :

﴿ولقد کانوا عاهدوا الله من قبلُ لا یولّون الأدبارَ

وکان عهد اللّهِ مسؤولاً﴾ احزاب ،آیت ر ۱۵

اور ان لوگوں نے اللہ سے یقینی عہد کیا تھا کہ

ہرگز پیٹھ نہیں پھرائیں گے اور اللہ کے عہد کے بارے میں

بہر حال سوال کیا جائے گا ۔

پس ابوحفصہ (عمر) کیسے میدان جنگ سے پشت پھرا کر بھاگ رہے ہیں اور طرّہ یہ کہ اسے یہ خدا کا حکم کہہ رہے ہیں ؟ ؟ وہ واضح آیات کہاں ہیں یا ان کے قلوب پر قفل لگے ہوئے ہیں ؟

فی الحال ہم عمر ابن خطاب کی شخصیت سے بحث نہیں کرنا چاہتے
بلکہ اس کے لئے ہم عنقریب مخصوص باب قائم کریں گے ۔ لیکن بخاری کی یہ حدیث
اس سے زیادہ تبصرہ چاہتی ہے جب کہ طائرانہ نظر اس کی اجازت نہیں دیتی ہے ۔
اس وقت اہم چیز خود بخاری کی یہ گواہی ہے کہ صحابہ اپنی کثیر تعداد کے باوجود جنگ حنین
سے فرار کر گئے تھے اور جو شخص ان جنگوں کے سلسلہ میں تاریخی کتابوں کا مطالعہ
کرے گا اس پر عجائبات کی دنیا آشکار ہو جائے گی ۔

اور جب اکثر صحابہ خدا کے حکم کی اطاعت نہیں کرتے تھے
جیسا کہ گذشتہ بحث میں ہم دیکھ چکے ہیں، تو ان کا حیات رسولؐ میں حکم رسولؐ سے
اعراض کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے ۔ لیکن آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے احکام
میں رد و بدل اور ان سے چشم پوشی کی، اس سلسلہ میں یہاں چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں

صحابہ اور رسولؐ کی اطاعت !

ہم نبیؐ کے ان اوامر سے ابتدا کر رہے ہیں جو آپؐ نے اپنی
حیات میں صحابہ کو دئے اور صحابہ نے ان سے تمرد و سرکشی کی ۔

ہم اختصار کے پیش نظر اور دیگر صحاح اہلسنت سے چشم پوشی
کرتے ہوئے صرف بخاری کی روایتوں پر اکتفا کرتے ہیں اگرچہ ان (صحاح) میں
بہت زیادہ اور واضح عبارتیں موجود ہیں ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۳ کی "کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ
مع اہل الحروب" میں صلح حدیبیہ کے قصہ اور رسولؐ سے عمر ابن خطاب کی بے ادبانہ

گفتگو کے بعد اور صلح پر رسولؐ کی موافقت، اس سلسلہ میں عمر کا شک یہاں تک کہ عمر نے کہہ دیا کہ کیا آپؐ خدا کے برحق نبیؐ نہیں ہیں؟ تحریر کیا ہے کہ:

جب نبیؐ صلح نامہ سے فراغت حاصل کر چکے تو اصحاب سے فرمایا کہ اٹھو! اپنی اپنی قربانی کر دو اور سر منڈواؤ، بخاری لکھتے ہیں کہ صحابہ میں سے کوئی نہ اٹھا یہاں تک کہ نبیؐ نے تین مرتبہ اسی جملہ کی تکرار کی اس کے باوجود کوئی نہ اٹھا تو آپؐ ام سلمہ کے پاس تشریف لائے اور لوگوں کی حالت بتائی۔ [1]

قارئین محترم کیا آپ کو نبیؐ کے حکم سے صحابہ کی سرکشی پر تعجب نہیں ہے حالانکہ نبیؐ نے تین مرتبہ حکم دیا لیکن کسی نے بھی تعمیل نہ کی؟؟

میں یہاں اس گفتگو کو بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو میری کتاب "ثم اهتدیت" کے چھپ جانے کے بعد میرے اور تیونس کے بعض علماء کے درمیان ہوئی تھی۔ کیونکہ انھوں نے صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں میرا حاشیہ پڑھا تھا۔ انھوں نے اپنے لحاظ سے اس فقرے پر کہ صحابہ نے رسولؐ کے حکم سے سرتابی کی تھی! اس طرح حاشیہ لگایا کہ صحابہ میں علیؑ ابن ابیطالب بھی شامل ہیں انھوں نے بھی حکم رسولؐ کی اطاعت نہیں کی، میں نے ان کے شایان شان جواب دیا:

__اولاً__ یہ کہ علیؑ ابن ابیطالب صحابہ میں شمار نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ رسولؐ کے ابن عم آپؐ کی بیٹی کے شوہر اور آپؐ کے فرزندوں کے والد تھے اور پھر علیؑ رسولؐ کے ہمراہ ایک طرف اور دیگر صحابہ ایک طرف تھے۔ پس جب راوی صحیح بخاری میں یہ کہتا ہے کہ نبیؐ نے صحابہ کو قربانی اور تقصیر کا حکم دیا تو اس نے صحابہ کے ضمن میں

---

[1] صحیح بخاری جلد ۳ ص۱۸۲

علیؑ کو شمار نہیں کیا۔ کیونکہ وہ تو رسولؐ کے لئے ایسے ہی تھے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسولؐ پر صلواۃ اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں آل کو شامل نہ کیا جائے۔ اور بلا اختلاف علیؑ آل محمدؐ کے سردار ہیں پس ابوبکر و عمر اور عثمان و دیگر صحابہ پر صلوات بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس صلوات میں علیؑ ابن ابیطالب اور محمدؐ ابن عبداللہ کا ذکر بھی ہو۔

ثانیاً — رسولؐ ہمیشہ اپنے بھائی علیؑ کو اپنے ہدیہ میں شریک رکھتے تھے جیسا کہ حجۃ الوداع اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جب حضرت علی علیہ السلام یمن سے حج کے لئے تشریف لائے تو رسولؐ نے دریافت کیا اے علیؑ تم نے کس نیت سے احرام باندھا۔ عرض کی جو رسولؐ کی نیت ہے پس نبیؐ نے انھیں اپنے ہدیہ میں شریک فرمایا، اس واقعہ کو تمام محدثین و مورخین نے تحریر کیا ہے۔ پس صلح حدیبیہ کے دن بھی علیؑ آنحضرتؐ کے شریک ہوں گے۔

ثالثاً — حدیبیہ میں صلح نامہ رسولؐ کے املا سے علیؑ ہی نے تحریر فرمایا تھا۔ اور آپ نے اپنی پوری حیات میں اس سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں کیا نہ حدیبیہ سے متعلق اور نہ ہی دوسری شئی کے بارے میں۔ اور نہ ہی تاریخ نے یہ بتایا ہے کہ علیؑ نے رسولؐ کے حکم کی تعمیل میں کوئی تاخیر کی ہو یا کبھی کسی حکم سے روگردانی کی ہو۔ ہرگز نہیں۔ اور ایک مرتبہ بھی کسی میدان سے اپنے بھائی کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ کر فرار نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ خود کو آپؐ پر قربان کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ علیؑ نفس رسولؐ تھے، اسی لئے تو نبیؐ فرماتے ہیں۔ میرے اور علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے مسجد میں مجنب ہونا جائز نہیں ہے۔ [1]

---

[1] صحیح ترمذی جلد ۵ ص ۳۰۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۷۲، صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۲۱

میں نے اپنے دوستوں میں سے اکثر افراد کو اس بات پر قانع کیا اور انھوں نے اعتراف کیا کہ علیؑ نے اپنی پوری حیات میں کبھی حکم رسولؐ کی مخالفت نہیں کی ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ کی کتاب "**الاعتصام بالکتاب والسنہ**" "**کراھیۃ الخلافہ**" والے باب میں عبد اللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ :

> آپؐ کے احتضار کے وقت لوگوں سے گھر بھرا ہوا تھا ان میں عمر ابن خطاب بھی تھے رسولؐ نے فرمایا کہ: لاؤ تمھارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے ۔ عمر نے کہا : بیشک نبیؐ پر درد کی شدت ہے اور تمھارے پاس قرآن موجود ہے (جب ہمارے پاس قرآن ہے تو) ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ۔ اس بات سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا ، اور شور و غل بڑھ گیا ، بعض نے کہا نبیؐ سے وہ نوشتہ لکھوالو کہ جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو ۔ بعض نے عمر کا ہی قول دہرایا ۔ جب نبیؐ کے پاس شور و غل زیادہ ہوگیا تو آپؐ نے فرمایا : تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ ۔
>
> ابن عباس کہتے ہیں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ نبیؐ کو وہ نوشتہ نہ لکھنے دیا ۔ [1]

نبیؐ کا یہ دوسرا حکم ہے جس سے صحابہ نے آپؐ کے سامنے ہی انکار

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ ص۱۶۱ و جلد ۱ ص۳۷ و جلد ۵ ص۱۳۸

کر دیا اور اس طرح نبیؐ کی اہانت کی۔

یہ بات مدنظر رہے کہ عمر ابن خطاب نے نبیؐ سے دوات وقلم طلب کرنے پر جسارت کے ساتھ لوگوں کو قلم ودوات دینے سے منع کر دیا اور کہہ دیا معاذ اللہ رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں۔

لیکن بخاری نے اس عبارت کو بہت ہی اچھے طریقہ سے بدل دیا اور لفظ ہذیان کو "غلب الوجع" سے بدل دیا کیونکہ اس جملہ کے قائل عمر ابن خطاب ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ بخاری جہاں روایت سے عمر کے نام کو حذف کرتے ہیں تو وہاں "جمع کا صیغہ" فقالوا! ھجر رسول اللہ یعنی لوگوں نے کہا رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں۔ نقل حدیث میں یہ ہے بخاری کی امانتداری (اس سلسلہ میں ہم عنقریب ایک مخصوص باب تحریر کریں گے)

بہر حال یہ تو اکثر محدثین و مورخین نے لکھا ہے کہ عمر ابن خطابؓ نے نبیؐ کے سامنے کہا: رسولؐ (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں اور بیشتر صحابہ نے عمر کا اتباع کیا اور ان لوگوں نے نبیؐ کے سامنے وہی بات کہی جو عمر نے کہی تھی۔

ہم تصور کریں کہ رسولؐ کی بزم میں جو اختلاف، شور و ہنگامہ اور یہ گستاخیاں ہوئیں ہیں اگرچہ تاریخ کی کتابوں نے انھیں ذکر کیا ہے مگر جو کچھ وہاں پیش آیا تھا اس کی مختصر سی جھلک ہے۔ (کیونکہ صحیح حالات کا اندازہ مشاہدہ ہی سے ہوتا ہے) مثلاً ہم نے کتابوں میں جناب موسیٰ کے واقعات پڑھے ہیں لیکن اگر اس کو فلم کی صورت میں ہمیں دکھایا جائے تو اس کی بات ہی دوسری ہوتی ہے۔ (شنیدہ کے بود مانند دیدہ)

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۷ کی کتاب الادب کے باب "ما یجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ عز وجل" میں روایت کی ہے کہ

رسولؐ نے ایک چٹائی بنائی اور جب رسولؐ نماز کی غرض سے اس پر کھڑے ہوئے تو بہت سے لوگوں نے آپؐ کا اتباع کیا اور آپ کے ہمراہ نماز ادا کی رات میں وہ لوگ پھر جمع ہوئے لیکن رسولؐ ان سے کبیدہ خاطر ہو چکے تھے اس لئے انکے پاس نہیں گئے لیکن ان لوگوں نے شور مچانا اور دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ تو آپؐ غیظ کے عالم میں نکلے اور فرمایا: تم اپنی بدعت پر ابھی تک باقی ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے عنقریب تم اس نماز کو واجب سمجھنے لگو گے ——

—— واجب نمازوں کے علاوہ نماز کے لئے سب سے بہترین جگہ گھر ہے

افسوس کہ عمر ابن خطاب نے رسولؐ کے حکم کی مخالفت کی اور اپنی خلافت کے زمانہ میں لوگوں کو نماز نافلہ پر جمع کر لیا اور کہا کہ یہ بدعت ہے اور کتنی اچھی بدعت ہے۔ ؎۲

اور اس بدعت میں ان صحابہ نے عمر کا اتباع کیا جو ان کی رائے کو صحیح سمجھتے اور ان کے ہر قول و فعل کی تائید کرتے تھے لیکن علیؑ ابن ابیطالبؑ اور اہل بیتؑ کہ جو صرف اپنے سردار رسولؐ کے حکم کی تعمیل کرتے تھے اور کسی چیز سے اس کا سودا نہیں کرتے تھے انھوں نے عمر کی مخالفت کی اور جب ہر بدعت، ضلالت اور جہنم کا باعث ہے تو تم اس بدعت کے بارے میں کیا کہتے ہو جو رسولؐ کے حکم کی مخالفت کے سبب وجود میں آئی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۵ کی کتاب المغازی کے ۔ "غزوۂ زید ابن حارث" والے باب میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا

؎۱ صحیح بخاری جلد ۷ ص ۹۹ و جلد ۲ ص ۲۵۲ و جلد ۳ ص ۱۶۸

؎۲ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۵۲ کتاب صلاۃ التراویح

رسولؐ نے اسامہ کو ایک گروہ کا امیر بنایا تو ان
لوگوں نے اس کی امارت کی مخالفت کی تو رسولؐ نے فرمایا : اگر
تم اس کی امارت سے خوش نہیں ہو تو اس کے والدین کی امارت
سے بھی خوش نہیں تھے اور خدا کی قسم وہ امارت کے مستحق اور
مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے اور اس کے بعد مجھے یہ عزیز
ہے۔ [1]

اس واقعہ کو مورخین نے تفصیل سے لکھا ہے کہ انھوں نے رسولؐ کو اس قدر غضبناک کیا تھا کہ آپؐ نے لشکر اسامہ کی مخالفت کرنے والوں پر لعنت کی۔ یہ وہ کمسن قائد و رہبر ہے جس کی عمر سترہ سال ہے اور رسولؐ نے اس لشکر کا امیر بنایا ہے کہ جس میں ابوبکر و عمر، طلحہ و زبیر، عبدالرحمٰن ابن عوف اور قریش کی بہت سی بزرگ ہستیاں موجود ہیں لیکن اس لشکر میں علیؑ ابن ابیطالب کو شامل نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے شیعوں میں سے کسی کو اس میں شریک ہونے کا رسولؐ نے حکم دیا تھا

لیکن بخاری ہمیشہ صحابہ، سلف کی عزت بچانے کے لئے واقعات کو مختصر اور احادیث کو کتر دبیونت کے ساتھ نقل کرتے ہیں اس کے باوجود ان کی نقل کردہ احادیث میں اتنا کچھ موجود ہے۔ جو ایک حق کے طلبگار کے لئے کافی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۲ کی کتاب الصوم کے باب التنکیل لمن اکثر الوصال، میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ :

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ ص ۸۴

رسولؐ نے روزہ کی حالت میں ہمبستری کرنے سے روکا تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ: تم میں سے میرے مثل کون ہے؟ مجھے میرے رب نے شکم سیر اور سیراب کیا ہے۔ جب انھوں نے وصال سے باز رہنے سے انکار کر دیا اور آئے دن وصال ہوتا رہا یہاں تک کہ رویت ہلال ہو گئی۔ اگر وہ ایسا ہی کرتے رہتے تو میں ان پر نفرین کرتا

کیا کہنا ان صحابہ کا کہ رسولؐ جنھیں کسی چیز سے روکتے تھے لیکن وہ اس سے باز نہیں رہتے تھے آپ انھیں بار بار روکتے مگر وہ تھے کہ سنتے ہی نہ تھے کیا انھوں نے خدا کا یہ قول نہیں پڑھا تھا:

﴿وما أتاكم الرّسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتّقوا الله إنّ الله شديد العقاب﴾ حشر، آیت ۷

جو تم کو رسولؐ دے دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے منع کریں اس سے بعض آؤ اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔

باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی مخالفت پر شدید عذاب کی دھمکی دی ہے پھر بھی بعض صحابہ خدا کے وعدۂ عذاب اور اسکی تہدید کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے تھے۔

جب وہ اس صفت کے حامل تھے تو ان کے نفاق میں کیا شک ہے اگرچہ وہ ظاہر بظاہر بکثرت نماز پڑھتے اور روزے رکھتے تھے اور دین کے امور میں اتنے شدت پسند تھے کہ اپنی عورتوں سے نکاح تک کو حرام سمجھتے تھے کہ کہیں وہ ان عورتوں کے ساتھ جماع نہ کرے۔

وہ اس فعل سے پرہیز کرتے تھے جس کو خود رسولؐ انجام دیتے تھے جیساکہ گزشتہ بحث میں بیان ہو چکا ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۵ کی کتاب المغازی کے باب "بعث النبی خالد بن ولید الیٰ بنی جذیمہ" میں زہری سے اور انھوں نے سالم سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

رسولؐ نے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کے پاس بھیجا تاکہ انھیں اسلام کی دعوت دیں لیکن انھوں نے اسلمنا (ہم اسلام لائے) کہنا پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ ہم نے بت پرستی چھوڑ دی ہے۔ پس خالد نے ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو قیدی بنالیا اور ہم لوگوں میں سے ہر ایک کے سپرد ایک ایک قیدی کر دیا۔ یہاں تک کہ خالد نے ایک روز ان قیدیوں کے قتل کا حکم بھی دے دیا۔ تو میں نے کہا قسم خدا کی میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ ہی میرے دوسرے ساتھیوں نے اپنے قیدیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ ہم رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو رسولؐ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کرکے دو مرتبہ فرمایا: پروردگار میں خالد کے اس ظلم سے بری ہوں۔ (صحیح بخاری جلد ۵ ص ۱۰۷ و جلد ۸ ص ۱۱۸)

مورخین نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کی علت بھی لکھی ہے کہ خالد بن ولید اور اس کی اطاعت کرنے والے صحابہ اس جرم کے کیوں مرتکب ہوئے۔ اور اس سلسلہ میں "کہ مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے" رسولؐ کے حکم کی تعمیل نہیں کی وہ قتل سب سے بڑا جرم ہے جس میں نیک افراد کا خون

بہایا جاتا ہے۔ اور پھر نبیؐ نے اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا تھا نہ کہ ان کے قتل کرنے کا۔

لیکن خالد پر جاہلیت والے جھگڑے اور شیطانی حمیت غالب آگئی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بنی جذیمہ نے زمانۂ جاہلیت میں خالد کے چچا الفاکہ ابن المغیرہ کو قتل کیا تھا لہٰذا خالد نے انھیں فریب دیا اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ تم اپنا اسلحہ رکھ دو کیونکہ یہ لوگ اسلام لے آئے ہیں اور اس کے بعد انھیں حکم دیا کہ پسِ گردن ان لوگوں کے ہاتھ باندھ دو اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔

جب بعض مخلص صحابہ کو خالد کی اس دشمنی کی اطلاع ملی تو خالد کے لشکر سے بھاگ کر نبیؐ کے پاس آئے اور روداد سنائی تو آپؐ نے خالد کے اس فعل سے برأت کا اظہار فرمایا۔ اور علیؑ ابن ابیطالب کو بھیج کر ان کے جان و مال کی دیت ادا فرمائی

اس حادثہ کی مختصر تفصیل کے لئے "عباس محمود العقاد" کی "عبقریۂ خالد" کا مطالعہ کافی ہے عقاد مذکور کتاب کے ص۷۵، ص۸۵ پر رقم طراز ہیں۔

فتح مکہ کے بعد رسولؐ دیہاتوں کو بتوں کی پرستش سے پاک کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، ان میں بسنے والے قبائل کی طرف دعوت اسلام کے لئے چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ کئے ان لشکروں میں سے ایک لشکر خالد ابن ولید کا تھا جو انصار و مہاجرین و بنی سلیم کے تین سو پچاس افراد پر مشتمل تھا اس لشکر کو بنی جذیمہ کی طرف ــــــ انھیں دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا تھا ان لوگوں کو قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں قبیلہ جذیمہ انتہائی شرپسند تھا اور لوگ اسے خون کا لوتھڑا کہتے تھے ان کی خونریزیوں میں سے ایک خالد کے چچا الفاکہ ابن المغیرہ اور اس کے چچا زاد بھائی اور عبد الرحمٰن ابن عوف کے والد کا قتل بھی ہے

اور بنی سلیم میں سے مالک ابن شرید اور اس کے تین بھائیوں کا قتل ہے اور ان کے علاوہ اور بہت سے قبائل ہیں ۔

جب خالد ابن ولید ان کے قریب پہونچا اور انھیں بھی یہ اطلاع ہوگئی کہ اس کے ساتھ بنی سلیم بھی ہیں تو بنی جذیمہ مسلح ہوکر جنگ کے لئے آمادہ ہوئے اور خالد کو وہاں اترنے سے منع کر دیا تو خالد نے دریافت کیا کہ کیا تم مسلمان ہو ؟ بعض لوگوں نے کہا جی ہاں ! اور بعض نے کہا کہ ہم نے بت پرستی چھوڑ دی ہے پھر خالد نے کہا کہ تم اگر مسلمان ہو تو یہ ہتھیار کیوں اٹھائے ہوئے ہو ؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے اور قوم عرب کے درمیان دشمنی ہے ۔ ہمیں یہ خوف تھا کہ کہیں تم لوگ وہی تو نہیں ہو ۔ اس لئے ہم نے اسلحہ اٹھالیا ! پس خالد نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ اسلحہ رکھ دو ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے ۔ ان میں سے جحدم نامی ایک شخص نے چیخ کر کہا : اے جذیمہ کی اولاد ویل ہو تم پر قسم خدا کی خالد اسلحہ رکھوا لینے کے بعد تمھیں گرفتار کرے گا اور اس کے بعد گردن مروا دے گا قسم خدا کی میں تو کبھی اپنا اسلحہ نہیں رکھوں گا لیکن لوگوں نے اس سے بھی اسلحہ رکھوالیا اور کچھ افراد متفرق ہو گئے ۔

اس کے بعد خالد نے ان لوگوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور پھر قتل کرنے کے لئے کہہ دیا ۔ بنی سلیم نے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انھیں قتل کیا اور انصار و مہاجرین قتل کرنے سے یہ کہہ کے مکر گئے کہ رسولؐ نے ہمیں قتال کے لئے نہیں بھیجا ہے ۔ جب اس سانحہ کی خبر آپؐ تک پہونچی تو آپؐ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے تین بار فرمایا ۔ پروردگار خالد بن ولید نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں ۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے علی ابن ابیطالب کو بنی جذیمہ کے پاس بھیجا اور ان کے جان و مال کی دیت دلائی ۔

اس حادثہ سے ان بزرگ صحابہ کے درمیان خلفشار پیدا ہو گیا جو اس سریہ میں شریک ہوئے تھے۔ اور جو شریک نہیں ہوئے تھے یہاں تک کہ عبدالرحمٰن ابن عوف نے صاف صاف کہہ دیا کہ خالد نے جان بوجھ کر لوگوں کو قتل کیا ہے۔ تاکہ اپنے چچا کا انتقام لے سکے۔ یہ تھا عقاد کا بیان۔

یہ تھی وہ عبارت جس کو عقاد نے اپنی عبقریہ خالد میں قلمبند کیا ہے لیکن عقاد بھی اہلسنت کے دوسرے مفکرین کی طرح اس قصہ کو لکھنے کے بعد خالد کو بری قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کی ان باتوں میں کوئی دم خم نہیں ہے نہ ہی عقل سلیم اسے قبول کرتی ہے۔ عقاد کے پاس "عبقریۃ الخالد" لکھنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا۔

جب کہ اس عذر کی حقیقت "تار عنکبوت" سے زیادہ نہیں ہے۔ جو بھی مطالعہ کرے گا وہ اس بے جا دفاع سے آگاہ ہو جائے گا۔

معلوم نہیں کیسے انھوں نے عذر تراشی سے کام لیا۔ جبکہ وہ خود اپنی تحریر میں اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ نبیؐ نے خالد ابن ولید کو ان کے پاس دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ عقاد اس بات کا اعتراف بھی کر چکے ہیں کہ بنی جذیمہ نے ہتھیار و اسلحہ سجا لئے تھے۔ لیکن خالد نے جب اپنے لشکر والوں سے کہا کہ تم اپنا اسلحہ اتار دو کیونکہ یہ لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں تو بنی جذیمہ اس کے فریب میں آ گئے۔ عقاد یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ جحدم نے ہتھیار رکھنے سے منع کر دیا اور اپنی قوم والوں سے کہا کہ عنقریب تم خالد کے فریب میں آ جاؤ گے نیز اس نے کہا: ویل ہو تم پر بنی جذیمہ یہ خالد ہتھیار رکھوا لینے کے بعد تمھیں قید کرے گا اور گرفتار کرنے کے بعد گردن زدنی یقینی ہے قسم خدا کی میں کبھی ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ عقاد ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ بنی جذیمہ نے اس سے بھی اصرار کے بعد

ہتھیار ڈلوا دیئے۔ اس سے ان کے اسلام اور ان کی حسن نیت کا پتا چلتا ہے۔

———— پس جب رسولؐ نے دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا اور جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ جیسا کہ جناب عقاد خود فرما چکے ہیں تو نبیؐ کے حکم کی مخالفت کے سلسلہ میں خالد کے پاس کون سا عذر ہے؟ عقاد صاحب یہ ایسا معمہ ہے جسے آپ حل نہیں کر سکتے۔

اور جب بنی جذیمہ نے ہتھیار ڈال دئے تھے۔ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر چکے تھے اور اپنے اس دوست پر بھی قابو پا گئے تھے جس نے ہتھیار نہ ڈالنے کی قسم کھائی تھی جیسا کہ عقاد صاحب آپ اعتراف کر چکے ہیں تو پھر ان لوگوں کو دھوکہ دے کر قتل کرنے اور ان سے ہتھیار رکھوانے کے سلسلہ میں خالد کے پاس کون سا عذر ہے؟

آپ ہی یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ خالد نے پہلے ان کے ہاتھ باندھنے کا حکم دیا اور بعد میں قتل کر دیا یہ دوسرا معمہ ہے جسے عقاد صاحب آپ حل نہیں کر سکتے ہیں۔ کیا اسلام مسلمانوں کو ان لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو ان سے جنگ نہیں کرتے؟ اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انھوں نے (بنی خذیمہ) مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کیا تھا تو یہ بات دشمن اسلام مستشرقین کے لئے حجت ہے جسے آج وہ رواج دے رہے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ اعتراف کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ان لوگوں کو جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ جیسا کہ آپ خود تحریر کر چکے ہیں کہ مہاجرین و انصار نے خالد کا حکم نہیں مانا اور اسیر کو اس لئے قتل نہیں کیا کہ نبیؐ نے قتل کا حکم نہیں دیا تھا پس عقاد صاحب خالد کے لئے جو آپ عذر خواہی کر رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

عقاد کی رد کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ انھوں نے اپنے عذر کو خود باطل کر دیا اور سب کچھ کرنے کے بعد یہ کہکر خود ہی برباد کر دیا کہ :

اس سریہ میں حاضر ہونے والے اور حاضر نہ ہونے والے بزرگ صحابہ کے درمیان شدید اختلاف اور دشمنی ہو گئی پس جب جلیل القدر صحابہ خالد کے دشمن ہو گئے یہاں تک کہ اس کے لشکر سے فرار کر کے نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خالد کی شکایت کی اور عبد الرحمٰن ابن عوف نے خالد پر یہ اتہام لگایا کہ اس نے جان بوجھ کر ان لوگوں کو اپنے چچا کے انتقام میں قتل کیا ہے۔ جیسا کہ عقاد نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔

اور جب رسولؐ نے آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کر کے تین مرتبہ فرمایا تھا کہ پروردگار! خالد ابن ولید کے کرتوت سے میں بری ہوں۔

اور جب نبیؐ نے علیؑ کو اموال دے کر اس لئے بھیجا تھا کہ بنی جذیمہ کے خون اور مال کی دیت ادا کریں جس سے وہ راضی ہو جائیں۔ جیسا کہ خود عقاد کا بیان ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن خالد نے ان پر ظلم و تعدی کی۔ کیا کوئی خالد کا دفاع کرنے والا عقاد سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ نبیؐ نے تین مرتبہ خدا سے خالد کے فعل سے برات کا اقرار کیا تھا؟ کیا تمھیں خبر نہیں ہے کہ جلیل القدر صحابہ خالد سے متنفر ہو گئے تھے؟ یا وہ صحابہ کہ جو اس کے ساتھ تھے اس کی غلط حرکتوں کو دیکھ کر سریہ سے بھاگ آئے تھے۔ یا عبد الرحمٰن ابن عوف کہ جو ان کے ساتھ سریہ میں تھے کیا وہ خالد کو عقاد سے زیادہ نہیں پہچانتے تھے؟ کہ جنھوں نے خالد پر یہ

الزام لگایا کہ اس نے اپنے چچا کے انتقام میں جان بوجھ کر سب کو قتل کیا ہے
خدا اس اندھے تعصب اور جاہلیت والی حمیت کا برا کرے
کہ جس نے عقاد کو اندھا بنا دیا اور نے اس واقعہ کو صرف چار سطروں میں لکھا ہے۔ لیکن جو کچھ بخاری نے لکھا ہے وہ بھی خالد اور ان صحابہ کی رسوائی کے لئے کافی ہے جنھوں نے نیکوکار مسلمانوں کے قتل میں اس کی اطاعت کی جیسے عقاد نے تحریر کیا ہے کہ بنی سلیم نے اس سلسلہ میں خالد کی اطاعت کی اور دیگر اعراب نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ لیکن بخاری نے خالد کی اطاعت کرنے والے صحابہ میں سے صرف دو یا تین کو مستثنیٰ کیا ہے۔ وہ بھی جو لشکر سے فرار کر کے نبیؐ کے پاس آئے اور خالد کی شکایت کی جناب عقاد آپ کے بس کی بات نہیں ہے کہ اس سلسلہ میں آپ مجھے قانع کر دیں کہ انصار و مہاجرین کی تعداد تین سو پچاس تھی جیسا کہ آپ نے خود تصریح کی ہے کہ جنھوں نے خالد کی اس قتل کے سلسلہ میں اطاعت نہیں کی اور سب کے سب لشکر سے بھاگ کھڑے ہوئے آپ کی اس بات کی کوئی بھی محقق تصدیق نہیں کرے گا۔

لیکن آپ نے اپنے صحابہ کی عزت بچانے کی کوشش کی ہے
اور ہر طرح حقیقت کو چھپانے کی سعی کی ہے۔ لیکن اب پردہ اٹھانے اور حق کی معرفت کا وقت آگیا ہے۔

خالد ابن ولید کے اور نہ جانے کتنے سیاہ کرتوت ہیں کہ جن
سے ہمیں تاریخ آگاہ کرتی ہے۔ خصوصاً روز لبطاح کہ جب ابوبکر نے خالد کو اس لشکر کا سردار بنایا جس میں صحابۂ اولین شریک تھے تو اس موقع پر بھی اس نے مالک ابن نویرہ اور اس کے خاندان والوں کو فریب دیا اور جب انھوں نے ہتھیار ڈال دئے تو انھیں گرفتار کرنے کا حکم دیا اور مظلومانہ طور پر قتل کر دیا اور خود

خالد نے) اسی رات میں حادثہ کے بعد مالک کی زوجہ لیلی ام تمیم سے زنا کیا کہ جس شوہر کو قتل کیا تھا۔ اور جب عمر نے خالد ابن ولید سے قصاص لینا چاہا اور اس سے کہا تم نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اس کی زوجہ سے زنا کیا ہے۔ قسم خدا کی میں تمہیں ضرور سنگسار کروں گا (عمر کی یہ کیفیت دیکھ کر) ابوبکر نے خالد کی طرفداری کی اور عمر سے کہا خالد کو کچھ نہ کہو؛ کیونکہ اس نے تاویل کی ہے اور اس کام میں اس سے خطا ہو گئی۔ یہ دوسرا قصہ ہے جس کی داستان طویل اور دوہرانا نفرت آمیز ہے۔ کتنے مظلوموں کا حق ہڑپ کر لیا گیا کیونکہ اس کے غاصب طاقت والے اور باعزت سمجھے جاتے تھے۔ کتنے ظالموں کی مدد کی جاتی تھی کیونکہ وہ مالدار اور حاکم وقت کے مقرب ہوتے تھے۔ بخاری ہی کو دیکھئے کہ بنو جذیمہ کے قصہ کو کتنی کتر بیونت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ نبیؐ نے خالد کو بنی جذیمہ کے پاس بھیجا اس نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اسلمنا نہ کہا بلکہ کہا کہ ہم نے بت پرستی چھوڑ دی ہے۔

جناب بخاری یہ بنو جذیمہ والے کیا اہل فارس ترک یا اہل ہنود تھے کہ جو اسلمنا نہ کہہ سکے۔ ان کا تعلق قبائل عرب سے تھا کہ جن کی زبان میں خدا نے قرآن نازل کیا ہے! لیکن اندھے تعصب اور اس گھناؤنی سازش نے بخاری کو یہ بات لکھنے پر مجبور کیا کہ جو صحابہ کی عزت بچانے کے لئے کی گئی ہے اسی لئے بخاری نے خالد کو بری کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ عقاد کو دیکھئے کہتے ہیں کہ خالد نے ان سے پوچھا کیا تم مسلمان ہو؟ پھر عقاد کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض نے کہا جی ہاں ہم مسلمان ہیں اور بعض نے کہا کہ ہم نے بت پرستی چھوڑ دی ہے۔

اس لفظ (قیل) کی واضح دلالت اس بات پر ہے کہ اس قبیلہ نے کسی چیز سے تمسک کر لیا ہے اور اس کے ذریعہ وہ لوگوں کو توہم میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں

تاکہ خالد ابن ولید کی طرف سے عذر پیش کر سکیں۔ کیونکہ خالد خلافت غصب کرنیوالے حاکم کی شمشیر برہنہ اور غاصب خلافت کا دفاع کرنے والا تھا۔ اور اس کے ساتھی اپنی قوت کا مظاہرہ کر رہے تھے تاکہ اگر کسی ذہن میں بعد وفات رسولؐ سقیفہ کے غلط ہونے کا خیال بھی پیدا ہو تو وہ ہماری قوت دیکھ کر خاموش ہو جائے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

رسولؐ کی وفات کے بعد صحابہ نے سنت نبیؐ کو برباد کر دیا

بخاری نے اپنی صحیح کی پہلی جلد کے باب "تضییع الصلواۃ" میں غیلان سے روایت کی ہے کہ انس ابن مالک نے کہا کہ مجھے عہد نبیؐ کی کوئی چیز نظر نہیں آرہی ہے۔ لوگوں نے کہا: نماز تو ہے، کہا کہ کیا تم نے اس کی بھی صورت نہیں بدل دی ہے اس میں تحریف نہیں کی ہے۔

نیز کہتے ہیں میں نے زہری کو کہتے ہوئے سنا کہ میں دمشق میں انس ابن مالک کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں میں نے کہا آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ کہا کہ میں نماز کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں دیکھتا ہوں اور (اب) اس میں بھی کتر وبیونت کر دی گئی ہے۔ [1]

اسی طرح بخاری نے پہلی جلد کے "نماز صبح کی جماعت کی فضیلت"

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۳۳

والے باب میں روایت کی ہے کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ میں نے سالم سے سنا کہ انھوں نے کہا میں نے ام درداء سے سنا کہ وہ کہہ رہی تھیں کہ ایک روز حالت غیظ میں ابو درداء میرے پاس آئے تو میں نے کہا آپ کو کس چیز نے غضبناک کیا۔ کہا آج میں امت محمد میں کوئی چیز نہیں دیکھتا ہوں مگر یہ کہ وہ صرف نماز جماعت پڑھتے ہیں سلہ

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۲ کے باب " الخروج الی المصلیٰ

بغیر منبر " میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: روز عید فطر و ضحیٰ رسولؐ جب مصلے پر تشریف لے جاتے تو نماز سے پہلے اور نماز کے بعد لوگوں کو وعظ کرتے تھے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ایک روز میں مروان کے ساتھ جب وہ مدینہ کا حاکم تھا نماز عید فطر یا عید الاضحیٰ کے لئے نکلا تو دیکھا وہ نماز سے قبل منبر پر جانا چاہتا ہے۔ میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچ لیا اس نے کپڑ چھڑایا اور نماز سے قبل منبر پر جاکر خطبہ دیا میں نے کہا قسم خدا کی تم نے (شریعت) بدل دی۔ اس نے کہا: ابو سعید جو تم جانتے ہو وہ ختم ہو گئی! میں نے کہا: جو کچھ میں جانتا ہوں قسم خدا کی وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا: لوگ نماز کے بعد ہمارے لئے بیٹھے نہیں رہیں گے اس لئے میں نے خطبہ نماز پر مقدم کر دیا ہے۔ سلہ

صحابہ انس ابن مالک اور ابو درداء کے زمانہ میں اور مروان ابن حکم

کے زمانہ میں جو نبیؐ کے زمانہ سے بہت قریب زمانے تھے سنت میں تغیر کر رہے تھے یہاں تک کہ نماز کو بھی بدل دیا تھا اور اپنے پست مصالح کے تحت سنت نبیؐ میں ردو بدل کر رہے تھے۔ بنی امیہ کو دیکھئے کہ انھوں نے ہر خطبہ کے بعد منبروں سے

سلہ۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۹

سلہ۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲

علیؑ اور اولاد علیؑ پر لعنت کرنے کو سنت بنا لیا تھا اسی لئے بہت سے لوگ عید الفطر و عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد پراگندہ ہو جاتے تھے۔ کیونکہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ امام جماعت علیؑ اور اولاد علیؑ پر لعنت کرے۔ اس لئے بنی امیہ نے سنت نبیؐ میں تغیر کر کے نماز عیدین میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا تاکہ تمام مسلمانوں کے درمیان علیؑ پر لعنت کرنا آسان ہو جائے اور انھیں رسوا کر سکیں۔ اس سنت (بد) کا بانی بنی امیہ کا راس ورئیس معاویہ ابن ابی سفیان ہے اور یہ سنت ان کے درمیان اس چیز سے بھی زیادہ اہم ہو گئی تھی کہ جو تقرب الٰہی کا ذریعہ تھی۔ بعض مورخین نے یہاں تک لکھا ہے کہ بنی امیہ کے ایک پیش امام نے نماز جمعہ کا خطبہ تمام کر دیا اور حضرت علیؑ پر (معاذ اللہ) لعنت کرنا بھول گیا تو لوگوں نے چاروں طرف سے چلا کر کہا، تم نے سنت کو فراموش کر دیا، سنت کو بھلا دیا ———— آخر یہ سنت ہی کب تھی؟ مگر افسوس معاویہ ابن ابی سفیان کی اس بدعت پر اسّی سال تک عمل ہوتا رہا اور آج تک اس کے آثار باقی ہیں اس کے باوجود اہلسنت معاویہ سے خوش ہیں اور اس پر تنقید کرنے کی کسی میں جرأت نہیں ہے کیونکہ وہ صحابہ میں شامل ہے۔

الحمدللہ امت اسلام کے مخلص محققین حق کو باطل سے الگ کرنے میں لگے ہیں ان میں سے اکثر نے صحابہ والے عقدہ کو بھی سمجھ لیا ہے کہ جو معاویہ اور اس کے پیروکاروں کی ایجاد تھی۔ اہلسنت بھی اس تناقض سے چھٹکارا پانے لگے ہیں۔ جبکہ وہ تمام صحابہ سے دفاع کرتے ہیں یہاں تک کہ جو صحابہ کی تنقیص کرتا ہے وہ اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اور جب آپ ان سے کہیں گے "معاویہ ابن ابی سفیان کی لعنت نبی کو بھی شامل ہے۔" کیونکہ معاویہ نے افضل الصحابہ پر سب و شتم کیا ہے۔ اور یہ سب و شتم رسولؐ کو شامل ہوتا ہے کیونکہ رسولؐ نے خود فرمایا ہے جس نے علیؑ پر سب و شتم کیا اس نے مجھ پر سب و شتم کیا اور جس نے مجھ پر سب و شتم

کیا اس نے خدا پر سب و شتم کیا۔ [1]

اس وقت ان کی زبان لڑکھڑا نے لگتی ہے، لکنت کرنے لگتی ہے اور جواب میں ایسی باتیں پیش کرتے ہیں کہ جو کسی چیز پر دلالت نہیں کرتی۔ اور فقط بے وقوفی اور اندھے تعصب پر مبنی ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف سے گڑھی ہوئی ہیں اور کچھ کہتے کہ وہ رسولؐ کے صحابی ہیں انھیں اختیار ہے جس کے لئے جو چاہیں کہیں لیکن ہم ان کی طرح نہیں ہیں کہ ہم ان پر تنقید کریں! پروردگار تو پاک و پاکیزہ ہے ۔ حمد تجھ ہی سے مخصوص ہے۔

تیرے کلام قرآن مجید نے مجھے حقائق کو سمجھنے کی توفیق عطا کی ہے کہ جن کا سمجھنا میرے لئے دشوار اور ان پر اعتقاد رکھنا مشکل تھا اور جب بھی میں اس آیت کی تلاوت کرتا تھا: ﴿ولقد ذرأنا لجهنّم كثيراً من الجنّ والإنسِ لهمْ قلوبٌ لا يفقهون بها ولهم أعينٌ لا يُبصرون بها و لهم أذانٌ لاَ يسمعون بها، أولئك كالأنعامِ بلْ هُمْ أضَلُّ أولئك همُ الغَافِلون﴾ اعراف، آیت ۱۷۹

اور یقیناً ہم نے انسان و جنات کی ایک کثیر تعداد کو گویا جہنم کے لئے پیدا کیا ہے، کہ ان کے پاس دل ہیں مگر سمجھتے نہیں ہیں اور آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ہیں اور کان ہیں مگر سنتے نہیں ہیں یہ چوپایوں جیسے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اور

---

[1] مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۲۱ اور حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح تسلیم کیا ہے اسی طرح ذہبی نے بھی اپنی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح مانا ہے اور احمد ابن حنبل نے اپنی مسند کی جلد ۶ ص ۳۲۳ پر نقل کیا ہے اور نسائی وغیرہ نے بھی اس کو صحیح مانا ہے۔

یہی لوگ اصل میں غافل ہیں۔

مجھے بہت تعجب ہوتا تھا اور میں اپنے آپ سے کہتا تھا کیسے ممکن ہے ؟ کیا حیوان اس انسان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے، کیا ممکن ہے کہ انسان پتھر کے سامنے جھکے اس کی پرستش کرے اور اس سے رزق طلب کرے ؟ لیکن الحمد للہ میرا یہ تعجب اس وقت زائل ہوگیا جب خود میں نے ان لوگوں کو دیکھا۔ میں نے ہندوستان کا سفر کیا وہاں تعجب انگیز چیزیں دیکھیں وہاں میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے جو انسان کے خلیوں کو پہچانتے ہیں، علم تشریح کے ماہر ہیں لیکن گائے کی پوجا کرتے ہیں اگر اس گناہ کا ارتکاب جاہل ہندو کرتے تو ان کا عذر معقول ہوتا لیکن آپ نے دیکھا کہ ان میں سے پڑھے لکھے لوگ گائے، پتھر، سمندر، چاند، سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ قرآن مجید کے مدلول سمجھ جائیں گے اور اسے "لازمی" تسلیم کریں گے خصوصاً یہ کہ بشر حیوان سے زیادہ گمراہ ہے۔

صحابہ جناب ابوذر کی نظر میں

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۲ کے باب "ما ادیت زکوٰتہ" فلیس بکنز" میں احنف ابن قیس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں قریش کے معزز افراد کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک گھنے بالوں والا، موٹے لباس والا آیا اور ان کے سامنے ٹھہر کر سلام کیا اور کہا: مال جمع کرنے والوں کو گرم پتھر کی بشارت دے دو کہ جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور ایک پستان پر لگایا جائے گا جو مونڈھے کی ہڈی توڑ کر نکل جائے گا پھر دوسرے مونڈھے پر لگایا جائے گا جو دوسرے پستان سے نکل جائے گا۔ پھر وہ شخص منہ پھیر کر چلا گیا اور اسٹول پر جا کر بیٹھ گیا میں بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کے پاس جا بیٹھا جبکہ میں ان سے متعارف نہیں تھا

میں نے ان سے کہا: میں نے ان لوگوں کو آپ کی باتوں سے خوش نہیں دیکھا! اس نے کہا وہ ناواقف ہیں مجھ سے میرے دوست نے فرمایا ہے۔ میں نے دریافت کیا آپ کے دوست کون ہیں؟ کہا نبیؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ: اے ابوذر کیا تم احد کو دیکھتے ہو: ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے جو آفتاب کی طرف دیکھا تو غروب ہو چکا تھا اور مجھے رسولؐ اپنی کسی ضرورت کے لئے بھیجنا چاہتے تھے میں نے عرض کی جی ہاں: فرمایا مجھے اُحد کے برابر سونے چاندی کو جمع کرنے والا دوست نہیں ہے ہاں تین دینار والا دوست ہے۔ جبکہ یہ لوگ اس سے بے خبر ہیں صرف دنیا کو جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں قسم خدا کی میں ان سے قیامت تک دنیا و دین کے بارے میں سوال کرنے والا نہیں ہوں [1]

بخاری اپنی (صحیح کی) جلد ۸ کے باب "الحوض" اور قول خدا "انا اعطیناک الکوثر" میں عطا ابن یسار اور انھوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

میں حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا کہ ایک گروہ آئے گا
میں انھیں پہچان لوں گا اور ایک شخص ان کے اور میرے درمیان
کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ انھیں جانے دو۔ میں دریافت کروں گا
کہاں؟ وہ کہے گا جہنم میں قسم خدا کی میں پوچھوں گا کہ ان کی
کیا خطا ہے وہ کہے گا کہ یہ آپؐ کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور الٹے
پیروں کفر کی طرف پلٹ گئے تھے۔

اس کے بعد دوسرا گروہ آئے گا یہاں تک کہ
میں اسے بھی پہچان لوں گا ایک شخص میرے اور ان کے درمیان

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۱۲

کھڑے ہوکر کہے گا: ان کو جانے دو میں معلوم کردں گا: کہاں؟
وہ کہے گا جہنم میں، میں پوچھوں گا ان کی کیا خطا ہے؟ وہ کہے گا
یہ آپ کے بعد الٹے پیروں کفر کی طرف پلٹ گئے تھے۔ بس میں
انھیں آزاد چوپاؤں کے مثل پاتا ہوں۔

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسولؐ سے کہا جائیگا
کہ آپ نہیں جانتے انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا، بدعتیں کی
ہیں۔ تو میں کہوں گا جس نے میرے بعد تغیر و تبدل کیا ہے خدا
اسے اپنی رحمت سے دور رکھے۔ [1]

اسی طرح بخاری نے پانچویں جلد کے باب "غزوہ حدیبیہ"
اور خدا کے اس قول کے بارے میں ﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك
تحت الشجرة﴾ میں علاء الدین ابن مسیب سے اور انھوں نے اپنے والد سے
روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

میں نے براء ابن عازبؓ سے ملاقات کی اور کہا آپ
خوش نصیب ہیں کہ آپ نے نبیؐ کی صحبت پائی اور درخت کے
نیچے ان کی بیعت کی: انھوں نے کہا: بھتیجے تمھیں نہیں معلوم ہم نے
رسول کے بعد کیا کیا۔ [2]

یہ ایک بزرگ صحابی کی عظیم گواہی ہے کہ جو انھوں نے صریح طور
پر اپنے اور لوگوں کے خلاف پیش کی ہے اور ان کی یہ گواہی خداوند کے اس قول:

---

[1] صحیح بخاری جلد ۷، ص ۲۰۹

[2] صحیح بخاری جلد ۵، ص ۶۶

﴿أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم﴾ کی موکد ہے۔

اور نبیؐ کے اس قول کی بھی موکد ہے کہ۔ مجھ سے کہا گیا یہ آپ کے بعد الٹے پاؤں کفر کی طرف لوٹ گئے تھے ،،

براابن عازب جلیل القدر صحابی اور ان سابقین واولین سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی وہ اپنے اور دوسرے صحابہ کے خلاف یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ہم نے وفات نبیؐ کے بعد بدعتیں کیں لوگ ہمارے صحابی ہونے کے فریب میں نہ آئیں اور وہ اس طرح یہ وضاحت بھی کر دیتے ہیں کہ نبیؐ کی صحبت اور درخت کے نیچے بیعت کرنا ،،جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے،، یہ دونوں چیزیں نبیؐ کے بعد صحابہ کو گمراہ ہونے سے نہیں روک سکتیں ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ کے باب ،،قول النبیؐ : لتتبعنّ سنن من کان قبلکم،، میں عطاابن یسار سے اور انھوں نے ابوسعید خدری سے اور انھوں نے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا :

تم اپنے سے پہلے والوں کی بالشت بہ بالشت اور قدم بہ قدم اتباع کرد گے یہاں تک کہ اگر وہ بجّو کی بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی اسی کی بل میں گھسو گے ۔ ہم نے کہا : یارسُول اللہ کیا وہ یہود ونصاریٰ ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا : خواہ کوئی بھی ہو۔ ۔ ؟!

★

لہ ۔ صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۵۱

بعض صحابہ کے متعلق تاریخ کی گواہی

قرآن اور حدیث کے بعد ہمارے پاس واضح ترین شہادت تاریخ ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کا رہن سہن ان کے افعال و کردار، واقعات و حادثات جب قلبند ہوتے ہیں تو تاریخ بن جاتی ہے۔

جب ہم اہلسنت کی تاریخ کی کتابوں جیسے تاریخ طبری، تاریخ کامل طبقات ابن سعد، ابوالفدا اور ابن قتیبہ وغیرہ کا مطالعہ کریں گے تو عجیب وغریب چیزیں نظر آئیں گی اور جو کچھ اہل سنت صحابہ کی عدالت اور ان پر لعنت نہ کرنے کے بارے میں کہتے ہیں اسے مزید سمجھ لیں گے . . . . یہ ایسا کلام ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اسے عقل سلیم قبول کرتی ہے اور اس سے ایسے متعصب افراد اتفاق کریں گے جن کو تاریکی نے نور سے دور کر دیا ہے اور وہ محمدؐ جو معصوم ہیں اور وحی کے علاوہ کچھ کہتے ہی نہیں ہیں، اور حق کے سوا کوئی کام انجام نہیں دیتے ہیں اور ان صحابہ کے درمیان فرق کرنے پر تیار نہیں ہیں کہ جن کے فسق اور نفاق کی قرآن گواہی دے رہا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ وہ رسولؐ سے کہیں زیادہ صحابہ کا دفاع کرتے ہیں اس سلسلہ میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

جب کسی سے آپ یہ کہیں گے کہ "سورہ عبس وتولیٰ" سے رسولؐ مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے صحابہ کبار میں سے کوئی ایک ہے جس پر خدا اس لئے غضبناک ہوا ہے کہ وہ اندھے فقیر کو دیکھ کر تکبر کرتا ہے، تو آپ دیکھیں گے کہ وہ اس بات کو قبول نہیں کرے گا بلکہ کہے گا کہ محمدؐ بھی بشر تھے ان سے بھی متعدد بار غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور ان کے پروردگار نے متعدد بار ان پر عتاب کیا ہے۔

وہ معصوم نہیں تھے۔ ہاں قرآن کی تبلیغ کے وقت معصوم تھے۔ یہ ہے رسول کے متعلق ان کا نظریہ۔

اور اگر آپ یہ کہیں گے کہ عمر نے نماز تراویح کی بدعت کر کے بہت برا کیا یا خطا کی کیونکہ رسول نے لوگوں کو اس سے منع کیا تھا اور نافلہ نمازوں کو فرادیٰ گھر پر پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

پھر ملاحظہ کیجئے گا وہ عمر ابن خطاب کا کس طرح دفاع کرتا ہے ایسی صفائی دے گا کہ جیسے مناقشہ کرنے والا قبول نہ کرے اور کہے گا کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ وہ اپنی پوری طاقت و توانائی سے عمر کے لئے عذر تراشی کرے گا باوجودیکہ اس کی (تراویح کی) ممانعت کے لئے نبیؐ کی نص موجود ہے اور جب آپ اس سے یہ کہیں گے کہ عمر ابن خطاب نے مؤلفۃ القلوب کا حق غصب کر لیا تھا۔ کہ جس کا خدا نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔ تو وہ کہے گا کہ سیدنا عمر سمجھ گئے تھے کہ اب اسلام قوی ہو گیا اب ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے ان سے کہدیا ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے اور پھر وہ (عمر) تمام لوگوں سے زیادہ قرآن کو جانتے تھے! کیا آپ کے لئے یہ تعجب خیز بات نہیں ہے؟؟

اس وقت انتہا ہو گئی جب میں نے ان میں سے ایک شخص سے کہا کہ بدعت حسنہ کو چھوڑئیے اور مؤلفۃ القلوب کے واقعہ سے بھی چشم پوشی کر لیجئے لیکن آپ عمر کے لئے اس واقعہ پر کون سا عذر پیش کریں گے کہ وہ در فاطمہؑ پر آکر کہتے ہیں کہ یا تو نکل کر بیعت کر لو ورنہ میں گھر کو جلا کر خاکستر کر دوں گا؟

اس نے مجھے بے تحاشا جواب دیا کہ عمر حق پر تھے کیونکہ اگر وہ علیؑ کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے تو اکثر صحابہ ان سے روگردانی کر کے علیؑ کے ساتھ ہو جاتے اور فتنہ پیدا ہو جاتا۔

اس قماش کے لوگوں سے ہماری بحث بے فائدہ ہے ۔ بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ اہل سنت کی اکثریت اسی نہج سے سوچتی ہے ۔ کیونکہ حق سے ناواقف ہے اور حق کو عمر ابن خطاب ہی کے ساتھ تصور کرتی ہے ۔ انھوں نے قائدہ توڑ دیا اور حق کو لوگوں سے سمجھنے لگے جبکہ حق کے ذریعہ لوگوں کو پرکھنا چاہئیے ۔ (قول علیؑ ہے حق کو سمجھ لو تو اہل حق کو بھی سمجھ لوگے)

پھر یہ عقیدہ ان میں اس طرح سرایت کر گیا کہ انھوں نے عمر ابن خطاب سے تجاوز کرکے تمام صحابہ کو عادل کہنا شروع کر دیا ۔ اب کوئی کسی صحابی کو مورد طعن قرار نہیں دے سکتا ۔ اور نہ ہی کوئی خدشہ ظاہر کر سکتا ہے ۔ اور اس طرح ہر حق کے متلاشی انسان کے لئے سخت رکاوٹ پیدا کر دی ہے آپ دیکھیں گے کہ وہ ایک مانع سے چھٹکارا حاصل نہیں کر پاتا کہ بے شمار موانع اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ ایک خطرہ سے نکلتا نہیں ہے کہ لاتعداد خطرات اس کا راستہ روک دیتے ہیں اور حق کے دامن تک کمزور ضعیف انسان نہیں پہونچ سکتا ۔ بلکہ وہی پہونچ سکتا ہے کہ جو صبر و شجاعت کا حامل اور صاحب عزم ہو ۔

جب ہم تاریخ کو دیکھتے ہیں تو بعض صحابہ کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے اور ان سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اور ان کے وہ سیاہ کارنامے ظاہر ہو جاتے ہیں جس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی یا ان کے یار و مددگار اسے چھپاتے رہے یا برسے حکام ایسا کرتے رہے یا ان کے مقرب ایسا کرتے رہے ۔

جس چیز کی طرف بادی النظر میں ذہن جاتا ہے وہ رسولؐ کی وفات کے بعد ان کا موقف کہ کس طرح رسولؐ کے جنازہ کو چھوڑ دیا آپ کے غسل و کفن اور دفن کے بارے میں کچھ نہ کیا بلکہ سقیفہ میں جاکر میٹنگ کرنے لگے ۔ اور خلافت کے بارے میں جھگڑنے لگے ۔ جبکہ وہ اس کے حقدار کو پہچانتے تھے اور نبیؐ کے زمانہ

میں ان کے ہاتھوں پر بیعت کر چکے تھے۔

جو چیز ہمارے لئے اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ انھوں نے علیؑ اور بنی ہاشم کی غیبت کو غنیمت سمجھا کہ جنھوں نے اپنے اخلاقی اقدار کی وجہ سے رسولؐ کا جنازہ نہیں چھوڑا۔ وہ جلدی سے سقیفہ میں جا بیٹھے تاکہ قبل اس کے بنی ہاشم نبیؐ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوں خلافت کا فیصلہ کر دیا جائے۔ اور پھر اسے قبول کرنے پر بنی ہاشم کو مجبور کیا جائے۔ پھر وہ کچھ نہ کر سکیں گے کیونکہ سقیفہ میں جمع ہونے والوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ مخالفت کرنے والے کو قتل کر دیا جائے۔ بہانہ یہ تراشا جائے کہ وہ فتنہ پردازی اور مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔

مورخین نے بہت سی عجیب و غریب چیزیں قلمبند کی ہیں کہ جو ان دنوں صحابہ سے رونما ہوئی تھیں کہ جب رسولؐ نہیں رہے تھے۔ وہ لوگ رسولؐ کے خلیفہ اور امیر المومنین بن گئے تھے۔ جیسے لوگوں کو دھمکیوں اور زد و کوب کر کے بیعت لینا، در سیدہ پر سب کا جمع ہونا، دروازہ آپ کے پہلو پر گرانا اور بچے کا آپ کے شکم مبارک میں شہید ہو جانا، حضرت علیؑ کو قیدی کی طرح لے جانا اور کہنا کہ اگر بیعت سے انکار کیا تو قتل کر دیئے جاؤ گے، فاطمہؑ کی میراث اور باغ فدک اور تمام حقوق کا غصب کرنا اور ذی القربیٰ کے حق کو ہڑپ کر لینا یہاں تک کہ فاطمہؑ نے انتقال فرمایا میں کہ آپؑ ان لوگوں سے ناراض تھیں، آپ (زہراؑ) ہر نماز کے بعد ان لوگوں کے لئے بد دعا کرتی تھیں، مخفیانہ طور پر آپؑ کو رات میں دفن کیا گیا اور صحابہ آپ کے جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے، جیسے ان صحابہ کا قتل کرنا کہ جنھوں نے ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا[۱] کیونکہ وہ جانتے تھے کہ علیؑ کو

---

[۱] تاریخ کی کتابوں میں مالک ابن نویرہ کے قتل کا قصہ مشہور ہے

خلافت سے دور رکھا گیا ہے اس لئے کہ وہ غدیر خم میں نبیؐ کی حیات میں علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کر چکے تھے۔

جیسے ہتک حرمت، مسلمانوں کے نیک افراد کے قتل میں حدود خدا کی پامالی اور بغیر عدہ ختم ہوئے ان کی بیویوں سے زنا کرنا۔ ؎۱

جیسے احکام خدا اور رسولؐ میں رد و بدل کرنا جو قرآن و حدیث پر مبنی ہیں انھیں اپنی مصلحت کے تحت ذاتی اجتہاد سے بدل دینا۔ ؎۲

جیسے ان میں سے بعض افراد کا مستقل شراب پینا اور زنا کرنا، حالانکہ وہ مسلمانوں کے ولی امر اور حاکم تھے۔ ؎۳

جیسے بے گناہ ابوذر غفاری کو مدینۂ رسولؐ سے شہر بدر کرنا، چنانچہ ان کا عالم غربت میں وہیں انتقال ہو گیا اور عمار یاسر کو اتنا مارا کہ مرض فتق میں مبتلا ہو گئے اور عبداللہ ابن مسعود کو اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں، مخلص صحابہ کو عہدوں سے معزول کرنا اور ان کی جگہ بنی امیہ کے فاسق و منافق دشمن اسلام افراد کو مقرر کرنا۔

جیسے اہل بیتؑ کہ جن سے خدا نے ہر رجس کو دور رکھا اور اس طرح پاک رکھا جو حق ہے" پر لعنت کرنا اور نیک صحابہ میں سے ان کے شیعوں اور دوستوں کو قتل کرنا۔ ؎۴

؎۱ جیسا کہ خالد ابن ولید نے مالک ابن نویرہ کی زوجہ لیلیٰ سے اس کے شوہر کے قتل کے بعد زنا کیا

؎۲ جیسے جناب فاطمہؑ کو میراث سے محروم کیا، ذوی القربیٰ کا حق غصب کیا، مولفۃ القلوب کا حق ہڑپ کیا اور متعۂ نساء متعۂ حج کو حرام قرار دیدیا۔

؎۳ مغیرہ ابن شعبہ کا قصہ کہ اس نے ام جمیل سے زنا کیا۔ ؎۴ جیسے معاویہ نے حجر ابن عدی سے

جیسے قوت قہر سے منصب خلافت پر قابض ہو جانا اور جوان کے آڑے آیا مختلف ذریعوں سے اس کا صفایا کر دینا۔ جیسے کھانے وغیرہ میں زہر ملانا۔[۱] پھانسی پر چڑھانا۔ جیسے یزید کا اپنے لشکر کے لئے مدینۂ رسولؐ کو مباح کر دینا کہ وہ جو چاہے کرے۔ باوجودیکہ رسولؐ کا یہ قول ہے کہ "مدینہ میرا حرم ہے جو اس میں کوئی غلط کام کرے گا اس پر خدا ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔"

اور جیسے ان کا خانۂ خدا پر منجنیق سے پتھر برسانا، حرم شریف کو جلانا، اور داخل حرم بعض صحابہ کو قتل کرنا۔

جیسا کہ ان کا ذلیل طمع اور فانی دنیا کے لئے امیر المومنین سید الوصیین، عترت طاہرہ کے راس و رئیس علیؑ کہ جن کو رسولؐ سے وہی نسبت تھی جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، سے جمل و صفین اور نہروان میں جنگ کرنا،

جیسا کہ انھوں نے سید اشباب اہل الجنۃ امام حسنؑ کو زہر سے اور امام حسینؑ کو (تلوار) سے قتل کرنا اور علیؑ ابن الحسینؑ کے علاوہ پوری عترت رسولؐ کو میدانِ کربلا میں تہہ تیغ کرنا ان اور بہت سے ایسے افعال ہیں جو انسانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکا ہے۔ جنھیں رقم کرنے سے میرا قلم عاجز ہے۔ ان میں سے زیادہ تر باتوں کو اہل سنت والجماعت جانتے ہیں اسی لئے وہ مسلمانوں کو تاریخ پڑھنے اور حیات صحابہ کی تحقیق کرنے سے منع کرتے ہیں۔

سے ایسے جلیل القدر صحابی اور ان کے دوستوں کو قتل کیا ان کی صرف یہ خطا تھی کہ انھوں نے علیؑ ابن ابیطالب پر لعنت نہیں کی تھی۔

[۱] مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ اپنے مخالف کو مارتا تھا اور اس کو زہر آمیختہ شہد کھلاتا تھا تو وہ اس کے دربار سے واپس آتے آتے مرجاتا تھا۔

اور آج جو ہلاکت خیز جرائم کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے وہ سب بلاشک و شبہہ صحابہ کے افعال ہیں ان کے مطالعہ کے بعد ایک عاقل کے لیئے یہ گنجائش نہیں رہ جاتی کہ وہ صحابہ کو بری سمجھے اور ان کی عدالت کا قائل ہو جائے اور ان پر طعن و تشنیع نہ کرے۔ ایسا تو وہی کرے گا جس کی عقل زائل ہو چکی ہے۔

خصوصاً ہم بعض صحابہ کی عدالت اور ان کی پاکیزگی و تقوے کے بارے میں سنتے ہیں اور خدا اور رسوؐل سے جو انھیں محبت تھی وہ بھی معلوم ہے وہ زمانۂ رسوؐل میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ ان کی مدت حیات پوری ہو گئی اور انھوں نے کوئی رد و بدل نہیں کی پس خدا ان سے راضی ہو گیا اور انھیں اپنے حبیب محمدؐ کے جوار میں جگہ دی۔

وہ اس سے بری اور اعلیٰ ہیں کہ ان کے بارے میں کچھ کہا جائے یا کوئی بہتان لگانے والا ان پر بہتان لگائے خداوند عالم نے اپنی کتاب میں مختلف موقعوں پر ان کی مدح فرمائی ہے جیسا کہ خدا نے بارہا نبیؐ سے ان لوگوں کی محبت و خلوص کی تعریف کی ہے، اور تاریخ نے ان ہی واقعات کو ثبت کیا ہے جو شرافت سے لبریز، خوف خدا اور شجاعت و تقویٰ سے مملو ہیں۔ پس وہ خوش نصیب ہیں ان کے لیئے جنت عدن کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور شکر کرنے والوں کے لیئے خدا کی رضا سب سے بڑا اجر ہے۔ لیکن یاد رہے شکر کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے!

لیکن جو اشخاص مصلحت کے تحت مسلمان بن گئے تھے اور ان کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا وہ برضا و رغبت رسوؐل کے ساتھ نہیں تھے بلکہ اپنی غرض کے تحت رسوؐل کے ساتھ لگ گئے تو قرآن نے ان کی سرزنش کی ہے اور رسوؐل ان سے اور وہ رسوؐل سے بچتے رہے۔ آپ نے متعدد موقعوں پر

ان لوگوں پر لعنت کی، تاریخ نے ان کے اعمال شنیعہ محفوظ کئے ہیں . . . . یہ کسی احترام کے بھی لائق نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ ہم ان سے خوش ہو جائیں اور ان کو انبیا وشہدا اور صالحین کے برابر سمجھیں۔

قسم میری جان کی یہی توقف حق ہے جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور ان خطوط سے تجاوز نہیں کرتا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے کھینچے ہیں کہ وہ مومنین سے دوستی اور منافقین سے برات ودشمنی اختیار کریں۔ خداوند عالم اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ألم تَر إلى الذين تولّوا قوماً غضب الله عليهم ما هم منكم ولا منهم ويحلفون على الكَذِبِ وهم يعلمون * أعدّ الله لهم عذاباً شديداً إنهم سَاءَ ما كانوا يعمَلون * اتخذوا أيمانهم جُنّةً فصدّوا عن سبيل الله فلهم عذابٌ مهينٌ * لنْ تُغني عنهم أموالهم ولا أولادهُمْ من اللّهِ شيئاً أولئك أصحاب النار هم فيها خالدون * يوم يبعثُهُمْ اللّهُ جميعاً فيحلفون له كما يحلفون لكم ويحسبون أنّهم على شيءٍ ألا إنهم هُمُ الكاذبون * استحوذ عليهم الشيطانُ فأنساهم ذكر الله أولئك حِزبُ الشيطان ألا إن حزبَ الشيطانِ هم الخاسرون * إنّ الذين يحادُّون اللّهَ ورسولَه أولئك في الأذلّينَ * كتبَ اللّهُ لأغلبنَّ أنا ورُسلِي إنّ اللّهَ قويٌّ عزيز * لا تجدُ قوماً يؤمنون بالله واليوم الآخرِ يُوادّونَ من حادَّ اللّهَ ورسولَهُ ولو كانوا آباءهم أو أبناءهم أو إخوانَهم أو عشيرتَهم، أولئك كتبَ في

قلوبهم الإيمان، وأيدهم بروحٍ منه ويدخِلُهُمْ جنّاتٍ تجري من تحتها الأنهارُ خالدينَ فيهَا رضي الله عنهم ورَضوا عنه أولئك حِزْبُ الله ألاَ إنَّ حزب الله هم المفلحون﴾ مجادلہ، آیات ۱۴ ــ ۲۲

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ہے جنھوں نے اس قوم سے دوستی کر لی ہے جس پر خدا نے عذاب نازل کیا ہے کہ یہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ اُن میں سے اور یہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور خود بھی اپنے جھوٹ سے باخبر ہیں، انھوں نے اپنی قسموں کو سپر بنالیا ہے اور راہ خدا میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں تو ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے، اللہ کے مقابلہ میں ان کا مال اور ان کی اولاد کوئی کام آنے والا نہیں ہے۔ یہ سب جہنمی ہیں اور وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جو خدا ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ اس سے بھی ایسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تم سے کھاتے ہیں اور ان کا خیال ہو گا کہ ان کے پاس کوئی بات ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹے ہیں، ان پر شیطان غالب آگیا ہے اور اس نے انھیں ذکر خدا سے غافل کر دیا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ شیطان کا گروہ ہے۔ اور شیطان کا گروہ بہر حال خسارہ میں رہنے والا ہے۔ بیشک جو لوگ خدا اور رسول سے دشمنی کرتے ہیں ان کا شمار ذلیل ترین لوگوں میں ہے۔ اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آنے والے ہیں۔ بیشک اللہ صاحب قوت اور صاحب عزت ہے۔ آپ کبھی بھی نہ دیکھیں گے کہ جو قوم اللہ

اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والی ہے وہ ان لوگوں سے دوستی کر رہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرنے والے ہیں چاہے وہ ان کے باپ دادا، اولاد یا برادران یا عشیرہ اور قبیلہ والے ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ نے صاحبان ایمان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی اپنی خاص روح کے ذریعہ تائید کی ہے اور وہ انھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ انھیں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہونگے یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کا گروہ ہی نجات پانے والا ہے۔

یہاں میں یہ بات ضرور سپرد قلم کروں گا کہ شیعہ ہی حق پر ہیں۔ کیونکہ وہ رسول اور ان کے اہل بیت سے اور ان ہی صحابہ سے محبت کرتے ہیں جنھوں نے شعار اہل بیت کو اپنایا اور ان مومنوں سے دوستی رکھتے ہیں جو قیامت تک طریق ائمہ کا اتباع کرتے رہیں گے شیعوں کے علاوہ اور سارے مسلمان تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ انھوں نے خدا و رسول کو ناراض کیا ہے۔ اور اپنی اس بات پر خدا کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ:

﴿ربّنا إغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قُلوبنا غِلاً للّذينَ آمنُوا ربّنا إنّك رؤوف رحيم﴾

سورۂ حشر آیت ۱۰

پروردگارا ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں

کو بھی جنھوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے۔ اور ہمارے
دلوں میں صاحبان ایمان کے لئے کسی قسم کا کینہ قرار نہ دینا کہ تو
بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ وہ علیؑ سے بھی راضی اور معاویہ سے بھی خوش، انھیں اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ معاویہ نے کیا کیا؟ کن جرائم کا مرتکب ہوا، کم سے کم معاویہ کو کافر گمراہ اور خدا ورسوؐل سے جنگ کرنے والا کہا جا سکتا ہے یہ عجیب باتیں تو میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں جن کو دھرانے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ کہ ایک صالح بندہ جلیل القدر صحابی حجر ابن عدی کی قبر کی زیارت کو گیا تو وہاں اس نے ایک شخص کو روتا ہوا پایا کہ جس کا گریہ بڑھتا ہی جارہا تھا۔ اس نے سوچا کہ شاید یہ شیعہ ہے۔ اسی لئے اس سے معلوم کیا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے سید و سردار حجر ابن عدی رضی اللہ عنہ پر رو رہا ہوں۔

اس نے پوچھا؟ ان پر کیا گذری؟

کہا: ہمارے سید و سردار معاویہؓ نے انھیں قتل کر دیا تھا۔

صالح آدمی نے کہا کہ انھیں معاویہ نے کیوں قتل کیا تھا۔

اس نے کہا: کہ حجر نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

صالح انسان نے اس سے کہا: کہ میں اب تمھارے اوپر روتا ہوں تاکہ اللہ تم سے راضی ہو جائے۔

یہ تمام صحابہ کی محبت کے سلسلہ میں اتنا اصرار اور ضد کیوں ہے کہ تنہا محمدؐ اور ان کی آلؑ پر درود نہیں بھیجتے بلکہ اس میں "و اصحابہ اجمعین" کا اضافہ کر لیتے ہیں حالانکہ نہ قرآن نے انھیں اس کا حکم دیا ہے اور نہ رسوؐل نے اسکا مطالبہ کیا ہے

اور نہ ہی کسی صحابی نے اسے کہا ہے ۔ بلکہ صلواۃ تو صرف محمدؐ و آل محمدؐ سے مخصوص ہے جیسا کہ قرآن میں (آیت) نازل ہوئی ہے اور جس کی تعلیم رسولؐ نے صحابہ کو دی ہے۔ اور اگر مجھے کسی چیز میں شک ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔

لیکن اس سلسلہ میں مجھے ہرگز شک نہیں ہوگا کہ خدا نے مومنین سے قرابتداروں کی محبت کا مطالبہ کیا ہے ۔ اور قرابتدار صرف اہل بیتؑ ہیں اور ان کی محبت کو مومنوں پر واجب قرار دیا ہے اور اسے رسالت محمدیؐ کا اجر قرار دیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد خداوند عالم ہے :

﴿قُل لا أسألكم عليه أجراً إلاّ المودّة في القربى﴾

سورۂ شوریٰ ، آیت ۲۳

اہل بیتؑ کی محبت کے سلسلہ میں سارے مسلمانوں کا اتفاق ہے جبکہ غیر اہل بیتؑ کے متعلق اختلاف ہے ۔ رسولؐ کا ارشاد ہے :

" دع ما يريبك الى مالا يريبك "

" جس میں شک ہو اسے چھوڑ دو اور بغیر شک والے کو اختیار کر لو "

اہل بیتؑ کی محبت کے بارے میں شیعوں کے نظریہ میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن صحابہ کی محبت کے بارے میں اہلسنت کے نظریہ میں بہت زیادہ شکوک ہیں اور ایک مسلمان دشمن اہل بیتؑ اور ان کے قاتلین سے کیونکر محبت کر سکتا ہے اور ان سے کیسے راضی ہو سکتا ہے ۔ کیا یہ تناقض نہیں ہے ؟

چھوڑیئے شطاح اور صوفیوں کے نظریہ کو جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انسان کا قلب اس وقت تک صاف نہیں ہو سکتا ، اور ایمان حقیقی اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل تمام بندگان خدا ، یہود و نصاریٰ ، اور مشرکین و ملحدین کی عناد سے پاک نہ ہو جائے ، اس سلسلہ میں ان کے عجیب و غریب اقوال ہیں جو

کلیسا کے عیسائیوں سے ملتے جلتے ہیں، ان کا یہ وہم ہے کہ خدا محبت ہے اور دین محبت ہے پس جو اسکی مخلوقات سے محبت کرے گا اسے نماز پڑھنے روزہ رکھنے حج وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

میری جان کی قسم یہ تو دل بہلانے کی باتیں ہیں، قرآن وحدیث میں ان کا کہیں وجود بھی نہیں ہے۔ عقل بھی انھیں صحیح نہیں سمجھتی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿لَا تجدُ قوماً يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادّون من حادَّ اللَّهَ ورسولَه﴾ سورۂ مجادلہ، آیت ۲۲

آپ کبھی نہ دیکھیں جو قوم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والی ہے وہ ان لوگوں سے دوستی کر رہی ہے جو اللہ اور اور اس کے رسول سے دشمنی رکھنے والے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا لَا تتخذوا اليهودَ والنصارى أولياءَ بعضهم أولياءُ بعض ومن يتولّهم منكم فإنه منهم إن الله لا يهدي القوم الظالمين﴾ سورہ مائدہ، آیت ۵۱

اے ایمان والو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست و سرپرست نہ بناؤ کہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی انھیں دوست بنائے گا تو انھیں میں شمار ہو جائیگا بیشک اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا لَا تتخذوا آباءكم وإخوانكم أولياء إن استحبّوا الكُفر على الإيمان، ومن يتولّهم منكم

فأولئك هم الظّالمون﴾ سورۂ توبہ، آیت ر۲۳

اے ایمان والو خبردار اپنے باپ، دادا اور بھائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو دوست رکھتے ہوں اور جو شخص بھی ایسے لوگوں کو اپنا دوست بنائے گا وہ ظالموں میں شمار ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا لاَ تتّخذوا عدوّي وعدوّکم أولیاء تلقون إلیهم بالمودّة وقد کفروا بمَا جاءکم من الحق﴾ سورہ ممتحنہ، آیت ر۱

اے ایمان والو خبردار میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیش کش کرو جبکہ انھوں نے اس حق کا انکار کر دیا ہے جو تمھارے پاس آچکا ہے۔

رسول اکرم فرماتے ہیں:

اس وقت تک کسی مومن کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک اس کی محبت اور عداوت خدا کے لئے نہ ہو۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

کسی مومن کے قلب میں خدا اور اس کے دشمن کی محبت جمع نہیں ہوسکتی۔

اس موضوع سے متعلق بہت سی احادیث ہیں اور عاقل کے لئے دلیل کے طور پر اتنا ہی کافی ہے کہ خدا نے مومنین کے لئے ایمان کو پسند کیا ہے۔ اور ان کے قلوب کو اسی سے زینت عطا کی ہے اور ان کے لئے کفر، گناہ اور فسق کو ناپسند

قرار دیا ہے انسان حق سے منحرف اور منکر ہونے کی بنا پر اپنے باپ ، بیٹے یا بھائی سے نفرت کرنے لگتا ہے کیونکہ وہ شیطان کے راستہ پہ چلنے لگتا ہے اور کبھی اجنبی انسان سے مسلمان ہونے کے ناتے محبت کرتا ہے۔

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم سب پر واجب ہے کہ ہماری محبت و مودت اور دوستی انھیں سے ہو جن کی مودت کے بارے میں خدا نے حکم دیا ہے اسی طرح یہ واجب ہے کہ ہمارا بغض و نفرت اور برات انھیں لوگو سے ہونی چاہیئے جن سے نفرت و برات کا خدا نے حکم دیا ہے۔

اسی لئے ہم علیؑ اور ان کی اولاد میں سے ہونے والے ائمہ سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان کی مودت سے ہمارا کوئی سابقہ نہیں ہوتا لیکن قرآن و حدیثؐ تاریخ و عقل کی رو سے ان میں کوئی خامی نہیں ملتی۔

اور اسی بنا پر ہم صحابہ سے بیزار ہیں کہ ان کے حق خلافت کو غصب کر لیا حالانکہ پہلے ان سے بغض نہیں تھا لیکن قرآن و سنت اور تاریخ و عقل نے ہمارے سامنے ان کے بارے میں شکوک پیش کئے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ رسولؐ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ :

" دع ما یریبك الی مالا یریبك "

بس ایک مسلمان کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی مشکوک حکم کا اتباع کرے اور کتاب (خدا) کو چھوڑ دے کہ جسمیں کوئی شک نہیں ہے۔

جس طرح ہر ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ تمام قید و بند اور غلامی سے اپنے کو آزاد کرے اور اپنی عقل کو گذشتہ افکار سے اور کینہ و کدورت سے متاثر نہ ہونے دے کیونکہ نفس اور شیطان دونوں انسان کے بڑے دشمن ہیں جو انسان کے سامنے برے اعمال کو خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں اور وہ انھیں

اچھا سمجھنے لگتا ہے امام بوصیری نے "قصیدہ البرزہ" میں بہت اچھی بات کہی ہے۔

وخالف النّفس والشيطان واعصهما

وإن هما محضّاك النصح فاتّهم

نفس اور شیطان دونوں کی مخالفت اور نافرمانی کرو اور ان
سے بچو۔ پس اگر تمہیں مخلصانہ طور پر بھی نصیحت کریں تب بھی تم ان کی
مذمت کرو۔

نیک بندوں کے بارے میں مسلمانوں کو خدا سے ڈرنا چاہیئے
لیکن جو لوگ متقی نہیں ہیں ان کی کوئی عزت بھی نہیں ہے۔ رسولؐ کا ارشاد ہے کہ: فاسق
کی سخن چینی میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ مسلمان اس کے کرتوت سے آگاہ ہو جائیں۔
اور اس کے فریب میں نہ آئیں اور اس سے محبت نہ کریں۔

آج مسلمانوں کو ایک دوسرے کی صداقت کے ساتھ رہنمائی کرنی
چاہیئے ان کی غم انگیز حالت کو ملاحظہ کرنا چاہیئے، فخر و مباہات کے سلسلہ میں ان کے
اسلاف و بزرگ کافی ہیں، پس اگر ہمارے بزرگ حق پر تھے، جیسا کہ ہم آج تصور کرتے
ہیں، تو آج ہم اس نتیجہ پر کیوں پہونچے ہیں۔ یہ چیز تو اس انقلاب کی رہین منت ہے جو
امت نبیؐ روحی و ارواح العالمین لہ الفداء کی وفات کے بعد رونما ہوا:

﴿يا أيها الذين آمنوا كونوا قوّامين بالقسطِ شُهداءَ
لله ولو على أنْفُسكم أو الوالدينِ والأقربينَ إن يكنْ غنياً
أو فقيراً فاللّهُ أوْلَىٰ بهما، فلا تتبعُوا الهوى أنْ تَعْدِلوا
وإنْ تَلْوُوا أو تُعرِضُوا فإنّ الله كانَ بما تعملون خبيراً﴾

سورۂ نساء، آیت ۱۳۵

اے ایمان والو! عدل و انصاف کے ساتھ قیام کرو

اور اللہ کے لئے گواہ بنو چاہے اپنی ذات یا اپنے والدین اور اقرباء کے خلاف کیوں نہ ہو۔ جس کے لئے گواہی دینا ہے وہ غنی ہو یا فقیر اللہ دونوں کے لئے تم سے اولیٰ ہے لہٰذا خبردار خواہشات کا اتباع نہ کرنا تاکہ انصاف کر سکو اور اگر توڑ مروڑ سے کام لیا یا بالکل کنارہ کشی کر لی تو یاد رکھو اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

بعض صحابہ کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

حضرت علی علیہ السلام ان بعض سابق صحابہ کی اس طرح توصیف فرماتے ہیں:

فلمّا نهضتُ بالأمر، نكثتْ طائفةٌ ومرقتْ أخرى، وقسط آخرون(1)، كأنّهم لم يسمعوا كلامَ الله حيثُ يقول: ﴿تلك الدار الآخرة نجعلُها للّذين لا يريدون عُلُوّاً في الأرض ولا فساداً والعاقبة للمتّقين﴾ بلَى والله لقد سمعوها ووعوها، ولكنّهم حليت الدنيا في أعيُنهم وراقهم زِبْرِجُها - لہ

مگر اس کے باوجود جب میں امر خلافت کو لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی، اور دوسرا دین سے نکل گیا

لہ نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۳

اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا ، گویا انھوں نے اللہ کا یہ اشارہ سنا ہی نہ تھا کہ " یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے "، ہاں ہاں خدا کی قسم ! ان لوگوں نے اس کو سنا تھا اور یاد کیا تھا لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھپ گیا اور اس کی سج دھج نے انھیں لبھا دیا۔

نیز آپ نے انھیں کے لئے فرمایا :

اتّخذوا الشيطان لأمرهم ملاكاً واتّخذهم له أشراكاً فباض وفرّخ في صدورهم ودبَّ ودرجَ في حجُورِهم فنظر بأعينهم ونطق بالسنتهم فركب بهم الزّلل وزيّن لهم الخطل فِعلَ من قد شرّكه الشيطان في سلطان ونطق بالباطل على لسانه. [1]

انھوں نے اپنے ہر کام کا کرتا دھرتا شیطان کو بنا رکھا ہے اور اس نے ان کو اپنا آلۂ کار بنا لیا ہے اس نے ان کے سینوں میں انڈے دیئے ہیں اور بچے نکالے ہیں اور انھیں کی گود میں وہ بچے رینگتے اور اچھلتے کودتے ہیں ، وہ دیکھتا ہے تو ان کی آنکھوں سے ، بولتا ہے تو ان کی زبانوں سے ، اس نے انھیں خطاؤں کی راہ پر لگا دیا ہے ۔ اور بری باتیں سجا کر ان کے سامنے

---

[1] نہج البلاغہ ، خطبہ نمبر ۷

رکھی ہیں جیسے اس نے انھیں اپنے تسلط میں شریک بنالیا ہو اور انھیں کی زبانوں سے اپنے کلامِ باطل کے ساتھ بولتا ہے۔

حضرت علیؑ عمر عاص کے متعلق فرماتے ہیں:

عجباً لابن النّابغة... لقد قال باطلاً ونطق اثماً، أما وشرُّ القول الكذِبُ، إنه يقول فيكذبُ ويعِدُ فيُخلِفُ، ويَسْأَلُ فيُلحِفُ ويُسْأَلُ فيبْخَلُ، ويخونُ العهدَ ويقطَعُ الإلَّ. [۱]

نابغہ کے بیٹے پر حیرت ہے ... یاد رکھو بدترین قول وہ ہے جو جھوٹ ہو۔ اور وہ خود بات کرتا ہے تو جھوٹی اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے، مانگتا ہے تو لپٹ جاتا ہے اور خود اس سے مانگا جائے تو اس میں بخل کر جاتا ہے، وہ پیمان شکنی اور قطع رحمی کرتا ہے۔

رسولِ اکرم نے فرمایا:

منافق کی تین علامتیں ہیں: جب وہ گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے، اور جب کسی کی امانت رکھتا ہے تو خیانت کرتا ہے، اور یہ تمام بری صفتیں بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر بن عاص میں موجود ہیں!

جب حضرت ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کیا گیا تو ان کی مدح میں اور عثمان اور عثمان کے ساتھیوں کی مذمت میں اور ان کی تن تنہائی کے بارے میں فرمایا:

---

[۱] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۸۳

يا أبا ذر، إنّك غضبتَ لِلّهِ فارجُ من غضبتَ لهُ، إنّ القومَ خافوكَ على دنياهم وخفتَهم على دينك، فاترك في أيديهم ما خافوك عليه، واهرب منهم بِمَا خِفتَهم عليه، فما أحوجهم إلى ما منعتهم وما أغناك عمّا منعوك، وستعلمُ من الرابحُ غداً والأكثر حُسَّداً. ولو أن السّماوات والأرضين كانتَ على عبدٍ رتقاً ثم اتّقى الله لجعل الله لهُ منهما مخرجاً، ولا يُؤنِسنَّكَ إلاّ الحقُّ، ولا يُوحِشنَّكَ إلاّ الباطِلُ، فلو قبِلتَ دنياهم لأحبُّوك، ولو قرضتَ منها لأمنوك.[1]

اے ابوذر! تم اللہ کے لئے غضبناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اسی سے امید بھی رکھو ان لوگوں کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہے اور تمھیں ان سے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے لہٰذا جس چیز کے لئے انھیں تم سے کھٹکا ہے وہ انھیں کے ہاتھ میں چھوڑ دو اور جس شئی کے لئے تمھیں ان سے اندیشہ ہے اسے لے کر ان سے بھاگ نکلو جس چیز سے تم انھیں محروم کر کے جا رہے ہو۔ کاش کہ وہ سمجھتے کہ وہ اس کے لئے کتنے حاجت مند ہیں۔ اور جس چیز کو انھوں نے تم سے روک لیا ہے۔ اس سے تم بہت ہی بے نیاز ہو اور جلد ہی تم جان لوگے کہ کل فائدہ میں رہنے والا کون ہے اور کس پر حسد

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۹

کرنے والے زیادہ ہیں اگر یہ آسمان و زمین کسی بندے پر بند پڑے ہوں اور وہ اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیۓ زمین و آسمان کی راہیں کھول دے گا، تمھیں صرف حق سے دلچسپی ہونا چاہیۓ صرف باطل ہی سے گھبرانا چاہیۓ۔ اگر تم ان کی دنیا قبول کر لیتے تو وہ تمھیں چاہنے لگتے اور تم اس میں کوئی حصہ اپنے لیۓ مقرر کرا لیتے تو وہ تم سے مطمئن ہو جاتے۔

مغیرہ ابن اخنس کے بارے میں فرماتے ہیں جو بزرگ صحابہ میں سے ہیں:

يا بن اللّعين الأبتر، والشجرة التي لا أصل لها ولا فرع، والله ماأعزّ الله من انتَ ناصِرُهُ، ولا قامَ منْ انتَ مُنهِضُهُ. إخرج عنّا أبعد الله نواكَ ثمَّ أبلغْ جهدَكَ فلا أبقَى الله عليكَ إنْ أبقيتَ. [۱]

اے بے اولاد لعین کے بیٹے اور ایسے درخت کے پھل جس کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ تو بھلا مجھ سے کیا نپٹے گا۔ خدا کی قسم جسکا تجھ ایسا مددگار ہو، اللہ اسے غلبہ و سرفرازی نہیں دیتا اور جس کا تجھ جیسا ابھارنے والا ہو (وہ اپنے پیروں پر) کھڑا نہیں ہو سکتا ہم سے دور ہو خدا تمھاری منزل کو دور رکھے اور اس کے بعد جو بن پڑے کرنا اور اگر کچھ بھی مجھ پر ترس کھائے تو خدا تجھ پر رحم نہ کرے۔

حضرت علی علیہ السلام نے دو مشہور صحابہ طلحہ اور زبیر کہ جنھوں نے

---

[۱] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۳۳

پہلے آپ کی بیعت کی اور پھر بیعت توڑ کر آپ کے مدمقابل آ گئے" کے متعلق فرمایا:

والله ما أنكروا علي مُنكراً، ولا جعلوا بيني وبينهم نصَفاً، وإنّهم ليطلون حقاً هُمْ تركوه، ودَماً هُمْ سفكوهُ...

وإنها للفئة الباغية فيها الحمَا والحُمَّةُ والشبْهةُ المُغْدِفَةُ وإنّ الأمر لواضحٌ، وقد زاح الباطلُ عن نصابه وانقطع لسانُه عن شغبِهِ...

فأقبلتُمْ إليّ إقبال العوذِ المطافيل على أولادها تقولون البيعةَ البيعةَ،قبضْتُ كفّي فبسطتُموها، ونازعتكم يدي فجاذبتموها.

اللّهمّ إنّهما قَطعاني وظلماني، ونكثَا بيعتي، وألّبَا النّاسَ عليَّ، فاحلُلْ ما عقَدَا، ولا تُحكم لهما مَا أبرمَا، وأرِهمَا المسَاءَةَ فيما أمَّلَا وعَمِلَا، ولقد--- استثبْتُهُمَا قبل القتال،واستأنيتُ بهماأمَامَ الوقاع فغَمَطَا النّعمةَ وردَّا العَافيةَ. [1]

وفي رسالة منه إليهما أيضاً فارجعا أيها الشيخان عن رأيكما فإن الآن أعظمُ أمركما العارُ من قبل أن يجتمع العارُ والنارُ والسلام. [2]

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۳۵

[2] " مکتوب نمبر ۵۴

خدا کی قسم انھوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انھوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا، وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انھوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں جسے انھوں نے خود بہا دیا۔

اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے اور حق پر سیاہ پردہ ڈالنے والے شبہ میں ہیں (اب تو) حقیقت حال کھل کر سامنے آچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شر انگیزی سے اس کی زبان بند ہو چکی ہے۔

تم اس طرح (شوق و رغبت کے باعث) بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جس طرح نئی بیاہی ہوئی بچوں دالی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف، میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انھیں اپنی جانب سے پھیلایا میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھیننا چاہا مگر تم نے انھیں کھینچا۔

خدایا ان دونوں نے میرے حقوق کو نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے، لہٰذا تو، جو انھوں نے گرہیں لگائی ہیں انھیں کھول دے اور جو انھوں نے بنا ہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور انھیں ان کی امیدوں اور کرتوتوں کا برا نتیجہ دکھا، میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انھیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انھیں ڈھیل دیتا رہا، لیکن انھوں نے اس نعمت

کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا۔

اور اپنے ایک خط میں طلحہ و زبیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

بزرگوارو! اپنے اس رویہ سے باز آؤ کیونکہ ابھی تو
تم دونوں کے سامنے ننگ و عار کا مرحلہ ہے۔ مگر اس کے بعد
تو اس ننگ و عار کے ساتھ (دوزخ) کی آگ بھی جمع ہو جائیگی

والسلام

پھر مروان ابن حکم کے متعلق فرماتے ہیں کہ جس کو جنگ جمل کے موقع پر گرفتار کر لیا تھا، پھر بعد میں رہا کر دیا، یہ ان افراد میں سے ہے جنھوں نے بیعت کرنے کے بعد بیعت توڑ دی تھی:

لَا حاجة لي في بيعتِهِ إنّها كفٌّ يهوديّة، لو
بايعني بكفِّهِ لغَدَرَ بسبَّتِهِ، أَمَا إنّ لَهُ إمْرَةً كلعقةِ الكلْبِ
أنْفَهُ وهو أبـو الأكبش الأربعةِ، وستلقَى الأمّةُ منْهُ و
مِنْ ولَدِهِ يوماً أحْمَرَ. [1]

اب مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں، یہ یہودی
قسم کا ہاتھ ہے، اگر ہاتھ سے بیعت کرے گا تو ذلیل طریقے سے
توڑ بھی دے گا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بھی اتنی دیر کہ کتا اپنی
ناک چاٹنے سے فارغ ہو حکومت کرے گا اور اس کے چار
بیٹے بھی حکمراں ہوں گے، اور امت اس کے اور اسکے بیٹوں کے
ہاتھوں سے سختیوں کے دن دیکھے گی۔

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۷۱

علی علیہ السلام ان صحابہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جنھوں نے جنگ جمل کے موقع پر عائشہ کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا تھا ان میں طلحہ و زبیر بھی تھے :

فخرجوا يجرّون حُرمَةَ رسول الله صلّى الله عليه وآله كما تُجرُّ الأَمَةُ عند شرائِهَا متوجهين بها إلى البصرة، فحبسَا نساءهُما في بُيوتِهما وأبْرزَا .. حبيس رسول الله صلّى الله عليه وآله لهُما ولغير هما، في جيش ما منهم رجلٌ إلاّ وقد أعطاني الطاعةَ وسمحَ لي بالبيعة طائعاً غير مكره، فقدِمُوا على عاملي بها وخزّان بيت مال المسلمين وغيرهم من أهلها فقتلوا طائفة صبراً، وطائفة غدْراً فوالله لو لم يصيبوا من المسلمين إلا رجلاً واحداً معتمدين لقتله بلا جُرم جرّهُ، لحلّ لي قتل ذلك الجيش كلّه إذْ حضروهُ فلم ينكروا ولم يدفعوا عنه بلسان ولا يد، دع ما أنّهم قد قتلوا من المسلمين مثل العدّة التي دخلوا بها عليهم. [1]

وہ لوگ مکہ سے بصرہ کا رخ کئے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسول اللہ کی حرمت و ناموس کو یوں کھینچے پھرتے تھے جس طرح کسی کنیز کو فروخت کے لئے شہر بشہر پھرایا جاتا ہے ان دونوں نے اپنی بیویوں کو تو گھر میں روک رکھا تھا اور رسول اللہ

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۱

کی بیوی کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کھلے بندوں لے آئے تھے۔ ایک ایسے لشکر میں کہ جس کی ایک ایک فرد میری اطاعت تسلیم کئے ہوئے تھی اور برضا و رغبت میری بیعت کر چکا تھا۔ یہ لوگ بصرہ میں میرے (میرے مقرر کردہ) عامل اور مسلمانوں کے بیت المال کے خزینہ داروں اور وہاں کے دوسرے باشندوں تک پہونچ گئے اور کچھ لوگوں کو قید کے اندر مار مار کے، اور کچھ لوگوں کو حیلہ و مکر سے شہید کیا۔ خدا کی قسم اگر وہ مسلمانوں میں سے صرف ایک ناکردہ گناہ مسلمان کو عمداً قتل کرتے تو بھی میرے لئے جائز ہوتا کہ میں اس تمام لشکر کو قتل کروں کیونکہ وہ موجود تھے اور انھوں نے نہ تو اسے برا سمجھا اور نہ زبان اور ہاتھ سے اس کی روک تھام کی چہ جائے کہ انھوں نے مسلمانوں کے اتنے آدمی قتل کر دیئے جتنی تعداد خود ان کے لشکر کی تھی۔ جسے لے کر ان پر چڑھ دوڑے تھے

علی علیہ السلام صحابہ میں سے عائشہ کی اتباع کرنے والوں کے متعلق جنگ جمل کے موقع پر فرماتے ہیں:

كنتُمْ جند المرأةِ وأتباعَ البهيمة. رغا فأجبتُمْ وعَقَر فهربتُم أخلاقُكم دقاقٌ وعهدُكم شقاقٌ، ودينكم نفاقٌ

أمّا فلانةُ فأدركها رأيُ النّساء، وضغنٌ غلا في صدرها كمرجَلِ القينِ ولو دُعيتْ لتنال من غيري ما أتتْ إليَّ لم تفعَلْ ولها بعدُ حُرمتُهاالأولى والحسابُ

علی الله تعالی [1]

تم ایک عورت کی سپاہ اور ایک چوپائے کے تابع تھے وہ بلبلایا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق اور عہد شکن ہو، تمہارے دین کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے۔

رہیں فلاں! تو ان میں عورتوں والی کم عقلی آگئی ہے اور لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ و عناد ان کے سینہ میں جوش مار رہا ہے اور جو سلوک مجھ سے کر رہی ہیں اگر میرے سوا کسی دوسرے سے ویسے سلوک کو ان سے کہا جاتا تو وہ نہ کرتیں۔ ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں ان کی سابقہ حرمت کا لحاظ ہے انکا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔

اور تمام قریش کے متعلق جو بلاشک و شبہ اصحاب ہیں"

فرماتے ہیں:

أمّا الاستبدادُ علینا بهذا المقام ونحنُ الأعلونَ نسباً، والأشدّونَ برسول الله صلّی الله علیه وآله نَوطاً، فإنّها کانتْ أثَرَةً شَحّتْ علیها نفوس قوم و سخَتْ عنها نفوسُ آخرین، والحکمُ الله والمَعُودُ إلیه القیامةُ ودع عنك نهباً صِیحَ في حُجَراته.

وهلمّ الخطبَ في ابن أبي سفیان فلقد

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۵۳

أضحكني الدّهرُ بعد إبكائه ولاغروَ واللهِ فيا لهُ خطباً يستفرغُ العَجَبَ ويُكثِرُ الأوَدَ، حاولَ القومُ إطفاء نور الله من مصباحه وسدّ فوّاره من يُنبوعِهِ وجَدَحوا بيني وبينهم شِرباً وبيئاً فإنِ ترتفعُ عنّا وعنهم مِحَنُ البلوى أحملهم منِ الحقّ على محضِهِ وإنْ تكنِ الأخرى فلاِ تذهبْ نفسُكَ عليهم حسراتٍ إنَّ الله عليمٌ بما يصنعون.

اس منصب پر خود اختیاری سے جم جانا، باوجودیکہ ہم نسب کے اعتبار سے بلند تھے، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ قرابت بھی قوی تھا ان کی یہ خود غرضی تھی جس میں کچھ لوگوں کے نفس اس پر مرمٹے تھے اور کچھ لوگوں کے نفسوں نے اس کی پروا تک نہ کی اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور اس کی طرف بازگشت قیامت کے روز ہے (اس کے بعد حضرت نے بطور تمثیل یہ مصرع پڑھا) چھوڑو اس لوٹ مار کے ذکر کو کہ جس کا چاروں طرف شور مچا ہوا تھا۔

اب تو اس مصیبت کو دیکھو کہ جو ابو سفیان کے بیٹے کی وجہ سے آئی ہے مجھے تو (اس پر) زمانہ نے رلانے کے بعد ہنسایا ہے۔ اور زمانہ کی (موجودہ روش سے) خدا کی قسم کوئی تعجب نہیں ہے۔ اس مصیبت پر تعجب ہوتا ہے کہ جس سے تعجب کی حد ہو گئی ہے۔ اور جس نے بے راہ رویوں کو بڑھا دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اللہ کے روشن چراغ کا نور بجھانا چاہا اور اس کے سرچشمہ (ہدایت) کے فوارے کو بند کرنے کے درپے ہوئے۔ اور میرے اور اپنے درمیان زہریلے گھونٹوں کی آمیزش کی۔ اگر اس

ابتلا کی دشواریاں ہمارے اور ان کے درمیان سے اٹھ جائیں تو میں انھیں خالص حق کے راستے پر لے چلوں گا اور اگر کوئی اور صورت ہوگئی تو پھر ان پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے تمہارا دم نہ نکلے اس لئے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ ؎

اسی مفہوم کے فقرات فاطمہ زہرا کے دفن کے موقع پر رسولؐ کو خطاب کر کے فرمایا:

وستُنَبِّئُكَ ابنتُكَ بتضافرُ أمّتِكَ على هضمِهَا فأحفها السؤال واستخبرها الحال. هذا ولم يطل العهد ولم يخلُ منك الذكر... ؎

وہ وقت آگیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں کہ کس طرح آپ کی امت نے ان پر ظلم ڈھانے کے لئے ایکا کر لیا۔ آپ ان سے پورے طور پر پوچھیں اور تمام احوال و واردات دریافت کریں یہ ساری مصیبتیں ان پر بیت گئیں حالانکہ آپ کو گذرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔

آپ معاویہ کے ایک خط میں فرماتے ہیں:

فإنّك مُترفٌ قد أخذ الشيطانُ منك مأخذَهُ

؎ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۶۰

؎ " " خطبہ نمبر ۲۰۰

وبَلَغَ فيكَ أَمَلَهُ وجَرى مِنْك مجرى الروح والدَّمِ .

ومتى كنتم يا معاوية ساسة الرعيّة وولاّة أمر الأمّةِ بغير قدم سابق ولا شرف باسقٍ ونعوذ بالله من لزوم سوابق الشّقاء. وأُحذِّرك أنْ تكون مُتمادياً في غِرَّة الأمنيةِ مُختلفِ العلانية والسريرة.

وقد دعوت إلى الحرب فدعِ النّاسَ جانباً واخرج إليَّ واعفِ الفريقين من القتالِ ليُعلمَ أيّنا المَرينُ على قلبه والمُغَطَّى على بصره، فأنا أبو حسن قاتلُ جدّكَ وخالِكَ وأخيك شدخاً يوم بدر، وذلك السيفُ معي وبذلك القلب أَلْقَى عدوّي ما استبدلتُ ديناً ولا استحدثتُ نبيّاً، وإنّي لعلى المنهاج الذي تركتموه طائعينَ ودَخلتُم فيه مُكْرهينَ. . .

وأمّا قولُكَ إنّا بنو عبد مناف فكذلك نحنُ، ولكن ليس أميةَ كهاشِم ولا حربٌ كعبد المُطّلب ولا أبو سفيان كأبي طالب ولاالمهاجرُ كالطليقِ ولاالصَّريحُ كاللّصيقِ ولا المحقُّ كالمُبطِلِ ولا المؤمنُ كالمُدْغِلِ ولبئْسَ الخَلَفُ خَلَفٌ يتتبعُ سلفاً هَوَى في نار جهنّم.

وفي أيدينا بعدُ فضلُ النبوّة التي أذلَلْنا بها العزيز ونعشنا بها الذّليلَ ولمّا أدخل الله العربَ في دينه أفواجاً وأسلمتْ له هذه الأمّةُ طوعاً وكرْهاً كنتُم ممّنْ دخَلَ في الدِّين إمّا رغبةً وإمّا رَهبةً، على حين

فازَ أهل السَّبقِ بسبْقِهم وذهبَ المهاجرونَ الأوّلون بفضلهم.

وقد دعوتنا إلى حُكْمِ القرآنِ ولَسْتَ من أهْلِهِ،
ولسنا إيّاكَ أجبْنا ولكِنّا أجبنا القرآن في حُكْمِهِ
والسّلام

تم عیش و عشرت میں پڑے ہو، شیطان نے تم میں اپنی گرفت مضبوط کرلی ہے، وہ تمھارے میں اپنی آرزوئیں پوری کرچکا ہے اور تمھارے اندر روح کی طرح سرایت کر گیا ہے۔ اور خون کی طرح رگ و پے میں دوڑ رہا ہے۔

اے معاویہ! بھلا تم لوگ (امیہ کی اولاد) کب رعیت پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے اور کب امت کے امور کے والی و سرپرست تھے؟ بغیر کسی پیش قدمی اور بغیر کسی بلند عزت و منزلت کے ہم دیرینہ بدبختیوں کے گھر کر لینے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں اس چیز پر تمھیں متنبہ کئے دیتا ہوں کہ تم ہمیشہ آرزوؤں کے فریب پر فریب کھاتے ہو اور تمھارا ظاہر باطن سے جدا رہتا ہے۔

تم نے مجھے جنگ کے لئے للکارا ہے تو ایسا کرو کہ لوگوں کو ایک طرف کردو اور خود (میرے مقابلہ میں) باہر نکل آؤ، دونوں فریق کو کشت و خون سے معاف کردو تاکہ پتہ چل جائے کہ کس کے دل پر زنگ کی تہیں چڑھی ہوئی اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں (کوئی اور نہیں) وہی ابوالحسن ہوں کہ جس نے

تمہارے نانا، تمہارے ماموں، اور تمہارے بھائی کے پرخچے اڑا کر بدر کے دن مارا تھا، وہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اسی دل گردے کے ساتھ اب بھی دشمن سے مقابلہ کرتا ہوں نہ میں نے کوئی دین بدلا ہے اور نہ کوئی نیا نبی کھڑا کیا ہے اور میں بلا شبہ اسی شاہراہ پر ہوں جسے تم نے اپنے اختیار سے چھوڑ رکھا تھا۔ اور پھر بمجبوری اس میں داخل ہوئے۔ [1]

تمہارا یہ کہنا کہ ہم عبد مناف کی اولاد ہیں تو ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ مگر امیہ ہاشم کے اور حرب عبدالمطلب کے اور ابوسفیان ابوطالب کے برابر نہیں ہیں (فتح مکہ کے بعد) چھوڑ دیا جانے والا مہاجر کا ہم مرتبہ نہیں اور الگ سے نتھی کیا ہوا روشن و پاکیزہ نسب والے کے مانند نہیں اور غلط کار حق کے پرستار کا ہم پلہ نہیں اور منافق مومن کے ہم درجہ نہیں ہے۔ کتنی بری نسل ہے وہ نسل جو جہنم میں گر چکنے والے اسلاف کی ہی پیروی کر رہی ہے؟

پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے کہ جس کے ذریعہ ہم نے طاقتور کو کمزور اور پست کو بلند و بالا کر دیا اور جب اللہ نے عرب کو اپنے دین میں جوق در جوق داخل کیا اور امت اپنی خوشی سے اسلام لے آئی تو تم وہ لوگ تھے کہ جو لالچ یا ڈر سے اسلام لائے اس وقت کہ جب سبقت کرنے

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۱

والے سبقت حاصل کر چکے تھے، اور مہاجرین اولین فضل و شرف کو لے جا چکے تھے۔ ۱؎

تم نے ہمیں قرآن کے فیصلہ کی طرف دعوت دی حالانکہ تم قرآن کے اہل نہیں تھے تو ہم نے تمھاری آواز پر لبیک نہیں کہی بلکہ قرآن کے حکم پر لبیک کہی۔ ۲؎

والسلام

﴿وقُلْ جاءَ الحقُّ وزهقَ الباطِلُ إنَّ الباطِلَ كانَ زهوقاً﴾
اور کہہ دیجیے حق آگیا اور باطل فنا ہو گیا اور باطل کے لئے تو فنا ہے ہی۔ ۳؎

۱؎ نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۱۰
۲؎ 〃 〃 نمبر ۴۸
۳؎ سورۂ اسرا، آیت ۸۱

پانچویں فصل

خلفائے ثلاثہ سے متعلق

جیساکہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اہلسنت والجماعت رسولؐ کے صحابہ میں سے کسی بھی صحابی پر تنقید و تبصرہ برداشت نہیں کرتے ہیں اور سب کو عادل قرار دیتے ہیں اور اگر کوئی وسیع النظر بعض صحابہ کے افعال کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے تو اہلسنت اس پر لعنت ملامت کرتے ہیں، بلکہ اسے کافر قرار دیتے ہیں اگرچہ اس تنقید کرنے والے کا تعلق انھیں کے علماء سے ہو جیساکہ مصر وغیرہ کے بعض وسیع النظر علماء کے ساتھ پیش آیا ہے، مثلاً شیخ محمود ابوریہ صاحب "اضواء علی السنة المحمدیة" اور شیخ مضیرہ"، قاضی شیخ محمد امین انطاکی صاحب" لماذا اخترت مذهب اهل البیتؑ" اور سید محمد ابن عقیل جن کی کتاب "النصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ ہے" بلکہ مصر کے کچھ صاحبان قلم نے تو جامعۂ ازہر کے وائس چانسلر شیخ محمود شلتوت کو بھی اس وقت کافر قرار دے دیا تھا۔ جب انھوں نے یہ فتوےٰ دیا تھا کہ مذہب جعفری کو اختیار کرنا جائز ہے۔

جب جامعۂ ازہر کے وائس چانسلر اور مصر کے مفتی پر صرف اس بات کی بنا پر طعن وتشنیع کی جاسکتی ہے کہ جنھوں نے اس مذہب شیعہ کو برحق قرار دیا تھا۔ جو استاذ الائمہ جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب ہے تو اس شیعہ کا کیا حال ہو گا جس نے اس مذہب کو تحقیق اور اپنے آباء واجداد کے مذہب پر تنقید کے بعد اختیار کیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اہلسنت اس کو ہرگز برداشت نہیں کر سکیں گے۔ ایسے تو دین سے خارج اور اسلام کا باغی قرار دیں گے، ان کے گمان میں گویا مذاہبِ اربعہ ہی اسلام ہے۔ اس کے علاوہ باطل ہی باطل ہے۔ ان لوگوں کی عقلیں منجمد اور ان پر پتھر پڑے ہیں یہ وہ عقلیں ہیں جن کے بارے میں ہمیں قرآن یہ بتاتا ہے کہ جب نبیؐ نے انھیں دعوت دی تو انھوں نے ان سے سخت لڑائی لڑی کیونکہ نبیؐ نے انھیں ایک خدا کی دعوت دی اور متعدد خداؤں کی پوجا سے منع کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وعجبوا أن جاءهم منذرٌ منهم وقال الكافرون هذا ساحرٌ كذّابٌ، أجعلَ الآلهة إلهاً واحداً إن هذا لشيء عُجاب﴾ سورۂ ص، آیت ۴

اور انھیں تعجب ہے کہ انھیں میں سے ڈرانے والا کیسے آگیا، اور کافروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ کیا اس نے سارے خداؤں کو جوڑ کر ایک خدا بنادیا ہے یہ تو انتہائی تعجب خیز بات ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مجھ کو ان دشواریوں کا مقابلہ کرنا ہوگا کہ جو ان متعصب افراد کی طرف سے پیدا کی جائیں گی جنھوں نے اپنے کو دوسروں کا حاکم بنا رکھا ہے اور ان کے نزدیک کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ صحابہ کی مدح کو ترک

کر کے ان پر تنقید کرے جبکہ صحابہ کی مدح کا دین سے کوئی ربط نہیں ہے۔ اور جب یہ دین سے مربوط نہیں ہے تو کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ صحابہ کے اعمال پر تنقید کرنے والوں کو دین سے خارج قرار دے اور اسے کافر شمار کرے کیونکہ دین کے اصول و فروع میں اس کا کہیں پتہ بھی نہیں ہے۔

بعض متعصبین اپنے حلقوں میں اس بات کو رواج دے رہے ہیں کہ میری کتاب "ثم اهتديت" ایسی ہے جیسی سلمان رشدی کی "شیطانی آیات" اس پروپگنڈے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ لوگ میری کتاب کا مطالعہ نہ کریں اور مجھ پر لعنت و ملامت کرنے لگیں۔

جب کہ یہ دھوکہ اور عظیم بہتان ہے عنقریب رب العالمین اس کا حساب لے گا۔ یہ لوگ کیسے میری کتاب "ثم اهتديت" کو کہ جو عصمت رسولؐ کو قبول کرنے کی اور ائمۂ اہلبیتؑ کی اقتدا کی دعوت دیتی ہے۔ کہ جنھیں خدا نے ہر قسم کے رجس سے محفوظ اور طیب و طاہر رکھا ہے" شیطانی آیات" سے تشبیہ دیتے ہیں جس میں اسلام اور نبیؐ اسلام پر سب و شتم مندرج ہے۔ جس کا مصنف اسلام کو شیطانی پھونک تصور کرتا ہے؟؟

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا كونوا قوّامين بالقسطِ شهداء لله ولو على أنفسكم﴾ سورۂ نساء، آیت ۱۳۵

اے ایمان والو عدل و انصاف کے ساتھ قیام کرو اور اللہ کے لئے گواہ بنو چاہے اپنی ذات ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔

اسی آیت کی وجہ سے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں تو

خدا کی رضا کا خواستگار ہوں مجھے اس وقت تک کسی ملامت گر کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں ہے جب تک میں صحیح اور خالص اسلام کا دفاع کر رہا ہوں اور نبی کو ہر خطا سے محفوظ ثابت کر رہا ہوں خواہ یہ کام بعض مقرب صحابہ پر تنقید ہی کے ساتھ انجام پذیر ہو رہا ہو۔ خواہ وہ صحابہ خلفائے راشدین ہی میں سے کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ رسولؐ کا خطاؤں سے منزہ ہونا تمام لوگوں سے اولیٰ ہے۔ میرے محترم و ذہین قارئین میری تالیفات سے یہ بات سمجھتے ہیں کہ میرا مقصد کیا ہے میرا مقصد صحابہ کی شان گھٹانا اور ان کی عظمت کم کرنا نہیں ہے بلکہ رسولؐ اور آپ کی عصمت کا دفاع کرنا ہے۔ اور ان شبہات کو دور کرنا ہے جو امویوں اور عباسیوں نے ابتدائی صدیوں میں اسلام اور نبیؐ اسلام سے جوڑ دیئے ہیں۔ جو زبردستی مسلمانوں کے حاکم بن بیٹھے تھے۔ جو اپنے پست اغراض اور اپنی بے نتیجہ سیاست کے تحت دین خدا میں من مانی ردوبدل کر لیا کرتے تھے۔ ان کی اس گھناؤنی سازش کا مسلمانوں پر بہت بڑا اثر ہوا مسلمانوں نے حسن نیت کی بنا پر ان (امویوں اور عباسیوں) کا اتباع کیا۔ ان کی روایت کردہ احادیث کو بے چوں وچرا حقیقت سمجھ کر قبول کیا اور یہ تصور کیا کہ یہی اسلام ہے لہٰذا مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے اور ان کی چھان بین کرنا صحیح نہیں ہے۔

اگر مسلمانوں کو حقیقت معلوم ہو جاتی تو کبھی ان کا اتباع نہ کرتے اور نہ ان کی نقل کی ہوئی احادیث کا اعتبار کرتے، پھر اگر تاریخ ہمیں یہ بتاتی کہ صحابہ نے رسولؐ کے اوامر و نواہی کی اطاعت کی، آپؐ کے احکام پر کوئی مناقشہ و اعتراض نہیں کیا ہے اور رسولؐ کی آخری حیات میں آپؐ کے حکم سے سرکشی نہیں کی تو ہم ان سب کو عادل تسلیم کر لیتے اور پھر ہمارے لئے اس سلسلہ میں بحث کی گنجائش نہ رہتی لیکن قرآن و حدیث کی نص سے ان میں سے کچھ دروغ گو، کچھ منافق اور کچھ فاسق ہیں۔

انھوں نے آپؐ کے سامنے اختلاف کیا، آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی کی یہاں تک کہ آپؐ پر ہذیان کا بہتان لگایا نوشتہ نہ لکھنے دیا اور جیش اسامہ میں شریک نہ ہو کر آپؐ کے حکم سے سرکشی کی، نبیؐ کے خلیفہ کے بارے میں اس قدر اختلاف کیا کہ آپؐ کو بے غسل و کفن چھوڑ دیا اور خلافت کے بارے میں جھگڑنے لگے کوئی اس پر راضی ہوا اور کسی نے انکار کر دیا۔ آپؐ کی وفات کے بعد ہر شئی میں اختلاف پیدا کیا یہاں تک کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے، ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، کسی نے کسی سے برائت اختیار کی اور ایک دین خدا متعدد مذہبوں اور مسلکوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کیفیت کے پیش نظر ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس کی علت تلاش کریں اور یہ دیکھیں کہ لوگوں کے لئے بہترین امت کس سبب سے پستی میں گری پڑی، ذلیل و حقیر ترین اور کلی طور پر جاہل امت قرار پائی کہ جس کی ہتک حرمت کی جا رہی ہے جس کے مقدسات کو پامال کیا جا رہا ہے جس کے قبیلوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ جسے وطن سے بے وطن کیا جا رہا ہے، تجاوز کرنے والوں کے مقابلہ کی بھی اس میں سکت نہیں ہے اور نہ ہی ننگ و عار کے داغ کو پیشانی سے الگ کرنے کی صلاحیت ہے۔

میرے عقیدے کے لحاظ سے اس مرض کا واحد علاج ذاتی تنقید ہے اور انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے گریبان میں جھانکے۔ اپنے آبا و اجداد کی اندھی تقلید کرتے ہوئے فخر و مباہات نہ کرے۔ حقیقت معصومینؑ ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ ہم اپنے امراض اور تفرقہ بازی، تخلف اور ناکامی کے اسباب تلاش کریں اور جب ہم مرض کا انکشاف کرلیں تو پھر شفایابی کے لئے اس کی دوا کی تشخیص کرلیں قبل اس کے کہ ہم گذر جائیں اور دوسری نسل آجائے۔

یہی اصل مقصد ہے اور صرف خدا ہی لائق عبادت ہے وہی اپنے

بندوں کو سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔

اور جب تک ہمارا مقصد صحیح رہے گا اس وقت تک اعتراض کرنے والوں کے اعتراض اور وہ متعصب لوگ جو صحابہ سے دفاع کے نام پر سب وشتم کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہیں ان کی کوئی قیمت نہیں رہے گی۔ اور ہم ان پر ملامت نہیں کرتے ہیں نہ ہی ان کی طرف سے کدورت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے حال پر گریہ کرتے ہیں اس لئے کہ وہ مجبور ہیں، انھیں صحابہ کا حسنِ ظن حقیقت تک نہیں پہونچنے دیتا، انہی کے مثل یہود ونصاریٰ کی اولاد ہیں جو اپنے آبار واجداد کی طرف سے حسن ظن رکھتی ہیں اور اپنے نفسوں کو اسلام کی تحقیق کی زحمت نہیں دیتی، اپنے اسلاف کی اس بات پر اعتقاد رکھتی ہیں کہ محمدؐ (معاذ اللہ) کذاب ہیں اور وہ نبی نہیں ہیں۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وما تفرّق الذين أوتوا الكتاب إلا من بعدما جاءتهم البينة﴾ سورہ بینہ، آیت ۴

اور یہ اہل کتاب متفرق نہیں ہوئے مگر اس وقت جب ان کے پاس کھلی ہوئی دلیل آگئی۔

صدیوں کے گذرنے کے سبب مسلمانوں کے لئے یہود یا اور نصاریٰ کو عقیدۂ اسلام سے مطمئن کرنا مشکل ہوگیا ہے اس شخص کا کیا قصور ہے جو ان سے یہ کہتا ہے کہ توریت وانجیل جن پر تم اہل ہو وہ تحریف شدہ ہیں اور اپنے اس مدعا پر وہ قرآن سے استدلال کرتا ہے بس کیا یہ (استدلال کرنے والا) مسلمان انھیں مطمئن کر لیتا ہے؟

بالکل یہی حالت اس ضعیف العقل مسلمان کی ہے جو تمام صحابہ کی عدالت کا قائل ہے آیا اسے کوئی اس بات سے مطمئن کرسکتا ہے کہ کل صحابہ عادل نہیں ہیں

اور جب وہ معاویہ اور اس کے بیٹے یزید وغیرہ پر تنقید کو برداشت نہیں کر سکتے کہ جنھوں نے اسلام کو اپنے قبیح اعمال سے داغدار بنا دیا تو ظاہر ہے کہ وہ آپ کی بات کو ابوبکر، عمر اور عثمان ۔ صدیق، فاروق اور جن سے ملائکہ حیا کرتے ہیں" کے بارے میں کیسے برداشت کر سکتے ہیں ۔ یا زوجۂ نبیؐ ام المومنین بنت ابوبکر عائشہ کہ جن کے متعلق ہم اہلسنت کی معتمد ترین کتب صحاح سے گذشتہ فصل میں گفتگو کر چکے ہیں ان کے بارے میں کوئی بات کیونکر برداشت کر سکتے ہیں ۔ اب خلفائے ثلاثہ کے کردار کی باری آئی ہے ۔ اب ہم ان کے ان افعال کا انکشاف کرتے ہیں جو اہلسنت کی صحاح، مسانید اور ——— معتمد ترین تاریخی کتابوں میں مرقوم ہیں اولاً ہم اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ تمام صحابہ کی عدالت کا مقولہ صحیح نہیں ہے ۔ جبکہ بعض مقرب صحابہ میں بھی عدالت کا فقدان تھا ۔

ثانیاً ہم اپنے سنی بھائیوں کے لئے اس بات کا انکشاف کریں گے کہ یہ انتقادات سب وشتم نہیں ہیں بلکہ یہ تو صرف حقیقت تک رسائی کے لئے کچھ پردوں کو اٹھانا ہے اور نہ ہی یہ شیعوں کی من گڑھت اور ان کی ایجاد ہے جیسا کہ عامہ کا دعویٰ ہے یہ تو اہلسنت کی ان کتابوں سے ماخوذ ہے جنھیں انھوں نے صحیح قرار دیا اور اپنے اوپر ان کا اتباع لازم کر لیا ہے ۔

ابوبکر حیاتِ نبیؐ میں

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۶ ص ۴۶ کتاب تفسیر القرآن میں سورۂ حجرات کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ ہم سے نافع ابن عمر نے اور انھوں نے ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ قریب تھا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہلاک

ہو جاتے، دونوں میں رسولؐ کے سامنے بلند آوازیں تو تو میں میں ہونے لگی تھی۔ جب آپؐ کے پاس بنی تمیم کا ایک وفد آیا تھا۔ ان میں سے ایک نے اقرع ابن حابس کو ان کا امیر بنانے کے لئے کہا دوسرے نے کسی اور شخص کی طرف اشارہ کیا۔ نافع کہتے ہیں کہ اس کا نام مجھے یاد نہیں ہے۔ ابوبکر نے عمر سے کہا تم ہمیشہ میرے خلاف سوچتے ہو۔ عمر نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس سلسلہ میں دونوں کی آواز بلند ہوگئی پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم﴾ حجرات آیت ۲
ایمان والو خبردار اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرنا۔

ابن زبیر کہتے ہیں کہ:

آیت نازل ہونے کے بعد عمر خاموش ہو گئے یہاں تک کہ کوئی سوال بھی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ابوبکر سے اس کا تذکرہ کیا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ ص ۱۴۵ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ،، باب " مایکرہ من التعمّق والتنازع ،، میں وکیع سے اور انھوں نے عمر ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں بزرگ ابوبکر و عمر اس وقت قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے جب بنی تمیم کا ایک وفد نبیؐ کے پاس آیا تھا ان (ابوبکر و عمر) میں سے ایک نے اقرع ابن حابس تمیمی حنظلی کو ان کا امیر بنانے کے لئے کہا اور دوسرے نے ایک اور شخص کے لئے کہا ابوبکر نے کہا تم نے میری مخالفت کی ہے پس عمر نے کہا میں نے تمھاری مخالفت نہیں کی ہے اس سلسلہ میں نبیؐ کے پاس دونوں کی آواز بلند ہوگئی تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يا أيهاالذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق
صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض

أن تحبط أعمالكم وأنتم لا تشعرون، إن الذين يغضُون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة وأجرٌ عظيم﴾

ایمان والو خبردار اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرنا اور ان سے اس طرح بلند آواز میں بات بھی نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمھیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آواز کو دھیما رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کو خدا نے تقویٰ کے لئے آزمالیا ہے اور انھیں کے لئے، مغفرت و اجر عظیم ہے۔

ابن ملیکہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر کا قول ہے کہ اس کے بعد عمر خاموش ہو گئے اور اس کا تذکرہ ابوبکر سے نہیں کیا جب نبیؐ سے کوئی بات کہتے تھے تو اس طرح بیان کرتے تھے جیسے راز کی بات، کوئی سوال بھی نہیں کرتے تھے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۵ کے ص۱۱۶ پر بنی تمیم کے وفد کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ ہم سے ہشام ابن یوسف نے بیان کیا ہے کہ ہم سے جریح نے بتایا کہ ابن ابو ملیکہ نے بیان کیا انھیں عبداللہ ابن زبیر نے خبر دی کہ نبیؐ کے پاس بنی تمیم کا ایک وفد آیا تو ابوبکر نے کہا کہ قعقاع ابن معبد ابن زرارہ کو امیر بنایا جائے، عمر نے کہا نہیں بلکہ اقرع ابن حابس کو بنایا جائے۔ ابوبکر نے کہا کہ تم میری مخالفت کر رہے ہو، عمر نے کہا کہ میں نے قطعی آپ کی مخالفت نہیں کی اسی کشمکش میں دونوں کی آواز بلند ہوگئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت نبی الخ

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر و عمر آداب اسلامی کے

دستور کے تحت پاس ولحاظ نہیں رکھتے تھے۔ اپنے نفسوں کو خدا و رسولؐ پر مقدم کرتے تھے جبکہ نہ رسولؐ کی اجازت ہوتی تھی اور نہ ہی رسولؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم بنی تمیم کی امارت میں اپنی رائے پیش کرو پھر انھوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ نبیؐ کے سامنے جھگڑنے لگے اور آپ کے سامنے بے ادبانہ چیخنے لگے اور اپنے اخلاق وآداب کے فرائض کی کوئی پرواہ نہ کی۔ نبیؐ کی تعلیم وتربیت کے بعد کسی صحابی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان آداب واخلاق کو بھلا دے۔

اگر یہ واقعہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں رونما ہوا ہوتا تو بھی ہم شیخین (ابوبکر وعمر) کو معذور سمجھتے اور ان کے لئے تاویل کر لیتے۔

لیکن روایات نے شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یہ حادثہ نبیؐ کی حیات کے آخری ایام میں اس وقت رونما ہوا جب بنی تمیم کا ایک وفد نویں ہجری میں رسولؐ کے پاس آیا اور اس کے بعد آپؐ چند ماہ زندہ رہے۔ جیسا کہ ان مورخین ومحدثین نے لکھا ہے کہ جنھوں نے رسولؐ کے پاس بنی تمیم کے وفد کی آمد کا واقعہ قلم بند کیا ہے اور جیسا کہ قرآن مجید کے آخری سوروں میں ارشاد ہے:

﴿إذا جاء نصر الله والفتح ورأيتَ الناس يدخلون في دين الله أفواجاً﴾.

جب خدا کی مدد اور فتح کی منزل آجائے گی اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ دین خدا میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

اور جب حقیقت یہ ہے تو ابوبکر وعمر کی اس گستاخی کے لئے معذرت کرنے والے کیوں عذر تراشی کرتے ہیں جو نبیؐ کے سامنے ہوتی تھیں اور پھر اگر اس واقعہ کو صرف روایت بیان کرتی تو بھی کوئی بات تھی۔ ہمارے اندر تنقید وتبصرہ کی جرأت نہ ہوتی لیکن خدا حق کو بیان کرنے میں شرم نہیں کرتا ہے اس نے اس واقعہ کو

قرآن میں درج کر دیا ہے جس میں ابوبکر و عمر کی تند مزاجی اور تہدید کے بارے میں پڑھا جا سکتا ہے کہ اگر اب انھوں نے ایسا کیا تو خدا ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔ حد ہو گئی راوی نے اپنے کلام کی ابتدا اس جملہ سے کی ہے : وکاد الخیران أن یہلکا ابوبکرؓ و عمرؓ،

اس حادثہ کے راوی عبد اللہ ابن زبیر ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جو عمر کی شان میں نازل ہوئی ہے ،، عمر جب رسولؐ سے بات کرتے تھے تو اتنی آہستہ کرتے تھے کہ سنی نہیں جاتی تھی چہ جائیکہ سمجھ میں آتی ۔ اس کے باوجود ابن زبیر نے اپنے جد ابوبکر کا تذکرہ نہیں کیا ہے ۔ جبکہ تاریخ اور محدثین کے نقل کردہ واقعات اس کے برعکس ہیں ۔ اس کے لئے ،، رزیۃ یوم الخمیس ،، کا تذکرہ کافی ہے ۔ وہ یہ کہ نبیؐ کی وفات سے تین روز قبل بروز جمعرات ، ہم نبیؐ پر بہت بڑا بہتان لگاتے ہوئے دیکھتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں ۔ اور ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ۔ اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کوئی کہتا تھا کہ قلم دوات دے دو تا کہ رسولؐ تمہارے لئے نوشتہ لکھ دیں ۔ اور کوئی عمر کے قول کی تکرار کرتا تھا ۔ جب شور و غل زیادہ ہو گیا[1] تو نبیؐ نے فرمایا : میرے پاس سے چلے جاؤ میرے پاس جھگڑنا تمہارے لئے سزاوار نہیں ہے ۔[2] اس شور و غل اور اختلاف نزاع کے الفاظ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے خدا کے ان حدود کو پامال کر دیا تھا جو سورۂ حجرات میں خدا نے ان کے لئے مقرر کی تھیں ۔ جیسا کہ بیان گذر چکا ہے ۔ ہمیں اس بات سے مطمئن نہیں کیا جا سکتا کہ ان (صحابہ) کا شور و غل اور اختلاف و نزاع بہت ہی دھیمی آواز میں

---

[1] بخاری جلد ۵ ص ۱۳۸ باب مرض النبیؐ و وفاتہ

[2] بخاری جلد ۱ ص ۳۷ ، کتاب العلم

تھا بلکہ واقعہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انھوں نے گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانا شروع کر دیا تھا یہاں تک کہ پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی عورتیں بھی اس نزاع میں شریک ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ رسولؐ کو دوات وقلم دے دو تاکہ تمھارے لئے نوشتہ لکھ دیں تو عمر نے ان سے کہا تم ہی جیسی عورتیں یوسف کے ساتھ بھی تھیں جب وہ بیمار ہوتے تھے تو تمھاری آنکھیں آنسو برساتی تھیں اور جب صحت یاب ہوتے تھے تو انھیں پریشان کرتی تھیں۔ عمر کی بات سن کر رسولؐ نے فرمایا: عورتوں سے کچھ نہ کہو وہ تم لوگوں سے بہتر ہیں۔ [1]

ان تمام باتوں سے ہماری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ انھوں نے خداوند عالم کے اس قول کی اطاعت نہیں کی:

يا ايها الذين آمنوا لا تقدموا بين يدى الله ورسوله ولا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبى

اے ایمان لانے والو خدا و رسولؐ کے سامنے اپنی بات کو آگے نہ بڑھاؤ۔ اور نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرنا۔

اور انھوں نے عظمت رسولؐ کا بالکل احترام نہ کیا اور نہ ہی لوگوں نے انھیں (عمر کو) اس ہذیان کا الزام لگاتے وقت تادیب کی۔

اور ابوبکر کے بارے میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ انھوں نے رسولؐ کے سامنے بے ہودہ بات کہی اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب انھوں نے عروہ ابن مسعود سے کہا: امصص بنظر اللات"[2]

---

[1] کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۸

[2] بخاری جلد ۲ ص ۱۷۹

قسطلانی شارح بخاری اس عبارت پر حاشیہ لگاتے ہیں اور لکھتے ہیں حشفہ کو چوسنا عربوں میں غلیظ ترین گالی ہے پس جب رسولؐ کے سامنے ایسی باتیں کہی جائیں گی تو خداوند عالم کے اس قول کے کیا معنی ہوں گے :

﴿ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض﴾؟

اور ان سے اس طرح بلند آواز میں بات نہ کرنا

جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو ۔

جبکہ خدا نے رسولؐ کے بارے میں خود فرمایا ہے کہ آپ خُلق عظیم پر فائز ہیں ۔ اور جب آپؐ کی حیا پردہ نشیں کنواری لڑکی سے بھی زیادہ ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے ۔[۱] اور دونوں نے صراحت کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ رسولؐ نہ بدخلق تھے اور نہ بے ہودہ کلام کرتے تھے رسولؐ فرماتے تھے کہ تم میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جس کا احلاق اچھا ہے[۲] پس ان اقرب صحابہ کو کیا ہو گیا تھا جو اس خلق عظیم سے متاثر نہ تھے ۔

ان تمام چیزوں کے علاوہ ایک بات میں کہتا ہوں اور وہ یہ کہ ابوبکر نے اس حکم رسولؐ کی اطاعت نہیں کی جب آپؐ نے اسامہ کو ان کا امیر بنایا اور ابوبکر کو ایک عام فوجی کی حیثیت دی اور جیش اسامہ سے تخلف کرنے والوں کی سخت سرزنش کی یہاں تک فرمایا کہ جیش اسامہ سے تخلف کرنے والوں پر خدا لعنت کرے ۔[۳] اور مورخین و سیرت نگار افراد نے لکھا ہے کہ یہ جملہ آپؐ نے اس وقت ارشاد فرمایا جب آپؐ کو یہ خبر ملی کہ لوگ اسامہ کو امیر بنانے کے سلسلہ

---

[۱] بخاری کتاب المناقب باب صفة النبیؐ مسلم فی کتاب الفضائل باب کثرة حیائہؐ

[۲] مسلم کتاب الفضائل باب کثرة حیاء النبیؐ ، بخاری کتاب المناقب باب صفة النبیؐ

[۳] ملل ونحل شہرستانی ، چوتھا مقدمہ کتاب السقیفہ مصنف ابوبکر احمد ابن العزیز جوہری

میں برا بھلا کہہ رہے ہیں۔

اس طرح ابو بکر جلدی سے سقیفہ پہونچے اور حضرت علی ابن ابی طالب کو خلافت سے دور رکھنے والوں میں شریک ہو گئے اور رسولؐ کے غسل و کفن اور تجہیز و تدفین کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ تمام کاموں کو چھوڑ کر منصب خلافت و زعامت کے معاملات میں مشغول ہو گئے کہ جس کی طرف ان کی گردن اٹھی ہوئی تھی وہ قریبی صحبت کہاں چلی گئی، وہ دوستی کیا ہوئی؟ اخلاق کیا ہو گیا؟ مجھے ان صحابہ کے موقف پر تعجب ہوتا رہے کہ جن کے نبیؐ نے اپنی پوری زندگی انکی ہدایت و تربیت اور نصیحت میں گذاری،

﴿عزيز عليه ما عنتّم حريصٌ عليكم بالمؤمنين

رؤوف رحيم..﴾

اور اس پر تمھاری ہر مصیبت شاق ہوتی وہ تمھاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتا ہے اور مومنین کے حال پر شفیق و مہربان ہے۔

وہی آپؐ کے جسد مبارک کو بے گور و کفن چھوڑ کر رسولؐ کا خلیفہ معین کرنے کے لئے سقیفہ کی طرف دوڑ پڑے۔ ہم اگرچہ آج بیسویں صدی میں زندگی گذار رہے ہیں جس کو بدترین صدی کہا جاتا ہے۔ جس میں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہے اقدار دھواں بن چکے ہیں اس کے باوجود جب مسلمانوں میں کوئی مرجاتا ہے تو اسکے پڑوسی و ہمسایہ جلدی سے اس کے غسل و کفن اور تجہیز و تدفین کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور رسولؐ کے اس قول کا اتباع کرتے ہوئے کہ "میت کا احترام اور اس کا دفن کرنا ہے،، اسے سپرد لحد کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب نے اپنے اس قول سے حقائق کا انکشاف کیا ہے کہ:

"أما والله لقد تقمّصها ابن أبي قحافة وإنه ليعلمُ

أن محلي منها محل القطب من الرّحا..» [1]

خدا کی قسم فرزند قحافہ نے خلافت کی قمیص کو زبردستی پہن لیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت میں میرا وہی مقام ہے جو چکی میں کیل کا ہوتا ہے۔

اس کے بعد ابو بکر نے فاطمہؑ کے گھر پر ہجوم کو مباح قرار دیا اور انھیں دھمکی دی کہ اگر بیعت سے تخلف کرنے والے باہر نہ نکلے تو ہم گھر کو آگ لگا دیں گے۔ اس سلسلہ میں مورخین نے جو کچھ لکھا ہے اور راویوں نے نسلاً بعد نسلٍ جو نقل کیا ہے اس سے ہم (فی الحال) چشم پوشی کر رہے ہیں تفصیل کیلئے تاریخی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

نبیؐ کے بعد فاطمہؑ کے ساتھ ابو بکر کا برتاؤ

بخاری نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہؑ بنت نبیؐ نے کسی کو اپنے والد کی میراث، مدینہ میں فئی اور فدک و خمس وغیرہ کے مطالبہ کے لئے ابو بکر کے پاس بھیجا تو ابو بکر نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ پس آلِ محمدؐ اس مال سے کھا رہے ہیں اور قسم خدا کی میں صدقۂ رسولؐ میں کسی قسم کی رد و بدل نہیں کروں گا بلکہ اسے اسی حال پر برقرار رکھوں گا جس پر وہ رسولؐ کے زمانہ میں تھا اور اس میں ایسے ہی تصرف کروں گا جیسے رسولؐ کیا کرتے تھے پس ابو بکر نے فاطمہؑ کو کسی بھی چیز کے دینے سے انکار

---

[1] خطبۂ شقشقیہ

کر دیا۔ اس سلسلہ میں فاطمہؑ ابوبکر پر غضبناک ہوگئیں اور ان سے قطع تعلق کر لیا اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ کیا۔ آپؑ نبیؐ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ جب انتقال فرمایا تو آپ کے شوہر علیؑ نے نماز پڑھ کر رات میں سپرد لحد کیا اور ابوبکر کو اس کی اجازت نہ دی گئی۔ فاطمہؑ کی حیات میں علیؑ کے پاس عذر تھا لیکن جب ان کا انتقال ہوگیا تو علیؑ نے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے ابوبکر سے مصالحت کر لی جبکہ فاطمہؑ کی زندگی میں آپ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ ؎

مسلم نے ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہ علیہا السلام بنت رسولؐ نے رسولؐ کی وفات کے بعد ابوبکر سے کہا کہ مجھے میرے والد کی وہ میراث دی جائے جو رسولؐ نے فئی وغیرہ کی صورت میں چھوڑی ہے۔ تو ابوبکر نے کہا کہ رسولؐ کا قول ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ (یہ سن کر) فاطمہؑ غضبناک ہوگئیں اور ابوبکر سے روابط قطع کر لیئے اور مرتے دم تک ان سے رسم و راہ نہ رکھی۔ آپ رسولؐ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ عائشہ کہتی ہیں کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے رسولؐ کے ترکہ اور خیبر و فدک میں سے اپنا حق طلب کیا تھا لیکن ابوبکر نے فاطمہؑ کو کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا اور کہا، میں وہی کروں گا جو رسولؐ کیا کرتے تھے، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے ان کے امر کی مخالفت نہ ہو جائے اور میں گمراہ نہ ہو جاؤں لیکن جہاں تک مدینہ کے صدقہ کی بات ہے تو وہ عمر، علیؑ و عباس کو پہلے ہی دے چکے ہیں اور فدک و خیبر کو عمر نے روک لیا اور کہا: یہ دونوں رسولؐ کا صدقہ ہیں اور انہی کا حق ہے جسے وہ ضرورت مندوں پر خرچ کیا کرتے تھے

؎ صحیح بخاری جلد ۳ ص۳۸ کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد باب قول النبیؐ ــــ "لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ"

اور اب ان کا اختیار ولی امر کو ہے اور آج بھی اپنی حالت پر ہے۔ [1]

بادجودیکہ بخاری و مسلم نے ان روایات کو بہت اختصار اور کتر و بیونت کے ساتھ نقل کیا ہے تاکہ محقق پر حقیقت آشکار نہ ہو سکے، خلفائے ثلاثہ کی عزت بچانے کے سلسلہ میں اس کام میں انھیں مہارت حاصل ہے (اس موضوع پر انشاء اللہ ہم ان دونوں سے بحث کریں گے اور عنقریب اس وعدہ کو وفا بھی کریں گے۔

اس کے باوجود یہ روایت ابوبکر کی حقیقت کے انکشاف کے لئے کافی ہیں انھوں نے فاطمہؑ کے دعوے کو رد کر دیا اور انھیں غضبناک کیا اور فاطمہؑ نے ان سے قطع تعلق کر لیا اور مرتے دم تک اپنے موقف پر باقی رہیں اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے شوہر نے رات میں مخفیانہ طور پر دفن کیا اور ابوبکر کو اس کی اجازت نہ دی گئی۔ جیسا کہ ان روایات سے ہماری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ فاطمہؑ کی حیات میں حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی لیکن آپ لوگوں کا برتاؤ دیکھ کر بیعت پر مجبور ہوئے اور ابوبکر سے مصالحت کر لی۔

بخاری و مسلم نے جس حقیقت کی پردہ پوشی کی ہے وہ یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ مجھے میرے والد نے اپنی حین حیات باغ فدک عطا کیا تھا پس وہ میراث نہیں ہے۔ اگر اس بات کو فرض کر لیا جائے کہ انبیاء وارث نہیں بناتے ہیں۔ جیسا کہ ابوبکر نے نبیؐ سے روایت کی ہے اور اس کے ذریعہ فاطمہؑ کی تکذیب کی ہے تو یہ روایت نصوص قرآن کے معارض ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ سلیمان داؤد کے وارث بنے اور یہ گڑھی ہوئی روایت فدک کو شامل نہیں ہوتی

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الجہاد باب قول النبیؐ۔ لا نورث ما ترکنا فہو صدقۃ،، اور صحیح بخاری نے اس حدیث کو کتاب فرض الخمس کے باب ،، فرض الخمس،، میں نقل کیا ہے

اس لئے کہ فدک عطیہ ہے میراث نہیں ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ آپ تمام مورخین، مفسرین اور محدثین کو یہ لکھتے ہوئے دیکھیں گے کہ فاطمہ علیہا السلام نے فدک پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا تو ابوبکر نے ان کے دعوے کو رد کر دیا اور ان سے اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ طلب کئے ۔ فاطمہؑ نے علیؑ ابن ابی طالب اور ام ایمن کو بطور گواہ پیش کیا لیکن ابوبکر نے ان دونوں کی گواہی قبول نہ کی اور انھیں ناکافی قرار دے دیا ۔ ابن حجر اس واقعہ کو اسطرح تحریر کرتے ہیں ،، فاطمہؑ نے یہ دعویٰ کیا کہ رسوؐل نے فدک مجھے بخش دیا تھا لیکن فاطمہؑ اس سلسلہ میں علیؑ اور ام ایمن کے علاوہ اور گواہ پیش نہ کر سکیں اور گواہی کا نصاب نامکمل رہ گیا ۔ [1]

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ جب رسوؐل نے وفات پائی تو فاطمہؑ نے دعویٰ کیا کہ رسوؐل نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا ۔ ابوبکر نے کہا فقر کی حالت میں آپ تمام لوگوں سے عزیز اور ثروتمندی کے عالم میں سب سے زیادہ محبوب ہیں لیکن مجھے آپ کے دعوے کی صحت معلوم نہیں ہے اس لئے میں آپ کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکتا ہوں ۔ فخر رازی کہتے ہیں کہ کنیز رسوؐل ام ایمن نے فاطمہؑ کی گواہی دی پس ابوبکر نے کہا کہ ایسا گواہ لائیے جس کی گواہی قبول کی جا سکے ۔ فاطمہؑ گواہ نہ لا سکیں ۔ [2]

جناب فاطمہؑ نے یہ دعویٰ کیا کہ رسوؐل نے مجھے فدک بخش دیا تھا ابوبکر نے ان کا دعویٰ رد کر دیا اور اس سلسلہ میں علیؑ اور ام ایمن کی گواہی قبول نہ کی اس واقعہ کو ابن تیمیہ، صاحب سیرت حلبیہ اور ابن جوزی وغیرہ نے بھی تحریر کیا ہے ۔

---

[1] صواعق محرقہ ابن حجر ہیثمی ص۲۱

[2] تفسیر مفاتیح الغیب رازی جلد ۸ ص۱۲۵ ، تفسیر سورۂ حشر

لیکن بخاری اور مسلم دونوں نے اس کو اختصار کے ساتھ لکھا ہے انھوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ فاطمہؑ نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا اس سے وہ قارئین کو یہ بات باور کرانا چاہتے ہیں کہ فاطمہؑ کی ناراضگی بے محل تھی اس لئے کہ ابوبکر نے اس حدیث پر عمل کیا جو رسولؐ سے سنی تھی پس معاذ اللہ سیّدہ ظالمہ اور ابوبکر مظلوم ہیں۔ بخاری و مسلم کی یہ ساری تگ و دو ابوبکر کی عزت کے تحفظ کے لئے ہیں اس لئے وہ واقعہ نقل کرنے میں بھی امانتداری سے کام نہیں لیتے ہیں۔ اور نہ ہی ان احادیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ جو خلفا کے حقائق کا انکشاف کرتی ہیں۔ اور ان پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹاتی ہیں کہ جو امویوں اور خلافت راشدہ کے نمک خواروں نے ڈال دیئے تھے۔ خواہ نبیؐ کے خلاف ہو یا ان کی پارۂ جگر فاطمہؑ کے خلاف ہو۔ اسی لئے بخاری و مسلم اہلسنت کے نزدیک محدثین کے سردار بن گئے ہیں اور اہلسنت ان کی کتابوں کو کتاب خدا کے بعد صحیح ترین کتاب مانتے ہیں اور یہ ایسی حق پوشی ہے جو کسی علمی دلیل پر استوار نہیں ہے عنقریب انشاء اللہ ہم مستقل باب میں اس کے بارے میں بحث کریں گے تاکہ ہم حقیقت کے متلاشی افراد کے لئے اس کا انکشاف کرسکیں۔

اس کے باوجود مسلم و بخاری پر ہمارا اعتراض ہے کہ جنھوں نے فضائل فاطمہؑ زہرا کو بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا ہے لیکن ان کی کتابوں میں وہ سب کچھ موجود ہے جو ابوبکر کی پستی پر دلالت کرتی ہے جو بخاری و مسلم سے زیادہ جناب سیّدہؑ اور ان کی قدر و قیمت کو جانتے تھے لیکن پھر بھی ان کی بات کو تسلیم اور ان کے شوہر کی گواہی کو قبول نہیں کیا جبکہ ان کے شوہر کے بارے میں رسولؐ یہ فرما چکے تھے کہ، علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ اور جدھر یہ جاتے ہیں حق ادھر جاتا ہے۔[1]

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۱۴ ص ۳۲۱ تاریخ ابن عساکر جلد ۳ ص ۱۱۹، کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰

فی الحال ہم بخاری و مسلم کی گواہی پر اکتفا کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب نے فضائل زہرا میں کیا فرمایا ہے :

فاطمہ نص قرآنی کے لحاظ سے معصوم ہیں

مسلم نے اپنی صحیح میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول صبح کے وقت بر آمد ہوئے آپ ایک کالی اونی چادر (کملی) اوڑھے ہوئے تھے کہ حسنؑ ابن علیؑ آئے اور آپ نے انھیں اس چادر میں داخل کر لیا پھر حسینؑ آئے وہ بھی چادر میں داخل ہوگئے پھر فاطمہؑ آئیں انھیں بھی آپ نے چادر میں داخل کر لیا پھر علیؑ آئے انھیں بھی چادر میں داخل کر لیا اور اس کے بعد فرمایا :

﴿إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيراً﴾

اے (پیغمبر کے) اہلبیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔

پس جب اس امت کی عورتوں میں صرف فاطمہؑ وہ ہیں جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا اور اس طرح پاک رکھا جو حق ہے پس ابوبکر کو کیا ہوگیا تھا کہ جو انھیں جھٹلا دیا اور ان سے گواہ طلب کئے۔ [1]

---

[1] صحیح مسلم جلد ۶، باب فضائل اہلبیت

فاطمہؑ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں

بخاری و مسلم نے کتاب الفضائل میں ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ سب ازواج نبیؐ آپ کی خدمت میں تھیں کہ فاطمہؑ آگے بڑھیں ان کے چلنے کا انداز ہو بہو رسولؐ کے چلنے کا انداز تھا۔ جب رسولؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: مرحبا میری لخت جگر، پھر انھیں دائیں یا بائیں جانب بٹھایا پھر ان کے کان میں کچھ کہا تو فاطمہؑ پر شدید رقت طاری ہو گئی۔ پس جب رسولؐ نے انھیں غمگین دیکھا تو پھر کچھ آہستہ سے فرمایا کہ فاطمہؑ مسکرانے لگیں۔ میں نے فاطمہؑ سے کہا میں ان کی زوجہ ہوں لیکن انھوں نے آپ کو اپنا ہم راز بنایا اور آپ رونے لگیں جب رسول اللہ چلے گئے تو میں نے پوچھا کہ آپ کے درمیان کیا راز کی باتیں ہوئی ہیں فاطمہؑ نے جواب دیا: میں رسولؐ کے راز کو افشا نہیں کروں گی۔ عائشہ کہتی ہیں کہ جب رسولؐ کا انتقال ہو گیا تو میں ان کے پاس پہونچی اور کہا کہ آپ پر میرا حق ہے اس وقت آپ نے وہ راز نہیں بتایا تھا۔ فاطمہؑ نے فرمایا: کہ ہاں اب میں تمھیں بتا سکتی ہوں۔ فرمایا: پہلی مرتبہ رسولؐ نے یہ فرمایا تھا کہ اس سال جبرئیل دو مرتبہ قرآن لے کر نازل ہوئے ہیں۔ جبکہ ہر سال ایک مرتبہ نازل ہوتے تھے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب آگیا ہے پس تم خدا کا تقویٰ اختیار کرنا اور صبر سے کام لینا بیشک میں تمھارے لئے بہترین سلف ہوں۔ اس لئے میں نے گریہ کیا جیسا کہ تم نے دیکھا اور جب رسولؐ نے مجھے محزون پایا تو دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا: فاطمہؑ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم مومنین اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔[1]

[1] بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۴ کتاب الاستئذان باب من ناجی بین یدی الناس ولم یخبر بسر صاحبہ۔

جب فاطمہؑ زہرا مومنین کی عورتوں کی سردار ہیں جیسا کہ رسولؐ کے قول سے ثابت ہے۔ ابوبکر فدک کے بارے میں انھیں جھٹلاتے ہیں اور ان کی کوئی گواہی قبول نہیں کرتے تو پھر کون سی شہادت قابل قبول ہوگی؟؟

فاطمہؑ زنان جنت کی سردار ہیں

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ [1] جب فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اس لئے کہ جنت کی تمام عورتیں صرف امت محمدیؐ ہی نہیں ہیں پھر ابوبکر صدیق نے انھیں کیسے جھٹلا دیا؟ کیا اہلسنت یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ابوبکر کو صدیق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ـــ ابوبکر ـــ محمدؐ کی ہر بات کی تصدیق کرتے تھے۔ (اگر حقیقت یہی ہے) تو پھر رسولؐ کے اس قول کی تصدیق کیوں نہیں کی جو فاطمہؑ زہرا کے بارے میں فرمایا تھا۔ کہ فاطمہؑ میرا ہی ٹکڑا ہے؟؟ یا اس کا تعلق فدک، صدقہ اور عطیہ سے اتنا نہیں تھا جتنا اس کا تعلق خلافت سے تھا۔ جو فاطمہؑ کے شوہر علیؑ کا حق تھا پس عطیہ کے سلسلہ میں فاطمہؑ اور ان کے شوہر کی تکذیب ابوبکر کے لئے آسان تھی تاکہ اس کے ذریعہ وہ دونوں کے مطالبوں کا سد باب کر دیں۔ یہ اتنا بڑا مکر تھا کہ جس سے پہاڑ متزلزل ہو جائیں۔

ـــ خاذامات اخیرہ ،،

[1] صحیح بخاری جلد ۴ کتاب بدالخلق کے باب ،، مناقب قرابۃ الرسول ،، میں

فاطمہؑ نبیؐ کا ٹکڑا ہیں رسولؐ ان کے غضب سے غضبناک ہوتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ہم سے ابو الولید نے ابن عینہ سے اور انھوں نے عمرو ابن دینار نے اور انھوں نے ابن ابی ملیکہ سے اور انھوں نے مسور ابن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

"فاطمة بضعةٌ منّي فمن أغضبها أغضبني"

"فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا"۔ نیز فرمایا:

"فاطمة بضعة مني يريبني ما أرابها ويؤذيني ما أذاها"

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے پریشان کیا اور اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی

جب رسولؐ اپنی پارۂ جگر کے غضبناک ہونے سے غضبناک ہوتے ہیں اور ان کو ایذا پہونچانا ایسا ہی ہے جیسا کہ رسولؐ کو اذیت پہونچانا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ فاطمہؑ معصوم عن الخطا ہیں ورنہ نبیؐ کے لئے اس طرح یہ فرمانا جائز نہیں تھا کیونکہ جو معصیت کا مرتکب ہوتا ہے اسے اذیت دینا اور غضبناک کرنا جائز ہے خواہ اس کا مقام کتنا ہی بلند ہو اس لئے کہ شریعت اسلامی میں اپنے اور غیر کا کوئی امتیاز نہیں ہے اور نہ ہی غنی و فقیر کا فرق ہے اس کے باوجود ابوبکر، زہرا کو اذیت دیتے ہیں اور ان کے غضب کی کوئی پروا نہیں کرتے ہیں بلکہ انھیں مرتے دم تک غضبناک رکھا اور فاطمہؑ نے آخری وقت تک ان سے کلام نہ کیا اور ہر نماز

کے بعد ابو بکر کے لئے بد دعا کرتی تھیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابن قتیبہ وغیرہ۔

ہاں ان تلخ اور ایسے ہی غم انگیز حقائق میں کہ جن سے ارکان منہدم ہو جائیں اور ایمان متزلزل ہو جائے۔ کیونکہ حق و حقیقت کے متلاشی، منصف مزاج انسان کے لئے اعتراف کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے کہ ابو بکر نے فاطمہؑ زہراؑ پر ظلم کیا ہے۔ اور ان کے حق کو غصب کیا ہے وہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے اور ان کے لئے ممکن تھا کہ وہ فاطمہؑ کو راضی اور خوشنود کر لیتے۔ اور ان کا حق دے دیتے چوں کہ فاطمہ کی صداقت مسلم ہے ـــــ ان کی صداقت کی گواہی خدا و رسولؐ دے رہے ہیں اور مع ابو بکر کے تمام مسلمانوں نے آپ کی صداقت کا لوہا مانا ہے لیکن سیاست ہر چیز کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اور نتیجہ میں صادق کاذب اور کاذب صادق بن جاتا ہے۔

جی ہاں! یہ اس سازش کی ایک کڑی ہے جو اہل بیت کو اس منصب سے دور رکھنے کے لئے کی گئی جو خدا نے ان کے لئے منتخب کیا تھا اور اس سازش کی ابتدا علیؑ کو خلافت سے دور اور فاطمہؑ کی تکذیب اور اہانت اور میراث سے محرومی سے ہوئی اور انھیں بتا دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کا کوئی احترام باقی نہ رہا۔ اس سازش کی انتہا شہادت علیؑ اور قتلِ حسنؑ و حسینؑ اور مخدرات کی بے پردگی پر ہوئی۔ ان کے شیعہ، ان کے چاہنے والے اور اتباع کرنے والے قتل کئے جانے لگے شاید اس سازش کا سلسلہ آج تک چلا آرہا ہے۔ آج بھی ایسے کرتوت کا پتہ اور ان کے نتیجوں کا نشان ملتا ہے۔

یقیناً ایک آزاد اور منصف مزاج مسلمان ان حقائق سے اس وقت آگاہ ہو جائے گا جب تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور اس طرح حق کو باطل سے جدا کرے گا کہ اہلبیتؑ پر سب سے زیادہ ابو بکر نے ظلم کیا ہے۔ اس سلسلہ میں

یہ صحیح بخاری و مسلم کا مطالعہ کافی ہوگا۔ اگر وہ حق کا جویندہ ہے تو اس پر حق منکشف ہو جائے گا۔

یہ لیجئے بخاری و مسلم دونوں اعتراف کرتے ہیں کہ ابوبکر عام صحابہ کے دعووں کی تصدیق کیا کرتے تھے۔ لیکن یہی ابوبکر فاطمہ زہرا سیدۂ نساء اہل الجنۃ کہ جس کے بارے میں خدا یہ گواہی دے رہا ہے کہ ہم نے ان سے رجس کو دور رکھا۔ اور ہر عیب سے طاہر رکھا۔ اسی طرح ابوبکر علیؑ اور ام ایمن کی تکذیب کرتے ہیں اب آپ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری و مسلم دونوں نے جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: جب رسولؐ کا انتقال ہو چکا تو علا ابن حضرمی کی طرف سے ابوبکر کے پاس مال آیا تو ابوبکر نے کہا: نبیؐ پر جس کا قرض ہو یا انھوں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آکر بیان کرے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھ سے رسولؐ نے ایسا ایسا وعدہ کیا تھا۔ پس انھوں نے تین مرتبہ ہاتھ بڑھایا۔ جابر کہتے ہیں میں نے جب ان کی شمارش کی تو میرے پاس پندرہ سو (سکے) تھے۔ [۱]

آیا کوئی ابوبکر سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے جابر ابن عبد اللہ کی کیوں تصدیق کی کہ ان سے نبیؐ نے کچھ عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا ابوبکر نے تین مرتبہ مشت بھر کر پندرہ سو سکے دیئے جبکہ ان سے گواہ بھی نہیں طلب کئے کیا جابر ابن عبد اللہ انصاری فاطمہؑ سے زیادہ متقی اور سیدۂ نساء العالمین سے نیک تر تھے ؟ اس سے زیادہ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ فاطمہؑ کے شوہر علیؑ کی شہادت کو رد

۱۔ صحیح بخاری جلد ۳ کتاب الشہادات باب «من امر بانجاز الوعد»، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب «ماسئل رسول اللہ شیئاً قط فقال لا وکثرۃ عطائہ»

کر دیا کہ جن سے جدا نے رجس کو دور رکھا ایسے پاک کیا جو حق ہے اور ان پر اسی طرح درود بھیجنا واجب کیا جس طرح رسولؐ پر درود بھیجنا واجب ہے جن کی محبت کو رسولؐ نے ایمان اور دشمنی کو نفاق قرار دیا ہے۔ ؎۱

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ۔ بنی صہیب مولیٰ ابن جدعان نے دو گھروں اور ایک حجرہ کا دعویٰ کیا، رسولؐ نے وہ گھر صہیب کو دے دیا۔ مروان نے کہا: اس سلسلہ میں کسی نے گواہی دی ہے۔ انھوں نے کہا: ابن عمر نے! انھیں بلایا گیا تو انھوں نے گواہی دی کہ رسولؐ نے صہیب کو دو گھر اور ایک حجرہ دے دیا ہے تو مروان نے بھی ایسے فیصلہ کر دیا۔ ؎۲

مسلمانو! ان تصرفات اور احکام میں غیر مساوی رویہ کو دیکھو کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے؟ جب خلیفہ صرف ابن عمر کی گواہی پر مدیوں کے حق میں فیصلہ کرتا ہے تو کیا کسی مسلمان کو یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب اور ام ایمن کی گواہی کو کیوں رد کیا گیا؟ جبکہ ایک مرد اور اس کے ساتھ ایک عورت کی گواہی صرف ایک مرد کی گواہی سے قوی ہوتی ہے۔ جب ہم شہادت (گواہی) کے نصاب کو دیکھتے ہیں کہ قرآن نے جس کا حکم دیا ہے ——— کیا صہیب کی اولاد بنت مصطفیٰؐ سے زیادہ اپنے دعوے میں سچی ہیں؟ حکام کے نزدیک ابن عمر موثق و معتبر ہیں اور علیؑ معتبر نہیں ہیں؟ لیکن یہ دعویٰ کہ نبیؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا جیسا کہ ابوبکر نے حدیث بیان کی ہے۔ اور جس سے فاطمہؑ زہرا کو

؎۱ صحیح مسلم جلد ۱ صـ۶۱ باب۔ الدلیل علی ان حب الانصار و علی من الایمان و علامة بغضهم من علامات النفاق۔ صحیح ترمذی جلد ۵ صـ۳۰۶ سنن النسائی جلد ۸ صـ۱۱۶

؎۲ صحیح بخاری جلد ۳ صـ۱۴۳

جھٹلایا ہے۔ جو کتاب خدا کی معارض ہے۔ اور وہ ایسی حجت ہے جو کبھی باطل نہیں ہوسکتی اس کو نبیؐ نے اپنے اس قول سے صحیح قرار دیا ہے:

«إذا جاءكم حديث عنّي فاعرضوه على كتاب الله فإن وافق كتاب الله فاعملوا به وإن خالف كتاب الله فاضربوا به عرض الجدار».

جب تمھارے پاس میری کوئی حدیث پہونچے تو اسے کتاب خدا پر پرکھو، اگر کتاب خدا کے موافق ہو تو اس پر عمل کرو اور اگر کتاب خدا کے مخالف ہو تو اسے دیوار پر دے مارو۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی متعدد آیتوں کے معارض ہے آیا کوئی سوال کرنے والا ابوبکر اور تمام مسلمانوں سے یہ سوال کرسکتا ہے کہ اس حدیث کی روایت کے سلسلہ میں جو عقل و نقل کے خلاف اور قرآن کے معارض ہے تنہا ابوبکر کی گواہی کیوں قبول کی جاتی ہے اور فاطمہؑ زہرا اور علیؑ کی گواہی جو عقل و نقل کے موافق اور قرآن کے مطابق ہے اسے کیوں قبول نہیں کیا جاتا۔

یہاں میں ایک بات کا اضافہ کرتا چلوں اور وہ یہ کہ خواہ ابوبکر کا مرتبہ کتنا ہی بلند ہو جائے اور خواہ کتنے ہی افراد اس کا دفاع اور تائید کرنے والے وجود میں آجائیں تو بھی وہ سیدۂ نساء عالمین حضرت فاطمہؑ زہرا اور علیؑ ابن ابی طالب کی عظمت و فضیلت تک نہیں پہونچ سکیں گے کہ جن کو رسولؐ نے تمام صحابہ پر ہر موقع پر فضیلت دی ہے۔ یہاں مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب رسولؐ نے یہ کہکر پرچم اسلام علیؑ کے ہاتھوں میں دیا کہ:

یہ علم اس کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست

رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔

یہ سن کر تمام صحابہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ علم ہم کو عطا کیا جائے لیکن پرچم اسلام آپ نے علیؑ کو عطا کیا۔ [۱] رسولؐ نے علیؑ کے بارے میں فرمایا کہ:

علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے

بعد تمام مومنین کے ولی ہیں۔ [۲]

اگر متعصب افراد اس حدیث کے صحیح ہونے میں شک کریں گے تو وہ کم از کم ان احادیث میں کبھی شک نہیں کر سکیں گے کہ علیؑ و فاطمہؑ پر درود بھیجنا نبیؐ پر درود بھیجنے کا جز ہے پس ابوبکر و عمر و عثمان اور دیگر وہ صحابہ جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کی نمازیں اس وقت تک قبول نہیں کی جائیں گی جب تک وہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود نہ بھیجیں جیسا کہ اہلسنت کی صحاح میں وارد ہوا ہے۔ [۳] یہاں تک کہ امام شافعی نے اہلبیتؑ کے بارے میں کہدیا

«من لم يصلّ عليكم لا صلاة له»

"جو آپ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہے"

پس جب ان سب کے لئے جھوٹ اور باطل دعوے جائز ہوں گے تو اسلام پر سلام اور دنیا پر خاک، لیکن جب آپ یہ پوچھیں گے کہ ابوبکر کی گواہی کیوں

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۵ و جلد ۴ ص ۲۰

[۲] صحیح مسلم جلد ۷ ص ۱۲۱ باب "فضائل علی ابن ابی طالب"

[۳] صحیح بخاری جلد ۶ ص ۲۷ باب "ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبیؐ"

قبول کرلی گئی اور اہلبیتؑ کی شہادت کیوں رد کر دی گئی ؟ تو جواب ملے گا کہ وہ حاکم ہے اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے کیونکہ ہر حالت میں حق اس کے ساتھ ہوتا ہے اور طاقتور کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے درندہ کا دعویٰ کہ ہر حالت میں اسی کی دلیل کامیاب ہوتی ہے۔

قارئین محترم آپ میرے ساتھ آئیں اور اس قول کی صداقت کے لئے میراث نبیؐ کے سلسلہ میں بخاری کا تناقض ملاحظہ فرمائیں ابوبکر کی بیان کی ہوئی یہ حدیث «نحن معشر الأنبياء لا نورث ما تركنا صدقة» تمام اہلسنت والجماعت اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور اسی کو دلیل بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابوبکر نے فاطمہؑ زہرا کا دعویٰ قبول نہیں کیا۔

جو چیز آپ کو اس حدیث کے باطل ہونے کو بتاتی ہے وہ اس کا غیر معروف ہونا ہے۔ اس کے علاوہ فاطمہؑ نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا تھا اور اسی طرح ازواجِ نبیؐ امہات المومنین نے بھی میراث کے سلسلہ میں ابوبکر کے پاس کسی کو بھیجا تھا[1] بخاری کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے لیکن دوسری جگہ بخاری خود اپنی اس عبارت کے خلاف تحریر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ عمر ابن خطاب نے ازواج نبیؐ کے درمیان میراث تقسیم کی۔ بخاری نے کتاب الوکالہ ــــــ باب المزارعہ بالشطر وغیرہا نافع سے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے خیبر کی کھیتی اور پھلوں کی دیکھ بھال کے لئے عامل مقرر کیا۔ پس ازواج کو سو وسق[2]، اسی وسق کھجوریں بیس وسق جو دیتے تھے۔ جب عمر

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ ص۲۳ باب «حدیث بنی النضیر» کتاب المغازی

[2] یہ ایک پیمانہ ہے جو ایک سو اسی کلو کا ہوتا ہے

نے خیبر کو تقسیم کیا تو انھوں نے ازواج نبیؐ کے درمیان زمین اور پانی کو تقسیم کیا اور کہا کہ اس میں سے جسکو چاہیں اختیار کریں۔ پس ان میں سے بعض نے زمین لے لی اور کسی نے وسق قبول کیا جبکہ عائشہ نے زمین لی تھی۔ لہ

اس روایت سے بخوبی واضح ہے کہ فاطمہؑ نے خیبر سے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا تھا جسے اپنے باپ کی میراث مانگی تھی۔ اور ابوبکر نے آپ کا مطالبہ یہ کہکر رد کر دیا کہ رسولؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا۔ اور یہی روایت واضح طور پر یہ بھی بتا رہی ہے کہ عمر ابن خطاب نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ازواج نبیؐ کے درمیان خیبر تقسیم کیا۔ اور انھیں یہ اختیار دیا کہ چاہے زمین لے لیں یا وسق اور عائشہ نے زمین لے لی پس جب نبیؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا تھا۔ تو عائشہ کو زوجہ کی حیثیت سے میراث دی گئی۔ اور فاطمہؑ کو بیٹی کی حیثیت سے کیوں نہ دی گئی ؟،

اس سلسلہ میں صاحبان عقل و شعور ہمیں فتویٰ دیں اس کا آپ کو اجر و ثواب ملے گا۔ یہاں میں ایک چیز کا اور اضافہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ عائشہ بنت ابوبکر نے نبیؐ کے پورے گھر پر قبضہ کر لیا تھا اور ازواج نبیؐ میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا تھا۔ انھوں نے اپنے باپ کو اسی گھر میں اور عمر کو ان کے برابر میں دفن کیا اور امام حسینؑ کو امام حسنؑ کا جنازہ ان کے جد کے پہلو میں دفن کرنے سے منع کر دیا۔ تو ابن عباس نے کہا: اونٹ پر تم بیٹھ چکیں، خچر پر سوار ہو چکیں، زندہ رہو گی تو ہاتھی پر سوار ہو گی۔ تمھارا آٹھویں حصہ میں سے نواں حصہ ہے اور پورے کی مالک بنی ہوئی ہو،، بہرحال میں اس موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا اس لئے محقق تاریخ کا کا مطالعہ فرمائیں لیکن یہاں فاطمہؑ زہرا کا وہ خطبہ جو آپ نے ابوبکر اور بڑے بڑے

لہ صحیح بخاری جلد ۳ ص ۶۸

صحابہ کے سامنے دیا تھا اس کا کچھ حصہ ذکر کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاکہ ان میں سے جو ہلاک ہو وہ دلیل کے بعد اور جو نجات پائے وہ بھی دلیل کے بعد چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

تم لوگوں نے جان بوجھ کر کتاب خدا کو چھوڑ رکھا ہے اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے جبکہ قرآن کہتا ہے کہ سلیمان اپنے باپ داؤد کے وارث ہوئے اور جناب یحیٰی کے قصہ میں حضرت ذکریا کی یہ دعا موجود ہے ۔ خداوندا مجھے اپنی طرف سے ایسا وارث عطا فرما جو میری میراث پائے اور آل یعقوب کا وارث بھی قرار پائے ۔ اور اسی کتاب میں ارشاد خداوند ہے کہ تمھارا رب تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ میراث کی تقسیم میں مرد کو عورت کے دو برابر حصہ دو ۔ ارشاد ہوتا ہے اگر کوئی مرتے وقت مال چھوڑے تو وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے نیکی یعنی وصیت کر جائے ۔ اور تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ میرا کوئی حق ہی نہیں اور میں اپنے باپ کی میراث نہیں لے سکتی اور ہم لوگوں کے درمیان کوئی رحمی قرابت ہی نہیں ہے کیا خداوند عالم نے میراث کے بارے میں تم کو کسی آیت سے مخصوص کیا ہے کہ جس سے میرے پدر بزرگوار کو مستثنیٰ کر دیا ہے ۔ کیا قرآن کے عموم و خصوص کو تم میرے والد اور ان کے ابن عم سے بہتر سمجھتے ہو؟ یا تم کہتے ہو کہ دو ملت والے ایک دوسرے کی میراث نہیں پاتے تو کیا میں اور میرے پدر بزرگوار ایک ملت پر نہیں ہیں؟ ٹھیک ہے آج فدک کو اس طرح قبضہ میں

کر لو جس طرح مہار اور پالان شتر کو قبضہ میں کیا جاتا ہے۔ ابوبکر
قیامت کے دن اس کا نتیجہ بھگتیں گے اور بہترین فیصلہ کرنیوالا
خدا ہوگا۔ اور محمد ہمارے ضامن ہونگے (اے ابوبکر) ہماری اور
تمھاری وعدہ گاہ قیامت ہے اور (یاد رکھو) قیامت کے دن
باطل پرست خسارہ میں رہیں گے۔

ابوبکر مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب استتابۃ المرتدین کے باب، "قتل من ابی قبول الفرائض" میں اور مسلم نے کتاب الایمان کے باب "الامر بقتال الناس" میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب نبیؐ کا انتقال ہوگیا اور ابوبکر خلیفہ بن گئے اور عرب میں سے کچھ لوگ کافر ہو گئے۔ تو عمر نے کہا: اے ابوبکر لوگوں سے تم کیسے جنگ کروگے جبکہ نبیؐ نے فرمایا ہے کہ اس وقت تک قتال وجدال کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لوگ کلمہ نہ پڑھ لیں پس جس نے لا الہ الا اللہ کہدیا اس کی جان و مال محفوظ ہوگئی مگر یہ کہ وہ اس کا مستحق ہو اور اس کا حساب خدا سے مربوط ہے؟ ابوبکر نے کہا: قسم خدا کی میں ضرور بالضرور اس سے جنگ کروں گا جو نماز و زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے قسم خدا کی اگر انھوں نے مجھے زکوٰۃ دینے سے منع کیا جبکہ وہ رسوؐل کو زکوٰۃ دے چکے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ عمر نے کہا خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جنگ کے لئے ابوبکر کا سینہ خدا نے کشادہ کردیا ہے پس میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

ابوبکر و عمر کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان ہی دونوں نے

فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کی اس وقت دھمکی دی تھی جب بیعت نہ کرنے والے ان کے گھر میں پناہ گزیں تھے۔ [1] جب وہ علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ اور ان برگزیدہ صحابہ کو جلانے کے لئے تیار تھے جنھوں نے بیعت سے انکار کر دیا تھا تو مانعین زکواۃ کا قتل کرنا تو ان کے لئے بہت ہی آسان تھا اور دور افتادہ علاقوں میں بسنے والوں کی عترتِ طاہرہ اور صحابۂ اخیار کے مقابلہ میں قدر و قیمت ہی کیا تھی؟ یہاں ایک بات اور عرض کر دوں کہ بیعت کا انکار کرنے والے افراد نص رسولؐ کے ذریعہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ان کے حق میں کوئی نص نہیں تھی تو بھی انھیں شوریٰ پر اعتراض اور تنقید و تبصرہ کا حق تھا۔ اس کے باوجود انھیں جلانے کی دھمکی تواتر سے ثابت ہے۔ اور اگر علیؑ اپنے رویہ میں نرمی اور دوسرے صحابہ سے یہ نہ کہتے کہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت اور وحدت اسلامی کے لئے بیعت کر لو تو وہ ابوبکر و عمر سب کو جلا دیتے۔

اب تمام چیزیں ان کے منشا کے موافق تھیں، ان کی جگہ مستحکم ہو چکی تھی۔ زہراؑ کی موت اور علیؑ کی مصالحت کے بعد کون تھا جو کچھ کہنے کی ہمت کرتا۔ اب وہ لوگ ان قبائل کو کیسے نظر انداز کر سکتے تھے جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے یہ کہکر انکار کر دیا تھا کہ جب تک امر خلافت واضح نہیں ہوتا اس وقت تک ہم کسی کو زکواۃ نہیں دیں گے۔ نبیؐ کے بعد خلافت سے جو کھلواڑ ہوا اس کا اعتراف خود عمر نے اس طرح کیا ہے کہ ابوبکر کی بیعت اتفاقی امر تھا۔ [2]

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ، العقد الفرید جلد ۲ حدیث السقیفہ اور طبری و مسعودی اپنی تاریخ میں اور ابو الفدا، شہرستانی نے تحریر کیا ہے۔

[2] صحیح بخاری کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ باب رجم الحبلی من الزنا

پھر ابوبکر کا نیک مسلمانوں کو قتل کرنا، ان کی ہتک حرمت کرنا، ان کی عورتوں کو بے پردہ کرنا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے خالد ابن ولید کو بھیج کر قبیلہ بنی سلم کو جلوادیا۔ ۱؎ پھر خالد کو یمامہ اور بنی تمیم کی طرف بھیجا تو خالد نے انھیں دھوکا دے کر قتل کر دیا اور مالک ابن نویرہ جیسے جلیل القدر صحابی کو کہ جس کو رسولؐ نے ان کی قوم سے صدقات وصول لینے پر مقرر کیا تھا۔ اور ان (مالک) کی زوجہ سے اسی شب میں خالد نے زنا کیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مالک اور ان کی قوم کی صرف یہ تقصیر تھی کہ انھوں نے نبیؐ کی وفات کے بعد رونما ہونے والے حوادث۔ جیسے علیؑ کو خلافت سے الگ کرنا اور فاطمہ زہراؑ پر اتنا ظلم کرنا کہ جس میں وہ خفگی کے عالم میں انتقال فرما گئیں، اور انصار کے سردار کا ان (ابوبکر و عمر) کی مخالفت کر کے بیعت سے خارج ہونا وغیرہ کو وہ سن چکے تھے اسی لئے مالک اور ان کی قوم زکوٰۃ جمع کر رہے تھے۔ کہ خلیفہ اور ان کے مددگاروں نے ان کے قتل کرنے اور ان کی عورتوں کو بے پردہ کرنے اور ان کی بے عزتی کرنے کا حکم صادر کر دیا اور ان کو ایسا ناگوش کیا گیا کہ جس سے خلافت کے بارے میں عرب میں سے کوئی کچھ کہنے کی ہمت نہ کرے۔

افسوس تو اس شخص پر ہے جو ابوبکر اور ان کی حکومت کا دفاع کرتا ہے۔ بلکہ ان کی اس خطا کو صحیح قرار دیتا ہے جس کا انھیں خود اعتراف تھا۔ ۲؎ اور عمر کی طرح کہتا ہے: قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ خدا نے جنگ و جدال

۱؎ ریاض النضرہ مصنف محب الدین طبری جلد ۱ ص۱۰۰۔ ۲؎ جیسا کہ انھوں نے مالک کے بھائی سے معذرت کی اور اسے مسلمانوں کے بیت المال سے مالک کی دیت دی اور کہا ——

کے لئے ابوبکر کا سینہ کشادہ کر دیا۔ بس میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

کیا ہم عمر سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ آپ ان مسلمانوں کے قتل کے بارے میں کیسے مطمئن ہو گئے جن کے متعلق آپ نے خود رسولؐ کا یہ قول نقل کیا تھا کہ کلمہ "لاالہ الااللہ" پڑھنے والے کو قتل کرنا حرام ہے اور عمر نے حدیث کو بنیاد بنا کر ابوبکر سے بحث کی تھی لیکن یہ انقلاب کیسے آگیا عمر ان لوگوں کے قتل سے کیونکر مطمئن ہو گئے اور نہ جانے عمر کو ابوبکر کے شرح صدر سے یہ بات کیسے معلوم ہو گئی کہ یہ حق ہے اور ابوبکر کے سینہ کا آپریشن کس طرح ہوا کہ جسے عمر کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا؟ اگر شرح صدر کا آپریشن معنوی تھا نہ کہ حقیقی تو پھر خدا نے اس قوم کے سینے کیوں کشادہ کر دیئے تھے جو ان احکام کی مخالفت کر رہی تھی جو رسولؐ لائے تھے۔ اور خدا نے اپنے بندوں کے بارے میں یہ کیوں فرمایا تھا کہ جو "لاالہ الااللہ" کہے تم پر اس کا قتل حرام ہے اس کا حساب میرے ذمہ ہے۔ اس کے بعد ان کے قتل کرنے کے لئے ابوبکر وعمر کا سینہ کشادہ کر دیا۔ یا یہ وہ اجتہاد ہے جو سیاسی مصلحت کی بنا پر کیا گیا تھا اور احکام خدا کو دیوار پر مار دیا گیا تھا۔

ابوبکر کا دفاع کرنے والوں کا یہ دعویٰ کہ وہ لوگ (مانعین زکوٰۃ) اسلام سے خارج ہو گئے تھے اس لئے ان کا قتل واجب تھا تو یہ سراسر غلط ہے اور جو تاریخی کتابوں سے تھوڑی سی آشنائی رکھتا ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مرتد نہیں ہوتے تھے۔ کیسے جبکہ انھوں نے خالد کے ساتھ اس وقت بھی نماز پڑھی تھی جب وہ انھیں تہ تیغ کرنے کے لئے

۔ خالد نے تاویل کی سو اس سے خطا ہو گئی۔

تیار تھا۔ پھر اس جھوٹے دعوے کی تردید خود ابوبکر نے مسلمانوں کے بیت المال سے دیت کی ادائگی سے کی تھی اور اس قتل کے بارے میں عذرخواہی کی تھی مرتد کے قتل کرنے کے بعد نہ معذرت کی جاتی ہے اور نہ مسلمانوں کے بیت المال سے اس کی دیت دی جاتی ہے اور نہ ہی سلف صالح میں سے کسی نے مانعین زکوٰۃ کو مرتد کہا ہے۔ ہاں بعد والے زمانہ میں جب متعدد فرقے ہو گئے اہل سنت نے بے فائدہ یہ کوشش کی کہ ابوبکر کے افعال کی توجیہ کی جائے لیکن انھیں کوئی ایسا راستہ نہ ملا تو انھوں نے مانعین زکوٰۃ کو مرتد کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق اور قتل کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ اہلسنت کی صحاح میں[1] یہ مسئلہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ بخاری نے جہاں یہ حدیث اور ابوبکر کے اس قول کو نقل کیا ہے "قسم خدا کی میں لازمی زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرنے سے قتال کروں گا وہاں جس نے فرائض کا انکار کیا اور لوگوں نے اسے مرتد کہا" کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے یہ دلیل ہے اس بات پر کہ بخاری خود بھی ان کے ارتداد کے معتقد نہ تھے۔

کچھ دوسرے لوگوں نے حدیث کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ ابوبکر نے تاویل کر کے کہدیا تھا کہ زکوٰۃ حق بیت المال ہے۔ حالانکہ یہ تاویل چند وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

۱۔ رسولؐ نے کلمہ پڑھنے والے کے قتل کو حرام قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث موجود ہیں جو کہ اہلسنت نے بھی صحاح میں درج

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان باب خوف المومن من ان یحبط عملہ وہو لایشعر و صحیح مسلم کتاب الایمان باب "قول النبیؐ "سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر"

کی ہیں ہم عنقریب انھیں بھی پیش کریں گے۔

۲۔ اگر زکواۃ (بیت المال کا) حق ہوتی تو حدیث حاکم شرع کے لئے مانعین زکوٰۃ کا خون بہائے بغیران سے زبردستی زکوٰۃ وصول نے کو مباح قرار دیتی۔

۳۔ اگر یہ تاویل صحیح ہوتی تو رسولؐ بھی ثعلبہ کو قتل کرتے کیونکہ اس نے بھی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا (یہ واقعہ مشہور ہے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے) [۱]

۴۔ اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے کلمہ پڑھنے والے کے احترام کے سلسلہ میں بخاری و مسلم کی حدیثیں نقل کرتا ہوں۔

"۱" بخاری نے مقداد ابن اسود سے نقل کیا ہے انھوں نے رسولؐ سے عرض کی: یا رسولؐ اللہ آپ کا اس سلسلہ میں کیا نظریہ ہے کہ میری کفار کے ایک شخص سے مڈبھیڑ ہو گئی اور پھر ہمارے درمیان جنگ ہونے لگی اس نے تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا اس کے بعد وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو کر مجھ سے پناہ مانگنے لگا اور کہنے لگا: میں اسلام لے آیا ہوں، یا رسولؐ اللہ آیا یہ کہنے کے بعد بھی میں اسے قتل کر دوں؟ رسولؐ نے فرمایا: نہیں، مقداد نے کہا یا رسولؐ اللہ اس نے میرا ہاتھ قطع کر دیا اور اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ مسلمان ہو گیا، پس رسولؐ نے فرمایا: اسے قتل نہ کرو اور اگر تم نے اسے قتل کیا تو اس شخص کا مقام وہ قرار پائے گا جو قتل کرنے سے قبل تمہارا تھا۔ اور تمہاری منزل وہ ہو گی جو کلمہ نہ پڑھنے سے قبل اس کافر کی تھی۔ [۲]

---

[۱] ثم اھتدیت ص۱۴۳ طبع الفجر لندن۔ [۲] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدثنی خلیفہ عن المقداد ابن اسود

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کافر ظلم و تعدی کے بعد بھی کلمہ پڑھ لے تو اسے قتل کرنا حرام ہے جبکہ اس نے کلمہ میں نہ محمد کی رسالت کا اعتراف کیا ہے نہ نماز پڑھنے اور نہ زکواۃ دینے کا وعدہ کیا ہے، نہ روزہ رکھنے اور نہ ہی حج بجالانے کا اعتراف کیا ہے۔ تم کہاں چلے جارہے ہو اور کیسی تاویل کر رہے ہو؟

"ب" بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب "بعث النبیؐ اسامۃ ابن زید الی الحرقات من جھینۃ" اور مسلم نے کتاب الایمان کے باب "تحریم قتل الکافر بعد ان قال" لاالہ الا اللہ" میں اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے کہ، ہمیں رسولؐ نے حرقہ کی طرف بھیجا ہمارا اس قوم سے مقابلہ ہوا تو ہم نے اسے پسپا کر دیا میں اور انصار میں سے ایک شخص حرقہ کے ایک شخص کے قریب پہونچے جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے کلمۂ لاالہ الا اللہ پڑھ لیا انصاری نے تو اسے کچھ نہ کہا لیکن میں نے اسے نیزہ مار کر ہلاک کر دیا جب ہم واپس آگئے اور رسولؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: اسے اسامہ تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ میں نے عرض کی وہ پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔ آپؐ نے اس قدر اس کلمہ کی تکرار کی کہ میں یہ سوچنے لگا کہ کاش میں آج سے پہلے ایمان نہ لایا ہوتا۔

اس حدیث سے قطعی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس نے کلمہ "لاالہ الا اللہ" پڑھ لیا اس کا قتل حرام ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ رسولؐ نے اسامہ پر اتنی سختی کی کہ وہ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش میں اس دن سے پہلے ایمان ہی نہ لایا ہوتا تا کہ یہ حدیث اس کو بھی شامل ہو جاتی کہ اسلام پہلے گناہوں کو بخش دیتا ہے،، اور اس بڑے گناہ کی وجہ سے خدا سے مغفرت کا خواستگار ہوا

بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں ابوذر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ایک روز میں نبیؐ کے پاس آیا، دیکھا کہ آپؐ سفید چادر اوڑھے سو رہے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد میں پھر حاضر ہوا تو اس وقت آپؐ بیدار ہو چکے تھے پس آپؐ نے فرمایا کہ:

جو شخص بھی لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے گا اور مرتے دم تک اس پر برقرار رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

میں نے عرض کی: خواہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو۔ میں نے کہا اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو، میں نے (پھر) عرض کی: اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو؟ آپؐ نے (پھر) فرمایا: خواہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو، اور اس سے ابوذرؓ کو ذلیل ہونا پڑا ہو۔ [۱]

جب ابوذر اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ خواہ یہ ابوذر کو برا ہی لگے۔

یہ دوسری حدیث ہے جو کلمہ پڑھ لینے والے کے داخل جنت ہونے کو بیان کرتی ہے اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے خواہ اس سے ابوبکر و عمر اور ان کے اصحاب و انصار کہ جو ان کی عزت بچانے کے لئے تاویل کرتے ہیں یا حقائق کو بدل ڈالتے ہیں اور احکام خدا میں رد و بدل کرتے ہیں،، کی اس سے ہتک ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب اللباس باب ،، ثیاب البیض ،، صحیح مسلم کتاب الایمان باب ،، من مات لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ ،،

بیشک ابوبکر و عمر دونوں ان احکام سے واقف تھے، کیونکہ رسالتمآب سے قریب تھے ہم سے بہتر طور پر احکام کی معرفت رکھتے تھے لیکن ان دونوں نے خلافت کی طمع میں بہت سے احکامِ خدا و رسولؐ کی تاویل کر لی جبکہ اس پر بینہ موجود تھا۔

شاید جب ابوبکر نے مانعین زکوٰۃ کے قتل کا ارادہ کیا اور عمر نے ابوبکر کے سامنے رسولؐ کی یہ حدیث پیش کی تھی کہ یہ قتل حرام ہے تو انھوں نے اپنے دوست کو اس طرح مطمئن کیا ہوگا کہ جب تم خانۂ فاطمہؑ کو جلانے کے لئے لکڑیاں لے جا سکتے ہو جبکہ فاطمہؑ کلمۂ شہادت بھی پڑھتی تھیں۔ پھر عمر نے ابوبکر کو قانع کیا کہ اب دارالسلطنت میں علیؑ و فاطمہؑ کی بھی کوئی شان نہیں ہے چہ جائیکہ دور افتادہ علاقوں میں بسنے والے ان قبیلوں کی کوئی حقیقت ہے جو مانعین زکوٰۃ ہیں۔ اور اگر ہم انھیں ایسے چھوڑ دیں گے تو اسلامی شہروں میں ان کا یہ واقعہ تیزی سے پھیل جائے گا اور عنقریب مرکزِ خلافت میں ان کا اثر و رسوخ بن جائے گا۔

اب عمر نے دیکھا کہ خدا نے جنگ و قتال کے لئے ابوبکر کا سینہ کشادہ کر دیا ہے کہدیا کہ ہاں یہی حق ہے۔

ابوبکر، عمر اور عثمان حدیثِ نبیؐ لکھنے سے منع کرتے ہیں

جب محقق تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور اس بات کا احاطہ کرے گا کہ خلفائے ثلاثہ کی حکومت میں بہت سی خلاف ورزیاں ہوئی ہیں تو وہ بخوبی سمجھ لے گا کہ انھوں نے (خلفائے ثلاثہ) حدیث نبوی کو ضبط تحریر میں لانے اور اسکی تدوین ہی کو منع نہیں کیا بلکہ حدیث بیان کرنے پر بھی پابندی لگا دی تھی کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ احادیث ان کی مصلحت کے خلاف ہیں یا کم از کم انکے

اکثر ان احکام و افعال کے مخالف و معارض ہیں جو ان کی تاویل و اجتہاد کا نتیجہ ہیں۔ باقی بچی حدیث نبیؐ کہ جو شریعت اسلامی کا دوسرا مصدر ہے بلکہ مصدر اول کی مفسر اور بیان کرنے والی ہے۔ واضح رہے کہ مصدر اول قرآن مجید ہے، حدیث بیان کرنا حرام تھی اسی لئے مورخین و محدثین نے پہلی فرصت میں عمر ابن عبدالعزیز یا ان کے زمانہ کے کچھ اور بعد میں حدیث کی تدوین و دستہ بندی کا کام شروع کیا بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب العلم کے باب "کیف یقبض العلم" میں تحریر کیا ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے ابوبکر ابن حزم کو لکھا کہ تمھیں جہاں بھی رسولؐ کی حدیث ملے اسے لکھ لو میں ڈرتا ہوں کہ علماء کے فوت ہو جانے سے علم کے نشانات نہ مٹ جائیں۔

لیجئے وفات نبیؐ کے بعد ابوبکر لوگوں کے درمیان خطبہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں تم لوگ رسولؐ سے حدیث نقل کرتے ہو اور ان میں اختلاف کرتے ہو۔ تمھارے بعد والے ان میں اور زیادہ اختلاف کریں گے لہٰذا تم رسولؐ کی کسی حدیث کو بیان نہ کرنا جو تم سے حدیث رسولؐ کے بارے میں پوچھے تو کہہ دینا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب خدا ہے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔ [۱]

قسم خدا کی ابوبکر کی یہ حرکت بہت ہی عجیب ہے اس بدترین روز کہ جسے "رزیۃ یوم الخمیس" کہا جاتا ہے، ابوبکر نے بھی اپنے دوست عمر کی اس بات کی موافقت کی کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ رسول اللہ تو ہذیان بک رہے ہیں۔

آج ابوبکر کہتے ہیں کہ رسولؐ کی کوئی حدیث بیان نہ کرنا اور جو شخص تم سے سوال کرے تو کہدینا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان کتاب خدا ہے۔

---

[۱] تذکرۃ الخواص، جلد ۱ ص ۳

اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو! الحمدللہ کہ انھوں نے صریح طور پر اس بات کا اعتراف کر لیا کہ انھوں نے حدیث رسولؐ کو پس پشت ڈال دیا تھا اور اس (حدیث) کو بھلا بیٹھے تھے۔

یہاں ابوبکر و عمر کا دفاع کرنے والے، اور رسولؐ کے بعد انھیں سب سے افضل سمجھنے والے اہلسنت سے ایک سوال کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جب تم اپنی صحاح میں اپنے اعتقاد کے مطابق یہ روایت نقل کرتے ہو کہ رسولؐ نے فرمایا کہ:

میں تمہارے درمیان دو خلیفہ چھوڑے جا رہا ہوں
میرے بعد جب تک تم ان سے متمسک رہو گے اس وقت تک
گمراہ نہ ہو گے (وہ ہیں) کتابِ خدا اور میری سنت،

اگر ہم اس حدیث کے صحیح ہونے کو تسلیم بھی کر لیں تو تمہارے نزدیک افضل الخلق (ابوبکر و عمر) کو کیا ہو گیا تھا کہ انھوں نے سنت کا انکار کر دیا اور اس کا کوئی وزن نہ سمجھا بلکہ لوگوں کو اس کے قلمبند کرنے اور بیان کرنے سے بھی منع کر دیا؟ کیا کوئی ابوبکر سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے مانعین زکوٰۃ کے قتل کا اور ان کی عورتوں کی بے حرمتی کا تذکرہ کسی آیت میں دیکھا ہے؟

پس ہمارے اور ابوبکر کے درمیان کتابِ خدا ہے جو زکوٰۃ نہ دینے والوں کے متعلق یہ کہتی ہے کہ:

﴿ومنهم من عاهد الله لئن أتانا من فضله، لنصدّقنّ ولنكوننّ من الصالحين، فلمّا أتاهم من فضله بخلوا به، وتولّوا وهم معرضون. فأعقبهم نفاقاً في قلوبهم إلى يوم يلقونه بما أخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون﴾

سورۂ توبہ، آیت ۷۵ — ۷۷

ان میں وہ بھی ہیں جنھوں نے خدا سے عہد کیا کہ اگر
وہ اپنے فضل و کرم سے عطا کر دے گا تو اس کی راہ میں صدقہ
دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد
جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بخل سے کام لیا اور
کنارہ کش ہو کر پلٹ گئے تو ان کے بخل نے ان کے دلوں میں
نفاق راسخ کر دیا، اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات
کریں گے اس لئے انھوں نے خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی
مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولے ہیں۔

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیات خصوصاً ثعلبہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ جس نے رسولؐ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں یہاں ایک بات کا اضافہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ثعلبہ نے رسولؐ کو زکوٰۃ دینے سے منع کیا تھا کیونکہ وہ زکوٰۃ کو جذیہ کہتا تھا جیسا کہ خدا نے گذشتہ آیات میں اس کے نفاق کو بیان کیا ہے اس کے باوجود نبیؐ نے اس سے جنگ نہیں کی اور طاقت و قوت سے اس کا مال نہیں چھینا جبکہ آپؐ اس بات پر قادر تھے۔ لیکن مالک ابن نویرہ اور ان کے قبیلہ والوں نے تو زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ وہ زکوٰۃ کو دیگر فرائض دین کی طرح فرض سمجھتے تھے۔ ہاں وہ اس خلیفہ کا انکار کرتے تھے کہ جو رسولؐ کے بعد زبردستی منصب خلافت پر متمکن ہوا تھا۔

تو ابوبکر کی یہ بات تو اور زیادہ عجیب و غریب ہے کہ انھوں نے کتابِ خدا کو بھی پس پشت ڈال دیا تھا۔ جیسا کہ جناب فاطمہؑ نے قرآن سے استدلال کیا اور ان کے سامنے کتابِ خدا کی ان محکم و آشکار آیات کی تلاوت کی جو وراثت انبیاء کو ثابت کرتی ہیں۔ لیکن ابوبکر نے کسی ایک آیت کو تسلیم نہ کیا۔

اور تمام آیتوں کو اپنی گڑھی ہوئی حدیث سے منسوخ کر دیا درآنحالیکہ خود لوگوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ رسولؐ کی حدیث نقل کرتے ہو اور پھر اس میں اختلاف کرتے ہو۔ اور لوگ تمہارے بعد اس میں شدید اختلاف کریں گے پس تم رسولؐ کی کوئی حدیث بیان نہ کرنا جو شخص تم سے کچھ پوچھے تو کہدینا کہ ہمارے، تمہارے درمیان۔ کتاب خدا ہے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو ایسی بات ابوبکر نے اس وقت کیوں نہیں کہی تھی جب بضعۃ الرسولؐ فاطمہؑ سے اس حدیث کے بارے میں اختلاف کیا تھا کہ ہم گروہ انبیاء نہ وارث بنتے ہیں اور نہ وارث بناتے ہیں، ان کے بارے میں یہ فیصلہ کیوں نہیں کیا کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب خدا ہے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو؟ ایسی حالت میں جواب تو مشہور ہے عنقریب اس کا مخالف قرآن ہونا آپ پر آشکار ہو جائے گا۔ اور جب اپنے دعوے میں ابوبکر پر غالب ہوگئیں تو حضرت علیؑ کی خلافت کی نصوص سے احتجاج فرمایا اور اب ابوبکر کے پاس ان کو جھٹلانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا ایسے ہی موقع کے لئے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون،

کبُر مقتاً عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون﴾.

اے ایمان والو آخر وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل
نہیں کرتے ہو، اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا سبب ہے
کہ تم وہ کہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔

جی ہاں ابوبکر کو اس وقت آرام نہیں مل سکا تھا جب احادیث نبی لوگوں کے درمیان اس طرح متداول رہتیں کہ لوگ انھیں (حدیثوں کو) حفظ کرتے لکھتے، ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہونچاتے، ایک دیہات سے دوسرے

دیہات میں پہونچاتے اور اور ان میں وہ صریح نصوص تھیں جو اس سیاست کے خلاف تھیں جس پر ابوبکر کی حکومت کی اساس تھی۔ پس ابوبکر کے سامنے اس کا صرف یہی حل تھا کہ وہ احادیث کو چھپائے، ان پر پردہ ڈالے یا انھیں جلا کر خاکستر کر دے اور بالکل نابود کر دے۔ [۱] یہ لیجئے ان کی بیٹی عائشہ گواہی دیتی ہیں، کہتی ہیں: میرے والد نے رسولؐ کی پانچ سو احادیث جمع کیں پھر ان کی رائے بدل گئی، میں نے کہا: کس چیز کی بنا پر ان کی رائے بدل گئی ہے، پس صبح کے وقت انھوں نے کہا: بیٹی وہ حدیثیں لے آؤ جو تمھارے پاس ہیں۔ میں نے پیش کر دیں تو انھوں نے ان میں آگ لگا دی۔ [۲]

عمر ابن خطاب نقل حدیث پر پابندی لگاتے ہیں

حدیث پر پابندی کے سلسلہ میں ہم ابوبکر کی سیاست دیکھ چکے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے حدیث کا وہ مجموعہ بھی نذر آتش کر دیا تھا کہ جس میں پانچ سو حدیثیں مندرج تھیں اس مجموعہ کو نذر آتش کرنے کا سبب ان اصحاب اور مسلمانوں کو ان احادیث سے جاہل رکھنا تھا کہ جو سنت نبیؐ کے پیاسے ہیں۔ اور جب عمر ابوبکر کے قائم مقام بنے تو بھائی چارگی اور دوستی کا اقتضا یہ تھا کہ ان

---

[۱] کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳۷ اور ابن کثیر نے مسند صدیق میں اور ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کی جلد ۵ ص ۵ پر تحریر کیا ہے۔

[۲] کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳۷، ابن کثیر نے مسند صدیق میں، ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کی جلد ۵ ص ۵ پر تحریر کیا ہے۔

سیاست کو اختیار کریں لیکن ان کا انداز بہت ہی شدت اور سختی کا تھا۔ انھوں نے نقل حدیث اور تدوین حدیث کی پابندی ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ اس سلسلہ میں لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور مارا بھی اور لوگوں کو محصور کر دیا۔

ابن ماجہ نے قرظہ ابن کعب سے روایت کی ہے کہ عمر نے ہمیں کوفہ بھیجا اور خود بھی صرار تک ہمارے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ راستہ میں کہنے لگے کیا تم جانتے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کیوں ہوں؟ ہم نے کہا کہ رسولؐ کی صحبت کے حق کی بنا پر اور انصار کے حق کی وجہ سے، انھوں نے کہا نہیں میں تمھارے ساتھ اس لئے آیا ہوں تاکہ ایک حدیث تم سے بیان کر دوں میں چاہتا تھا کہ تم اسے محفوظ رکھو۔ تم اس قوم کے پاس جا رہے ہو جو قرآن سن کر بہت خوش ہوتی ہے پس جب ان کی نظریں تم پر پڑیں گی تو وہ ضرور تمھارے پاس آئے گی اور کہے گی اے اصحاب محمد! تو تم رسولؐ سے کم روایت نقل کرنا پھر میں تمھارے ساتھ ہوں۔ [1]

جب قرظہ ابن کعب آئے تو انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کیجئے ابن کعب نے کہا کہ حدیث بیان کرنے سے ہمیں عمر نے منع کیا ہے۔ [2]

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب الاستئذان میں روایت کی ہے کہ عمر نے ابو موسیٰ اشعری سے کہا اگر تم رسولؐ سے حدیث نقل کرو گے تو تمھاری خبر لی جائے گی۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم ایک روز ابی ابن کعب کے

---

[1] سنن ابن ماجہ جلد ۱ باب التوقی فی الحدیث

[2] ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۷ پر تحریر کیا ہے

پاس بیٹھے تھے کہ غصہ کے عالم میں ابو موسیٰ اشعری آئے اور کھڑے ہو کر کہنے لگے: میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم سے کسی نے رسولؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرنا چاہئے اگر اجازت ملے فبہا ورنہ واپس لوٹ جانا چاہیئے۔ ابی ابن کعب نے کہا کیا ہوا؟ اشعری نے کہا کل میں نے عمر ابن خطابؓ کے پاس پہونچنے کے لئے تین مرتبہ اجازت طلب کی، انھوں نے اجازت نہ دی تو میں واپس آگیا آج پھر ان کے پاس گیا اور انھیں بتایا کہ میں کل بھی آیا تھا لیکن تین مرتبہ اجازت طلب کر کے چلا گیا عمر نے کہا: ہم نے تمھاری آواز سنی تھی لیکن ہم اس وقت ایک کام میں مشغول تھے اگر تم اسی طرح اجازت طلب کرتے رہتے تو تمھیں اجازت مل جاتی۔ میں نے کہا: میں نے رسولؐ کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ عمر نے کہا کہ قسم خدا کی اگر تم نے اس حدیث کی گواہی نہ پیش کی تو میں تمھارے پیٹ اور پیٹھ کو ضرور دکھ پہونچاؤں گا۔ ابی ابن کعب نے کہا کہ قسم خدا کی میں تمھارے ساتھ تمھارے ہی ہم سن کو بھیجتا ہوں۔ ابو سعید کہتے ہیں۔ ابی ابن کعب نے مجھ سے کہا ابو سعید اٹھو! پس میں اٹھا اور عمر کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے رسولؐ سے یہ حدیث سنی ہے

بخاری نے بھی اس واقعہ کو اپنی عادت کے مطابق کتر دیونت کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس سے عمر کی عزت بچانے کے لئے اس دھمکی کا تذکرہ غائب کر دیا ہے جو عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو دی تھی کہ۔ اگر کوئی ثبوت پیش نہ کیا تو خبر لی جائے گی۔ [1] جبکہ مسلم نے اپنی صحیح میں عمر کے بارے میں ابو موسیٰ اشعری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: اے فرزند خطاب اصحاب رسولؐ کے لئے عذاب نہ بنو۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاستئذان باب التسلیم والاستئذان ثلاثا۔

ذہبی نے ابو سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو ہریرہ سے کہا کیا آپ عمر کے زمانہ میں یہ حدیث بیان کرتے تھے؟ کہا اگر میں عمر کے زمانہ میں ایسی حدیثیں بیان کرتا تو وہ کوڑے سے میری خبر لیتے۔

جیسے عمر نقل حدیث کی ممانعت کے سلسلہ میں مارنے پیٹنے کی دھمکی دے چکے تھے ایسے ہی یہ دوسرے ہیں جس نے صحابہ کی جمع کی ہوئی حدیثوں کو جلا ڈالا ایک روز لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا:

لوگو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمھارے پاس کچھ کتابیں ہیں میری خواہش ہے کہ سب کو ملا کر ایک مستحکم و استوار کتاب مرتب کر دوں، بس جس جس کے پاس کتاب ہے وہ لاکر میرے پاس جمع کر دے میں اس میں غور و فکر کروں گا۔ لوگوں نے سوچا کہ عمر حدیثوں کو دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ انھیں ایک نہج سے جمع کریں کہ جس سے کوئی اختلاف پیدا نہ ہو بس وہ اپنی اپنی کتاب لے کر عمر کے پاس آئے اور عمر نے سب کو جمع کر کے نذر آتش کر دیا بلہ اس طرح ابن عبد البر نے اپنی جامع میں علم کی فضیلت کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ عمر سنت کو لکھنا چاہتے تھے پھر ان کے لئے بدار واقع ہو گیا اس لئے انھوں نے نہیں لکھا اور دوسرے شہروں میں لکھ بھیجا کہ جس کے پاس کوئی چیز (یعنی حدیث) ہو اسے مٹا دے۔

حدیث کے رواج کے جتنے راستے تھے، ڈرانا، دھمکانا، منع کرنا، احادیث کی کتابوں کو جلانا، سب بند کر دئے اب چند صحابہ بچے جو مدینہ سے باہر سفر میں لوگوں سے ملاقات کے دوران رسولؐ کی حدیث بیان کرتے تھے

لہ طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۸۸ اور خطیب بغدادی نے تقیید العلم میں تحریر کیا ہے

لیکن جب عمر کو اس کی اطلاع ملی تو ان کو مدینہ میں مقید کر دیا اور باہر نکلنے پر پابندی لگادی۔ ابن اسحاق نے عبد الرحمٰن ابن عوف سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ قسم خدا کی عمر نے مرنے سے قبل گوشہ و کنار سے اصحاب رسوؐل کے پاس پیغام بھیجا اور ان سب کو جمع کیا۔ عبد اللہ ابن حذیفہ، ابو درداء، ابو ذر غفاری اور عقبہ ابن عامر کے سامنے کہا یہ احادیث نہیں ہیں جو تم رسوؐل سے نقل کر کے لوگوں میں پھیلا رہے ہو: انھوں نے کہا آپ نے ہمیں نقل کرنے سے منع کیا ہے؟ عمر نے کہا میرے پاس ٹھہرو! اور جب تک میں زندہ ہوں مجھ سے جدا نہ ہونا[1]

عمر کے بعد خلیفہ ثالث عثمان آتے ہیں وہ بھی وہی راستہ اختیار کرتے ہیں اور اسی ڈگر پر گامزن ہوتے ہیں۔ جو ان کے گذشتہ دوستوں نے منتخب کی تھی منبر پر جاتے ہیں اور صریح طور پر کہتے ہیں۔

کسی کے لئے رسوؐل کی وہ حدیث نقل کرنا جائز نہیں ہے کہ جو اس نے ابو بکر و عمر کے زمانہ میں نقل نہ کی ہو۔[2]

اس طرح حصار کا سلسلہ خلفائے ثلاثہ کی پچیس سالہ حکومت تک برقرار رہا۔ یہ حصار اگر انھیں کے زمانہ تک محدود رہتا تو بھی کافی تھا لیکن اس کے بعد بھی جاری رہا اور جب معاویہ حاکم بنا تو وہ بھی منبر پر گیا اور کہا: خبردار تم وہی حدیث بیان کر سکتے ہو جو عمر کے زمانہ میں بیان کرتے تھے کیونکہ عمر لوگوں کو خدا کے بارے میں ڈراتے تھے۔[3]

---

[1] کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳۹

[2] مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ ص ۳۶۳

[3] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب "النہی عن المسألہ" من جزء الثالث۔

اور بنی امیہ کے تمام خلفاء کا طریقہ بھی یہی رہا کہ انھوں نے لوگوں کو رسولؐ کی صحیح حدیث نقل کرنے سے منع کیا۔ اور خود جھوٹی حدیثیں گڑھ کر رسولؐ کی طرف منسوب کردیں۔ نتیجہ میں ہر زمانہ کے مسلمان تناقضات، قصہ کہانیوں اور ایسی دلدل میں پھنس گئے کہ جن کا اسلام سے تعلق نہیں ہے۔ میں آپ کے سامنے مدائنی کا وہ قول نقل کرتا ہوں جو انھوں نے اپنی کتاب "الاحداث" میں نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ عام الجماعت کے بعد معاویہ نے اپنے کارندوں کو اس مضمون کا خط لکھا کہ: اس شخص کے جان و مال کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے جو ابوتراب علیؑ ابن ابیطالب کی فضیلت کے سلسلہ کی کوئی حدیث بیان کرتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ہر ضلع کے خطباء نے منبروں سے علی علیہ السلام پر لعنت اور ان سے بیزاری کا اظہار شروع کردیا۔

اس کے بعد ساری دنیا میں اپنے کارندوں کو لکھا کہ علیؑ کے دوستوں اور اہلبیتؑ کے محبوں کی گواہی قبول نہ کی جائے پھر لکھا کہ عثمان کے چاہنے والوں اور دوستداروں کا خیال رکھو اور جو ان کی فضیلت کے سلسلہ میں حدیث بیان کرتے ہیں ان کے پاس نشست و برخاست شروع کردو۔ انھیں قریب بلاؤ، ان کا احترام کرو۔ اور ان میں سے جو بھی عثمان کے بارے میں کوئی روایت نقل کرے اس کا نام اور اس کے خانوادہ کا نام مع ولدیت لکھ کر میرے پاس بھیج دو!

پس لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ عثمان کے فضائل کی کثرت ہوگئی کیونکہ عثمان کے بارے میں حدیث گڑھنے والوں کے لئے معاویہ نے خلعت و عطیات بھیجے اور یہ بات عرب میں پھیل گئی لہٰذا ایسے لوگوں کی ہر شہر میں کثرت ہوگئی اور دنیا کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل

کرنے کی غرض سے حدیثیں گڑھنے لگا۔ اگر لوگوں میں سے مردود ترین انسان نے بھی معاویہ کے عمال کے سامنے عثمان کی شان میں کوئی حدیث پیش کر دی تو اس کا نام نوٹ کر لیا گیا، مقرب بنایا گیا اور اس کی شفاعت کی گئی۔ پس ایک زمانہ تک لوگوں کا یہی رویہ رہا۔ پھر معاویہ نے اپنے کارندوں کو لکھا کہ عثمان کے بارے میں حدیثوں کی بہتات ہوگئی ہے اور ہر جگہ پھیل گئی ہیں۔ تم میرا خط پاتے ہی لوگوں کو دوسرے صحابہ اور پہلے دونوں خلفاء کی شان میں حدیثیں گڑھنے کا لالچ دو اور ابوتراب کی شان میں منقول کسی بھی حدیث کو ایسا نہ چھوڑو جس کا نقیض صحابہ سے منقول نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مجھے بہت پسند اور میرے سکون کا باعث ہے۔ ابوترابؑ اور ان کے شیعوں کی باتوں کو دلیل سے باطل کر دو۔ اور ان پر عثمان کے فضائل کو غلبہ دو۔

معاویہ کا خط لوگوں کے سامنے پڑھا گیا نتیجہ میں صحابہ کے مناقب کے بارے میں ایسی بے شمار حدیثیں وجود میں آگئیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جب لوگوں کو ایسی حدیث مل جاتی تھی تو وہ اسے منبروں سے بیان کرتے اور مکتبوں کے معلموں کو تلقین کی جاتی کہ وہ بچوں کو ان احادیث کی تعلیم دیں کہ وہ بھی روایت بیان کرنے لگے۔ اور یہ چیز انھیں بالکل قرآن کی طرح سکھائی گئی۔ بلکہ لڑکیوں، عورتوں، خادموں، مخدوموں سبھی کو سکھادی اور اس طرح ایک زمانہ گذر گیا۔

پھر معاویہ نے تمام ممالک کے کارندوں کو ایک خط لکھا:

> دیکھو کہ علیؑ سے کون شخص محبت کرتا ہے جو ایسا کرتا ہے رجسٹر سے اس کا نام کاٹ دو اور اس کی بخشش و وظیفہ بند کر دو۔

پھر ایک دوسرے خط کے ذریعہ اس کی توثیق کی:

جس کو تم اس قوم (اہلبیتؑ) کی محبت میں متہم پاؤ

اسے مصیبت میں مبتلا کر دو اور اس کے گھر کو منہدم کر دو۔

عراق اور خصوصاً کوفہ کے لئے اس سے بڑی اور کیا بلا ہو سکتی تھی۔ حد یہ تھی کہ شیعیانِ علیؑ میں سے ایک شخص اپنے ایک معتمد دوست کے پاس آتا ہے اس کے گھر میں داخل ہوتا ہے اس سے اپنا راز بیان کرتا ہے اور اس کے خادموں اور غلاموں سے ڈرتا رہتا ہے۔ اور اس سے سخت قسم لئے بغیر کوئی بات نہیں کہتا تاکہ وہ اسے چھپائے رہے۔ پس بہت سی گڑھی ہوئی حدیثیں ظاہر ہوئیں اور اسی طریقہ پر فقہا، قضاۃ اور حاکم چلے، اکثر لوگ اس مصیبت میں مبتلا تھے وہ کمزور افراد جو خشوع و عبادت کا اظہار کرتے تھے وہ حدیث تراشی میں اس لئے حصہ لیتے تھے تاکہ حکام سے کچھ ملے اور ان کی مجلسوں میں جگہ ملے، اموال ہاتھ آئے منزلت نصیب ہو۔ یہاں تک کہ یہ روایات ان دیندار لوگوں نے بھی بیان کر ڈالیں جو جھوٹ اور بہتان کو قطعی حلال نہیں سمجھتے تھے لیکن وہ انھیں بھی حق سمجھتے تھے اگر وہ انھیں باطل سمجھتے تو کبھی نقل نہ کرتے اور نہ ان پر ایمان رکھتے۔ [1]

میں تو یہ کہتا ہوں کہ ساری ذمہ داری ابوبکر و عمر و عثمان کے سر جائے گی جنھوں نے رسولؐ کی صحیح احادیث لکھنے سے صحابہ کو منع کیا تھا ان کے چاہنے والوں کا دعویٰ ہے کہ ابوبکر عمر و عثمان نے اس لئے احادیث نبیؐ لکھنے سے منع کیا تھا تاکہ قرآن و حدیث میں اختلاط نہ ہو یہ تو ایسی بات ہے جسے سن کر دیوانے ہنس دیں۔ کیا قرآن و سنت (حدیث) شکر و نمک ہیں اگر دونوں

---

[1] شرح نہج البلاغہ جلد ۱۱ ص ۴۶

مخلوط ہو جائیں گے تو ایک کو دوسرے سے جدا کرنا مشکل ہو جائے گا اور پھر شکر و نمک بھی مخلوط نہیں ہوتے کیونکہ دونوں کو مخصوص بوروں میں رکھا جاتا ہے کیا خلفار اس بات کو بھول گئے تھے قرآن کو خاص مصحف میں لکھا جائے اور حدیث کو مخصوص کتاب میں قلمبند کیا جائے جیسا کہ آج ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے۔ اور عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ میں جب حدیث کی تدوین ہوئی تھی اس زمانہ سے ہوتا آ رہا ہے پس سنت کیوں قرآن سے مخلوط نہیں ہوئی باوجودیکہ حدیثوں کی سیکڑوں کتابیں وجود میں آگئیں۔ یہاں تک کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم سے اختلاط نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح مسلم، مسند احمد اور موطا مالک سے مختلط نہیں ہوتی ہے چہ جائیکہ قرآن مجید مخلوط ہو جاتا۔

اس دلیل میں کوئی دم خم نہیں ہے بالکل بیت عنکبوت کی طرح ہے کہ جس کی بنیاد دلیل پر نہیں ہے بلکہ دلیل اس کے برعکس صحیح ہے زہری نے عروہ سے روایت کی ہے کہ عمر ابن خطاب سنن کو لکھنا چاہتے تھے اس کے لئے انھوں نے اصحاب سے مشورہ کیا۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ضرور لکھا جائے پس عمر نے اس سلسلہ میں ایک مہینہ تک خدا کے استخارہ سے مدد چاہی پھر ایک روز کہنے لگے میں سنن (حدیثوں) کو لکھنا چاہتا تھا تم سے قبل میں نے کچھ لوگوں سے اس کا تذکرہ بھی کیا تھا لیکن وہ اسی میں منہمک ہو گئے اور کتاب خدا کو چھوڑ دیا اور قسم خدا کی میں قرآن کو کبھی کسی چیز سے مخلوط نہیں کروں گا۔[۱]

قارئین محترم اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں اصحاب رسول نے عمر کو کیسے مشورہ دیا کہ سنن کو لکھا جائے لیکن انھوں نے کل صحابہ کی مخالفت کی اور انکی

---

[۱] کنزالعمال جلد ۵ ص ۲۳۹ اور ابن سعد نے زہری کے طریقہ سے نقل کیا ہے اور عبدالبر نے کتاب جامع بیان العلم و فضلہ میں بھی

رائے کو یہ کہکر ٹھکرا دیا کہ میں نے تم سے پہلے والے لوگوں سے بھی اس سلسلہ میں گفتگو کی تھی انھوں نے کتابیں بھی لکھیں اور اسی کے ہو کے رہ گئے اور کتاب خدا کو بھول گئے، اب شوریٰ کا دعویٰ کہاں چلا گیا کہ جس کو اہلسنت بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کرتے ہیں ۔ وہ قوم کہاں ہے جو سر جوڑ کر حدیثوں کی جمع آوری میں لگ گئے گئی اور کتاب خدا کو بھلا دیا ۔ اس کے بارے میں ہم نے عمر ابن خطاب کے علاوہ کسی سے بھی نہیں سنا ہے ۔ اور اگر اس قوم کا وجود فرض بھی کر لیا جائے تو بھی مقارنت کی یہاں کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ انھوں نے کتاب خدا میں تحریف کر کے اپنی طرف سے ایک کتاب لکھ دی تھی جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے ۔

﴿فويل للذين يكتبون الكتاب بأيديهم ثم يقولون هذا من عند الله ليشتروا به ثمناً قليلاً فويلٌ لهم مما كتبت أيديهم وويلٌ لهم مما يكسبون﴾ بقرہ آیت ۷۹

وائے ہو ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ اسے تھوڑے دام میں بیچ لیں ان کے لئے اس تحریر پر بھی عذاب ہے اور اس کی کمائی پر بھی ۔

لیکن سنن کو لکھنے میں یہ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ اس معصوم نبیؐ کا کلام ہے جو اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہی نہیں وہ تو وحی کے مطابق کلام کرتا ہے اور سنن قرآن کی مفسر اور اس کو بیان کرنے والی ہے چنانچہ قول خدا ہے :

﴿وأنزلنا إليك الذكر لتبيّن للنّاس ما نزل إليهم﴾

اور آپ کی طرف بھی ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے تاکہ ان کے لئے ان احکام کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل

کئے گئے ہیں۔ سورۂ نحل، آیت ر ۴۴

اور رسولؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کا مثل اس کے ہمراہ ہے اور یہ بات تو قرآن جاننے والے کے لئے واضح ہے کیونکہ پانچ وقت کی نماز، زکوٰۃ اور ان کی رکعات و مقدار قرآن میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی روزے کے احکام اور مناسک حج قرآن میں بیان ہوئے ہیں بلکہ بیشتر احکام رسولؐ نے بیان فرمائے ہیں۔ اور اسی لئے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ما آتاكم الرّسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ سورۂ حشر، آیت ر ۷

جو کچھ بھی رسول تم کو دے دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کر دے اس سے رک جاؤ۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿قل إن كنتم تحبّون الله فاتبعوني يُحبيكم الله﴾

(اے رسول) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا

اے کاش عمر کتاب خدا کو سمجھتے اور اسی میں منہمک ہو جاتے اور اس سے احکام رسولؐ کی اطاعت کرنا سیکھتے اور اس سے مناقشہ نہ کرتے اور نہ ہی اس میں ہذیان یعنی میخ نکالتے۔ [۱]

کاش عمر کتاب خدا کو سمجھتے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور اس سے احکام کلالہ کی تعلیم حاصل کرتے کہ جس کو وہ مرتے دم تک نہ جان سکے

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۱ صـ ۳۷ باب کتاب العلم و جلد ۵ صـ ۱۳۸

جبکہ اپنی خلافت کے زمانہ میں متعدد فیصلے کئے۔ اے کاش عمر کتاب خدا کو سمجھتے اور اس سلسلہ میں کوشش کرتے اور اس سے تیمم کا حکم سیکھتے کہ جس کو اپنی خلافت کے زمانہ میں نہیں جانتے تھے۔ اور جس کو پانی نہیں ملتا تھا اسے نماز چھوڑ دینے کا فتویٰ دے دیتے تھے۔ لہ اے کاش عمر کتاب خدا کو سمجھتے اور اس کی تعلیم کے سلسلہ میں کدو کاوش کرتے اور اس سے طلاق کا حکم اخذ کرتے طلاق بس دو ہی ہیں اس کے بعد یا روک لینا چاہئے یا آزاد کر دینا چاہئے۔ عمر نے طلاق ایک کر دی۔ ؎ اور اپنی رائے واجتہاد کو احکام خدا پر مقدم کیا اور انھیں دیوار پر دے مارا۔

ناقابل انکار حقیقت یہ ہے کہ خلفاء نے احادیث کی نشر واشاعت کو ممنوع کو قرار دیا اور ان کے بیان کرنے والوں کو دھمکی دی احادیث پر اس لئے پردہ ڈالا کہ وہ ان کی خطاؤں کو اجاگر اور سازشوں کو منکشف کرتی ہیں اور قرآن کی طرح وہ ان کی تاویل نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ قرآن صامت ہے اور متعدد وجوہ کا حامل ہے لیکن حدیث رسولؐ تو اقوال افعال نبیؐ کا نام ہے کوئی بھی اس بات کی تردید نہیں کر سکتا ہے اسی لئے حضرت علیؑ نے ابن عباس کو خوارج سے مباحثہ کرنے کے لئے روانہ کرتے وقت فرمایا تھا:

> تم ان پر قرآن سے حجت قائم کرنا کیونکہ قرآن میں
> متعدد احتمالات ہیں اس کے وہ اور تم دونوں ہی قائل ہو۔
> ان پر سنت کے ذریعہ حجت قائم کرنا اس سے وہ ہرگز فرار
> نہیں کر سکیں گے۔ ؎

لہ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۹۰، مسلم جلد ۱ ص ۱۹۳ باب التیمم

؎ صحیح مسلم کتاب الطلاق جلد ۱ ؎ نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۷ مکتوب بنام ابن عباس

ابوبکر، عمر کو خلیفہ بنا کر نصوص کی مخالفت کرتے ہیں

اس موضوع کے سلسلہ میں علی علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

قسم خدا کی فرزند ابو قحافہ نے خلافت کی قمیص کو زبردستی پہن لیا ہے جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ خلافت میں میرا وہی مقام ہے جو چکی میں کیلی (قطب) کا ہوتا ہے۔۔ حادثات کا سیلاب میرا کچھ نہیں بگاڑتا، میری بلندی تک پرندہ پر نہیں مار سکتا، میں نے اس پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور سوچنے لگا کیا میں اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کر دوں یا اس گھٹا ٹوپ تاریکی پر صبر کر لوں کہ جس میں بڑے بوڑھے اور بچے جوان ہو جاتے ہیں اور مومن رنج اٹھاتا ہوا اپنے رب سے جا ملتا ہے۔ پس میں نے صبر ہی کو قرین عقل سمجھا میں نے صبر کیا حالانکہ میری آنکھ میں غبار تھا اور حلق میں ہڈی پھنسی ہوئی تھی میں اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے راہ لی اور اپنے بعد خلافت کی زمام ابن خطاب کے ہاتھوں میں دے گیا (کہاں یہ دن جو ناقہ کی پشت پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کے ساتھ گذرتا تھا)

تعجب ہے یا تو وہ اپنی زندگی ہی میں خلافت سے دست بردار ہونا چاہتا تھا یا اب مرنے کے بعد بھی دوسرے

کے سپرد کر گیا ان دونوں (ابوبکر و عمر) نے خلافت کے
پستان کو بانٹ لیا ہے، خلافت سخت مزاج (انسان) کے
ہاتھوں میں پہونچ گئی ہے۔ اب اس کا کلام غلیظ اس کے لمس
میں کھردراپن ہے۔ اس میں لغزشیں بے شمار اور عذر خواہی
اس سے بھی زیادہ ہے۔ [1]

ہر محقق و جوئیندہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ رسولؐ نے اپنی وفات سے قبل نص کے ذریعہ حضرت علیؑ ابن ابیطالب کو خلیفہ معین کیا تھا اس طرح اکثر صحابہ پر بھی یہ بات مخفی نہیں تھی خصوصاً ابوبکر و عمر اس سے اچھی طرح واقف تھے۔ [2] اسی لئے حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ وہ (ابوبکر) بخوبی جانتا ہے کہ خلافت میں میرا وہی مقام ہے جو چکی میں کیلی کا ہوتا ہے۔ شاید ابوبکر و عمر نے اسی بنا پر لوگوں کو نبیؐ کی حدیث نقل کرنے سے منع کر دیا تھا جیسا کہ ہم گذشتہ فصل میں اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور قرآن سے تمسک کا اظہار کیا تھا کیونکہ قرآن میں صریح طور پر کہیں بھی علیؑ کے نام کا تذکرہ نہیں ہوا ہے اگرچہ اس میں آیت ولایت موجود ہے لیکن نبیؐ کی احادیث میں کھلے لفظوں میں علیؑ کا نام آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے،

«من كنتُ مولاه فهذا عليٌ مولاه»

"جس کا میں مولا ہوں اسکے علی مولا ہیں"

«عليٌ مني بمنزلة هارون من موسى»

---

[1] شرح نہج البلاغہ محمد عبدہ جلد ۱ ص۳۵ – ۳۶

[2] سرالعالمین مصنفہ امام غزالی

"علیؑ میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے موسیٰ کے
لئے ہارون تھے"

«علي أخي ووصيّي وخليفتي من بعدي»

"میرے بعد علی میرے بھائی، وصی اور خلیفہ ہیں"

«عليٌّ منّي وأنا منه وهو ولي كلّ مؤمن بعدي»

"علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں وہ میرے بعد
ہر ایک مومن کے ولی ہیں" [1]

اس سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اپنے اس منصوبہ میں یعنی احادیث نبیؐ کے نقل کرنے اور انھیں جلانے میں اس حد تک کامیاب ہوئے کہ حدیثیں زبانوں سے باہر بھی نہ نکل پائیں صحابہ بیان نہ کر سکے جیسا کہ ہم قرظہ ابن کعب کی روایت میں بیان کر چکے ہیں اور حصار بندی کا سلسلہ ایک چوتھائی صدی تک جاری رہا یہاں تک کہ جب حضرت علی علیہ السلام مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو صحابہ کو رحبہ کے میدان میں جمع کیا اور ان سے حدیث غدیر کے متعلق دریافت کیا تو تیس صحابہ نے اٹھ کر اس کا اقرار کیا ان اقرار کرنے والوں میں سے سولہ بدری صحابی تھے [2]
یہ چیزیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ تیس صحابہ اگر حضرت علیؑ نہ فرماتے تو اس حدیث کو بیان نہ کرتے پس اگر علیؑ خلیفہ نہ ہوتے اور ان کے پاس

---

[1] ان تمام حدیثوں کو بالترتیب طبری نے ریاض النضرہ میں نسائی نے خصائص میں اور احمد ابن حنبل نے نقل کیا ہے۔

[2] مسند احمد ابن حنبل جلد ۱ ص ۱۱۹، ابن عساکر جلد ۲ ص ۷

قوت نہ ہوتی تو وہ صحابہ خوف کے مارے خاموش بیٹھے رہتے جیسا کہ اس وقت بھی بعض صحابہ یا تو حسد یا خوف کی وجہ سے خاموش بیٹھے رہے مثلاً انس ابن مالک براابن عازب اور زید ابن ارقم، جریر ابن عبد اللہ بجلی۔ [1] کہ انھیں حضرت علیؑ کی بد دعا لگی۔

حضرت علیؑ کو خلافت سے کوئی فائدہ نہیں پہونچا، آپ کی خلافت کا پورا زمانہ نشیب و فراز، فتنہ و فساد، سازش و جنگ میں گذرا آپ کے خلاف بدر و حنین اور خیبر کینہ توزی و دشمنی پھوٹ پڑی یہاں تک کہ آپ نے شہادت پائی۔ آپ ناکثین، قاسطین اور مارقین میں ان حدیثوں کو سننے والا تلاش نہیں کر سکتے وہ لوگ تو عثمان کے زمانہ ہی سے فتنہ و فساد اور رشوت سے الفت اور دنیا سے محبت رکھتے تھے ابن ابیطالب ایک چوتھائی صدی سے چلے آنے والے فساد و انحراف کی اصلاح نہیں کر سکتے تھے ہاں کر سکتے تھے لیکن فساد ہی کے ذریعہ اور علیؑ ایسا کبھی نہیں کر سکتے تھے آپ خود فرماتے ہیں: قسم خدا کی میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمھاری اصلاح کس چیز سے ہو سکتی ہے لیکن میں اپنے نفس کو برباد کر کے تمھاری اصلاح نہیں کروں گا۔

ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ تخت خلافت پر معاویہ متمکن ہوا اور احادیث کی نشر و اشاعت پر پابندی کا سلسلہ پہلی روش سے متصل ہو گیا۔ چنانچہ معاویہ نے نقل حدیث کے سلسلہ میں کہا کہ وہی حدیثیں نقل کی جائیں جو عمر کے زمانہ میں بیان ہوتی تھیں۔ اب تو حالت اور بدتر ہو گئی اور صحابہ و تابعین کو احادیث گڑھنے کے لئے بٹھا دیا گیا اور سنت رسولؐ جھوٹ و

---

[1] انساب الاشراف جلد ۲ ص ۱۵۶، المعارف لابن قتیبہ ص ۱۹۳

داہیات میں گم ہوگئی ۔

اسی حالت میں مسلمانوں پر ایک صدی گذر گئی اور عامہ میں سنت معاویہ کا اتباع ہونے لگا۔ واضح رہے کہ ہمارے قول سنت معاویہؓ کے معنی یہ ہیں کہ خلفائے ثلاثہ ابوبکر، عمر، عثمان، کے وہ اقوال و افعال جو معاویہ کے پسندیدہ تھے اور خود معاویہ اور اس کے کارندوں کا کردار بھی اس میں شامل ہے ان کی سنت کی ایک مثال علیؑ، اہلبیتؑ اور شیعوں پر ان کا سب و شتم کرنا ہے

اس کے لئے میں پھر اپنے موضوع کی طرف پلٹتا ہوں اور اس کی تکرار کرتا ہوں کہ ابوبکر و عمر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور قرآن سے رجوع کرنے کا ڈھونگ رچا کر سنت نبیؐ کو مٹا ڈالا چنانچہ آپ آج چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی ملاحظہ کریں گے اور جب آپ ان پر نبیؐ کی متواتر حدیثوں سے حجت قائم کریں گے یعنی وہ حدیثیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ کو خلیفہ معین کیا ہے تو وہ کہیں گے کہ حدیث نبیؐ کو چھوڑیئے اس میں تو اختلاف ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے اور اس (کتاب خدا) میں یہ تذکرہ نہیں ہے کہ علیؑ نبیؐ کے خلیفہ ہیں بلکہ قرآن تو اس معاملہ کو شوریٰ کے سپرد کرتا ہے۔

یہ ہے ان کی دلیل جب بھی میں نے اہلسنت کے کسی عالم سے گفتگو کی ہے تو انھوں نے شوریٰ ہی کے گیت گائے ہیں ۔

اس بات سے قطع نظر کہ ابوبکر کی بیعت بغیر سوچے سمجھے ہوگئی تھی اور خدا ہی نے مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھا ۔[1] وہ بھی تو بغیر کسی مشورہ کے ہوئی تھی بلکہ غفلت و نادانی، زبردستی اور دھمکیوں کے نتیجہ میں ہوئی تھی[2]

---

[1] بخاری جلد ۸ ص۲۶ کتاب المحاربین [2] الامامت والسیاست ابن قتیبہ استخلاف ابی بکر

اور بہت سے نیکو کار صحابہ نے اس (بیعت) سے اعراض و تخلف کیا تھا خصوصاً ان صحابہ کے سید و سردار علیؑ ابن ابیطالب اور سعد ابن عبادہ عمار، سلمان، مقداد اور زبیر و عباس وغیرہ نے بیعت نہیں کی تھی جیسا کہ معتبر مورخین نے تحریر کیا ہے فی الحال ہم اس سے قطع نظر کرتے ہیں اور ابوبکر اپنے بعد عمر کو خلیفہ بناتے ہیں ان کو مورد بحث قرار دیتے ہیں اور شوریٰ کے شیدائی اہلسنت سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ معاملہ شوریٰ کے سپرد کیوں نہیں کیا اور عمر کو اپنے بعد خلیفہ کیوں بنایا اور مسلمانوں پر کیوں مسلط کیا؟

اس سلسلہ میں بھی ہم اپنی عادت کے مطابق اور مزید وضاحت کے لئے اہلسنت کی کتابوں ہی سے قارئین کے سامنے استدلال پیش کریں گے اور یہ بھی بیان کریں گے کہ ابوبکر نے اپنے دوست کو کیسے خلیفہ بنایا ہے۔

ابن قتیبہ تاریخ الخلفاء کے باب مرض ابی بکر و استخلاف عمر رضی اللہ عنہما میں تحریر فرماتے ہیں کہ ..... پھر عثمان کو بلایا اور کہا کہ میرا وصیت نامہ لکھو: عثمان نے لکھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ ابوبکر ابن قحافہ کا وصیت نامہ ہے جو انھوں نے مرتے دم اور آخرت کی طرف بڑھتے وقت تحریر کیا ہے۔ میں نے عمر ابن خطاب کو تم لوگوں کا خلیفہ مقرر کر دیا ہے پس اگر تم اپنے درمیان اسے عدل کرتے ہوئے دیکھو تو یہی اس کے متعلق میرا گمان اور امید ہے اور اگر تغیر و تبدل کرتے ہوئے پاؤ تو میں نے اپنے لحاظ سے بہتر ہی سوچا تھا۔ غیب کا علم مجھے نہیں ہے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

اس کے بعد وصیت نامہ ختم ہو گیا اور انھیں (عمر کو) دیا گیا مہاجرین کو جب یہ اطلاع ملی کہ ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنا دیا تو وہ ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم نے سنا ہے کہ آپ نے عمر کو ہمارے اوپر حاکم بنا دیا ہے جبکہ آپ انھیں اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ اس بات سے واقف ہیں کہ وہ آپ کی موجودگی میں ہمارے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے تو جب دنیا سے چلے جائیں گے اس وقت کیا ہوگا؟ جب آپ بارگاہ خدا میں پہونچیں گے تو ضرور آپ سے سوال ہوگا اس وقت آپ کیا جواب دیں گے؟ ابوبکر نے کہا: اگر خدا نے مجھ سے سوال کیا تو میں جواب دوں گا کہ میں نے ان میں سے بہترین انسان کو خلیفہ بنایا ہے۔ [1]

طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے عثمان کو وصیت نامہ لکھنے کے لئے بلایا اور انھوں نے لکھنا شروع کیا تو املا کے درمیان ابوبکر پر غشی طاری ہو گئی اور عثمان نے عمر ابن خطاب کا نام لکھ دیا۔ جب غشی سے افاقہ ہوا تو ابوبکر نے کہا کہ ذرا اپنی تحریر پڑھو! عثمان نے اسے پڑھا تو اس میں عمر کا نام تھا۔ ابوبکر نے کہا: یہ تم نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے؟ عثمان نے کہا: کیا آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا؟ ابوبکر نے کہا تمہارا خیال صحیح ہے

جب وصیت نامہ لکھا جا چکا تو کچھ لوگ ابوبکر کے پاس پہونچے ان میں طلحہ بھی شامل تھے انھوں نے کہا آپ اپنے پروردگار کو کیا جواب دیں گے جبکہ آپ نے سخت مزاج انسان کو ہمارا حاکم بنا دیا ہے کہ جس سے لوگ بھاگتے اور دل دہلتے ہیں۔

---

[1] تاریخ الخلفا المعروف بالامامت والسیاست جلد ۱ ص ۲۴

ابوبکر نے کہا: مجھے ذرا (سہارا دے کر) بٹھاؤ حالانکہ وہ لیٹے ہوئے تھے۔ لوگوں نے بٹھایا تو انھوں نے طلحہ سے کہا: کیا تم کل کے لئے مجھے ڈراتے ہو کہ جب خدا مجھ سے سوال کرے گا کہ تم نے کس کو خلیفہ بنایا تو میں کہوں گا تیرے بہترین بندہ کو۔ ؎

اور جب تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوبکر نے عمر کو صحابہ کے مشورہ کے بغیر خلیفہ بنادیا تھا تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے صحابہ کو ذلیل کرنے کے لئے عمر کو خلیفہ بنایا تھا۔ کیونکہ صحابہ عمر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ خواہ ابن قتیبہ کے اس قول کو مدنظر رکھا جائے کہ: انصار و مہاجرین ابوبکر کے پاس آئے اور کہا ہمیں آپ اس سے بچاتے تھے، یا طبری کے نظریہ کو تسلیم کیا جائے کہ جو لکھتے ہیں کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ کہ جن میں طلحہ بھی تھے ابوبکر کے پاس گئے اور کہا: آپ اپنے پروردگا کو کیا جواب دیں گے۔ جبکہ آپ نے ہمارے اوپر سخت مزاج انسان کو حاکم بنادیا ہے کہ جس سے سانس پھولتی اور دل دہلتے ہیں۔ دونوں عبارتوں کا نتیجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ خلافت کا معاملہ شوریٰ پر نہیں چھوڑا گیا اور صحابہ عمر کے خلیفہ بننے سے راضی نہ تھے۔ بلکہ ابوبکر نے بغیر مشورہ کے عمر کو ان پر مسلط کردیا تھا یہ وہی نتیجہ ہے جس کو علیؑ نے اس وقت بیان کیا تھا جب عمر و ابوبکر لوگوں پر بیعت کے لئے تشدد کر رہے تھے۔ علیؑ نے عمر سے فرمایا تھا: اچھی طرح سے دودھ لو تمہارا بھی حصہ ہے آج تم ان کی خلافت مستحکم کردو کل وہ تمھیں ہی لوٹا دے گا۔

اور یہی وہ جملہ ہے جو کسی صحابی نے عمر سے اس وقت کہا تھا

؎ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، خطبۂ شقشقیہ

جب وہ وصیت نامہ لے کر آئے تھے۔ جس میں ان کی خلافت کی وصیت مرقوم تھی صحابی نے دریافت کیا اے ابوحفص اس رقعہ میں کیا لکھا ہے؟ عمر نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے لیکن سب سے پہلے میں نے اس کو سنا اور اطاعت کی۔ اس شخص نے کہا: بقسم خدا کی مجھے معلوم ہے اس میں کیا مرقوم ہے۔ پہلے تم نے ان کی خلافت مستحکم کی تھی آج وہ تمھیں خلیفہ بنا گئے۔ [1]

اس سے بخوبی ہم پر یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ جس شوریٰ کا اہلسنت ڈھنڈورا پیٹا کرتے ہیں ابوبکر و عمر کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہ تھی یا دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ سب سے پہلے ابوبکر نے شوریٰ کو لغو قرار دیا اور بنی امیہ کے حکام کے لئے خلافت کو بادشاہت و قیصریت میں تبدیل کر کے باپ سے بیٹے کو میراث میں دلانے کا دروازہ کھول دیا اور بنی امیہ کے بعد بنی عباس نے یہی کیا؛ اور اہلسنت کا شوریٰ والا نظریہ لاجواب ہی رہ گیا کہ جس پر نہ ماضی میں عمل ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکے گا۔

یہاں مجھے وہ گفتگو یاد آگئی جو نیروبی (کینیا) کی مسجد میں سعودیہ کے وہابی عالم سے مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں ہوئی تھی میں نص سے خلافت کو ثابت کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ خلافت کا کل نظام خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اس میں بندوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

جب کہ وہ خلافت کو شوریٰ کی مرہون منت قرار دے رہے تھے اور بے کار دفاع کر رہے تھے۔ چاروں طرف سے اس کے شاگرد اس کی تائید کر رہے تھے وہ بھی دعوے کے ساتھ کہ استاد قرآن سے استدلال کر رہے ہیں اسکی

---

[1] الامامت والسیاست، مصنفہ ابن قتیبہ، جلد ۱، باب استخلاف ابی بکر لعمر

ہر ایک بات کی تائید کر رہے تھے اس نے یہ آیتیں ———— ﴿وشاورهم في الأمر﴾ ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾ بھی پیش کی تھیں۔

جب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ اس طرح تو میں مغلوب ہو جاؤں گا کیونکہ وہ (طلبہ) استاد سے وہابیت کے افکار و عقائد کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اسی طرح میں یہ بھی سمجھ گیا کہ وہ صحیح احادیث کو نہیں سُن سکتے ہیں کیونکہ وہ ایسی احادیث کے گرویدہ ہو چکے تھے جن میں کی اکثر احادیث گڑھی ہوئی تھیں لہٰذا میں نے اس وقت کر آشوری کو تسلیم کرتے ہوئے طلباء اور ان کے استاد سے کہا:

کیا تم اپنے ملک کے بادشاہ کو اس بات سے مطمئن کر سکتے ہو کہ وہ اپنی کرسی سے اتر آئے اور تمہارے سلف صالح کی اقتدا کرے اور جزیرۂ عرب کو مسلمانوں کے لئے آزاد چھوڑ دے تاکہ وہ جس کو چاہیں اپنا صدر منتخب کریں میں نہیں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا کرے گا کیوں کہ اس کے آباء و اجداد خلافت کے مالک نہیں تھے۔ لیکن جب وہ بادشاہ بن بیٹھے تو آج وہ جزیرۂ عرب کے خطۂ حجاز کے بھی مالک بن گئے۔ یہاں تک کہ پورے علاقہ کو المملكة السعودية کہنے لگے۔

اب ان کے سردار عالم کو مجبوراً کہنا پڑا کہ ہمیں سیاست سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم خدا کے گھر میں ہیں کہ جس میں اس نے اپنے ذکر اور نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

میں نے کہا: اسی طرح طلب علم بھی ہے، اس نے کہا:

جی ہاں: ایسا ہی ہے ہم یہاں جوانوں کو تعلیم دیتے ہیں، میں نے کہا: ہم بھی علمی بحث کر رہے ہیں۔ اس نے کہا: آپ نے اسے سیاست سے فاسد کر دیا۔

میں اپنے ساتھی کے ساتھ وہاں سے ان مسلمان نوجوانوں پر افسوس کرتا ہوا نکل آیا کہ جن کے دلوں پر ہر طرح سے وہابیت کے عقائد کی چھاپ

بٹھائی جا رہی تھی۔ جبکہ وہ سب شافعی کے مقلد تھے میں سمجھتا ہوں کہ ان کا مذہب — مذہب اہلبیتؑ سے بہت قریب ہے۔

وہاں کے بزرگوں کا ان ذہین و تہذیب یافتہ اور غیر تہذیب یافتہ جوانوں میں اس اعتبار سے بہت احترام تھا کہ ان کا تعلق سادات سے تھا۔ پس وہابیوں نے پہلے جوانوں پر ہاتھ ڈالا اور ان کے لئے مادی امکانات فراہم کئے غلہ دیا اور مالی تعاون کیا تو سادات کے بارے میں ان کے نظریات ہی بدل گئے اور وہ سادات کے احترام کو شرک سمجھنے لگے۔ افسوس ہے کہ افریقہ کے بیشتر ممالک میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔

اب ہم دوبارہ ابوبکر کی وفات کا تذکرہ شروع کرتے ہیں تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ابوبکر مرنے سے پہلے اپنے کئے پر پشیمان تھے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر کیا ہے کہ ابوبکر کا قول ہے کہ قسم خدا کی مجھے اپنے انجام دئے ہوئے تین کاموں پر سب سے زیادہ افسوس ہے کاش میں نے انھیں نہ کیا ہوتا۔ کاش میں علیؑ کے گھر کو چھوڑ دیتا، ایک روایت میں ہے کہ کاش میں نے خانۂ فاطمہؑ کی کسی چیز کا انکشاف نہ کیا ہوتا خواہ وہ مجھ سے جنگ ہی کا اعلان کرتے، کاش میں سقیفۂ بنی ساعدہ میں ابوعبیدہ یا عمر کے ہاتھوں پر بیعت کر لیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں ان کا وزیر قرار پاتا، کاش جب میرے پاس ذی الفجاۃ کو اسیر لائے گئے تھے کاش میں انھیں قتل کر دیتا یا آزاد کر دیتا لیکن انھیں آگ میں نہ جلاتا [1]

میں اضافہ کرتا ہوں کہ کاش اے ابوبکر آپ فاطمہؑ زہرا پر

---

[1] تاریخ طبری جلد ۴ ص ۵۲، العقد الفرید جلد ۲ ص ۲۵۴، مروج الذہب جلد ۱ ص ۴۱۴

ظلم نہ کرتے اور انھیں ایذا نہ دیتے، انھیں غضبناک نہ کرتے، کاش آپ ان (فاطمۂ زہرا) کی موت سے پہلے پشیمان ہوجاتے۔ اور انھیں راضی کر لیتے، یہ تو خانۂ علیؑ سے مخصوص تھا کہ جس کو آپ نے جلانے کے لئے مباح کر دیا تھا۔

لیکن خلافت، کاش آپ اپنے دوست اور داہنے ہاتھ، ابو عبیدہ و عمر کو چھوڑ کر خلافت اس کے شرعی حقدار کے سپرد کر دیتے کہ جس کو رسالتمآبؐ نے خلیفہ منتخب کیا تھا پس جب امارت ان کے ہاتھوں میں ہوتی تو آج دنیا کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا اور دین خدا پورے کرۂ ارض پر چھا گیا ہوتا جیسا کہ خداوند عالم نے وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ حق ہے۔

اور فجاۃ السلمی کہ جس کو آگ میں جلا دیا تھا، اے کاش آپ نے احادیث نبوی کو نہ جلایا ہوتا۔ اور ان سے شریعت کے صحیح احکام حاصل کئے ہوتے اور اجتہاد بالرائے پر عمل نہ کیا ہوتا

اے کاش آخری وقت میں جب آپ بستر مرگ پر دراز تھے اس وقت خلیفہ بنانے کے بارے میں سوچا ہوتا کہ جس سے حق اپنے اصلی محور پر لوٹ آتا کہ خلافت میں جس کی وہی حیثیت ہے جو چکی میں کیلی کی ہوتی ہے۔ آپ تو تمام لوگوں سے زیادہ ان کے فضائل و کمالات، زھد و علم، اور تقوی کو جانتے تھے وہ تو بالکل نبیؐ کی طرح ہیں خصوصاً انھوں نے اسلام کی حفاظت کے لئے آپ سے کبھی مقابلہ نہ کیا اور معاملہ آپ ہی پر چھوڑ دیا بہتر تھا آپ امت محمدؐ کو نصیحت کرتے اور اس کے شایان شان خلیفہ معین کرتے اسے پراگندگی سے بچا لیتے، اور عظمت کی چوٹی پر پہونچا دیتے۔

ہم خدا سے آپ کی مغفرت کے لئے دعا کریں گے کہ وہ آپ کے گناہ بخش دے اور فاطمہؑ اور ان کے والد، ان کے شوہر اور ان کے

بیٹے آپ سے راضی ہو جائیں کیونکہ آپ نے محمدؐ مصطفیٰ کی لخت جگر کو غضبناک کیا کہ جس کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے جس کے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے جیسا کہ حدیث کی نص موجود ہے کہ جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے ان کے پدر بزرگوار کو اذیت دی اور خداوندعالم کا ارشاد ہے:

﴿والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب أليم﴾
جو لوگ رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے

دردناک عذاب ہے۔

خدا کے کسی پر غضبناک ہونے سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ وہ ہم سے اور تمام مسلمانوں اور مومنین و مومنات سے راضی ہو جائے۔

عمر اپنے اجتہاد سے قرآن کی مخالفت کرتے ہیں

خلیفۂ ثانی عمر کے لئے تاریخ بھری پڑی ہے کہ وہ قرآن وسنت کی صریح نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا کرتے تھے۔

اور اہلسنت ان کی اس حرکت کو ان کے مناقب میں شمار کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں مدح سرائی کرتے ہیں اور جب ان سے انصاف کا تقاضا کیا جاتا ہے تو عذر تراشی کرتے ہیں اور ایسی واہیات قسم کی تاویلات پیش کرنے لگتے ہیں کہ جنھیں عقل تسلیم کرتی ہے نہ منطق اور پھر کتاب خدا اور سنت نبیؐ کی مخالفت کرنے والا کیونکر مجتہد ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ خداوندعالم کا ارشاد ہے:

﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعصي الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مُبيناً﴾ سورۂ احزاب، آیت ر ۳۶

اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب کہ خدا و رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائے اور جو بھی خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الظالمون... ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الفاسقون...﴾ سورۂ مائدہ، آیت ر ۴۴

اور جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں... جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ ظالموں میں شمار ہوگا اور جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ فاسقوں میں شمار ہوگا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے باب "مایذکر من ذم الرای وتکلیف القیاس ولا تقف ولا تقل مالیس لک بہ علم" میں تحریر کیا ہے کہ: نبیؐ نے فرمایا کہ خدا علم عطا کرنے کے بعد واپس نہیں لیتا ہے بلکہ علماء کو ان کے علم کے ساتھ اٹھا لیتا ہے اور لوگ جہالت میں رہ جاتے

ہیں (پھر) ان جاہلوں سے لوگ استفادہ کرتے ہیں اور وہ اپنی رائے و قیاس سے فتویٰ دیتے ہیں پس وہ گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں۔ [1]

نیز بخاری نے اسی کتاب کے ملحقہ باب میں تحریر کیا ہے کہ

جب نبیؐ سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا کہ جس کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو آپؐ فرماتے: میں نہیں جانتا یا وحی نازل ہونے تک جواب نہیں دیتے تھے اور اپنی رائے و قیاس سے کچھ بھی نہیں فرماتے تھے خداوند عالم کا ارشاد ہے: بما اراك اللّٰہ۔۔ [1] جیسا خدا چاہتا ہے فیصلہ کریں۔

گذشتہ اور موجودہ زمانہ کے علماء کا ایک ہی قول ہے اور وہ یہ کہ جس نے کتاب خدا کے بارے میں اپنی رائے اور قیاس سے کچھ کہا اس نے کفر کیا اور یہ بات آیات محکمات اور رسولؐ کے اقوال و افعال سے آشکار ہے۔

لیکن یہ قاعدہ اس وقت کیسے بھلا دیا جاتا ہے جب اس کی زد میں عمر ابن خطاب یا صحابی یا ائمہ اربعہ میں سے کوئی آجاتا ہے اس وقت احکام خدا کے معارض قول کو اجتہاد بنا دیا جاتا ہے کہ مجتہد نے اگر حقیقت تک رسائی حاصل کر لی تو اسے دو اجر اور اگر خطا سرزد ہوئی تو اسے ایک اجر لازمی ملے گا۔

کسی کو بھی یہ بات کہنے کا حق نہیں پہونچتا ہے کہ: اس پر پوری امت اسلام شیعہ سنی کا اتفاق ہے اور یہ بات حدیث نبیؐ سے ثابت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح ہے لیکن اجتہاد کے موضوع میں اختلاف ہے۔ شیعہ اس اجتہاد کو قبول کرتے ہیں جس کے بارے میں خدا یا رسولؐ کا کوئی حکم وارد نہ ہوا ہو۔ لیکن اہلسنت اس کی رعایت نہیں کرتے اور خلف، سلف

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ ص۱۴۸

صالح کی اقتدا کرتے ہوئے نص کے مقابلہ میں اجتہاد کو غلط نہیں سمجھتے۔ علامہ سید شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب "النص والاجتہاد" میں سو سے زیادہ ایسے موارد شمار کرائے ہیں۔ جہاں صحابہ اور ان کے راس ورئیس خلفائے ثلاثہ نے قرآن وسنت کی صریح نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا۔ محققین اس کتاب کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

اس موضوع کے سلسلہ میں ان چند نصوص کو پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جن کی عمر نے مخالفت کی ہے یا اس لئے کہ وہ نصوص سے بے خبر تھے حالانکہ یہ بات باعث تعجب ہے کیونکہ جاہل کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا حکم دے خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب، هذا حلال وهذا حرامٌ، لتفتروا على الله الكذبَ، إن الذين يفترون على الله الكذب لا يُفلحون﴾ نحل، آیت ۱۱۶

اور خبردار جو تمہاری زبانیں غلط بیانی سے کام لیتی ہیں اس کی بنا پر نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اس طرح خدا پر بہتان باندھنے والے ہو جاؤ گے اور جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں ان کے لئے فلاح اور کامیابی نہیں ہے

اور نہ ہی جاہل کے لئے یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ امت میں انسان کامل کے ہوتے ہوئے امت کی قیادت کے لئے منصب خلافت پر متمکن ہو جائے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أفمن يهدي إلى الحقّ أحقُّ أن يتبع أمّن لا يهدي إلا أن يُهدى ما لكم كيف تحكُمون﴾

اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعاً قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے تو آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے

فیصلہ کر رہے ہو۔ سورہ یونس، آیت ۳۵

لیکن وہ (عمر) نصوص سے بے خبر نہیں تھے بلکہ انھیں جانتے تھے اور جان بوجھکر اقتضائے وقت کے مطابق اجتہاد کرتے تھے اور اسے کفر اور اسلام سے خارج ہونا نہیں سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ (عمر) اپنے زمانہ کے اس شخص کے وجود سے بھی بے خبر ہوتے تھے جو صحیح احکام کا عالم تھا جبکہ یہ باطل ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کتاب و سنت کی معرفت رکھتے ہیں اگر نہ جانتے ہوتے تو بہت سے مشکلات میں ان کی طرف رجوع نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا، پس ان مسائل میں جن میں اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے علیؑ سے کیوں رجوع نہیں کیا؟

میرا عقیدہ ہے کہ آزاد فکر مسلمان اس میں میری موافقت کریں گے کیونکہ اس قسم کا اجتہاد، عقیدہ و احکام کو برباد کر دیتا ہے اور علمائے امت کے درمیان افتراق اور متعدد مذاہب میں تقسیم کرنے کا سبب بنتا ہے اور یہیں سے عداوت و نزاع کی ابتدا ہوتی ہے اور رعب و دبدبہ جاتا رہتا ہے، ہوا اکھڑ جاتی ہے اور مادی و معنوی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

ہمیں یہ سوچنے کا حق ہے کہ ابوبکر و عمر نے منصب خلافت پر زبردستی قبضہ جما لیا تھا اور اس کے شرعی حقدار کو محروم کر دیا تھا، ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر ابوبکر و عمر دونوں احادیث کو جمع کرتے اور انھیں خاص کتاب میں لکھتے تو خود اپنے اور امت کے لئے ایک ذخیرہ کر لیتے اور احادیث میں غیر احادیث مخلوط نہ ہوتی اور ایک عقیدہ ہوتا اور آج ہماری بات ہی دوسری ہوتی۔

لیکن احادیث کو جمع کیا گیا اور نذر آتش کر دیا گیا اور اسکی تدوین و نقل پر پابندی لگائی گئی یہاں تک کہ آپس میں بیان کرنے کو بھی منع کیا گیا یہ بہت بڑی مصیبت اور عظیم بلا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آپ کے سامنے قرآن کی وہ بعض صریح نصوص پیش کی جاتی

ہیں جن کے مقابلہ میں عمر ابن خطاب نے اجتہاد کیا ہے۔

۱۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وإن كنتم جُنباً فاطَّهروا، وإن كنتم مرضى أوْ على سفرٍ، أو جاء أحدٌ منكم من الغائطِ أو لامستُمُ النساء فلم تجدوا ماءً فتيمّموا صعيداً طيّباً...﴾

اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرو اور اگر مریض ہو یا سفر کے عالم میں ہو یا پیخانہ وغیرہ نکل آیا ہو، عورتوں کو باہم لمس کیا ہے اور پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمم کر لو۔

حدیث میں یہ بات مشہور ہے کہ رسولؐ نے صحابہ کو عمر کے سامنے تیمم کا طریقہ سکھایا تھا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التیمم کے باب "الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ عن الماء" میں روایت کی ہے کہ عمران نے کہا کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں نبیؐ کے ہمراہ تھے۔ اور رات میں سفر کر رہے تھے رات کے آخری حصہ میں قافلہ آرام کرنے کی غرض سے رک گیا یہ آرام مسافر کے لئے بہت شیریں ہوتا ہے۔ سورج کی حرارت سے ہماری آنکھیں کھلیں تو سب سے پہلے فلاں شخص اٹھا اس کے بعد فلاں جسکو لوگ ابو رجا کہتے ہیں راوی عوف کا نام بھول گیا چوتھے عمر ابن خطاب بیدار ہوئے تھے رسولؐ کو بیدار نہیں کیا جاتا تھا بلکہ وہ خود بیدار ہوتے تھے کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نیند کی حالت میں ان پر کیا گزری جب عمر جاگے اور لوگوں کو سوتے دیکھا تو عمر چالاک تو تھے ہی فوراً تکبیر کی صدا بلند کی ابھی تکبیر ختم نہیں ہوئی تھی کہ نبیؐ بیدار ہو گئے تو لوگوں نے اپ بیتی آنحضرت کو سنائی۔ آپؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں ہے آگے بڑھو ابھی تھوڑی ہی دور

چلے تھے کہ رسولؐ ٹھہرے اور لوگوں کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ وضو کیا گیا آپ کی اقتدا کی میں نماز ادا کی گئی ایک شخص نے تمام لوگوں کے ساتھ نماز نہ پڑھی آپ نے اس سے فرمایا تم نے سب کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے کہا میں مجنب ہو گیا تھا اور پانی نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا خاک تو ہے وہی تمہارے لئے کافی ہے۔ ۔ ۔ ۔ لہ

لیکن عمر کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے خلاف کہتے ہیں کہ جس شخص کو پانی نہ ملے وہ نماز نہ پڑھے۔ ان کے اس نظریہ کو اکثر محدثین نے لکھا ہے۔ مسلم کہتے ہیں کہ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا میں مجنب ہو گیا ہوں اور پانی نہیں ملا عمر نے کہا کہ نماز نہ پڑھو! عمار نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے جب میں اور آپ ایک سریہ میں مجنب ہو گئے تھے اور ہمیں پانی نہیں ملا تھا آپ نے تو نماز ہی نہیں پڑھی تھی لیکن میں زمین پر لوٹا اور نماز پڑھ لی پس نبیؐ نے فرمایا تمہارے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارتے پھر انھیں پھونک دیتے اور پھر دونوں ہاتھوں سے چہرہ اور ہتھیلیوں (کی پشت) کا مسح کرتے (عمار کی یہ بات سن کر) عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈرو! عمار نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں یہ بات بیان نہ کروں۔ ۲ہ

سبحان اللہ عمر نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی مخالفت پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ صحابہ کو اپنی رائے کے خلاف بولنے تک کو منع کر دیا اور عمار خلیفہ سے معذرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں

لہ۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۳۲

۲ہ۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۳۳

یہ بات کسی سے بیان نہ کروں ۔ عمر اس اجتہاد، اس معارضہ اور نصوص پر صحابہ کی گواہی کے باوجود اپنی رائے پر اٹل رہے اور مرتے دم تک نصوص سے مطمئن نہ ہوئے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے رہے ان کے اس نظریہ نے بہت سے صحابہ کو متاثر کیا اس لئے وہ عمر کی رائے کو رسولؐ کی رائے پر مقدم کرتے رہے مسلم نے شقیق سے روایت کی ہے میں عبداللہ اور ابوموسیٰ کے پاس بیٹھا تھا۔ ابوموسیٰ نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن اس مسئلہ میں آپ کا کیا نظریہ ہے کہ اگر ایک شخص مجنب ہو جائے اور اسے ایک مہینے تک پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے ؟ عبداللہ نے کہا اگر ایک مہینے تک بھی پانی نہ ملے تو بھی تیمم نہیں کرے گا! ابوموسیٰ نے کہا کہ پھر سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا مطلب ہے۔۔۔ ﴿فلم تجدوا ماءً فتیمّموا صعیداً طیباً﴾ عبداللہ نے کہا کہ اگرچہ اس آیت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس وقت کے لئے ہے جب پانی ٹھنڈا ہو اس وقت تیمم کرو۔ ابوموسیٰ نے عبداللہ سے کہا: کیا تم نے عمار کا قول نہیں سنا ہے کہ مجھے رسولؐ نے ایک کام کے لئے بھیجا اور میں مجنب ہو گیا اور پانی نہ مل سکا تو میں چوپائے کی طرح خاک میں لوٹا پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں شرفیاب ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم اس طرح ہاتھوں کو اٹھاتے پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک مرتبہ زمین پر مارا اور اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی پشت کا مسح کیا۔

عبداللہ نے کہا: کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ عمر عمار کے قول سے مطمئن نہیں ہوئے تھے ۔[1] جب ہم بخاری ومسلم کی اس روایت میں غور کرتے ہیں تو اس سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ عمر کے نظریہ نے کس مقدار میں بہت سے صحابہ کو متاثر کیا ہے اور اسی سے احکام کا تناقض بھی واضح ہو

جاتا ہے اور روایت کا ضعف و تضاد بھی آشکار ہو جائے گا۔ شاید یہی چیز امویوں اور عباسیوں کے حکام کا اسلامی احکام کو خفیف جاننے کی تفسیر کرتی ہے۔ اور اس کا کوئی بھرم نہیں رہ جاتا اسی لیئے وہ ایک حکم متعدد متعارض مذاہب ہم آواز ہو گئے ہیں اگرچہ وہ بظاہر حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی ہیں: اب جو تم چاہو اپنی رائے سے کہو کیونکہ تمھارے سید و سردار عمر بھی اپنی رائے سے قرآن و سنت کے مقابلہ میں جو چاہتے تھے کہدیتے تھے۔ تمھیں کوئی برا نہیں کہہ سکتا ہے کیونکہ تم اتباع کرنے والے ہو ایجاد کرنے والے نہیں۔ [1]

ان سب سے تعجب خیز تو عبداللہ ابن مسعود کا یہ قول ہے کہ

اگر ایک مہینے تک بھی پانی دستیاب نہ ہو تب بھی (مسلمان) تیمم نہیں کرے گا۔

جب عبداللہ ابن مسعود ایسا بزرگ صحابی یہ کہتا ہے کہ جب مجنب کو پانی نہ ملے تو ایک مہینے تک نماز چھوڑ دے لیکن تیمم نہ کرے اور وہ (عبداللہ) ابو موسیٰ کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورۂ مائدہ کی آیت خاص موضوع کے لیئے نازل ہوئی ہے چنانچہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اس آیت میں تیمم کی اجازت دی بھی گئی ہے تو اس وقت کے لیئے جب پانی ٹھنڈا ہو۔

اور یہیں سے ہماری سمجھ میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ وہ حسب منشا قرآن کی نصوص کے مقابلہ میں کس طرح اجتہاد کرتے تھے افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ امت کے تنگی اور حرج کو نہیں دیکھتے تھے جبکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۹۱، کتاب التیمم صریحہ۔

خدا تمھارے لئے آسانی چاہتا ہے زحمت نہیں چاہتا

سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۵

یہ شخص (عبداللہ) کہتا ہے کہ اگرچہ اس آیت میں انھیں تیمم کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس وقت کے لئے جب پانی ٹھنڈا ہو گیا ہو کیا انھوں نے خدا اور رسولؐ سے جدا ہو کر خود کو مبلغ سمجھ لیا ہے؟ کیا وہ لوگوں پر ان کے خالق و پروردگار سے بھی زیادہ رحیم و رؤف ہے؟

اس کے بعد ابو موسیٰ اس سنت نبیؐ سے عبداللہ کو قانع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کو عمار نے بیان کیا تھا۔ اور جس میں رسولؐ نے تیمم کرنے کا طریقہ سکھایا تھا۔ مگر عبداللہ اس مشہور حدیث کو یہ کہکر رد کر دیتے ہیں کہ عمار کے قول سے عمر ابن خطاب مطمئن نہیں ہوتے تھے!

اور یہاں یہ چیز بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بعض صحابہ کے نزدیک عمر کا قول ہی قانع کنندہ حجت تھی عمر خواہ حدیث سے مطمئن ہوتے ہوں یا آیت وحدیث کے صحیح ہونے اور آیت کے مفہوم کو پرکھنے کا معیار عمر ہی تھے خواہ آیت رسولؐ کے اقوال و افعال کے معارض ہی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم بہت سے لوگوں کے افعال کو قرآن وسنت رسولؐ کے خلاف دیکھتے ہیں کیونکہ نصوص کے مقابلہ میں عمر کا اجتہاد آج مذہب بن گیا ہے اسی کا اتباع کیا جا رہا ہے اور جب بعض با اقتدار اور صاحبان نظر کو یہ بات معلوم ہے کہ عہد خلفاء میں احادیث بیان کرنا ممنوع تھا، حدیث کی تدوین بعد میں ہوئی ہے۔ حفاظ اور راویوں نے جو بیان کیا وہی لکھ لیا گیا نتیجہ میں وہ مذہب عمر کے مخالف ثابت ہوئیں۔ کچھ راویوں نے اپنی طرف سے گڑھ کر رسولؐ کی طرف منسوب کر دی تاکہ ان کے ذریعہ ابو حفص (عمر) کی تائید کر سکیں جیسے کہ مسئلہ متعہ اور نماز تراویح وغیرہ کے بارے میں متناقض روایتیں

نقل ہوئی ہیں اسی لئے یہ مسئلہ آج تک مسلمانوں کے درمیان اختلافی ہے۔ اور اس زمانہ سے اسی حالت پر باقی ہے۔ جب تک عمر کا دفاع کرنے والے موجود رہیں گے بات صرف عمر کی ہے حق کے لئے بحث نہیں کرتے ہیں۔ عمر سے کوئی کہے کہ اے عمر آپ نے غلطی کی ہے کیونکہ پانی کے فقدان سے نماز ساقط نہیں ہوتی ہے اس کے لئے آیت تیمم کتابِ خدا میں موجود ہے اور کتب احادیث میں حدیث تیمم مذکور ہے پس جب آپ کو دونوں کی خبر نہیں ہے تو آپ کو منصب خلافت پر متمکن ہونا اور امت کی قیادت کرنا زیب نہیں دیتا۔ اور اگر آپ کو علم تھا تو وہ علم آپ کو کافر قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ آپ نے قرآن وحدیث کے احکام کی مخالفت کی ہے اگر آپ مومن ہوتے تو ایسا نہ کرتے کیونکہ جب خدا اور اس کا رسوؐل کوئی فیصلہ کر دیں تو آپ کو کسی فیصلہ کو قبول کرنے اور کسی کو رد کرنے کا حق نہیں ہے یہ بات آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ:

من يعصي الله ورسوله فقد ضلّ ضلالاً مُبيناً.

جو بھی خدا ور رسوؐل کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

ارشاد پروردگار عالم ہے:

﴿إنّما الصَّدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلّفة قلوبُهم وفي الرّقاب والغارمينَ وفي سبيل الله وابن السّبيل، فريضة من الله والله عليم حكيم﴾

صدقات وخیرات بس فقراء ومساکین اور ان کے کام کرنے والے اور جن کی تالیف قلب کی جاتی ہے اور غلاموں کی آزادی میں اور قرضداروں کے لئے اور راہ خدا میں اور

عزبت زدہ مسافروں کے لئے ہیں یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور رسولؐ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپؐ مولفۃ القلوب کا وہ حق دیا کرتے تھے جو خدا نے فرض کیا ہے لیکن عمر ابن خطاب نے اس فرض شدہ حق کو اپنی خلافت کے زمانہ میں باطل قرار دیا اور نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا۔ اور مولفۃ القلوب سے کہا ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کو خدا نے عزت دی ہے اور تم سے بے نیاز کر دیا بلکہ عمر نے یہ حکم تو ابوبکر کی خلافت کے زمانہ ہی میں لگا دیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ مولفۃ القلوب ابوبکر کے پاس اپنا حق لینے آئے تو انھوں نے عمر کو رقعہ لکھا کہ ان کا حق دے دو، رقعہ لے کر وہ لوگ عمر کے پاس پہونچے تو عمر نے وہ رقعہ لے کر پھاڑ دیا اور ان لوگوں سے کہا ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کو خدا نے عزت دی ہے اور تم سے بے نیاز کیا ہے پس اگر تم اسلام قبول کرتے ہو فبہا، ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے۔ وہ بے چارے ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے خلیفہ آپ ہیں یا وہ؟ ابوبکر نے کہا انشاء اللہ وہی ہیں اور عمر کی رائے کے موافق ابوبکر نے بھی عمل کیا۔ [۱]

تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ عمر کا دفاع کرنے والوں کو آپ آج بھی دیکھیں گے کہ وہ اس واقعہ کو عمر کے مناقب اور شجاعت میں شمار کرتے ہیں انھیں میں سے ایک شیخ محمد المعروف بہ دوالیبی بھی ہیں۔ وہ اپنی کتاب اصول الفقہ کے ص ۲۳۹ پر رقمطراز ہیں کہ:

شاید مولفۃ القلوب اس حق کو قطع کرنے میں جس کو

---

[۱] الجوہرۃ النیرۃ فی الفقہ الحنفی، جلد ۱ ص ۱۶۴

خدا نے قرآن میں فرض کیا ہے۔ عمر کا اجتہاد ان احکام کے لئے
مقدمہ تھا جن کو وہ قرآنی نص کے باوجود وہ مصلحت وقت
کے لحاظ سے بدل لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد موصوف عمر کے لئے عذر تراشتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمر نے نص کی علت پر نظر کی نہ کہ اس کے ظاہر پر۔۔۔ آخر تک ان کا ایسا کلام ہے جس کو سلیم عقلیں نہیں سمجھ سکتی ہیں ہم ان کی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ عمر مصلحت وقت کے لحاظ سے احکام قرآنی میں ردو بدل کر کے اپنی رائے پر عمل کرتے تھے لیکن ان کی اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ عمر نے نص کی علت کو دیکھا اور ظاہر پر نظر نہیں کی شیخ محمد اور ان کے ہمنواؤں سے ہماری گزارش ہے کہ نصِ قرآن اور نص نبوی زمانوں کے بدلنے سے متغیر نہیں ہوتی ہے۔ قرآن صراحت کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ خود رسولؐ کو بھی کسی ردو بدل کا حق نہیں ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وإذا تُتلى عليهم آياتنا بيّناتٍ قال الذين لا يرجونَ
لقاءنا ائتِ بقرآنٍ غير هذا أو بدّلهُ قل ما يكون لي أن
أبدّلهُ من تلقائي نفسي إن أتبعُ إلا ما يوحى إليَّ انّي
أخاف إن عصيتُ ربّي عذابَ يومٍ عظيم﴾

اور جب ان کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت
کی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہماری ملاقات کی امید نہیں ہے
وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لائیے۔ یا
اسی کو بدل دیجئے۔ تو آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اپنی طرف سے
بدلنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں تو صرف اس امر کا اتباع
کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے میں اپنے پروردگار

کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے عظیم دن کے عذاب
کا خوف ہے۔ سورۂ یونس، آیت ر ۱۵

اور سنت نبوی کہتی ہے: حلال محمدؐ قیامت تک حلال
ہے اور حرام محمدؐ قیامت تک حرام ہے۔

لیکن دوالیبی اور اجتہاد کے قائل افراد کے زعم کے مطابق زمانہ کے تغیر سے احکام متغیر ہوتے ہیں تو اس صورت میں ان احکام پر ملامت نہیں کی جا سکتی ہے جو احکام خدا کو اپنی مصلحت کے اقتضا کے مطابق قبائلی احکام سے بدل لیتے ہیں ظاہر ہے وہ حکم خدا کے مخالف ہوتے ہیں پس ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ روزہ توڑ دو! تاکہ اپنے دشمن پر فتحیاب ہو سکو۔ اور موجودہ زمانہ میں جبکہ ہم فقر و جہل سے جنگ کر رہے ہیں روزے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور روزہ تو ہمیں نتیجہ گری اور تعدد ازدواج سے روکتا ہے کیونکہ روزہ (جماع کو) عورت کے حقوق کی پامالی قرار دیتا ہے (کوئی) کہتا ہے کہ محمدؐ کے زمانہ میں عورت پیشاب کے برتن سے تعبیر کی جاتی تھی۔ آج ہم نے اسے آزادی دلائی ہے اور اس کے پورے حقوق دئیے ہیں۔

اس رئیس نے بھی نص کی علت کو مدنظر رکھا اور اس کے ظاہر کو نظر انداز کر دیا بالکل اسی طرح جس طرح عمر نے کہا تھا۔ کہ آج مرد و عورت دونوں کو برابر میراث دی جائے گی۔ کیونکہ خدا نے مرد کو دہرا حصہ دینے کا حکم اس وقت دیا تھا جب وہ خانوادے کی کفالت کرتا تھا اور عورت معطل رہتی تھی لیکن آج ایسا نہیں ہے آج عورت مشغول ہے، اپنے خانوادے کی کفالت کرتی ہے، وہ مثال میں اپنی زوجہ کو پیش کرتا ہے کہ انھوں نے اپنے بھائی کے اخراجات پورے کئے ہیں اور وہ ان کی عنایتوں سے و زیر بن

گیا ہے ۔ اسی طرح اس نے زنا کو مباح قرار دے دیا۔ اور زنا کو اس شخص کا حق قرار دیا ہے جو سن بلوغ کو پہونچ جائے، اور اس نے زنا سے پیدا ہونے والے بچوں کے لئے پرورش گاہ قائم کی ہے۔ لوگ اس کی یہ علت بیان کرتے ہیں کہ وہ زنا کی اولاد پر رحم کرتا ہے کیوں کہ لوگ ذلت و رسوائی کے خوف سے انھیں زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اجتہادات ہیں، تعجب خیز بات تو یہ ہے یہ شخص عمر کی شخصیت سے اتنا متأثر ہے کہ متعدد بار اس نے عمر کا بڑے شد و مد کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور ایک مرتبہ کہا کہ عمر کو زندگی میں اور موت کے بعد بھی خلافت کی فکر تھی چونکہ جناب بھی صدر ہیں اس لئے زندگی اور موت کے بعد بھی مسئولیت کا بار برداشت کریں گے۔ ایک مرتبہ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ مسلمان میرے اجتہاد پر تنقید کرتے ہیں تو اس نے کہا عمر اپنے زمانہ کے سب سے بڑے مجتہد تھے پس میں اپنے نئے زمانہ میں کیوں نہ اجتہاد کروں، عمر حکومت کے صدر تھے میں بھی حکومت کا صدر ہوں۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جب یہ رئیس محمدؐ کا تذکرہ کرتا ہے تو مزاحیہ اور تمسخرانہ انداز میں کرتا ہے۔ اپنی ایک تقریر میں کہتا ہے کہ: محمدؐ کچھ بھی نہیں جانتے تھے انھیں جغرافیہ کا بھی علم نہیں تھا اسی لئے تو کہہ دیا علم حاصل کرو خواہ تمھیں چین جانا پڑے۔ وہ (محمدؐ) یہ سمجھتے تھے چین دنیا کا آخری حصہ ہے۔ محمدؐ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ علم اتنی ترقی کرے گا کہ ہواؤں میں لوہا اڑیگا انھیں پوٹاشیم یا یا ایٹمی علوم اور کیمیاوی اسلحہ کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

میں اس بے خرد شخص پر ملامت نہیں کرتا ہوں کہ جو کتاب خدا اور سنت رسولؐ میں سے کچھ بھی نہیں جانتا ہے۔ اور ایک روز اپنی حکومت

کو اسلامی حکومت کا نام دیتا ہے۔ جبکہ اسلام کا مذاق بھی اڑاتا ہے۔ اصل میں پسِ پردہ مغربی تہذیب کار فرما ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس حکومت کو یورپی ممالک کا جزء بنا دے۔ بہت سے بادشاہوں اور رؤسا نے اسے مبارکبادی کے ساتھ تحائف بھی بھیجے جب اسے مغربی ممالک کی تائید اور اپنے متعلق ان کی رطب اللسانی معلوم ہوئی، یہاں تک کہ انھوں نے اسے مجاہد اکبر تک کا لقب دے دیا، میں پھر بھی اس پر ملامت نہیں کروں گا کیونکہ جو چیزیں اس سے دیکھنے میں آتی ہیں وہ بعید نہیں تھیں اس لیے کہ جس برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔ اور جب میں انصاف کروں گا تو پہلے ابوبکر و عمر اور عثمان کو ملامت کا نشانہ بناؤں گا کیونکہ انھوں نے ہی وفاتِ نبیؐ کے دن ہی سے اس کا دروازہ کھول دیا تھا اور اموی و عباسی حکام کے کل اجتہادات کا یہی لوگ سبب بنے، ان سے زیادہ کسی نے کچھ نہیں کیا، ساٹھ صدیوں کی طویل مدت تک اسلام کے حقائق اور اس کے نصوص و احکام کو چھپایا گیا، نتیجہ میں نوبت آج یہاں تک پہونچ گئی کہ ایک ملک کا صدر مسلمان معاشرہ و جمعیت کے سامنے اپنی تقریر میں رسولؐ کا مذاق اڑاتا ہے اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ نہ خود اس ملک کے باشندے کو شکوہ نہ دوسرے ممالک والوں کو اشکال۔

اور یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اور جو میں اسلامی تحریک کے بعض ارکین سے کہتا ہوں کہ اگر آج تم اپنے ملک کے صدر سے اس بات پر لڑتے ہو کہ وہ نصوص قرآن و سنت کا اتباع نہیں کرتا ہے تو تم پر یہ بھی واجب ہے کہ اس شخص سے بیزاری اختیار کرو جس نے اس بدعت "نص کے مقابلہ میں اجتہاد" کی بنیاد رکھی ہے۔ اگر تم میں انصاف کا مادہ ہے

اور اب حق کا اتباع کرنا چاہتے ہو ۔ جو لوگ میری اس بات کو قبول نہیں کرتے اور مجھے اس لئے برا بھلا کہتے ہیں کہ میں آج کے رؤسا کو خلفائے راشدین سے ملاتا ہوں۔ ان کے لئے میرا جواب یہ ہے کہ آج کے بادشاہ اور رؤسا تاریخی واقعات کا حتمی نتیجہ ہیں۔ اور مسلمان رسولؐ کی وفات سے لے کر آج تک کس دن آزاد تھے ؟ کہتے ہیں کہ آپ شیعہ حضرات صحابہ پر بہتان باندھتے اور ان پر سب و شتم کرتے ہیں۔ اگر ہماری حکومت ہو گی تو تمھیں آگ میں جلائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ خدا تمھیں وہ دن ہی نہیں دکھائے گا ۔

۔۔ مت ۔۔ ارشاد خداوند ہے:

﴿الطلاقُ مرتان فإمساكٌ بمعروف أوْ تسريحٌ بإحسان ولا يحلُّ لكم أن تأخذوا ممّا أتيتُموهن شيئاً إلا أن يخافا ألاّ يُقيمَا حدودَ الله فإن خفتُم ألاّ يُقيمَا حُدودَ الله فلا جناح عليهما فيما افتدتْ به تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعدَّ حدودَ اللهِ فأولئك هم الظالمون، فإن طلّقها فلا تحلُّ له من بعدُ حتّى تنكح زوجاً غيرهُ، فإن طلّقها فلا جناح عليهما أن يتراجعا إن ظنّا أنْ يُقيمَا حُدودَ الله وتلك حدودُ الله يُبيّنها لقومٍ يعلمون﴾ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰

طلاق دو مرتبہ دی جائے گی اس کے بعد یا نیکی کے ساتھ روک لیا جائے گا یا حسن سلوک کے ساتھ آزاد کر دیا جائے گا اور تمھارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ انھیں دے دیا ہے، اس میں سے کچھ واپس لو مگر یہ کہ یہ اندیشہ ہو کہ دونوں حدودِ الٰہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جب تمھیں یہ خوف پیدا ہو جائے

کہ وہ دونوں حدود الٰہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں کے لئے
آزادی ہے اس فدیہ کے بارے میں جو عورت مرد کو دے
لیکن یہ حدود الٰہیہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور جو حدود الٰہیہ
سے تجاوز کرے گا وہ ظالمین میں شمار ہوگا۔ پھر اگر تیسری مرتبہ
طلاق دے دی تو عورت مرد کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک
کہ دوسرا شوہر کرے پھر اگر وہ طلاق دے دے تو دونوں کے
لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ آپس میں میل کرلیں اگر یہ خیال ہے
کہ حدود الٰہیہ کو قائم رکھ سکیں گے۔ یہ حدود الٰہیہ ہیں جنھیں
خدا صاحبانِ علم و اطلاع کے لئے واضح طور سے بیان کر
رہا ہے۔

بے دھڑک سنت نبیؐ کی یہ تفسیر ہوتی رہی کہ بیوی شوہر پر تین طلاقوں کے بعد حرام ہوتی ہے اور پھر شوہر اس وقت رجوع کرسکتا ہے جب کہ اس (مطلقہ) سے کوئی دوسرا مرد نکاح کرکے طلاق دے دے پس جب وہ طلاق دے دے گا تو ہر پرانے شوہر کو نئے پر تقدم حاصل ہوگا اور عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ خواہ اسے (پرانے شوہر کو) قبول کرے یا انکار کردے۔

لیکن عمر ابن خطاب اپنی عادت کے مطابق ان حدود خدا میں غلطی کرتے ہیں جو جاننے والوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں اس حکم کو بھی بدل دیا اور کہا کہ طلاق ایک ہی ہے لیکن تین لفظوں سے متحقق ہوگی اور شوہر پر اس کی زوجہ حرام ہوجائے گی اس طرح عمر نے قرآن مجید اور سنت نبیؐ کی مخالفت کی
صحیح مسلم کی کتاب الطلاق کے باب "طلاق الثلاث" میں
ابن عباس سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ: عہد رسولؐ اور زمانہ ابوبکر میں نیز

دو سال خلافت عمر میں طلاق ایک ہی تھی پس عمر ابن خطاب نے کہا : لوگ اس سلسلہ میں جلدی سے کام لیتے ہیں اس میں ان کے لئے آسانی ہے ۔ اگر ہم انکی تصدیق کر دیتے تو وہ ان کے لئے حجت ہو جاتی ۔

قسم خدا کی تعجب ہے کہ خلیفہ صحابہ کے سامنے کس جرأت کے ساتھ احکام خدا کو بدل دیتے ہیں اور صحابہ ان کی ہر ایک بات کی موافقت کرتے ہیں نہ کوئی انکار کرتا ہے نہ معارضہ اور ہم عزیزوں کو اس طرح فریب دیتے ہیں کہ ایک صحابی نے عمر سے کہا : قسم خدا کی اگر ہم کہیں آپ سے کجی دیکھیں گے تو تلوار کی باڑ پر لے لیں گے ۔۔ یہ قول زور بہتان اس لئے ہے تاکہ خلافت کو بلا جھجک آزادی اور ڈیموکریسی کا نمونہ بنا کے پیش کیا جا سکے جبکہ تاریخ اس کی تکذیب کرتی ہے اور اقوال کا اس وقت کوئی اعتبار نہیں ہوتا جب عمل ان کے خلاف ہوتا ہے یا شاید وہ کتاب و سنت میں کجی دیکھ رہے تھے اور عمر ابن خطاب اسے استوار کر رہے تھے " اس ہذیان سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں " میں جب شہر قفصہ میں تھا تو میں ان لوگوں کو فتوی دیتا تھا کہ جو اپنی بیویوں کو " انت حرام بالثلاث " کے ذریعہ حرام کر لیتے تھے اور اس وقت بہت خوش ہوتے تھے جب میں انھیں وہ صحیح احکام بتاتا تھا کہ جن میں خلفاء اپنے اجتہاد کے ذریعہ تصرف نہیں کر سکے ہیں لیکن جو انھیں علم کی طرف بلاتا ہے وہ اسے یہ کہکر ڈراتے ہیں کہ شیعوں کے یہاں تو ہر چیز حلال ہے ایک بار ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے اچھے انداز میں جدال کیا اور پوچھا ؟ کہ جب سیدنا عمر ابن خطاب نے اس قضیہ اور دوسرے احکام خدا کو بدل دیا اور صحابہ نے ان کی موافقت کی تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ نے ان سے جدال و جنگ کیوں نہیں کی ؟ میں نے اسے وہی جواب دیا جو علی علیہ السلام نے قریش کو اسوقت

دیا تھا جب انھوں نے یہ کہا تھا کہ وہ دلیر تو ہیں لیکن فنونِ جنگ سے بے خبر ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

اللہ ان کا بھلا کرے، کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزاولت رکھنے والا اور میدانِ وغا میں مجھ سے پہلے سے کارِ نمایاں کیے ہوئے ہو۔ میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور اب تو ساٹھ سے اوپر ہو گیا ہوں لیکن اس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔

جی ہاں! شیعوں کے علاوہ (کہ جو ان کی امامت پر ایمان رکھتے ہیں) مسلمانوں نے علیؑ کی بات پر کان دھرا۔ انھوں نے متعہ کی حرمت کے خلاف آواز بلند کی، تراویح کی بدعت کے خلاف معارضہ کیا بلکہ تمام ان احکام کے بارے میں صدائے احتجاج بلند کی جنھیں ابوبکر و عمر اور عثمان نے بدل ڈالا تھا لیکن ان کی رائے ان کے شیعوں میں محصور رہی اور دوسرے مسلمان ان سے جنگ کرتے رہے، لعنت بھیجتے رہے۔ آپ کے نام اور تذکرہ کو مٹانے میں منہمک رہے ان کے دلیرانہ موقف کو اس وقت کسی نے نہیں پہچانا کہ جب آپ کو عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہ عمر کے بعد جس کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور تھی، بلایا اور کہا میں آپ کو اس شرط پر خلیفہ بناتا ہوں کہ آپ مسلمانوں میں سنت شیخین ابوبکر و عمر کے مطابق فیصلے کریں گے، علی علیہ السلام نے اس سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں کتابِ خدا اور سنت رسولؐ کے مطابق عمل کروں گا اسی بنیاد پر انھوں نے علیؑ کو نظر انداز کر دیا اور عثمان ابن عفان نے یہ شرط قبول کر لی لہٰذا خلافت انھیں کو سونپ دی گئی پس جب علیؑ ابوبکر و عمر

کے مرنے کے بعد بھی ان سے معارضہ نہیں کر سکتے تھے تو ان کی موجودگی میں کیونکر ممکن تھا؟؟

اس لئے آپ باب مدینۃ العلم کہ جو رسولؐ کے بعد اعلم الناس کو دیکھتے ہیں کہ وہ اہلسنت کے یہاں متروک ہیں، وہ (اہلسنت) مالک، ابو حنیفہ شافعی اور ابن حنبل کی اقتدا کرتے ہیں اور تمام امور دین میں انھیں کی تقلید کرتے ہیں کسی بھی چیز کے بارے میں علیؑ سے رجوع نہیں کرتے ہیں اسی طرح آپ ان کے ائمہ حدیث جیسے بخاری و مسلم کو دیکھیں گے وہ ابو ہریرہ، ابن عمر اور ہر ایک لنگڑے لولے اور قریب و بعید سے سیکڑوں حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن علی علیہ السلام سے معدود چند ہی حدیثیں نقل کرتے ہیں وہ بھی جھوٹی اور اہلبیت کی عظمت کو گھٹانے والی پھر وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جو علیؑ کی تقلید کرتے ہیں انھیں کافر کہتے ہیں ان کو روافض کے القاب سے یاد کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کی صرف اتنی خطا ہے کہ وہ علیؑ کی اقتدا کرتے ہیں کہ جنھیں خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں گوشہ نشیں بنا دیا گیا تھا پھر امویوں اور عباسیوں کے زمانہ حکومت میں ان پر لعنت کی گئی جس کو تاریخ سے کچھ لگاؤ ہے وہ بہت جلد اسی واضح حقیقت کو درک کرلے گا اور علیؑ و اہلبیتؑ و شیعیان علیؑ کے خلاف ہونے والی سازش کو سمجھ لے گا۔

مخالفت نصوص کے سلسلہ میں عثمان اپنے دوستوں کا اتباع کرتے ہیں

شاید عثمان ابن عفان نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے اس شرط پر خلافت لیتے وقت کہ وہ سیرت شیخین ابوبکر وعمر پر عمل کریں گے یہ طے کر لیا تھا کہ میں بھی ان دونوں (ابوبکر وعمر) کی طرح نصوص قرآن اور نصوص نبوی کے مقابلہ میں اجتہاد کروں گا۔ جو شخص عثمان کے دوران خلافت کا مطالعہ کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ اجتہاد کے میدان میں عثمان ابوبکر وعمر سے کہیں آگے نکل گئے تھے اور لوگ ان دونوں کے اجتہادات کو بھول گئے تھے میں اس موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا۔ اس سے جدید و قدیم تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور ان میں عثمان کی وہ عجیب وغریب باتیں بھی مرقوم ہیں جو ان کے قتل کا باعث بنیں لیکن میں اپنی عادت کے مطابق قارئین اور محققین کے لئے اختصار کے ساتھ دین محمدی میں اجتہاد کے حامی افراد کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب "صلوٰۃ المسافرین" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: خدا نے دو رکعت نماز فرض کی تھی پھر وطن میں پوری (یعنی چار رکعت) فرض کی اور سفر میں وہی دو رکعت واجب رہی۔

مسلم نے اپنی صحیح کی اسی کتاب میں یعلی ابن امیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر ابن خطاب سے کہا کہ اگر تمہیں کافروں

کا خوف ہو تو نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس طرح لوگ محفوظ رہیں گے! انھوں نے فرمایا! مجھے بھی اسی چیز سے تعجب ہے جس سے تمہیں تعجب ہے پس میں نے رسولؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر تصدق کیا ہے پس اس کے صدقہ کو قبول کرو۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: خدا نے اپنے نبیؐ کی زبان سے حضر (وطن) میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت واجب کی ہے۔

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب رسولؐ تین میل یا تین فرسخ کا سفر کرتے تھے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

نیز انھیں سے مروی ہے کہ ہم مدینہ سے رسولؐ کے ہمراہ مکہ گئے تو واپسی تک دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے، میں نے دریافت کیا کہ مکہ میں کتنے دن قیام کیا؟ کہا دس روز۔

مسلم کی بیان کردہ ان احادیث سے ہم پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو آیت قصر کے متعلق رسولؐ پر نازل ہوئی تھی رسولؐ نے اپنے قول و عمل سے اس کی تفسیر بیان کی تھی اور بتایا تھا کہ یہ خدا کی طرف سے چھوٹ ہے اس کے ذریعہ خدا مسلمانوں پر تصدق کرتا ہے پس مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے۔ اس سے دوالیبی اور اس جیسے عمر کی خطا کو صحیح بنا کر پیش کرنے والے اور ان کے لئے عذر تراشنے والے افراد کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ عمر نے اس کی علت کو مدنظر رکھا اور اس کے ظاہر کو

نظرانداز کر دیا کیونکہ رسولؐ نے عمر کو آیتِ قصرِ نماز کے نزول کے وقت یہ سمجھا دیا تھا کہ نصوص ثابتہ اپنی علت پر موقوف نہیں ہوتی ہیں اس طرح سفر کی حالت میں نماز قصر رہے گی اگرچہ لوگوں کو خوف بھی لاحق نہ ہو لیکن عمر کا دوسرا ہی نظریہ ہے جس کو دوالیبی اور اہلسنت کے دوسرے علماء نے اپنے حسنِ ظن کی بنا پر نقل کیا ہے۔

ہمیں عثمان ابن عفان کی طرف دیکھنا چاہیئے وہ بھی نصوص قرآن و سنت کے مقابلہ میں اجتہاد کرتے ہیں وہ بھی خلفائے راشدین میں شامل ہیں، وہ سفر میں بھی پوری نماز پڑھتے ہیں۔ بجائے دو رکعت کے چار رکعت ادا کرتے ہیں۔

کیا میں یہ سوال کر سکتا ہوں کہ اس فریضہ میں کمی زیادتی کا سبب کیا ہے میری نگاہ میں اس کا منشاء یہ تھا کہ عوام کو خصوصاً بنی امیہ کو یہ باور کرادے کہ وہ محمدؐ اور ابوبکر و عمر سے زیادہ متقی ہے۔

مسلم نے اپنی صحیح کے باب صلوٰۃ المسافرین و قصر الصلوٰۃ میں سالم سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ منیٰ میں نماز قصر پڑھتے تھے اور ابوبکر و عمر اور عثمان اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں ایسے ہی پڑھتے تھے لیکن بعد میں وہ پوری نماز پڑھنے لگے۔

نیز مسلم میں بیان ہوا ہے کہ زہری کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے کہا: عائشہ کو کیا ہو گیا ہے وہ سفر میں پوری نماز پڑھتی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ عائشہ نے عثمان کی طرح تاویل کر لی ہے۔

اس طرح دین خدا اپنے احکام و نصوص کے ساتھ مفسرین کی تفسیر اور تاویل کرنے والوں کی تاویل و تفسیر کا تابعدار ہو کے رہ گیا۔

"ب" اسی طرح عثمان نے عمر کی تائید میں متعۃ الحج کی حرمت کے بارے میں اجتہاد کیا اور متعۃ النسا کو حرام قرار دیا۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحج کے باب "التمتع والاقران" میں مروان ابن حکم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے عثمان و علیؑ رضی اللہ عنہما دونوں کو دیکھا ہے عثمان متعہ کرنے سے روکتے تھے اور دونوں کو جمع کرنے سے روکتے تھے۔ پس علیؑ نے ان دونوں عمرہ و حج میں عمل کیا اور فرمایا: میں کسی کے کہنے سے سنت نبیؐ کو ترک نہیں کروں گا۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الحج کے باب "جواز التمتع" میں سعید ابن مسیب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: علیؑ و عثمان عسفان میں جمع ہو گئے عثمان متعہ یا عمرہ سے منع کر رہے تھے علیؑ نے فرمایا: کیا آپ اس فعل سے منع کر رہے ہیں جس پر رسولؐ نے عمل کیا ہے ؟ عثمان نے کہا: چھوڑئے، آپؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے کہنے سے اس کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں پس علیؑ نے ان دونوں پر عمل کیا۔

جی ہاں! یہ علیؑ ابن ابیطالب ہیں کہ جو کسی کے کہنے پر، سنتِ رسولؐ کو نہیں چھوڑتے ہیں دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان اور علیؑ کے درمیان اس قول کے سلسلہ میں اختلاف رہا، عثمان علیؑ سے کہتے "دعنا منک" اس میں ہر چیز کی مخالفت ہے، اور اس چیز کا اتباع نہیں ہے جس کی حضرت علیؑ اپنے ابن عم رسولؐ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ مقطوعہ روایت کے بارے میں آپ یہ کہیں کہ علیؑ نے یہ فرمایا پس جب علیؑ کی یہ رائے ہے تو میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟

لاریب، خلیفہ (عثمان) اپنی ہی رائے پر مصر رہے۔

باوجودیکہ علیؑ نے انھیں سنت نبوی یاد دلائی لیکن عثمان نے علیؑ کی مخالفت میں لوگوں کو تمتع سے منع کر دیا اور حج وعمرہ کی اجازت دیدی۔

"مت" اسی طرح عثمان نماز کے اجزاء میں اجتہاد کر لیتے تھے اور سجدمیں جاتے اور بلند ہوتے وقت تکبیر نہیں کہتے تھے۔

امام احمد ابن حنبل نے عمران ابن حصین سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے علیؑ کی امامت میں نماز ادا کی میں نے کہا آپ (علیؑ) نے مجھے رسولؐ اور دونوں خلفاء کی نماز یاد دلادی۔ میں بھی گیا اور ان کے پیچھے نماز ادا کی تو انھوں نے رکوع میں جاتے اور بلند ہوتے وقت تکبیریں کہیں، میں نے کہا: اے ابو نجید سب سے پہلے یہ تکبیریں کس نے ترک کیں؟ کہا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وقت چھوڑ دی تھیں جب وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور ان کی آواز نحیف ہوگئی تھی۔ [1]

ہاں اسی طرح سنت نبیؐ برباد ہوئی اور اس کی جگہ سنتِ خلفاء، سنتِ بادشاہان اور سنتِ صحابہ نیز سنت اموی وعباسی نے لے لی اور یہ سب اسلام میں بدعت ہیں اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ضلالت کا نتیجہ جہنم ہے جیساکہ رسالتاب علیہ التحیہ والسلام نے فرمایا ہے۔

اسی لئے آپ آج مسلمانوں کی نمازوں کی مختلف شکلیں ملاحظہ کر رہے ہیں، آپ انھیں ایک تصور کرتے ہیں جبکہ ان کے قلوب جدا ہیں وہ ایک صف میں کھڑے ہوں تو دیکھئے کہ کسی کے ہاتھ کھلے ہیں کسی کے بندھے ہیں اور ان ہاتھ باندھنے والوں کے طریقے بھی جدا ہیں۔ کوئی

---

[1] مسند احمد ابن حنبل جلد ۴ ص ۴۲۸

نیچے سے اوپر ہاتھ باندھتا ہے اور کوئی سینے کے پاس باندھتا ہے، کوئی دونوں پیر ملاکر کھڑا ہوتا ہے اور کوئی دونوں پیر کے درمیان فاصلہ قائم کرتا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے اس فعل کو حق سمجھتا ہے۔ اور جب آپ اس سلسلہ میں ان سے گفتگو کریں گے تو وہ جواب دیں گے برادر یہ نماز کی صورتیں ہیں انھیں اہمیت نہ دو جس طرح چاہو پڑھو ہم نماز پڑھنا ہے۔

ہاں! یہ ایک حد تک صحیح ہے ہم صرف نماز ہے لیکن نماز کے لئے واجب یہ ہے کہ وہ رسولؐ کی نماز کے مطابق ہو، رسولؐ کا ارشاد ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔ بس ہمیں ان کی نماز کے بارے میں چھان بین کرنا چاہئے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔

ث۔ عثمان سے فرشتے بھی شرم کھاتے ہیں:

بلاذری کا کہنا ہے کہ
جب عثمان کو ابوذرؓ کے ربذہ میں مر جانے کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا: خدا ان (ابوذرؓ) پر رحم کرے۔ عمار یاسر نے کہا کہ ہاں خدا ہم سب پر رحم کرے عثمان نے عمار سے ایک گالی دینے کے بعد کہا تم مجھے ابوذرؓ کے ساتھ کئے جانے والے سلوک پر شرمندہ کرنا چاہتے ہو، جاؤ تم بھی ربذہ چلے جاؤ۔ [1]
جب عمار تیار ہوئے تو قبیلۂ مخزوم علیؑ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ہی عثمان سے گفتگو کیجئے، علی علیہ السلام نے عثمان سے کہا: اے عثمان خدا سے ڈرو! تم نے ایک صالح انسان کو جلا وطن کیا وہ جلا وطنی کے عالم

---

[1] انساب الاشراف جلد ۵ ص ۵۴

میں جاں بحق ہوگیا اور اب اس کے مثل انسان کو جلا وطن کرنا چاہتے ہو؟
دونوں کے درمیان کافی دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا
یہاں تک کہ عثمان نے علی علیہ السلام سے کہا جلاوطنی کے تم اس سے بھی زیادہ مستحق ہو علیؑ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو کر گذرو!
پھر مہاجرین جمع ہو کر عثمان کے پاس آئے اور کہا کہ جو کچھ تم نے اس جلا وطن شخص کے لئے کہا ہے کہ جیسے تم نے شہر بدر کیا ہے تو یہ تمھارے حق میں بہتر نہیں ہے اس لئے عثمان نے عمار کو شہر بدر کرنے سے پرہیز کیا
یعقوبی لکھتے ہیں کہ عمار یاسر نے مقداد کے جنازہ پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا اور مقداد کی وصیت کے مطابق عثمان کو ان کے انتقال کی خبر نہ دی تو عثمان عمار پر بہت غضبناک ہوئے اور کہا: ویل ہو ابن سودا پر کاش مجھے اس کی اطلاع ہوتی۔ لہ
کیا اس شرمیلے انسان سے گالیوں کا صدور ممکن ہے جس سے ملائکہ حیا کھاتے ہیں؟ اور وہ بھی نیک و شریف مومنین کے بارے میں؟
عثمان نے صرف عمار پر سب و شتم اور انھیں گالی دینے ہی پر اکتفا نہ کی جیسا کہ کہا تھا: یا عاض ایر ابیہ،، بلکہ اپنے غلاموں سے کہا عمار پر ٹوٹ پڑو ایس انھوں نے لات اور مکوں سے عمار کو مارا اور پھر عثمان نے لاتوں سے مارا جبکہ عثمان کے جوتوں میں نعل لگی ہوئی تھی جس سے وہ (عمار) مرض فتق میں مبتلا ہو گئے۔ عمار ضعیف تھے لہٰذا مار کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے یہ قصہ مورخین کے درمیان مشہور ہے۔ ٢ہ

لہ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۴۷ ۔ ٢ہ انساب الاشراف جلد ۵ ص ۴۹

عبداللہ ابن مسعود کے ساتھ بھی عثمان نے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ عبداللہ ابن مسعود کو عثمان کا ایک سپاہی کاندھے پر اٹھا کر مسجد کے دروازہ تک لایا اور زمین پر دے مارا جس سے ان کی پسلی ٹوٹ گئی[۱] جبکہ عبداللہ ابن مسعود کی صرف اتنی خطا تھی کہ انھوں نے عثمان سے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی امیہ کے فاسق افراد کو بے حساب مسلمانوں کا مال نہ دیں۔

پھر عثمان کے خلاف شورش برپا ہوگئی نوبت ان کے قتل تک پہونچی اور تین روز تک انھیں دفن نہ کیا گیا۔ اس کے بعد بنی امیہ کے چار افراد آئے تاکہ نماز جنازہ پڑھیں تو صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان پر تو ملائکہ نے نماز پڑھی ہے۔ پس لوگوں نے کہا: قسم خدا کی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں ہرگز دفن نہیں کرنے دیا جائے گا۔ لہذا بے غسل وکفن "حش کوکب" یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ جب بنی امیہ کا تسلط ہوا تب انھوں نے حش کوکب کو بقیع میں شامل کر لیا۔

یہ خلفائے ثلاثہ کی مختصر تاریخ ہے اگرچہ ہم نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی مختصر تاریخ بیان کی ہے۔ اور چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کی ہے۔ لیکن ان خیالی فضائل کا پردہ چاک کرنے کے لئے۔ کہ جنھیں خلفائے ثلاثہ جانتے بھی نہیں تھے اور اپنی زندگی کے کسی لمحہ میں

---

[۱] الاستیعاب جلد ۳ ص ۳۳۳، الامامت والسیاسۃ جلد ۱ ص ۲۹، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۲۳۹، العقد الفرید ابن عبد ربہ جلد ۲ ص ۲۷۲۔ [۱] انساب الاشراف واقدی، تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۴۷، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۲۳۷

ان فضائل کے حامل نہیں تھے۔ اتنا ہی کافی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اہلسنت ان حقائق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

اہل ذکر کے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ: اگر تم ان حقائق سے واقف ہو، انھیں تسلیم کرتے ہو، ان کا انکار نہیں کرتے کیونکہ تم نے اپنی صحاح میں جس طرح پیش کیا ہے اگرچہ کتر و بیونت کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن اتنے ہی سے تم نے خلافت راشدہ کی عمارت منہدم کردی ہے

اور اگر تم ان حقائق کا انکار کرتے ہو اور ان کو صحیح تسلیم نہیں کرتے تو تم نے اپنی صحاح کا اعتبار کھو دیا اور تمہاری جن معتبر کتابوں میں ان کا تذکرہ ہے ان کی تردید سے تمہارے سارے معتقدات کی عمارت تہس نہس ہو جائے گی۔

چھٹی فصل

خلافت سے متعلق

خلافت، آپ جانتے ہیں خلافت کیا ہے؟ اس کو خدا نے امت کیلئے آزمائش بنایا ہے کہ جس کو طمع پرور لوگوں نے تقسیم کر لیا۔ اور اس کے سلسلہ میں بہت سے نیکوکار لوگوں کا خون بہا، یہ وہ ہے جس کی وجہ سے مسلمان کافر ہوئے، اس نے صراط مستقیم سے منحرف کیا اور جہنم میں جھونک دیا ہم اس کی مختصر تاریخ کو پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو خلافت کی ان مخفی اور لگی لپٹی باتوں کو آشکار کر دے جو رسولؐ کی موجودگی اور وفات کے بعد خلافت کے سلسلہ میں ہوتی رہیں۔

پہلی چیز جو ذہنوں میں خطور کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ریاست (حاکمیت) اہل عرب کے نزدیک ہر زمانہ میں بدیہی امور سے مربوط رہی ہے آپ دیکھیں گے کہ عرب قبیلہ کے رئیس و سردار کو ہر معاملہ میں اپنے نفسوں پر مقدم کرتے ہیں وہ اس کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے جو کچھ طے کرتے ہیں اس کے مشورہ سے کرتے ہیں اور اس کی بات پر سبقت نہیں کرتے۔

ان کا یہ رئیس عادتاً عمر رسیدہ اور امور کو دیگر افراد سے بخوبی جاننے والا اور ان (عرب) کے درمیان حسب و نسب کے لحاظ سے اشرف وافضل ہوتا ہے۔

اس رئیس قبیلہ پر جو بھی اس کے خاندان کا ذہانت، عقلمندی شجاعت اور دوسرے امور کے علم میں، مہمانوں کی ضیافت میں اس سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔ وہی قبیلہ کا رئیس بن جاتا ہے، لیکن زیادہ تر ریاست میراث کے طور پر ملتی ہے۔

اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں قبائل و خاندان اپنی استقلالیت کے باوجود اس ایک قبیلہ کی ریاست کے سائے میں رہتے ہیں، جو اموال و افراد کے لحاظ سے مضبوط ہوتا ہے۔ اس کے کچھ جیالے اور بہادر افراد ہوتے ہیں جو دوسرے قبیلوں کا دفاع اور حمایت کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال قریش ہے۔ کہ جو عرب کے دوسرے قبیلوں کو اپنا مطیع سمجھتا ہے اور خانۂ خدا کی کلید برداری کو اپنا حق تصور کرتا ہے۔

اور جب اسلام آیا اس وقت رسولؐ نے اس چیز کو اتنی اہمیت دی کہ جب بھی کوئی قبیلہ آپؐ کے پاس آتا اور اسلام کا اقرار کرتا تھا تو اسی وفد میں سے اس کے سردار اور شریف آدمی کو اس قبیلہ کا رئیس بنا دیتے تھے تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے ان سے زکوٰۃ وصول کرے اور رسولؐ و قبیلہ کے درمیان واسطہ قرار دیا۔

پھر محمدؐ نے حکم خدا سے اسلامی حکومت تشکیل دی کہ جو اپنے احکام و استحکام میں وحی خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہے پس اجتماعی اور انفرادی نظام جیسے عقود نکاح، طلاق، خرید و فروخت، لین دین اور

میراث و زکواۃ اور اسی طرح ہر وہ چیز جو جنگ و معاملات و عبادات میں سے فرد یا اجتماع سے مخصوص ہو اس میں سب احکام خدا کے سامنے عاجز ہیں اور رسولؐ کا کام احکام کو نافذ کرنا اور ان پر عمل کر کے بتانا ہے۔

لامحالہ رسولؐ اس بات پر غور کرتے ہوں گے کہ اس مہم کے سر کرنے کے لئے کس کو اپنا خلیفہ بنائیں۔

اور یہ بات بھی بدیہی ہے کہ ہر حکومت کا صدر یا بادشاہ (اگر وہ اپنی قوم کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو وہ) ان تمام مہمات میں کسی کو اپنا نائب بناتا ہے جو قوم و قبیلہ میں بادشاہ کی عدم موجودگی میں رونما ہوں گی لہٰذا یہ نائب اس کا وصی و وزیر اول ہے اور یہ وہ مقرب ہے کہ جب کوئی بھی بادشاہ کے پاس نہ ہوگا تو یہ حاضر رہے گا اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام وزراء اور قبائل اسے جانتے ہوں۔

پس عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ رسولؐ نے ان تمام باتوں سے چشم پوشی کر لی تھی۔ اور انھیں کوئی اہمیت نہیں دی تھی جبکہ ان کا یہی کام تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، اسی موضوع سے متعلق بہت سی احادیث تھیں جن پر ان لوگوں نے پردہ ڈال دیا جو شوریٰ کا نظریہ رکھتے تھے اور وہ افراد نے خلیفہ کے تعین و تشخص کے سلسلہ میں رسولؐ کی عظمت و قداست کو مجروح کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ پر ہذیان کا اتہام لگایا۔ اسامہ کے امیر بنانے کے بارے میں چہ می گوئیاں کیں اور کہا کہ وہ بچہ ہے اس میں قیادت کی صلاحیت نہیں ہے۔ پھر رسولؐ کی وفات کے سلسلہ میں لوگوں کو شک میں مبتلا رکھا، تمام امور کو معطل کر دیا تاکہ مسلمان رسولؐ کے منتخب کردہ خلیفہ کی بیعت نہ کر لیں، نصوص کی پامالی ہی سے متعلق ان کی یہ کوشش بھی تھی کہ انھوں نے

علیؑ اور یاران وانصار کو رسولؐ کی تجہیز میں مشغول پاکر موقع غنیمت سمجھا اور سقیفہ میں جاکر میٹنگ منعقد کرلی اور اپنی مرضی سے خلیفہ چن لیا اور اس سے امیدیں وابستہ کرلیں پھر عام لوگوں سے بالجبر واکراہ بیعت لینا شروع کردی اور میدان سیاست سے لوگوں کو الگ رکھنے میں پوری کوشش صرف کردی اور پوری طاقت وتواں کے ذریعہ کسی بھی لب کشائی کرنے والے کی سرکوبی میں یہ کہکر منہمک ہوگئے کہ وہ اتحاد کو پاش پاش کرنا چاہتا ہے، یا کہتے تھے کہ نئی شرعی خلافت کے بارے میں شک میں مبتلا ہے خواہ اب اقدام کرنے والی فاطمہؑ ہی ہوں
اس کے بعد نبیؐ کی احادیث پر پابندی لگادی تاکہ خلافت سے متعلق نصوص لوگوں تک نہ پہونچ سکیں خواہ اس فردی معاملہ میں اجتماعی قتل وخونریزی کی نوبت ہی کیوں نہ آئی ہو اور یہ سب فتنہ کوبی کے نام پر ہوتا تھا۔ اور کبھی لوگوں پر کافر ہونے کا الزام لگاکر قتل کرتے تھے۔

یہ تمام باتیں ہمیں مورخین کی تحریر سے معلوم ہوتی ہیں
اگرچہ ان میں سے بعض نے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ بعض متناقض روایات گڑھیں یا تاویلات واعتذار کہ جن کی حقیقت کو مرور ایام وحادثات نے آشکار کردیا۔

ان مورخین،، میں سے بعض افراد معذور ہیں کیونکہ انھوں نے اولین مصادر سے معلومات فراہم کی ہیں۔ کہ جو ان سیاسی اور اجتماعی حالات کے تحت لکھی گئی ہیں کہ جن سے عظیم فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور یہ سب کچھ بنی امیہ کی خلافت کے دوران ہوا ہے کہ جنھوں نے بعض صحابہ اور تابعین کے درمیان اموال ومناصب تقسیم کردیتے تھے۔

لہٰذا بعض مورخین نے صحابہ سے حسن ظن کی بنا پر ایسی

باتیں نقل کر دی ہیں وہ (بیچارہ) آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے راز سے واقف نہیں ہے لہٰذا صحیح اور جھوٹی روایات خلط ملط ہوگئیں اور محقق کے لئے حقیقت تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہوگیا۔

محققین کے ذہن سے اس حقیقت کو قریب کرنے کیلئے چند سوالات پیش کرنا ضروری ہے تاکہ ان سوالات یا جوابات سے بعض حقائق سے پردہ ہٹ جائے یا بعض اشارات کا انکشاف ہو جائے کہ جو حقیقت تک پہونچانے والے ہیں۔

سوالات و جوابات

بہت سی جگہوں سے میرے پاس بعض اہم سوالات پر مشتمل کچھ خطوط آئے ہیں ان خطوط سے قارئین محترم کے شوق اور ان کے ذوقِ تجسس کا پتہ ملتا ہے، ان میں سے بعض کے میں نے جواب روانہ کئے اور بعض کا جواب دینے سے اعراض کیا حالانکہ مجھے اس میں کوئی مہابہ نہ تھا۔ صرف اس وجہ سے جوابات نہیں لکھے کہ وہ سب میری کتاب "ثم اهتديت" اور "لاكون مع الصادقين" میں موجود ہیں، افادیت کے پیش نظر میں ان سوالات کو مع جوابات کے اس فصل میں بیان کر رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قارئین بعض احادیث و حادثات کو ایک ہی کتاب میں مکرر یا تینوں کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ کام میں نے کتاب خدا کی اقتدا کرتے ہوئے کیا ہے۔ قرآن نے ایک ہی بات کو مومنین کے ذہن میں بٹھانے کے لئے متعدد سوروں میں بیان کیا ہے۔

س ۔ ۱ ۔ جب رسولؐ یہ جانتے تھے کہ امت میں امر خلافت کے سبب جھگڑا ہوگا تو انھوں نے کیوں خلیفہ معین نہیں کیا ؟

ج ۔ ۱ ۔ رسولؐ نے حجۃ الوداع کے بعد علیؑ ابن ابیطالب کو خلیفہ معین کیا تھا ، آپؐ کے ہمراہ حج کرنے والے صحابہ نے اس کی گواہی دی ہے رسولؐ یہ بھی جانتے تھے کہ امت عہد شکنی کرے گی اور اپنی پہلی حالت پہ پلٹ جائے گی ۔

س ۔ ۲ ۔ کسی صحابی نے رسولؐ سے امر خلافت کے بارے میں سوال کیوں نہ کیا جبکہ وہ ہر چیز کے بارے میں پوچھتے تھے ؟

ج ۔ ۲ ۔ یقیناً صحابہ نے اس سلسلہ میں سوالات کئے اور رسولؐ جوابات دیئے ہیں ،

﴿يقولون هل لنا من الأمر من شيء قل إن الأمر كلّه لله﴾ سورۂ آل عمران ، آیت ۱۵۴

﴿إنما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصّلاة ويؤتون الزّكاة وهم راكعون﴾ مائدہ / ۵۶

وہ کہتے ہیں کیا کسی چیز میں ہمارا اختیار ہے ، کہدیجئے کہ کل اختیار اللہ کا ہے ۔

تمھارا ولی خدا اس کا رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں ۔

جب صحابہ نے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا :

میرے بعد یہ میرے بھائی ، وصی اور خلیفہ ہیں ۔[1]

---

[1] تاریخ طبری و تاریخ کامل باب " وانذر عشیرتک الاقربین " ملاحظہ فرمائیں ۔

س ۔۳۔ جب رسولؐ امت کو گمراہی و ضلالت سے بچانے کے سلسلہ میں نوشتہ لکھنا چاہتے تھے اس وقت بعض صحابہ کیوں سدِ راہ بنے اور ہذیان کا بہتان لگایا؟

ج ۔۳ ۔ یقیناً بعض صحابہ نے رسولؐ کو نوشتہ نہ لکھنے دیا اور آپؐ پر ہذیان کا بہتان لگایا وہ (صحابہ) جانتے تھے کہ رسولؐ تحریری شکل میں علیؑ کو خلیفہ معین کریں گے کیونکہ چند روز قبل ہی رسولؐ نے کتاب خدا اور عترتؑ سے تمسک اختیار کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ تاکہ امت ان کے بعد گمراہ نہ ہو۔ صحابہ سمجھ گئے تھے کہ اس نوشتہ میں بالکل وہی الفاظ لکھے جائیں گے۔ کیونکہ علیؑ عترت کے راس و رئیس ہیں۔ اسی لئے صحابہ نے رسولؐ پر ہذیان کی تہمت لگائی تاکہ وہ قطعی فیصلہ تحریری کی صورت میں نہ دے سکیں یہی وجہ تھی کہ نوشتہ لکھنے سے قبل ہی شور و غوغا مچ گیا اور اختلاف و نزاع شروع ہو گیا۔ اور جب نبیؐ (صحابہ کے عقیدہ کے مطابق) ہذیان بکے گا تو ان کا نوشتہ بھی ہذیان ہو گا تو اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نہ لکھا جائے۔

س ۔۴ ۔ رسولؐ نے نوشتہ لکھنے پر اصرار کیوں نہ کیا خصوصاً جبکہ آپؐ امت کو ضلالت سے بچانا چاہتے تھے؟

ج ۔۴ ۔ نوشتہ لکھنے پر اصرار کرنا رسولؐ کی طاقت سے باہر تھا کیونکہ گمراہی سے محفوظ رکھنا "بیشتر صحابہ کے" ہذیان والے قول سے منتفی ہو گیا تھا۔ اب وہ نوشتہ گمراہی سے بچنے کے بجائے گمراہی کا مصدر بن جاتا۔ اور اگر رسولؐ نوشتہ لکھنے پر اصرار کرتے تو آپؐ کے بعد بہت سے بے بنیاد جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے۔ یہاں تک کہ کتاب اور نصوص قرآن میں شک کیا جانے لگتا۔

س ۔ ۵ ۔ رسولؐ نے وفات سے قبل زبانی تین وصیتیں کی تھیں تو ہم تک فقط دو وصیتیں کیوں پہونچی ہیں اور ایک کیوں ضائع ہو گئی ؟

ج ۔ ۵ ۔ بات واضح ہے ۔ پہلی وصیت کو اس لئے ضائع کر دیا گیا کہ وہ علیؑ کی خلافت سے متعلق تھی اور خلفا نے خلافت سے متعلق کچھ کہنے سننے پر پابندی لگا دی تھی ورنہ ایک عاقل اس بات کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے کہ رسولؐ کوئی وصیت کریں اور ان کی وصیت کو بھلا دیا جائے جیسا کہ بخاری کہتے ہیں ۔

س ۔ ۶ ۔ کیا رسولؐ اپنی موت کا وقت جانتے تھے ؟

ج ۔ ۶ ۔ بیشک رسولؐ پہلے سے اپنی موت کا وقت جانتے تھے اور حجۃ الوداع کی روانگی سے قبل بھی آپؐ کو اس کا علم تھا اور اسی لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں اور صحابہ بھی آپؐ کی اس بات سے یہ جان گئے تھے کہ آپؐ کی وفات نزدیک ہے ۔

س ۔ ۷ ۔ نبیؐ نے ایسا لشکر کیوں تشکیل دیا تھا کہ جس میں سر برآوردہ مہاجرین و انصار اور اصحاب کبار کو شامل ہونے کا حکم دیا تھا اور اپنی موت سے دو روز قبل فلسطین کی طرف روانہ ہونے کے لئے کیوں کہا ؟

ج ۔ ۷ ۔ رسولؐ نے یہ اقدام اس سازش سے آگاہ ہونے کے بعد کیا تھا جو قریش میں اندر ، اندر کی گئی تھی اور انھوں (قریش) نے آپس میں یہ عہد کیا تھا کہ رسولؐ کے بعد پیمان شکنی کریں گے اور علیؑ سے خلافت چھین لیں گے ، اس لئے آپؐ نے انھیں لشکر میں شامل کرکے اپنی موت سے قبل مدینہ سے باہر بھیجنا چاہا تھا تاکہ وہ اس وقت مدینہ واپس آئیں جب علیؑ کی خلافت محکم ہو جائے ۔ اس طرح وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو

سکیں گے۔ اس کے علاوہ سریۂ اسامہ کی کوئی علت بیان نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے کہ اپنی موت سے دو روز قبل دار الخلافہ کو فوج اور طاقت سے خالی کر دیں۔

س۔ ۸۔ رسولؐ نے علیؑ کو لشکر اسامہ میں کیوں نہیں شریک کیا؟

ج۔ ۸۔ کیونکہ رسولؐ کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنا خلیفہ بنا کر دنیا سے جائیں تاکہ وہ آپؐ کے بعد تمام کاموں کو سنبھالے۔ اسی لئے علیؑ کو اس لشکر میں شریک نہیں کیا تھا جس میں مہاجرین و انصار کے نمایاں چہرے شامل تھے، اور ان میں ابوبکر و عمر و عثمان اور عبد الرحمن ابن عوف بھی تھے۔ رسولؐ کا یہ عمل صاف بتاتا ہے کہ آپؐ کے بعد علیؑ بلا فصل خلیفہ ہیں، اور جن لوگوں کو رسولؐ نے جیش اسامہ میں شریک ہونے کا حکم نہیں دیا تھا ان میں خلافت کی طمع نہیں تھی۔ اور نہ ہی وہ علیؑ سے بغض رکھتے تھے۔ نہ ہی عہد شکنی کا ارادہ رکھتے تھے۔

س۔ ۹۔ رسولؐ نے ایک بے ریش کمسن جوان کو ان (صحابہ) کا امیر کیوں بنایا؟

ج۔ اس لئے کہ وہ علیؑ سے حسد کرتے تھے اور ان کے سلسلہ میں بد عہد تھے اور علیؑ کو کمسن سمجھتے تھے، قریش کے ساٹھ سالہ بوڑھے تیس سالہ جوان علیؑ کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ پس نبیؐ نے سترہ سالہ جوان اسامہ کو ان کا امیر بنایا تاکہ جس کی مسیں بھی نہیں بھیگی تھیں۔ صحابہ کی ناک گھسنا تھی تاکہ اولاً ان پر اور ثانیاً سارے مسلمانوں پر یہ واضح ہو جائے کہ اپنے ایمان میں سچا مومن وہ ہے جو اپنے نفس میں تنگی محسوس کرنے کے باوجود رسولؐ کے حکم کو سنے اور اطاعت کرے، اسامہ ابن زید ابن حارث

کو امیر المومنین سید الوصیین، باب علم النبیؐ اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابیطالب سے کیا نسبت؟ اسی لئے صحابہ و قریش اسامہ کو امیر بنانے سے رسولؐ کی تدبیر کو سمجھ گئے تھے اور اسامہ کی سرداری کے سلسلہ میں چہ میگوئیاں کرنے لگے اور ان کی معیت میں جانے سے انکار کر دیا ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ان لوگوں میں وہ چالباز افراد بھی شامل تھے۔ جن کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

﴿وقد مكروا مكرهم وعند الله مكرهم وإن كان مكرهم لتزول منه الجبال﴾ سورۂ ابراہیم آیت ۴۶
اور انھوں نے مکر کیا اور ان کا مکر خدا کے پاس ہے اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا جس سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔

س ۔ ۱۰۔ نبیؐ کا غیظ متخلفین کے سلسلہ میں اتنا شدید کیوں ہو گیا تھا کہ ان پر لعنت تک کی؟

ج ۔ یقیناً رسولؐ کے غیظ میں اس وقت شدت آگئی تھی جب آپکو یہ معلوم ہوا کہ اسامہ کے امیر بنانے پر وہ طعن کر رہے ہیں، طعن کا رخ رسولؐ کی طرف تھا نہ کہ اسامہ کی طرف، اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ان لوگوں کا خدا اور رسولؐ پر ایمان نہیں تھا، وہ اپنے افکار کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ رسولؐ کے حکم کو نہیں۔ اسی لئے رسولؐ نے ان پر لعنت کی کہ انھیں، ان کے پیروکاروں اور سارے مسلمانوں کو یہ بات بتا دیں کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ اس دلیل کی بنا پر یہ لوگ ہلاک ہوئے۔

س ۔ ۱۱۔ کیا کسی مسلمان پر لعنت کرنا جائز ہے خصوصاً نبیؐ کے لئے؟

ج۔ جو صرف زبان سے اسلام کا اقرار کرے یعنی اَشْہَدُ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے اور اس کے بعد خدا و رسولؐ کے احکام کی اطاعت نہ کرے تو اس پر لعنت کرنا جائز ہے اس سلسلہ قرآن مجید میں بہت سی آیتیں موجود ہیں ہم ان میں سے ایک کو نقل کرتے ہیں: ﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البيّنات والهدى من بعد ما بيّناه للنّاس في الكتاب، أولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللاّعنون﴾ سورۂ بقرہ، آیت ر ۱۵۹

جو لوگ ہمارے نازل کئے ہوئے واضح بیانات اور ہدایات کو ہمارے بیان کر دینے کے بعد بھی چھپاتے ہیں ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنیوالے بھی

جب خدا حق چھپانے والوں پر لعنت کرتا ہے تو حق کا انکار کرنے والوں اور باطل پر عمل کرنے والوں پر لعنت کرنے میں کیا حرج ہے۔

س۔۱۲ کیا رسولؐ نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے معین کیا تھا؟

ج۔ متضاد روایات سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسولؐ نے ابوبکر کو اس کام کے لئے معین نہیں کیا تھا، ہاں اگر ہم عمر کے ہم عقیدہ ہو جائیں تو ممکن ہے رسولؐ نے (معاذ اللہ) ہذیان کی حالت میں کچھ کہدیا ہو۔ اور جس کا یہ عقیدہ ہے وہ کافر ہے ورنہ ایک عقلمند اس بات کی تصدیق کیونکر کر سکتا ہے کہ رسولؐ نے ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ جبکہ انھیں جیش اسامہ میں شریک ہونے کا حکم دے چکے تھے اور خود اسامہ کو ان (ابوبکر) کا امیر و امام بنایا تھا۔ پھر مدینہ میں ابوبکر کو کیسے امام جماعت بنادیا جبکہ وہ مدینہ میں نہیں تھے۔ تاریخ اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ نبیؐ کی

وفات کے روز ابوبکر مدینہ میں نہیں تھے۔ بعض مورخین من جملہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے عائشہ کو متہم کیا کہ انھوں نے اپنے باپ سے کہلوادیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور جب نبیؐ کو صورتحال معلوم ہوئی تو بہت غضبناک ہوئے اور عائشہ سے فرمایا: تمھیں جیسی عورتیں یوسف کے ساتھ بھی تھیں۔ یہ فرما کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور ابوبکر کو ہٹا کر نماز پڑھائی تاکہ لوگوں کے پاس بعد کے لئے کوئی حجت نہ رہ جائے۔

س ۔۱۳۰۔ عمر ابن خطاب نے یہ قسم کیوں کھائی تھی کہ رسولؐ نے وفات نہیں پائی اور ان لوگوں کو قتل کی دھمکی کیوں دی تھی جو کہہ رہے تھے کہ رسولؐ نے رحلت فرمائی اور یہ دھمکی انھوں نے ابوبکر کے پہونچنے کے بعد کیوں دی؟

ج ۔ یقیناً عمر ان لوگوں کو قتل کی دھمکی دے رہے تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ رسولؐ نے دار فانی کو خیر باد کہدیا، عمر یہ اس لئے کہہ رہے تھے تاکہ لوگ کشمکش و پیچ میں مبتلا ہوجائیں اور علیؑ کی بیعت نہ کرسکیں یہاں تک کہ وہ جھگڑالو لوگ مدینہ پہونچ گئے جن کو منصب دینے پر معاہدہ ہوچکا تھا اور جو لوگ نہیں پہونچے تو انھوں نے دیکھا کہ انھوں نے بازی جیت لی ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ عمر ننگی تلوار لے کر لوگوں کو رعب میں لینے لگے، بیشک عمر لوگوں کو نبیؐ کے حجرہ میں داخل ہونے سے منع کر رہے تھے تاکہ حالات کو کنٹرول میں لے لیں۔ ورنہ کسی ایک شخص کو بھی حجرۂ رسولؐ میں کیوں نہیں داخل ہونے دیتے تھے۔ صرف ابوبکر وہاں آتے جاتے تھے جب ابوبکر کو یہ خبر ملی کہ ہم نے حالات پر قابو پالیا ہے تب وہ حجرۂ نبیؐ سے باہر نکلے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ جو شخص محمدؐ کی پوجا کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ مرگئے اور جو خدا کی عبادت کرتا ہے تو بیشک خدا زندہ ہے۔ وہ

کبھی نہیں مرے گا۔

ہم یہاں اس قول پر ایک مختصر تعلیق لگانا ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا ابوبکر کا یہ عقیدہ تھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی محمدؐ کی پوجا کرتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ تو انھوں نے مجازی طور پر بنی ہاشم اور خصوصاً علیؑ ابن ابیطالب کی تنقیص اور ہتک کے لئے کہا تھا کہ وہ سارے عرب پر یہ فخر کرتے تھے کہ محمدؐ رسول اللہ ہم میں سے ہیں اور ہم ان کے اہل وخاندان والے ہیں ہم تمام لوگوں سے زیادہ ان کی میراث کے حقدار ہیں۔

یہ تعبیر عمر ابن خطاب کی اس تعبیر سے کہیں زیادہ فصیح ہے جو انھوں نے یوم رزیۃ الخمیس میں اس طرح بیان کی تھی کہ "ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے" گویا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں محمدؐ کی کوئی ضرورت نہیں ہے ان کا قصہ تمام ہوا اور ان کا عہد گزر گیا، پھر ابوبکر نے اپنے اس قول سے اور تاکید کر دی کہ "جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ مر گئے" اس جملہ سے ابوبکر کی مراد یہ تھی کہ جو لوگ محمدؐ کی وجہ سے ہم پر فخر کرتے تھے وہ آج سے پیچھے ہٹ جائیں۔ کیونکہ ان (محمدؐ) کا قصہ تمام ہو گیا۔ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گی۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ نبیؐ کو حقیقت میں بنی ہاشم اور علیؑ دوسروں سے بہتر سمجھتے تھے۔ وہ ان کے احترام اور تقدس و نفاذ امر میں مبالغہ کرتے تھے اور ان کی اتباع میں غلام، صحابہ، اور قریش میں پردیسی افراد بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جب رسولؐ تھوکتے تھے تو وہ ایک دوسرے پر سبقت کر کے اسے اٹھاتے تاکہ اپنے چہرہ پر ملیں اور ان کے وضو کے پانی اور بال کے لئے لڑتے تھے۔ یہ تمام غریب و نادار زمانہ، رسولؐ ہی سے علیؑ کے شیعہ تھے اور انھیں اس نام سے

سے خود رسُولؐ نے پکارا ہے۔ [1]

لیکن عمر ابن خطاب اور قریش میں سے بعض بلند پایہ صحابہ اکثر احکام نبیؐ کے معارض ہوتے تھے اور آپؐ کی نافرمانی کرتے تھے بلکہ ان کے افعال سے اپنے کو دور رکھتے تھے۔ عمر ابن خطاب نے وہ درخت کٹوا دیا تھا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی کیوں کہ بعض صحابہ اسے بابرکت سمجھتے تھے جیسا کہ اس زمانہ میں وہابیوں نے یہی کام کیا کہ انھوں نے آثار نبیؐ کو مٹا دیا۔ یہاں تک کہ اس گھر کو بھی منہدم کر دیا جس میں آپؐ کی ولادت ہوئی تھی اور ان کی یہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کو میلاد شریف کے سلسلہ میں جمع نہ ہونے دیا جائے ان کے تبرکات میں سے ایک صلواۃ ہے۔ اس کے لئے بھی بعض غافلین کو یہ سمجھا دیا کہ صلواۃ کامل شرک ہے

س ۱۴۱۔ انصار مخفیانہ طور پر سقیفہ بنی ساعدہ میں کیوں جمع ہوئے تھے؟

ج۔ جب انصار کو قریش کی اس سازش کا علم ہوا جو انھوں نے علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے لئے کی تھی تو وہ وفات نبیؐ کے وقت جمع ہوئے اور یہ کوشش کی کہ کسی طرح خلیفہ ہم میں سے بن جائے۔ بس مہاجر قریش کے ان سرداروں نے جو رسُولؐ سے خاندانی قرابت رکھتے تھے علیؑ کی بیعت توڑنے کا ارادہ کر لیا تو انصار غیروں کے مقابلہ میں خلافت کے زیادہ حقدار ہیں کیوں کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اسلام نے ہماری تلواروں سے استحکام پایا ہے۔ اور مہاجرین تو ہمارے ٹکڑوں پر پلے ہیں اگر ہم مہاجرین کو

---

[1] تفسیر درمنثور، جلال الدین سیوطی، سورۂ بینہ

اپنے شہروں اور گھروں میں جگہ نہ دیتے اور ان کی مدد نہ کرتے تو ان کی کوئی عزت نہ ہوتی اور اگر اوس وخزرج کے درمیان خلافت کے سلسلہ میں اختلاف نہ ہوتا تو ابوبکر و عمر کو خلافت حاصل کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ یہ بھی انھیں کی بیعت کرنے پر مجبور ہوتے۔

س ۔۱۵۔ ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ نے سقیفہ کی تشکیل میں کیوں جلدی کی اور اچانک انصار کے پاس کیوں پہونچے ؟

ج ۔ جب مہاجرین کے سرداروں نے انصار کی نقل وحرکت دیکھی اور ان کی تدبیر کو تاڑ گئے تو ان میں سے سالم حذیفہ کے غلام نے ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ کو اس مخفی اجتماع کی خبر دی تو وہ سقیفہ کی طرف دوڑے تاکہ انصار کی منصوبہ بندی کو ختم کر دیں اور وہاں اچانک پہونچ کر انصار پر یہ ثابت کر دیں کہ ہم تمھاری سازش سے بے خبر نہیں ہیں۔

س ۔۱۶۔ عمر ابن خطاب نے راستہ ہی میں انصار کو مطمئن کرنے کے لئے نوشتہ کیوں تیار کیا تھا ؟

ج ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عمر ابن خطاب انصار کے عمل سے ڈر رہے تھے اسی طرح وہ اس بات سے بھی ڈر رہے تھے کہ انصار نے اگر علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے سلسلہ میں ہماری موافقت نہ کی تو کیا ہوگا، ساری محنت اکارت ہو جائے گی اور تمام کوششیں برباد ہو جائیں گی۔ یہاں تک کہ خلافت کے لئے نبیؐ کے سامنے بھی جرأت کی اور یہ سب کچھ اکارت ہو جائے گا۔ اس لئے عمر ابن خطاب سقیفہ کے راستہ میں یہی سوچتے رہے کہ ان (انصار) کے ساتھ کون سی چال چلی جائے کہ جس سے اپنے مقصد کے بارے میں ان کی رائے حاصل کر لیں۔

س ۔۱۷۔ مہاجرین نے انصار پر کس طرح کامیاب ہو کر ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا ؟

ج ۔ مہاجرین کی فتح اور انصار کی ناکامی کے متعدد اسباب ہیں انصار کے قبیلے تھے جو زمانہ جاہلیت ہی سے ریاست و زعامت کے لئے لڑ رہے تھے ۔ آنحضرتؐ کی وجہ سے یہ چپقلش ختم ہو گئی تھی لیکن جب رسولؐ کا انتقال ہو گیا اور آپؐ کی قوم والوں نے خلافت کو اس کے شرعی وارث سے چھیننے کا قصد کر لیا تو اوس نے بھی اپنے سردار سعد ابن عبادہ کو خلافت کے لئے اکسایا ۔ لیکن خزرج کے رئیس بشیر ابن سعد نے اپنے ابن عم پر حسد کیا اور اسے یہ تو یقین تھا کہ سعد ابن عبادہ کے ہوتے ہوئے خلافت اس تک نہیں پہونچ سکتی ۔ پس انصار کی طاقت بٹ گئی اور ان میں سے کچھ لوگ مہاجروں میں شامل ہو گئے اور مہاجرین نے سچے نصیحت کرنے والوں کا کردار ادا کیا ۔

جیسا کہ ابوبکر نے ان کے اندر جاہلیت کی دشمنی کو اور بھڑکا دیا اس طرح ان کی دکھتی ہوئی رگ کو چھیڑا کہ اگر ہم خلافت اوس کے سپرد کر دیں تو اس پر خزرج کبھی راضی نہیں ہوں گے ۔ اور اگر خلافت کی باگ ڈور خزرج کے ہاتھوں میں دے دیں تو اسے اوس کبھی برداشت نہیں کریں گے پھر ابوبکر نے انھیں اس بات کی طمع دی کہ حکومت میں تمھارا بھی حصہ ہوگا ۔ اور کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم وزیر ۔ ہم تمھارے اوپر رائے کے ذریعہ کبھی استبداد نہیں کریں گے ۔

اس کے بعد ابوبکر نے اپنی ذہانت سے ایک کھیل پوری امت کے ساتھ کھیلا اور سچے نصیحت کرنے والے کا کردار کیا ۔ اور اپنے زہد کا اظہار کرتے ہوئے کہا مجھے خلافت کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم ان

دونوں "عمر ابن خطاب اور ابو عبیدہ" میں سے جس کو چاہو منتخب کر لو۔
یہ بہترین اور مضبوط منصوبہ تھا، عمر ابن خطاب اور ابو عبیدہ
نے کہا ہم آپ پر کس طرح سبقت کر سکتے ہیں۔ آپ ہم سے پہلے اسلام لائے
ہیں اور رسولؐ کے یار غار ہیں۔ ہاتھ پھیلائیے ہم آپ کی بیعت کریں پس ابوبکر
نے ہاتھ پھیلایا اور خزرج کے سردار بشیر ابن سعد نے دوڑ کر بیعت کر لی۔
اور اس کا اتباع کرتے ہوئے دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی لیکن
سعد ابن عبادہ نے بیعت نہ کی۔

س۔ ۱۸۔ سعد ابن عبادہ نے بیعت سے کیوں انکار کیا اور عمر نے
انھیں قتل کی دھمکی کیوں دی؟

ج۔ جب انصار نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور خلیفہ کی قربت
وجاہ حاصل کرنے کی غرض سے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے تو
سعد ابن عبادہ نے بیعت سے انکار کر دیا اور اپنی قوم کو بھی بیعت کرنے
سے روکنے لگا۔ لیکن شدت مرض کی بنا پر کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ صاحب
فراش تھا ان کی کوئی نہ سنتا تھا۔ اس وقت عمر نے کہا: اسے قتل کر دو۔
یہ فتنہ کو ہوا دے رہا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ اختلاف کی بیخکنی کی جائے اور
کوئی بیعت سے انکار نہ کرے، کیونکہ اس سے مسلمانوں میں تفرقہ پھیل جائے گا
اور یہ فتنہ پیدا ہونے کا سبب بنے گا۔

س۔ ۱۹۔ انھوں (ابوبکر و عمر) نے خانۂ فاطمہؑ کو جلانے کی
دھمکی کیوں دی؟

ج۔ صحابہ کی ایک بڑی تعداد نے ابوبکر کی بیعت سے انکار
کر کے خانۂ علیؑ ابن ابیطالب میں پناہ لے رکھی تھی۔ اگر عمر ابن خطاب جلدی

نہ کرتے اور گھر کے چاروں طرف لکڑیاں جمع کرکے انھیں جلانے کی دھمکی نہ دیتے تو بات بہت بڑھ جاتی، امت کے علوی اور بکری دو گروہ ہو جاتے۔ لیکن عمر ابن خطاب کو بہت دور کی سوجھی اور کہا: یا تو تم بیعت کے لئے نکل آؤ ورنہ میں گھر کو اس کے مکینوں کے ساتھ جلا دوں گا۔ عمر کی مکین سے مراد علیؑ و فاطمہؑ بنت رسولؐ ہیں۔

اس کے بعد لوگوں میں کس کی ہمت تھی کہ وہ اطاعت سے روگردانی کرے اور بیعت سے انکار کرے کیونکہ عمر کے سامنے سیدۂ نساء العالمین اور ان کے شوہر سید المرسلین سے بڑھ کر اور کون محترم ہو سکتا ہے؟

س۔ ۷۔ ابوسفیان ان کو ڈرانے اور دھمکانے کے بعد کیوں خاموش ہو گیا؟

ج۔ اس لئے کہ جب ابوسفیان وفات نبیؐ کے بعد مدینہ لوٹ کے آیا تو اس کے پاس جمع شدہ صدقات بھی تھے۔ تو اب ابوبکر کی خلافت تھی اس لئے وہ تیزی سے علیؑ ابن ابیطالب کے گھر کی طرف بڑھا اور انھیں بغاوت پر اکسانے لگا اور موجودہ خلافت سے جنگ کے لئے مال و افراد کا لالچ دیا لیکن علیؑ ابن ابیطالب اس کی سازش کو تاڑ گئے اور اس کی پیش کش کو رد کر دیا۔ جب ابوبکر و عمر کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ دوڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس گئے اور اس کو مال و دولت کا لالچ دیا اور کہا کہ جو کچھ صدقات تم نے جمع کئے ہیں وہ ہم تمھیں کو لوٹا دیں گے اور تم کو خلافت میں بھی شریک بنالیں گے پس اس کے بیٹے کو شام کا حاکم مقرر کر دیا۔ لہٰذا ابوسفیان ان سے راضی ہو گیا اور خاموشی اختیار کر لی۔ اور جب ابوسفیان کا بیٹا یزید اپنے کیفر کردار کو پہونچا تو ابوسفیان کے دوسرے بیٹے معاویہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا اور اس سند ولایت

پر بٹھا دیا۔

س ۔۲۱ ۔ کیا علیؑ خلافت سے راضی ہو گئے اور بیعت کر لی تھی؟

ج ۔ کبھی نہیں ـــ علیؑ کبھی راضی نہیں ہوئے اور نہ ہی خاموش بیٹھے بلکہ ہر طریقہ سے ابوبکر کی خلافت کے خلاف احتجاج کیا۔ اور دھمکی اور دہشت گردی کے باوجود بیعت کرنے پر تیار نہ ہوئے، ابن قتیبہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ علیؑ نے ان (ابوبکر و عمر) سے کہا قسم خدا کی میں تمھاری کبھی بیعت نہیں کروں گا، بلکہ بیعت کے سلسلہ میں میں تم دونوں سے زیادہ اولیٰ ہوں۔ آپؑ نے اپنی زوجہ فاطمہؑ زہرا کو ساتھ لیا اور انصار کی مجلسوں میں گئے۔ لیکن انصار نے یہ عذر پیش کیا کہ ہمارے پاس ابوبکر پہلے آ گئے تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ علیؑ نے فاطمہؑ کی حیات تک بیعت نہیں کی لیکن جب فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں کی بے رخی بڑھنے لگی تو آپؑ ابوبکر سے مصالحت کرنے پر مجبور ہو گئے، جناب فاطمہؑ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں، پس کیا فاطمہؑ بغیر بیعت کئے ہوئے مر گئیں جبکہ ان کے والد رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مر جائے اور اس کی گردن میں بیعت کا طوق نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور کیا علیؑ کو یہ علم تھا کہ وہ ابوبکر کے بعد تک زندہ رہیں گے۔ کیونکہ انھوں نے بیعت کرنے میں چھ ماہ کی تاخیر کی تھی؟ لیکن علیؑ کبھی خاموش نہیں رہے اور اپنی طول حیات میں جب بھی موقع پایا اپنے حق کا مطالبہ کیا اور دلیل کے طور پر آپؑ کا مشہور خطبہ خطبۂ شقشقیہ موجود ہے۔

س ۔۲۲۔ انھوں نے فاطمہؑ زہرا کو کیوں غضبناک کیا، کیا مصالحت کی کوئی گنجائش نہ تھی؟

ج ۔ یقیناً انھوں نے فاطمہؑ زہرا کی اراضی اور دوسرے املاک غصب کرکے اور ان کے والد کی میراث نہ دے کر اور ہر دعوے میں جھٹلا کر فاطمہؑ کو غضبناک کیا، یہاں تک کہ لوگوں میں فاطمہؑ کی عظمت و ہیبت نہ رہی اور وہ آپؑ کی تصدیق تک نہیں کرتے تھے۔ جب آپؑ خلافت کی نصوص لے کر اٹھیں تو انصار نے یہ عذر کیا کہ ہم پہلے ہی ابوبکر کی بیعت کر چکے ہیں اگر آپ کے شوہر پہلے ہمارے پاس آتے تو ہم ان کی بیعت کر لیتے۔

اسی لئے فاطمہؑ ابوبکر و عمر پر اور زیادہ غضبناک ہوئیں۔ یہاں تک کہ آپؑ ہر نماز کے بعد ان (ابوبکر و عمر) کے لئے بد دعا کرتی تھیں، اور اپنے شوہر کو وصیت کی کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی میرے جنازہ پر نہ آئے اور جن لوگوں سے کراہت کرتی تھیں ان کا بھی سایہ مجھ پر نہ پڑے۔

جب انھوں نے جان بوجھ کر جناب سیدہ فاطمہؑ کو اذیت پہونچائی تاکہ علیؑ کو یہ بتا دیں کہ ہم تم کو فاطمہؑ بنت رسولؐ سیدۃ النساء العالمین "کہ جن کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور ان کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے" سے حقیر سمجھتے ہیں پس علیؑ کے پاس سکوت و رضا کے علاوہ چارۂ کار نہ تھا۔

س۔ ۲۳۔ صحابہ کی عظیم شخصیتوں نے جیش اسامہ میں شریک ہونے سے کیوں پہلو تہی کی؟

ج ۔ کیونکہ (اندرونی طور پر) معاملہ ابوبکر کے لئے طے ہو چکا تھا اور وہ عمر کی کوششوں سے مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے تھے اسی لئے ابوبکر نے اسامہ سے یہ خواہش کی کہ عمر کو چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ خلافت کے معاملہ میں ان سے

مدد حاصل کر سکے کیونکہ وہ تنہا اپنے منصوبے کو تکمیل تک نہیں پہونچا سکتے تھے بلکہ ان کو ایسے فعّال لوگوں کی ضرورت تھی جن کی جرأت و قوت کا یہ عالم تھا کہ وہ رسولؐ سے بھی معارضہ کر چکے تھے۔ اور غضب خدا اور رسولؐ کی لعنت کی پرواہ نہیں کی تھی۔

..... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس منصوبہ کو بنانے والوں نے جیش اسامہ میں شریک ہونے سے اس لئے تخلف کیا تھا تاکہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکیں اور اپنے دستورات کو مستحکم بنانے میں ایک دوسرے کا تعاون کر سکیں۔

س ۲۴۰۔ علیؑ کو ہر عہدہ سے کیوں الگ رکھا، اور انھیں کسی چیز میں شریک کیوں نہ بنایا؟

ج۔ باوجودیکہ انھوں (خلفاء) نے طلقا کی بہت بڑی تعداد کو اپنے قریب بلا لیا تھا۔ اور اپنی حکومت کے عہدوں پر فائز کر دیا تھا اور انھیں اپنا شریک بنا لیا تھا اور جزیرۃ العرب کے شہر اور اسلامی ممالک میں انھیں امیر و والی مقرر کر دیا تھا۔ جیسے ولید ابن عقبہ، مروان ابن حکم اور ابو سفیان کے بیٹے یزید و معاویہ، عمرو ابن عاص، مغیرہ ابن شیبہ اور ابو ہریرہ اور ایسے ہی بہت سے لوگوں کو جمع کر لیا تھا جن سے رسولؐ ناراض رہتے تھے۔ لیکن علیؑ ابن ابی طالب کو نظر انداز کر دیا اور خانہ نشین کر دیا اور پچیس سال تک کسی کام میں بھی شریک نہیں کیا اس کی وجہ صرف آپؑ کو لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل اور ان سے دور رکھنا تھا۔ اس لئے کہ لوگ دنیا کے غلام ہیں جس کے پاس مال و دولت دیکھتے ہیں اسی کی طرف جھکتے ہیں جبکہ علیؑ کے پاس ہمیشہ اپنے بازو کی کمائی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپؑ کے پاس نہیں آتے تھے۔

اب علیؑ ابوبکر و عمر اور عثمان کی خلافت کے دوران گھر کی چہار دیواری میں مقید تھے اور سب کے سب ان کے خلاف سازش میں مصروف تھے۔ ان کا چراغ گل کر دینا چاہتے تھے اور ان کے فضائل و مناقب کو چھپاتے تھے۔ علیؑ کے پاس مال دنیا میں سے کچھ نہ تھا کہ جسکی وجہ سے لوگ آپ کی طرف راغب ہوتے۔

س۔ ۲۵۔ انھوں (ابوبکر و عمر) نے زکواۃ نہ دینے والوں کے ساتھ جنگ کیوں کی جبکہ نبیؐ نے اسے حرام قرار دیا تھا؟

ج۔ اس لیئے کہ بعض صحابہ نے غدیر خم میں حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت نبیؐ کے ساتھ حضرت علیؑ کی بیعت کی تھی انھوں نے ابوبکر کو زکواۃ دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے اور انہی ان کو یہ معلوم تھا کہ خلافت علیؑ کے بجائے ابوبکر کے ہاتھوں میں پہونچ گئی ہے۔ اس لئے کہ وہ مدینہ کے باشندہ نہیں تھے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ان تک یہ خبر بھی پہونچی تھی کہ خلیفہ سے فاطمہؑ ناراض ہیں اور علیؑ نے بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ انھیں وجوہات کی بنا پر انھوں نے اس وقت تک کے لئے ابوبکر کو زکواۃ دینے سے منع کر دیا تھا جب تک کہ معاملہ صاف نہ ہو جائے۔

اب ابوبکر و عمر نے ان کی طرف خالد ابن ولید" جو ان کی شمشیر برہنہ تھاہ کی قیادت میں لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا، پس اس نے ان کا جوش ٹھنڈا کر دیا۔ ان کے احساسات کو مردہ بنا دیا ان کے افراد کو قتل کر دیا۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا۔ تاکہ اس شخص کے لیے باعث عبرت بن جائے جو خلیفہ کی اطاعت نہ کرنے کا قصد رکھتا ہو یا حکومت کی دھاک بیٹھ جائے۔

س۔۲۶۔ انھوں (خلفائے ثلاثہ) نے حدیث نبوی کی تدوین اور نقل پر پابندی کیوں لگائی؟

ج۔ وہ ابتدا ہی سے احادیث نبوی پر پابندی لگا رہے تھے یہ پابندی صرف اس لیئے نہ تھی کہ ان احادیث کے ضمن میں حضرت علیؑ کی خلافت کے بارے میں نصوص تھیں بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اکثر احادیث خلفاء کے ان اقوال و افعال کے خلاف تھیں جن سے وہ زندگی کا نظم و نسق برقرار رکھے ہوئے تھے اور اسی کی بنیاد پر اس نئی حکومت کے ستون استوار کئے ہوئے تھے جو انھوں نے اپنے اجتہاد کے مطابق اختراع کر لئے تھے۔

س۔۲۷۔ کیا ابوبکر خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے تھے؟

ج۔ ابوبکر خلافت کی باگ ڈور نہیں سنبھال سکتے تھے اگر عمر اور بنی امیہ کے دوسرے سربرآوردہ افراد نہ ہوتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ احکام کے سلسلہ میں ابوبکر عمر کے محتاج تھے۔ اصل حاکم عمر ہی تھے ہمارا اس بات پر مولفۃ القلوب کا وہ قصہ دلالت کر رہا ہے جب وہ لوگ ابوبکر کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں ان کے پاس آئے اور ابوبکر نے انھیں ایک رقعہ لکھ کر دیا اور عمر کے پاس بھیج دیا۔ اس لئے کہ بیت المال کی چابی عمر کے ہاتھ میں تھی پس انھوں نے رقعہ لے کر پھاڑ ڈالا۔ اور انھیں واپس کر دیا، وہ ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: آپ خلیفہ ہیں یا وہ؟ ابوبکر نے جواب دیا: انشاء اللہ وہی ہیں۔

ایسا ہی اس وقت ہوا جب ابوبکر نے زمین کا ایک قطعہ عبیدہ ابن حصین اور اقرع ابن حابس کے نام لکھ دیا تھا۔ عمر نے ابوبکر کا خط پڑھ کر

انکار کر دیا اور اس پر تھوک کر مٹا دیا۔ تو دونوں عمر کے اس فعل سے برہم ہو کر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: قسم خدا کی ہم نہیں جانتے کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ ابوبکر نے کہا: خلیفہ تو عمر ہی ہیں، تھوڑی دیر کے بعد غیظ و غضب کے عالم میں عمر آئے اور ابوبکر سے زمین لکھ دینے کے سلسلہ میں سخت کلامی سے پیش آئے تو ابوبکر نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ موزوں ہو لیکن تم نے مجھے زبردستی پھنسا دیا۔[1]

بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ عمر لوگوں کو ابوبکر کی بیعت پر اکساتے تھے اور کہتے تھے ابوبکر رسولؐ کے ساتھ تھے وہ تمہاری حاکمیت کے لئے سارے مسلمانوں سے اولیٰ ہیں۔ اٹھو! اور ان کی بیعت کرو۔ انس ابن مالک کہتے ہیں کہ میں نے عمر کو ابوبکر سے کہتے ہوئے سنا کہ: منبر پر جاؤ اور مسلسل اصرار کے بعد انھیں منبر پر چڑھا دیا۔ اور سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔

س۔۲۸۔ ابوبکر نے اپنی موت سے پہلے عمر کو کیوں خلیفہ بنایا؟

ج۔ اس لئے کہ عمر نے علیؑ کو خلافت سے الگ کرنے میں بہت بڑا رول ادا کیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں رسولؐ سے بھی لڑ گئے تھے اور ابوبکر کی بیعت پر انصار کو بھی عمر ہی نے راضی کیا تھا۔ اور تمام لوگوں پر شدت و سختی کے ساتھ بیعت واجب قرار دے دی تھی یہاں تک کہ خانۂ فاطمہؑ کو جلانے کی دھمکی دی تھی۔

---

[1] عسقلانی نے اپنی کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں عیینہ کے حالات میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی جلد ۱۲ کے ص۵۹ پر تحریر کیا ہے۔

اور پھر عمر اصلی خلیفہ تھے جیساکہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ پہلی اور آخری بات کا انھیں کو اختیار تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب کے ہوشیار ترین افراد میں سے تھے وہ جانتے تھے کہ مسلمان خصوصاً انصار تند خو اور مغلوب الغضب انسان کی بیعت پر اتفاق نہیں کریں گے اس لئے انھوں نے ابوبکر کو پیش کیا کیونکہ ابوبکر نرم مزاج تھے اور ان میں سابق الاسلام بھی تھے پھر ان کی بیٹی عائشہ جرأت مند عورت تھی۔ وہ مشکلات کا سامنا کرکے امور میں تبدیلی کر سکتی تھی۔ اور عمر اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ ابوبکر میرے تابع دار اور ہر کام میں میرے اشاروں پر چلنے والے ہیں۔

عمر کی خلافت کے سلسلہ میں ابوبکر کی وصیت اکثر صحابہ پر وصیت لکھنے سے قبل بھی مخفی نہ تھی۔ علیؑ نے اول روز ہی عمر سے کہا تھا کہ جتنی کوشش ہو سکے کر لو اس میں تمھارا بھی فائدہ ہے آج کام کرکے ابوبکر کی خلافت کو مستحکم کر دو کل وہ تمھیں ہی لوٹا دیں گے، جیساکہ دوسرے شخص نے عمر سے اس وقت کہا تھا جب وہ ابوبکر کا وصیت نامہ لے کر نکلے تو اس شخص نے کہا مجھے معلوم ہے اس میں کیا ہے پہلے تم نے انھیں خلیفہ بنایا آج انھوں نے تم کو خلیفہ بنا دیا۔

اس سے ایک بار پھر ہم اہلسنت کے اس قول کی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ خلافت کا تعلق شوریٰ سے ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ابوبکر و عمر کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار ہے اور جیساکہ اہلسنت کا گمان ہے کہ رسولؐ دنیا سے چلے گئے اور خلافت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ گئے تو سب سے پہلے اس اصل کو ابوبکر نے منہدم کر دیا اور اپنے بعد عمر کو خلیفہ بنا کر سنت نبیؐ کی مخالفت کی۔

آپ ہمیشہ اہل سنت کو اس پر فخر کرتے دیکھیں گے کہ ہم تو شوریٰ پر ایمان رکھتے ہیں خلیفہ شوریٰ ہی کے ذریعہ صحیح طور منتخب ہو سکتا ہے وہ شیعوں کے اس قول کا مذاق اڑاتے ہیں کہ امامت کا تعلق خدا و رسولؐ کی نص سے ہے ان میں سے اکثر لوگوں کو اس اعتقاد پر تنقید کرتا ہوا پائیں گے۔ کہ عقیدۂ امامت اسلام میں بھی فارس سے در آیا ہے (کیونکہ) فارس والے ہی حکومت الٰہی کے سلسلہ میں توارث کے قائل ہیں۔

اکثر اہلسنت اس آیت ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ آیت خلافت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابو بکر و عمر نے کتاب خدا اور سنتِ رسولؐ دونوں کی مخالفت کی اور خلافت حاصل کرنے کے چکر میں ان کی کوئی اہمیت نہ سمجھی۔

س۔ ۲۹۔ عبد الرحمٰن ابن عوف نے علیؑ ابن ابیطالب سے سیرتِ شیخین پر عمل کرنے کی شرط کیوں عائد کی؟

ج۔ دنیا کی پستی دیکھئے کہ عمر کے بعد عبد الرحمٰن ابن عوف امت کی تقدیر کا فیصلہ کر رہا ہے پس جس کو چاہے وہ منتخب کرے اور جیسا چاہے فیصلہ کرے۔ یہ سب عمر کی تدبیریں ہیں کہ جس نے اس گروہ کو دوسرے صحابہ پر ترجیح دی تھی۔ جس میں عبد الرحمٰن ابن عوف شامل ہو جبکہ عبد الرحمٰن ابن عوف دنیائے عرب کا چالباز ترین انسان تھا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ عبد الرحمٰن ابن عوف خلافت کو اس کے اصلی و شرعی محور سے ہٹانے والے اور اپنے منشاء سے خلیفہ بنانے والے گروپ میں سے تھے اور جب خود بخاری کو یہ اعتراف ہے کہ عبد الرحمٰن

حضرت علیؑ سے کسی چیز سے ڈر رہے تھے [1] پس لامحالہ عبد الرحمن ابن عوف نے علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے سلسلہ میں پوری کوشش صرف کی ہو گی اور عبد الرحمٰن ابن عوف دوسرے صحابہ کی طرح یہ بھی جانتے تھے کہ علیؑ ابوبکر و عمر کے اجتہادات اور جو کچھ انھوں نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ میں ردوبدل کیا ہے کے خلاف ہیں اور حضرت علیؑ ہمیشہ ان کے خلاف رہے اور ان سے لڑتے رہے ہیں۔

اس لئے عبد الرحمٰن ابن عوف نے علیؑ کے سامنے یہ شرط پیش کی کہ آپ کو سیرت شیخین کے مطابق فیصلہ کرنا ہو گا بلکہ عبد الرحمٰن اس بات کو دوسروں سے زیادہ اچھے طریقہ سے جانتا تھا کہ علیؑ نہ فریب کار ہیں نہ دروغگو، لہٰذا وہ کبھی اس شرط کو قبول نہیں کریں گے۔ جیسا کہ عبد الرحمن یہ بھی جانتا تھا کہ ان کے بہنوئی عثمان کی طرف قریش اور خلیفہ ساز کمیٹی کا رجحان ہے۔

س۔ ۳۰۔ کیا اہلسنت کی کتابوں میں حدیث آئمہ اثنا عشرؑ کا کہیں وجود ہے؟

ج۔ بخاری و مسلم نے اور اہلسنت کے دوسرے تمام محدثین نے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ:

"لا یزال الدین قائماً حتی تقوم الساعۃ او یکون علیکم اثنا عشر خلیفہ کلھم من قریش" [2]

یہ دین قیامت تک باقی رہے گا یا بارہ خلفاء کے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۲۳ باب "کیف یبایع الناس الامام" کتاب الاحکام

[2] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۲۷، صحیح مسلم جلد ۶ ص ۳

زمانہ تک باقی رہے گا اور وہ (خلفار) سب قریش سے
ہوں گے ۔

یہ حدیث ایسی پیچیدہ پہیلی بن کے رہ گئی کہ جس کا جواب اہلسنت کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی ان کے علمار میں سے کسی میں یہ جرأت ہے کہ وہ چار خلفائے راشدین اور پانچویں عمر ابن عبدالعزیز کے علاوہ سات اور خلفار کے نام شمار کرا سکے۔ ان کا کہیں وجود ہی نہیں ہے ۔

یا وہ اہلسنت "شیعوں کی طرح علیؑ اور اولادِ علیؑ کی امامت کے قائل ہو جائیں، یا پھر اس حدیث کو جھٹلا دیں اور ان کی صحاح حق سے خالی ہو جائے اور اس میں جھوٹ کے علاوہ کچھ نہ رہ جائے ۔

یہاں میں ایک بات کا اور اضافہ کر رہا ہوں اور وہ یہ کہ صرف یہ حدیث خلافت کو قریش میں منحصر کرتی ہے جبکہ شوریٰ کا نظریہ اس کی تردید کرتا ہے جس کے اہلسنت معتقد ہیں کیونکہ انتخاب اور ڈیموکریسی میں ساری امت کے افراد شامل ہیں، تمام قبائل کو چھوڑ کر اسے ایک خاندان میں محدود نہیں کیا جا سکتا ہے ۔ بلکہ اس انتخاب میں عرب قبائل کے علاوہ غیر عرب اسلامی قبائل بھی شامل ہیں ۔

یہ ان بعض مسائل کے مختصر اور سرسری جوابات تھے کہ جو قارئین کے ذہنوں کو پریشان کئے ہوئے تھے ۔ واضح رہے کہ ان مسائل کے مفصل جوابات تاریخی کتابوں میں مل جاتے ہیں ۔ اور میری کتاب "ثم اهتدیت" اور "لاکون مع الصادقین" میں بھی مل سکتے ہیں۔

تحقیق کرنے والے کو موثق مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، اور حقیقت تک پہونچنے کے لئے نیوٹرل ہو کر روایات

اور تاریخی واقعات کی چھان بین کرنا چاہیے، تاکہ ان کے درمیان سے باطل کا پردہ چاک کر سکے حقائق کا انکشاف کر سکے اور اس کو اس کی اصلی شکل میں دیکھ سکیں۔

ساتویں فصل

حدیث سے متعلق

عنقریب میں قارئین کے سامنے یہ بات پیش کروں گا کہ حدیث کا مسئلہ ان مسائل سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے جن میں آج مسلمان مبتلا ہیں خصوصاً دور حاضر میں کیونکہ وہابیوں کی یونیورسٹیوں سے لوگ فنون احادیث میں ڈاکٹریٹ کی سند لے کر نکل رہے ہیں۔ آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ وہ ان ہی احادیث کو حفظ کرتے ہیں کہ جو ان کے مذہب اور عقیدہ کے مطابق ہوتی ہیں اور ان احادیث میں اکثر وہ حدیثیں ہیں جو ان کے اسلاف بنی امیہ نے گڑھی ہیں۔ ان حدیثوں سے وہ نور نبی کو بجھانا اور تصور رسالت کو داغدار بنانا چاہتے تھے۔ رسولؐ (معاذ اللہ) یہ نہیں جانتے تھے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور نہ ہی اپنے ان متناقض افعال و اقوال سے باخبر تھے جنھیں دیکھ کر دیوانوں کو ہنسی آجائے۔

باوجودیکہ اہل سنت کے علماء و محققین نے احادیث کے سلسلہ میں کام کیا ہے اور جانفشانی کی ہے لیکن افسوس کہ اس کے بعد بھی انکی

معتبر اور صحیح کتابوں میں ایسی بہت سی بے بنیاد چیزیں موجود ہیں ایسے ہی شیعوں کی کتابیں بھی تال میل سے محفوظ نہیں ہیں لیکن شیعوں کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمارے پاس صرف کتاب خدا صحیح ہے اور کوئی کتاب صحیح نہیں ہے جبکہ اہلسنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کتاب خدا کے بعد صحیح ترین، کتابیں ہیں۔ بلکہ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ ان دونوں میں بیان ہوا ہے وہ سب صحیح ہے۔ اسی لئے میں قارئین کے سامنے نمونہ کے طور پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض ایسی حدیثیں پیش کرنے کی کوشش کروں گا جو رسولؐ یا اہلبیت رسولؐ کی عظمت کو گھٹاتی اور ان کی قداست کو داغدار بناتی ہیں نیز یہاں بعض ان احادیث کو پیش کروں گا کہ جو بنی امیہ اور بنی عباس کے حکام کے کرتوتوں کو جائز بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں، در حقیقت وہ اپنے جرائم اور نیکو کار لوگوں کے خون سے رنگین ہاتھوں کو چھپانے کے لئے عصمت نبیؐ کو مخدوش کرنا چاہتے تھے۔

نبیؐ دھوکا دیتے ہیں، معاذ اللہ،

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاستئذان اور کتاب الدیات کے باب "من اطلع فی بیت قوم ففقؤا عینہ فلا دیۃ لہ،، میں۔

اور اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الآداب کے باب "حرم النظر فی بیت غیرہ،، میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ نبیؐ کے حجرہ (میں ایک) آدمی اچانک آگیا پس نبیؐ ایک ہتھیار لے کر کھڑے ہو گئے گویا میں نبیؐ (کو دیکھ رہا ہوں کہ) اس شخص کو دھوکے سے زخمی کرنا چاہتے ہیں۔

ایسے کام کے لئے خلق عظیم مانع ہے پھر نبیؐ مومنین پر رؤف

و رحیم ہیں جبکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ نبیؐ اس شخص کو جو حجرہ میں اچانک داخل ہو گیا تھا اسے اسلام سکھاتے۔ اور اسے یہ بتاتے کہ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ حرام ہے نہ وہ کہ اسے دھوکہ سے زخمی کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالتے اور ہو سکتا ہے کہ اس شخص کی نیت صحیح ہو۔ کیونکہ یہ ازداج نبیؐ کا حجرہ نہیں تھا اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ انس ابن مالک اس حجرہ میں موجود تھے پس اس شخص کے رسوؐل کے پاس پہونچ جانے میں کون سی قیامت ٹوٹ پڑی تھی اور پھر آپ کا تصور اتنا غلط تھا کہ اسے غافل بنا کر اس کی آنکھ پھوڑ دینا چاہتے ہیں۔

شارح بخاری نے تو اس کی قباحت کو اور بڑھا دیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ رسوؐل اس شخص کو غافل بنا کر " یعنی اس طرح کہ وہ دیکھ نہ سکے" اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کسی کو غافل بنانا رسوؐل سے بعید ہے۔

نبیؐ سخت عذاب دیتے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھ پیر قطع کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الطب کے باب "الدواء بالبان الابل" اور باب "الدواء بابوال الابل" میں نقل کیا ہے کہ ثابت انس سے روایت کی ہے کہ لوگوں کو مرض لاحق ہو گیا تھا۔ انھوں نے کہا یا رسوؐل اللہ ہمیں بچائیے اور کچھ کھانے پینے کو دیجئے۔ نبیؐ نے کہا اونٹ کا دودھ اور پیشاب پیو۔ پس انھوں ... ہو گئے، تو انھوں نے اونٹوں کے چرواہے کو مار

کیا اس واقعہ کی رسوؐل کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے انھیں بلوایا۔ جب لوگ انھیں لے کر آئے تو آپؐ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں قطع کر دئے اور آنکھیں پھوڑ دیں ان میں سے میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ زبان سے خاک چاٹ کر مر گیا۔

کیا کوئی مسلمان اس بات کی تصدیق کرے گا کہ جو رسوؐل خود ہاتھ پیر قطع کرنے سے منع فرماتے ہیں وہ ایک گروہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں گے اس لئے کہ انھوں نے ایک چرواہے کو قتل کر دیا تھا۔ اگر راوی نے یہ کہا ہوتا کہ ان لوگوں نے چرواہے کے ہاتھ پیر کاٹ دئے تھے تو بھی نبیؐ کے پاس ان لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹنے کے لئے عذر تھا لیکن (روایت میں) یہ وارد نہیں ہوا ہے اور پھر رسوؐل انھیں بغیر تحقیق کے کیسے قتل کرتے ہیں اور کیونکہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹتے ہیں قاتل کی تحقیق کیوں نہیں کرتے خود ان ہی سے معلوم کریں شاید ان میں سے بعض کہیں کہ ہم سب اس کے قتل میں شریک تھے۔ کیا رسوؐل انھیں معاف نہیں کر سکتے تھے جب اس دلیل سے کہ انھوں نے یا رسوؐل اللہ کہا مسلمان بھی تھے۔ کیا رسوؐل نے خدا کا یہ قول نہیں سنا تھا کہ:

﴿وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به،

ولئن صبرتم لهو خيرٌ للصّابرين﴾

اور اگر تم ان کے ساتھ سختی بھی کرو، اتنی ہی جتنی انھوں نے تمھارے ساتھ کی ہے اور اگر صبر کرو تو بہرحال یہی صبر کرنیوالوں کے لئے بہتر ہے۔

اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ جب قلب رسوؐل اپنے چچا سید الشہدا حمزہ ابن عبد المطلب کے غم میں کباب ہو رہا تھا کہ جن کا بطن چاک کر کے جگر چبا لیا گیا تھا اور انگلیاں کاٹ لی گئی تھیں جب رسوؐل نے اپنے

چچا کو اس حالت میں دیکھا بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا اگر خدا نے مجھے طاقت عطا کی تو میں ستر مرتبہ ان کے ہاتھ پیر قطع کروں گا۔ پس آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: صبرت یا رب، پروردگارا میں نے صبر کیا اور اپنے چچا کے وحشی قاتل کو معاف کر دیا جنھوں نے جناب حمزہ کے بدن کے ٹکڑے کئے تھے اور آپ کا جگر چبایا تھا۔ یہ ہے نبیؐ کا اخلاق۔

جو چیز روایت کی قباحت کو آپ (قارئین) پر روشن کرتی ہے وہ راوی کا بیان ہے جس نے اسے قبیح بنا دیا ہے۔ اسے میں ترتیب وار بیان کروں گا۔
کہتے ہیں کہ قتادہ نے کہا کہ: مجھ سے محمد ابن سیرین نے بیان کیا کہ یہ واقعہ آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے تاکہ اس طرح فعل نبیؐ کی توجیہ کر سکیں، رسولؐ پروردگار کے حکم سے قبل ہرگز ایسا حکم نہیں لگا سکتے تھے اور جب آپ معمولی مسائل میں وحی کے بغیر کوئی حکم نہیں لگا سکتے تھے تو نبیؐ کو خون بہانے اور حدود جاری کرنے میں کیا ہو گیا تھا؟

غور و فکر کرنے والے کے لئے یہ بات سمجھنا بہت ہی آسان ہے کہ یہ روایت امویوں اور ان کے پیروکاروں کی گڑھی ہوئی ہیں۔ وہ (تابعین) ان حکام کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے گڑھتے تھے کہ جن کے لئے صرف گمان یا تہمت پر نیکو کار افراد کو قتل کرنا اہم نہیں تھا۔ اور یہی راوی حکام کے سامنے ماضی کی فرضی مثالیں پیش کرتے تھے۔ اس بات کی دلیل خود یہ روایت ہے کہ جس کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حجاج نے انس سے کہا کہ میرے سامنے ایسی حدیث بیان کرو جس سے نبیؐ کا سخت سزا دینا ثابت ہوتا ہو تو انھوں نے یہ حدیث بیان کی جب حسن کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انھوں نے یہ حدیث بیان

نہیں کی۔ ؎

اس حدیث سے تو حجاج ثقفی کی خوشنودی کے لئے اس حدیث کے گڑھنے کی بو آتی ہے۔ کہ جس نے زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دیا تھا اور شیعیان اہلبیتؑ کو ہزاروں کی تعداد میں قتل کیا تھا۔ ان کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیتا تھا ان کی آنکھیں پھوڑ دیتا تھا اور گدیوں سے زبان نکلوا لیتا تھا، زندہ افراد کو اس طرح سولی پر لٹکا دیتا تھا کہ وہ سورج کی دھوپ میں جلکر جاں بحق ہو جاتے تھے۔ اس قسم کی روایتیں حجاج کے کرتوتوں کو جائز بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں کیونکہ (ان روایتوں کے ہوتے ہوئے) اس طرح وہ رسولؐ کی اقتدا کرتا ہے۔ ”لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“ اور پھر رسولؐ میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“

اسی لئے معاویہ نے شیعیان علیؑ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیکر قتل کیا، کبھی ہاتھ پیر کاٹے اور کبھی عبرت ناک سزا دی بہت سوں کو آگ میں جلا دیا کتنے ہی افراد کو زندہ دفن کر دیا بہتیروں کو سولی پر چڑھا یا اور اسی طرح معاویہ کے وزیر عمرو ابن عاص نے بھی انسانیت سوز سزائیں ایجاد کر لی تھیں۔ محمد ابن ابی بکر کے ہاتھ پاؤں قلم کر کے گدھے کی کھال میں سلا اور پھر آگ میں پھینک دیا۔

ان افراد نے ایسی بے حیائی کی، اور لڑکیوں اور عورتوں سے کھیلنے کے جواز کے سلسلہ میں جو جو احادیث گڑھی ہیں وہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

؎ صحیح بخاری جلد ۷، ص ۱۳۰

نبیؐ جماع کے شوقین تھے۔ معاذاللہ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الغسل کے باب "اذا جامع ثم عاد ومن دار علی نسائہ فی غسل واحد" میں روایت کی ہے کہ: ہم سے معاذ ابن ہشام نے بتایا کہ مجھ سے میرے والد نے قتادہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ قتادہ نے کہا کہ ہم سے انس ابن مالک نے بیان کیا کہ نبیؐ دن رات میں اپنی گیارہ بیویوں کے پاس ایک گھنٹے میں گھوم آتے تھے قتادہ نے انس سے کہا کیا ان کے اندر اتنی طاقت تھی؟ تو انس نے کہا انھیں تیس کی طاقت عطا کی گئی ہے۔

یہ روایت عظمت رسولؐ کو گھٹانے کے لئے گڑھی گئی ہے تاکہ معاویہ اور یزید بے حیا کے افعال کی توجیہ کی جا سکے، اور انس ابن مالک کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ نبیؐ ایک گھنٹے میں اپنی گیارہ بیویوں سے جماع کرتے ہیں۔ کیا یہ بات انھیں خود رسولؐ نے بتائی ہے یا وہ دیکھ رہے تھے؟ اس جھوٹے قول سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں، اور انس کو یہ کہاں سے سراغ ملا تھا کہ نبیؐ کو تیس عورتوں کی طاقت عطا کی گئی تھی؟

یہ رسولؐ کے حق میں ظلم ہے انھوں نے اپنی پوری زندگی جہاد اور عبادت اور امت کی تعلیم و تربیت میں صرف کی ہے۔

یہ جاہل افراد اس طرح کی روایات کو بیان کرتے وقت کیا سمجھتے تھے وہ اپنی نجس عقلوں اور شہوت کے لحاظ سے کثرت جماع لائق فخر سمجھتے تھے اسی لئے وہ اپنے ہم عمروں پر فخر کرتے تھے؛ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایات نبیؐ کی قداست کو داغدار بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ دوسرے وہ ان روایات

کے ذریعہ حکام و خلفا کی اس بے حیائی کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں کہ عورتوں اور کنیزوں پر جن کی چیرہ دستیوں کے بارے میں تاریخ بھری پڑی ہے اور اس حدیث کے راوی انس ابن مالک زوجۂ نبیؐ عائشہ کے سامنے کیا کہیں گے وہ تو کہتی تھیں کہ جماع کے سلسلہ میں نبیؐ بھی ایسے ہی تھے جیسے دوسرے افراد۔

مسلم نے اپنی صحیح کے کتاب الطہارت کے باب "نسخ الماء من الماء و وجوب الغسل بالتقاء الختانین" میں ابوزبیر سے اور انھوں نے جابر ابن عبداللہ اور انھوں نے ام کلثوم سے اور انھوں نے زوجۂ نبیؐ عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: ایک شخص نے رسولؐ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے اور پھر میاں بیوی دونوں سست پڑ جاتے ہیں کیا ان دونوں پر غسل واجب ہے؟ اور عائشہ رسولؐ کے پاس بیٹھی ہیں۔ رسولؐ نے فرمایا: میں اور یہ (عائشہ) ایسا ہی کرتے ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں۔

پھر حدیث کا شارح صحیح مسلم کے حاشیہ پر اضافہ کرتا ہے کہ مصباح میں کسل (سست پڑ جانے) کے معنی یہ ہیں کہ جب مجامعت کرے اور ضعف کی بنا پر انزال نہ ہو۔۔۔۔ پس یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ انھیں (نبیؐ کو) تیس عورتوں کی طاقت عطا کی گئی تھی؟

گڑھنے والوں نے یہ دوسری حدیث گڑھ لی ہے خدا انھیں غارت کرے اور ان کے عذاب میں اضافہ کرے ورنہ رسولؐ کے بارے میں ایسی حدیثوں کو ایک عاقل کیسے قبول کر سکتا ہے کہ جن سے رسولؐ کی حیا پر حرف آتا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کے سامنے مردوں سے ایسی بات بیان کرتے ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے ایک عام مومن بھی شرم کرتا ہے۔

★

امویوں کے زمانہ میں رقص وغنا کے جواز پر چند مثالیں

رسولؐ رقص سے مسرور ہوتے اور موسیقی سنتے تھے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ" میں تحریر کیا ہے کہ ہم سے بشر ابن مفضل نے اور خالد ابن زکوان نے بیان کیا ہے کہ ربیع بنت معوّذ ابن عفراء نے کہا: جب نبیؐ نے مجھ سے شادی کی تو میرے پاس آئے اور میرے بستر پر اتنی دور بیٹھ گئے جتنی دور تم بیٹھے ہو پس لونڈیاں ہمارے پاس آکر دف بجانے لگیں اور بدر میں قتل ہونے والے میرے آباء کی کا مرثیہ بیان کرنے لگیں اس وقت ان میں سے ایک نے کہا: حالانکہ ہمارے نبیؐ جانتے ہیں کل کیا ہوگا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑدو! وہی گاؤ جو تم گا رہی تھیں۔

اسی طرح بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الجہاد کے باب الدرق میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب صلوٰۃ العیدین کے باب "الرخصۃ فی اللعب الذی لا معصیۃ فیہ" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

رسولؐ میرے پاس اس وقت آئے جب دو لونڈیاں گا رہی تھیں اور بستر پر بیٹھ گئے اور منہ پھیر لیا تھوڑی دیر بعد ابوبکر داخل ہوئے اور مجھے ڈانٹا اور کہا: شیطانی کام رسولؐ کے پاس، پس رسولؐ نے ابوبکر سے کہا۔۔: جانے دو اور جب وہ دونوں (رسولؐ اور ابوبکر) دوسری طرف متوجہ ہوئے تو لونڈیاں نکل گئیں۔

عائشہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: عید کے روز حبشی

ذکالے) تماشہ کر رہے تھے پس یا تو میں نے رسولؐ سے دریافت کیا یا آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں، تو مجھے اپنی پشت پر اس طرح اٹھایا کہ میرا رخسار ان کے رخسار پر تھا۔ آنحضرتؐ نے کہا: بنی ارفدہ (حبشیو) تم اپنے رقص کو جاری رکھو یہاں تک کہ عائشہ نے کہہ دیا میں تھک گئی تو آپؐ نے فرمایا بس اتنا کافی ہے میں نے کہا ہاں، آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "نظر المراۃ الی الحبش ونحوھم من غیر ریبہ" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے نبیؐ کو دیکھا کہ وہ مجھے اپنی ردا میں چھپا رہے ہیں اور میں ان حبشیوں کا تماشہ دیکھ رہی تھی کہ جو مسجد میں ہلڑ مچائے ہوئے تھے یہاں تک کہ مجھے بھی دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ یہاں تک کہ میرا بھی جی چاہنے لگا کہ میں ناچنے لگوں۔

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب صلوٰۃ العیدین کے باب "الرخصۃ فی اللعب" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ عید کے روز حبشی ناچتے ہوئے مسجد میں آئے تو نبیؐ نے مجھے بلایا پس میں نے اپنا سر ان کے کاندھے پر رکھکر ان کا تماشہ دیکھنے میں اس طرح کھو گئی کہ ان کی طرف سے آنکھیں ہی نہ ہٹیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "ذھاب النساء والصبیان الی العرس" میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: نبیؐ نے دیکھا کہ عورتیں اور بچے شادی میں کھیل کود رہے ہیں پس آپؐ دیکھنے کے اشتیاق میں کھڑے ہو گئے اور کہا کہ: تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔

بخاری کے شارح کہتے ہیں کہ اشتیاق میں کھڑے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ بھی ان کے کھیل سے مسرور ہو رہے تھے۔

"مشیات اور شراب خوری کی تہمت سے بچنے کے لئے دوا کا نام دے کر پینے کے سلسلہ میں چند نمونے"

نبیؐ نبیذ پیتے تھے "معاذاللہ"

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "قیام المراۃ علی الرجال فی العرس وخدمتھم بالنفس" میں اور اسی طرح باب "النقیع والشراب الذی لایسکر فی العرس" میں ابوحازم سے اور انھوں نے سہل سے روایت کی ہے کہ جب ابواسید ساعدی نے شادی کی تو نبیؐ اور ان کے اصحاب کو دعوت دی لیکن ان کے لئے کھانا تیار نہ کیا اور خود بھی ان کے پاس نہ آیا (ہاں) اسید کی ماں نے شب میں کچھ کھجوریں پتھر کے چھوٹے برتن میں بھگو دی تھیں وہ نبیؐ اور ان کے سامنے پیش کیا جب نبیؐ فارغ ہو چکے تو تحفہ کے طور پر ان کھجوروں کے پانی سے سیراب کیا گیا۔

اس روایت سے وہ یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ (معاذاللہ) نبیؐ شراب پیتے تھے۔ شاید نبیذ سے غیر مشہور نبیذ مراد ہو۔ کیونکہ عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ پانی کی بو زائل کرنے کے لئے اس میں کھجوریں ڈال دیتے تھے پس وہ حقیقتاً نبیذ نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ اس کا استعمال صحیح ہے۔ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الاشربہ کے باب "اباحۃ النبیذ الذی لم یشتد ولم یصر مسکراً" میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ یہیں سے شراب خوری کی ابتدا ہوئی اور یہیں سے حکام نے یہ حکم لگایا کہ جب تک وہ نشہ آور نہ ہو حلال ہے۔

یہ کچھ اور چیزیں جن میں بنی امیہ اور بنی عباس ملوث تھے ۔ ۔ ،،

نبیؐ اور ابتذال !-

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحج کے باب " الزیارت یوم النحر"
میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ہم نے نبیؐ کے ہمراہ حج کیا اور
قربانی کے روز صفیہ کو حیض آگیا اور نبیؐ نے ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہا
جو مرد اپنی بیوی سے کرتے ہیں تو میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ وہ حائض ہے ۔
تعجب ہے اس نبیؐ پر کہ جو ایسے محترم مقام پر اپنی زوجہ سے
مجامعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی دوسری زوجہ کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے
اور وہ آنحضرتؐ کو یہ بتاتی ہے کہ وہ حائض ہے اور خود نبیؐ نہیں جانتے ہیں ۔

نبیؐ اور حیا

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل کے باب " فضائل عثمان
ابن عفان " میں زوجۂ نبیؐ عائشہ اور عثمان سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے
بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے رسولؐ کے پاس پہونچنے کی اجازت طلب کی درآنحالیکہ
آپؐ عائشہ کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے پس آپؐ نے ابوبکر کو داخل ہونے
کی اجازت مرحمت فرمائی اور ایسے ہی لیٹے رہے ابوبکر کی حاجت پوری ہو گئی
تو واپس چلے گئے عثمان کہتے ہیں کہ کچھ دیر کے بعد عمر نے اجازت چاہی آپؐ نے
انھیں بھی اجازت دے دی وہ داخل ہوئے لیکن آپؐ لیٹے ہی رہے ان کی

ضرورت پوری ہوگئی تو وہ بھی لوٹ گئے پھر عثمان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اذن چاہا تو آپؐ بیٹھ گئے اور عائشہ سے کہا تم بھی اپنا لباس صحیح کر لو۔ پس جب میرا مقصد بھی پورا ہوگیا تو میں بھی لوٹ آیا تو عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں نے آپ کو ابوبکر و عمر کی آمد پر اتنا اہتمام کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا کہ عثمان کی آمد پر دیکھا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا: عثمان بہت شرمیلے انسان ہیں میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ اگر میں انھیں اجازت دے دوں اور خود اسی حالت میں لیٹا رہوں تو وہ واپس نہ چلے جائیں۔

یہ کون سا نبی ہے کہ اس کے اصحاب ملنے آتے ہیں اور وہ اپنی زوجہ کی چادر لپیٹے لیٹا ہے۔ اور دوسری طرف ان کی زوجہ معمولی لباس پہنے بیٹھی ہیں یہاں تک کہ عثمان کے آتے ہی آپ اٹھ بیٹھتے ہیں اور اپنی زوجہ سے کہتے ہیں کہ لباس صحیح کر کے بیٹھو!

نبیؐ اور برہنگی!

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الصلوٰۃ کے باب "کراھۃ التعری فی الصلواۃ" میں اور اسی طرح مسلم نے کتاب الحیض کے باب "الاعتناء بحفظ العورۃ" میں جابر ابن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ:

رسولؐ ہم لوگوں کے ساتھ کعبہ کے لئے پتھر لا رہے تھے کہ آپؐ لنگی باندھے ہوئے تھے آپؐ کے چچا عباس نے آپؐ سے کہا بھتیجے لنگی اتار لو اور اسے کندھے پر رکھ کر اس پر پتھر رکھو! پس آپؐ نے لنگی اتار کر کندھے پر رکھ لی تھوڑی دیر کے بعد غش کھا کے گر پڑے تو آپؐ کو عریاں دیکھا گیا۔

قارئین اس رسول پر ان بیہودہ تہمتوں کو ملاحظہ فرمائیں کہ جس نے حیا کو ایمان کا ستون قرار دیا ہے جو کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیادار تھے اہلسنت نے اس رکیک روایت پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ اس گڑھی ہوئی روایت کے ذریعہ آپؐ پر شرمگاہ کے کھولنے کی بھی تہمت لگادی۔ کیا ان کے نزدیک، رسول اللہ (معاذ اللہ) اتنے نافہم ہیں کہ وہ اپنے چچا کی باتوں میں آگئے اور اپنے جسم کو لوگوں کے سامنے کھول دیا۔

ان شیطانوں اور ابلیسوں کے ان اقوال سے خدا بچائے کہ جو خدا اور رسول پر بہتان باندھتے ہیں۔ یہ وہ رسول ہے کہ جس کی شرمگاہ کو آپؐ کی ازواج نے بھی کبھی نہ دیکھا جبکہ ان کے لئے شرع نے اس کی اجازت دی ہے اس کے باوجود عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول کی شرمگاہ نہیں دیکھا ہے[1] پس جب ازواج کے ساتھ آپؐ کا یہ برتاؤ تھا کہ جو آپؐ کے ساتھ حمام یا برتن میں غسل کرتی تھیں ان سے آپؐ اپنی شرمگاہ کو چھپائے رکھتے تھے اور ان میں سے کسی نے کبھی آپؐ کی شرمگاہ نہ دیکھی تو اصحاب اور عام لوگوں کے لئے ایسا کیونکر ممکن ہے۔

ہاں یہ سب حدیثیں بنی امیہ کی گڑھی ہوئی ہیں وہ لوگ کسی چیز کی پروا نہیں کرتے تھے اور جب ان کا خلیفہ و امیر کسی شاعر کے غزلیہ کلام سے وجد میں آجاتا تھا وہ کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور شاعر کی شرمگاہ کو کھول کر اس کا عضو تناسل چوم لیتا تھا۔ تو اس کے لئے نبیؐ کی برہنگی کوئی عجیب بات نہیں ہے اور یہ نفسیاتی مرض ان سے دنیا میں پھیل گیا اور آج یہ بےحیائی معمولی چیز سمجھی جانے

---

[1] سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۶۱۹

جانے لگی ہے ان کے لئے اخلاق وحیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے ہر جگہ عریانیت کے اڈے اور سینٹر بنے ہوئے ہیں جہاں مرد وعورت اس نعرہ کے تحت جمع ہوتے ہیں "پروردگار جیسے تو نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم اب بھی اسی حالت میں ہیں۔

"احکام شرعیہ اور دین سے کھلواڑ کے چند نمونے ..."

نبیؐ سے نماز میں سہو ہوتا ہے

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب "ما یجوز من ذکر الناس" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب المساجد و مواضع الصلواۃ کے باب "السهو فی الصلوۃ والسجود له" میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: نبیؐ نے ہمارے ساتھ نماز ظہر کی دو رکعت ادا کی پھر مسجد کے سامنے والی لکڑی پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے لوگوں میں ابوبکر وعمر بھی اس وقت موجود تھے وہ دونوں آپؐ سے پوچھنے کے لئے دوڑے اور وہ لوگوں کے بیچ سے تیزی سے نکل گئے۔ لوگوں نے کہا نماز قصر ہوگئی لوگوں میں ایک اور شخص موجود تھا جسے نبی ذوالیدین کہہ کر پکارتے تھے، اس نے کہا یا نبیؐ اللہ کیا آپ نماز بھول گئے تھے۔ یا قصر پڑھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں اور نہ قصر پڑھی ہے، لوگوں نے کہا: یا رسولؐ اللہ آپ بھول گئے تھے۔ تب آپ نے فرمایا: ذوالیدین صحیح کہہ رہا تھا اس کے بعد آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیرا اور تکبیر کہہ کے سجدہ ہی کے برابر یا اس سے طویل سجدہ کیا اس کے بعد پھر تکبیر کہہ کے سجدہ میں گئے اور ایسے ہی سجدہ بجالائے اس کے بعد سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔ [۱]

---

[۱] صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب لولو و مرجان میں جلد ۱ ص ۱۱۵

افسوس! کہ رسولؐ سے نماز میں سہو ہو اور انھیں معلوم نہ ہو کہ میں نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے اور جب ان سے کہا جائے کہ آپ نے قصر پڑھی ہے تو آپ فرمائیں: نہ میں بھولا ہوں اور نہ قصر پڑھی ہے۔ یہ اہلسنت نے رسولؐ پر خلفاء کو تہمت سے بچانے کے لئے بہتان لگایا ہے۔ کیونکہ وہ اکثر نشہ کی حالت میں نماز پڑھانے آتے تھے انھیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ہم نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے اور ان کے امیر کا واقعہ تاریخی کتابوں میں مشہور ہے کہ اس نے نماز صبح چار رکعت پڑھانے کے بعد نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اور پڑھاؤں یا اتنی کافی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاذان کے باب۔ اذا اقام الرجل عن یسار الامام، میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

میں میمونہ کے پاس تھا اور اس شب میں نبیؐ بھی میمونہ ہی کے یہاں تھے آپؐ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے میں بھی ان کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے داہنی طرف کر دیا پھر تیرہ رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی اور جب بھی آپؐ سوتے تھے۔ خراٹوں سے سوتے تھے پھر موذن نے اذان دی تو بغیر وضو کئے نماز پڑھی۔

عمرو نے کہا میں نے یہ بات بکیر کو بتائی تو انھوں نے کہا کریب نے بھی مجھ سے ایسے

رسولؐ کی طرف ایسی جھوٹی احادیث کی نسبت دے کر بنی امیہ اور بنی عباس کے امراء و سلاطین وضو اور نماز کی اہمیت کو کم کر رہے تھے یہاں تک کہ ہمارے درمیان یہ مثل مشہور ہو گئی کہ "صلواۃ القیاد فی الجمعہ و الاعیاد" امیر و

حاکم جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھتے ہیں۔

نبیؐ اور حلف شکنی!

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب "قدوم الاشعریین واھل الیمن" میں قصہ عمان وبحرین میں ابوقلابہ سے انھوں نے زہدم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب ابوموسیٰ آئے تو شہر والوں نے انکا احترام کیا اور ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے وہ مرغ مسلم کھا رہے تھے وہیں پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا ابوموسیٰ نے اسے کھانے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم غلاظت کھا رہے ہو پس ابوموسیٰ نے کہا آؤ ہم نے رسولؐ کو اسے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اسے نہیں کھاؤں گا ابوموسیٰ نے کہا تمھیں قسم کے بارے میں بتائیں، نبیؐ کے پاس ایک اشعری آیا پس ہم نے نبیؐ سے مطالبہ کیا کیا کہ ہمیں لے چلیں تو نبیؐ نے اس کو لے جانے سے انکار کر دیا پھر ہم نے مطالبہ کیا تو نبیؐ نے قسم کھائی کہ ہم نہیں لے جائیں گے۔ پس ہمیں پانچ فربہ اونٹنیاں دینے کا حکم دیا جب ہم نے اسے لے لیا تو ہم نے کہا کہ نبیؐ نے قسم کے سلسلہ میں بے اعتنائی کی ہے ہم اس کے بعد کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پس میں آیا اور کہا اے نبیؐ اللہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہمیں نہیں لے جائیں گے اور لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں وہی قسم کھاتا ہوں کہ جس میں خیر ہو اور میں نے وہی کیا جس میں خیر تھا۔

اس نبیؐ کو ملاحظہ فرمائیے جس کو خدا نے اس لئے بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو یہ بتائیں کہ اپنے عہدوں کی حفاظت کریں، برادری کا پاس رکھیں اور قسم

نہ توڑیں، ہاں کفارہ دے کر توڑ سکتے ہیں لیکن نبیؐ لوگوں کو جس چیز کا حکم دیتے خود اسے انجام نہیں دیتے ہیں جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿لا يؤاخذكم الله باللغوِ في أيمانكم ولكنْ يؤاخذكم بما عقّدتم الأيمانفكفّارته إطعامُ عشرةِ مساكينَ من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتُهم أوتحريرُ رقبةٍ فمن لم يجد فصيامُ ثلاثة أيّامٍ ذلك كفّارة أيمانكم إذا حلفتمْ واحفظوا أيمانكم كذلك يُبيّنُ الله لكم آياته لعلكم تشكرون﴾ سورۂ مائدہ، آیت ر ۸۹

خدا تم سے بے مقصد قسمیں کھانے پر مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کی گرہ دل نے باندھی ہے ان کی مخالفت کا کفارہ دس مسکینوں کے لئے اوسط درجہ کا کھانا ہے۔ جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کی آزادی ہے پھر اگر یہ سب ناممکن ہو تو تین روزے رکھو کہ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب بھی تم قسم کھا کر اس کی مخالفت کرو۔ لہذا اپنی قسموں کا تحفظ کرو کہ خدا اس طرح اپنی آیات کو واضح کرکے بیان کرتا ہے کہ شاید تم اس کے شکر گذار بندے بن جاؤ

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ولا تنقضُوا الأيمانَ بعد توكيدها﴾

اور اپنی قسموں کو ان کے استحکام کے بعد ہرگز مت توڑو۔

لیکن انھوں نے رسولؐ کی کسی فضیلت و شرافت کو نہ چھوڑا!

قسم کے کفارہ میں عائشہ نے چالیس غلام آزاد کئے

رسولؐ کہاں ہیں ؟ (دیکھیں) کہ ان کی زوجہ عائشہ ایک قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کرتی ہیں ! کیا عائشہ رسولؐ کی بہ نسبت خدا سے زیادہ ڈرتی ہیں ۔ [1]

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب الہجرہ اور رسولؐ کے اس قول کے سلسلہ میں کہ "کسی مومن کے لئے تین روز تک اپنے برادر مومن سے بول چال بند رکھنا جائز نہیں ہے"۔ روایت کی ہے کہ عائشہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے اس بیع یا عطا کے بارے میں جو انھیں عائشہ نے عطا کیا تھا کہا : کہ ہم اس میں عائشہ کو تصرف کرنے سے روک دیں گے ، تو عائشہ نے کہا کہ کیا اس نے یہ کہا ہے ؟ لوگوں نے کہا ہاں : عائشہ نے کہا کہ میں خدا سے اس بات کی نذر کرتی ہوں کہ ابن زبیر سے کبھی نہیں بولوں گی ۔ پس جب قطع کلامی کو طویل عرصہ گذر گیا تو ابن زبیر نے ان سے معذرت چاہی عائشہ نے کہا : ہرگز نہیں ، قسم خدا کی میں کبھی بھی معاف نہ کروں گی اور نہ اپنی قسم ، توڑوں گی ، پس جب اور زیادہ زمانہ گذر گیا تو ابن زبیر نے مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمٰن ابن الاسود ابن عبد یغوث سے اس سلسلہ میں گفتگو کی ، واضح رہے کہ یہ دونوں قبیلہ زہرہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ اور کہا میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے عائشہ کے پاس پہونچا دو کیونکہ ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے قطع کلامی

---

[1] صحیح بخاری جلد ۷ ، ص ۹۰

کی نذر کریں۔ وہ دونوں اس کو چھپا کر اپنے ساتھ لے گئے اور عائشہ سے اندر آنے کی اجازت چاہی اور ان دونوں نے سلام کیا۔ اور کہا ہم اندر آسکتے ہیں؟ عائشہ نے کہا چلے آؤ۔ انھوں نے کہا ہم سب چلے آئیں؟ کہا، ہاں سب چلے آؤ، عائشہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیر بھی ہے۔

پس جب وہ داخل ہوئے تو ابن زبیر بھی پیچھے پیچھے داخل ہو گئے تو عائشہ نے منہ پھیر لیا۔ تو یہ رو رو کر التماس کرنے لگے، مسور اور عبدالرحمٰن اس وقت تک گڑگڑاتے رہے جب تک کہ انھوں (عائشہ) نے بات نہیں کی۔ ان دونوں نے کہا آپ جانتی ہیں کہ نبیؐ نے تین روز سے زیادہ قطع کلامی سے منع فرمایا ہے۔ جب عائشہ کو انھوں نے بہت زیادہ سمجھایا اور دباؤ ڈالا تو عائشہ نے ان کی بات مان لی اور روتے ہوئے کہا کہ میں نے ان سے کلام نہ کرنے کی نذر کی تھی اور نذر بہت سخت چیز ہے۔ لیکن وہ لوگ اس وقت تک وہاں سے نہ ٹلے جب تک کہ عائشہ نے ابن زبیر سے بول چال شروع نہ کی۔ پھر عائشہ نے اپنی نذر توڑنے کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے وہ اپنی نذر کو یاد کرتی تھیں اس کے بعد روتیں کہ آنسو سے دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔

باوجودیکہ عائشہ کی قسم صحیح نہیں تھی کیونکہ نبیؐ نے مسلمان کے لئے اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ بول چال بند کرنے کو حرام قرار دیا ہے لیکن عائشہ نے اس پر عمل نہیں کیا اور بعض قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے۔ یہ چیز اس بات کی طرف بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ یہ عائشہ ہی کی ذاتی دولت تھی ورنہ عائشہ چالیس غلام یا ان کی قیمت کی مالک کیسے بن سکتی تھیں یہ کوئی آسان بات نہیں تھی اور تاریخ نے کوئی ایسا واقعہ نقل نہیں کیا کہ رسولؐ نے اپنی پوری حیات میں غلاموں کی اتنی بڑی تعداد آزاد کی ہو۔

انھوں نے کوئی برائی اور خامی ایسی نہیں چھوڑی جس کی نسبت رسولؐ کی طرف نہ دی ہو اور اس کی وجہ صرف اپنے امراء کے کرتوتوں کو تنقید سے بچانا تھی۔ خدا انھیں غارت کرے انھوں نے بہت برا کام کیا ہے۔

"احکام شرعیہ کی بے احترامی کے سلسلہ میں انھیں بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

نبیؐ احکام خدا میں جیسے چاہتے ہیں تبدیلی کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الصوم کے باب "اغتسال الصائم" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الصیام کے باب "تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان علی الصائم و وجوب الکفارۃ الکبریٰ فیہ وانہا تجب علی الموسر والمعسر" میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

ہم لوگ رسولؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہا: یا رسول اللہ میں ہلاک ہوا! فرمایا تمھیں کیا ہو گیا؟ اس نے کہا: میں نے اپنی زوجہ سے ہمبستری کر لی حالانکہ میں روزہ سے تھا۔ رسولؐ نے فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپؐ نے فرمایا تم پے در پے دو ماہ روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، راوی کہتا ہے کہ وہ شخص تھوڑی دیر نبیؐ کے پاس ٹھہرا تھا ہم بھی بیٹھے تھے کہ نبیؐ نے اسے کھجور کا رس دیا کہ اس میں کھجوریں بھی پڑی تھیں ـــــــ فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں ہوں، فرمایا: تو اسے تصدق کر دے۔ اس نے کہا یا رسولؐ اللہ مجھ سے بڑا بھی کوئی فقیر ہے؟

قسم خدا کی کوئی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ فقیر نہیں ہے۔ پس نبی کو ہنسی آگئی یہاں تک کہ دندان (مبارک) ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلادو۔

احکام و حدودِ خدا کی گت ملاحظہ فرمائیے، خدا نے اپنے خوش حال بندوں پر غلام آزاد کرنا اور اگر غلام آزاد نہیں کر سکتے تو ان پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور جو فقیری کی وجہ سے کھانا بھی نہیں کھلا سکتے تو ان پر دو مہینوں کے روزے واجب کئے ہیں یہ ان فقیروں کا کفارہ ہے کہ جن کو غلام آزاد کرنے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے بھر کا پیسہ نصیب نہیں ہوتا ہے لیکن یہ روایت تو خدا کے ان حدود کو پامال کرتی ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کئے ہیں۔

ہمارے لئے مجرم کا یہی کہنا کافی ہے کہ رسولؐ اس طرح مسکرائے کہ دانت نظر آنے لگے گویا حکم خدا کو اس کے لئے آسان کر دیا اور صدقہ لینا مباح کر دیا کیا خدا و رسولؐ پر اس سے بڑا بہتان بھی باندھا جا سکتا ہے کہ گناہ کرنے والے کی سزا کے بجائے معاف کر دیا اس سے بھی زیادہ گناہگاروں فاسقوں، اور منحرف لوگوں کو جری بنایا جا سکتا ہے۔

ایسی ہی روایات کی بنا پر تو دین خدا اور اس کے احکام کھلونا بن کے رہ گئے اور زناکار اپنے اس فعل شنیع پر فخر اور محافل و شادیوں میں زانی کے نام کے گانے گائے جانے لگے اسی طرح ماہ رمضان میں روزہ توڑنے والا روزہ داروں کا منہ چڑھاتا ہے۔

جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان و النذور کے باب "اذا حنث ناسیاً" میں، عطا سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت

کی ہے کہ ایک شخص نے نبیؐ سے کہا کہ میں نے رمی جمرات سے قبل طواف زیارت کر لیا۔ نبیؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا: میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا۔ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ تیسرے نے کہا: میں نے رمی جمرات سے قبل قربانی کر لی، فرمایا: کوئی اشکال نہیں ہے۔

اور عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان نبیؐ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ فلاں سے قبل میرا ایسا ایسا خیال تھا، پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہا: میں ان تینوں (سر منڈانے، قربانی اور رمی جمرا کے بارے میں ایسا خیال رکھتا تھا۔ نبیؐ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تینوں کو ایک ہی روز میں انجام دیا جاتا ہے پس جب ان میں سے کسی نے کسی کے بارے میں سوال کیا تو کہا، بجالاؤ، بجالاؤ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ جب آپ ان روایات کو پیش کریں گے تو بعض معاندین آپ کے سامنے ڈٹ کے کہیں گے دین خدا آسان ہے اس میں تنگی نہیں ہے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا ہے: آسانی کو اختیار کرو اور تنگی سے بچو!

اگرچہ یہ بات حق ہے لیکن مراد باطل ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا نے ہمارے لئے سہولتیں رکھی ہیں اور حرج میں مبتلا نہیں کیا ہے لیکن اس قرآن مجید اور سنت نبوی کے ذریعہ ہم تک احکام و حدود پہونچائے ہیں اور اقتضائے وقت کے لحاظ سے ہمیں چھوٹ بھی دی ہے جیسے پانی کے فقدان اور بیماری کے خوف کے وقت تیمم کی اجازت مرحمت کی اسی طرح مقتضائے وقت کے لحاظ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی، چنانچہ سفر میں روزہ نہ رکھنے اور نماز

قصر پڑھنے کی رخصت دی یہ سب چیزیں صحیح ہیں لیکن ہم احکام خدا کی مخالفت کرتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ہم وضو و تیمم کی ترتیب کو بدل دیں ہاتھوں کو چہرہ سے قبل دھوئیں یا پیروں کا مسح سر سے پہلے کریں یہ جائز نہیں ہے۔

لیکن گڑھنے والوں کا ارادہ تو یہ ہے کہ رسولؐ کو اتنا گرادو کہ ہمارے لئے راستہ کھل جائے۔ آج بھی بہت سے لوگ (جب ان سے فقہی مسائل میں آپ بحث کریں گے تو وہ) کہتے ہیں کہ برادرم کوئی جبر نہیں ہے ہم کو صرف نماز پڑھنا ہے جیسے بھی ہو سکے نماز پڑھو۔

عجب بات تو یہ ہے کہ بخاری نے اسی صفحہ پر جس پر رسولؐ کا یہ قول "افعل افعل ولا حرج،، انجام دو کوئی حرج نہیں ہے،، درج کیا ہے ایک واقعہ تحریر کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ حدود سے تجاوز کر کے بہت دور نکل گئے تھے، ابو ہریرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں، ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی رسولؐ بھی مسجد کے گوشہ میں تشریف فرما تھے۔۔ وہ شخص نماز کے بعد رسولؐ کے پاس آیا اور سلام کیا تو آپؐ نے فرمایا: "دوبارہ نماز پڑھو! تم نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ واپس گیا، نماز ادا کی، اور آکر سلام کیا آپؐ نے پھر فرمایا: نماز پڑھو! تم نے صحیح نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ نماز ادا کی اور رسولؐ ہر بار اس سے یہی کہتے رہے، پھر سے نماز پڑھو! تم نے نماز نہیں پڑھی ہے پس اس شخص نے کہا یا رسول اللہ آپؐ مجھے سکھا دیجئے۔ تو آپؐ نے اسے بتایا کہ رکوع و سجود کو اطمینان سے بجالاؤ پھر رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو اور سجدہ کے بعد اطمینان سے بیٹھو! دوبارہ پھر اطمینان سے سجدہ بجالاؤ اور اس کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ اسی طرح پوری نماز پڑھو۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب قول اللہ ،

عز وجل ،فاقرءوا ما تیسر من القرآن ،میں عمر ابن خطاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے حیات رسولؐ میں ہشام ابن حکیم کو سورۂ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ان کی قرأت پر میں نے جو غور کیا تو بہت سے حروف تھے جن کی تعلیم رسولؐ نے ہمیں نہیں دی تھی۔ میں نے چاہا کہ نماز ہی سے اسے گریبان پکڑ کر گھسیٹ لوں مگر سلام پھیرنے تک صبر کیا اور پھر اپنی ردا سے پکڑ کر پوچھا یہ سورہ تمھیں کس نے پڑھایا ہے ۔اس نے کہا: رسولؐ نے ،میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو ہمیں تو اس کی تعلیم نہیں دی جو تم پڑھ رہے تھے ۔

میں اسے لے کر رسولؐ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کی میں نے اسے اس سورۂ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا کہ جو آپؐ نے ہمیں نہیں سکھایا ہے آپؐ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! اے ہشام پڑھو، پس اس نے وہی تلاوت کی جو میں نے سنی تھی پس رسولؐ نے فرمایا: یہ سورہ اسی طرح نازل ہوا تھا۔اس کے بعد رسولؐ نے فرمایا: اے عمر تم پڑھو! پس میں نے وہی قرأت کی جو مجھے سکھائی تھی ۔آپؐ نے فرمایا: یہ سورہ ایسے ہی نازل ہوا ہے ۔ بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے جس طرح ممکن ہو پڑھو!

کیا اس روایت کے بعد اس میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ گڑھنے والوں نے رسولؐ کی قداست پر دھبہ لگانے کی کوشش کی ہے یہاں تک کہ قرآن کے بارے میں بھی آپؐ کی شخصیت کو اس طرح مخدوش کرنا چاہا ہے کہ آپؐ نے صحابہ کو مختلف قرأتیں سکھائیں اور ہر ایک سے کہدیا یہ سورہ ایسے ہی نازل ہوا ہے ۔اگر قرأت میں اتنا بڑا اختلاف نہ ہوتا تو عمر ہشام کو نماز کے درمیان ہی سے گھسیٹنے اور انھیں دھمکانے کی کوشش نہ کرتے ۔اس سے ان علمائے اہلسنت

کی روش یاد آگئی کہ جو دوسروں کے لئے اسی قرات کو جائز سمجھتے ہیں جس کا انھیں علم ہے اس کے علاوہ دوسری قرات جس کا انھیں علم نہ ہو وہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں سمجھتے۔ ایک روز میں آیہ ﴿اذكروا نعمتِي التي أنعمتُ عليكم﴾ کی تلاوت کر رہا تھا۔ ان میں ایک صاحب مجھ پر بھڑ پڑے اور چیختے ہوئے کہا: اگر تم قرأت سے جاہل ہو تو قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو۔

میں نے کہا: میں نے قرآن کے ٹکڑے کیسے کر دیے؟

اس نے کہا: اُذكُرُو نِعْمَتِيَ ہے نہ نَعْمَتِيَ

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاستقراض واداء الدین کے باب "الخُصُومَاتُ" میں عبد الملک ابن میسرہ سے مرسل طریقہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک شخص کو نبیؐ کی قرات کے خلاف ایک آیت کی قرأت کرتے ہوئے سنا تو اسے پکڑ کر نبیؐ کے پاس لایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: تم دونوں صحیح ہو۔[1]

شعبہ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: اختلاف پیدا نہ کرنا کیونکہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہو گئے۔

سبحان اللہ! رسولؐ ان کے درمیان کیسے اختلاف کو ہوا دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم دونوں صحیح ہو؟ اور انھیں ایک قرأت پر جمع نہیں کرتے کہ جس سے اختلاف کی جڑ کٹ جائے۔

اور اس کے بعد فرماتے ہیں: اختلاف پیدا نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ خدا کے بندو! خدا تم پر رحم

---

[1] بخاری جلد ۳ ص۸۸

کرے ہمیں یہ بتائیے کیا یہ تناقض نہیں ہے؟ کیا لوگوں میں (اس لحاظ سے) رسولؐ کی بات سے اختلاف نہیں ہوا؟ یہ تو اختلاف پر جری بنا تا ہے۔ حاشا۔ رسول اللہ اس اختلاف سے بری ہیں جس سے عقلیں نفرت کرتی ہیں۔

کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے جو کہتا ہے:

﴿ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً﴾ سورۂ نساء، آیت ۸۲

اگر یہ قرآن خدا کے علاوہ کسی دوسرے کا کلام ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

کیا امت مسلمہ میں متعدد قرائتوں سے بڑا اور پر خطر کوئی اختلاف ہے کہ جس نے قرآن کے معنی کو مختلف تفاسیر و آراء میں تقسیم کر دیا ہے پس واضح آیتِ وضو مختلف فیہ ہو گئی ہے۔

- معاذ اللہ۔ نبیؐ بچوں کی سی حرکت کرتے ہیں اور جو سزا کا مستحق نہیں ہوتا ہے اسے سزا دیتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب "مرض النبیؐ ووفاتہ" اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب السلام کے باب "کراھۃ التداوی للدود" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

ہم نے مرض میں نبیؐ کو زبردستی دوا پلادی تو آپ نے اشارہ سے منع کیا کہ مجھے دوا نہ پلاؤ۔ ہم نے کہا مریض تو دوا سے کراہت کرتا ہی ہے۔ لیکن جب آپؐ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: کیا میں نے منع نہیں کیا تھا کہ مجھے دوا نہ پلاؤ؟ ہم نے کہا مریض دوا سے کراہت

کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا پورا گھر مجھے دوا پلانے میں لگا تھا اور میں مجبور دیکھ رہا تھا۔ صرف عباس اس میں تمھارے شریک نہیں تھے۔

تعجب ہے نبیؐ کو افترا کرنے والے لوگوں نے ایسا سچ بنا دیا کہ جو کڑوی دوا پینے سے بھاگتا اور پریشان ہوتا ہے۔ اور اشارہ سے دوا پلانے سے منع کرتا ہے۔ لیکن وہ زبردستی انھیں دوا پلا دیتے ہیں۔ اور جب افاقہ ہوتا ہے تو آپؐ ان سے فرماتے ہیں: کیا میں نے تمھیں منع نہیں کیا تھا کہ تم مجھے دوا نہ پلاؤ؟ پس سب نے معذرت کی اور کہا: ہم یہ سمجھے کہ مریض تو دوا سے کراہت کرتا ہی ہے۔ اور سب نے جمع ہو کر دوا پلا دی اور نبیؐ دیکھتے رہے کہ کوئی مجھے ان لوگوں سے چھڑا دے اور اس کام میں سب شامل تھے صرف آپ کے چچا عباس مستثنیٰ تھے۔ کیونکہ وہ اس وقت موجود نہ تھے۔

جناب عائشہ نے قصہ کو کامل طور پر نقل نہیں کیا ہے۔ نبیؐ نے ان لوگوں کے بارے میں کچھ فرمایا نہیں۔ (معلوم نہیں) یہ دوا پلانے کا کام مردوں کے درمیان انجام پایا تھا یا عورتوں کے درمیان انجام پذیر ہوا تھا۔

نبیؐ قرآن کی بعض آیتوں کو ختم کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل القرآن کے باب "نسیان القرآن" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الصلوٰۃ المسافرین وقصرہا، کے باب "الامر بتعهد القرآن وکراھۃ قول نسیت آیۃ کذا" میں اسامہ سے اور انھوں نے ہشام ابن عروہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے

عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ نے ایک شخص کو ایک سورہ کی رات میں تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: خدا اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں آیت یاد دلائی جسے میں بھول گیا تھا۔

جیسا کہ بخاری نے دوسری روایت میں علی ابن مسہر سے اور انھوں نے ہشام سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے عائشہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ نبیؐ نے رات کے وقت مسجد میں کسی شخص کو قرأت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: خدا اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلائی جسکو میں فلاں فلاں سورہ سے حذف کر چکا تھا۔

یہی وہ نبیؐ ہیں جن کو خدا نے قرآن دے کر بھیجا اور یہی (قرآن) ان کا دائمی معجزہ بھی ہے۔ اور یہی وہ نبیؐ ہیں جو اسے تدریجی نزول سے پہلے پورا قرآن ایک ساتھ نازل ہوا تھا اسی وقت سے اسکی حفاظت کر رہے تھے۔

خداوند عالم ان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿لا تحرّك به لسانك لتعجل به﴾

آپ قرآن کی تلاوت میں عجلت کے ساتھ زبان کو حرکت نہ دیں

نیز فرماتا ہے:

﴿وإنّه تنزيلُ ربّ العالمين نزل به الروح الأمين على قلبك لتكون من المنذرين بلسانٍ عربيٍ مبين وإنّه لفي زبر الأوّلين﴾

سورۂ شعراء، آیت ۱۹۶

ترجمہ: اور یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے والا ہے اسے جبرئیل امین لیکر نازل ہوئے ہیں یہ آپ کے قلب پر نازل ہوا ہے تاکہ آپ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں یہ واضح عربی زبان میں ہے اور اس کا ذکر سابقین کی کتابوں میں موجود ہے

لیکن جھوٹوں، دجالوں اور گڑھنے والوں نے ان سب چیزوں کو ٹھکرا دیا اور آپ کی طرف ایسی باطل و نازیبا باتوں کی نسبت دی جنھیں نہ عقل قبول کرتی ہے نہ ذوق سلیم، مسلمان محققین کا یہ حق ہے کہ رسولؐ کے بارے میں موجود اس قسم کی روایات "کہ جن سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں خصوصاً وہ کتابیں جنھیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے ایسی باتوں سے مملو ہیں" کی تردید کریں۔ ہم دور نہ جائیں صرف بخاری و مسلم کو دیکھیں کہ جو اہلسنت کے درمیان کتاب خدا کے بعد صحیح ترین کتاب شمار ہوتی ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ وہ قداست رسولؐ کو داغدار بتاتی ہیں تو دوسری کتابوں کا تو ذکر ہی کیا ہے یہ سب ان دشمنان خدا و رسولؐ کی گڑھی ہوئی حدیثیں ہیں جو معاویہ اور اس کے بعد بنی امیہ کے حکام کے قریبی تھے ان لوگوں نے اتنی جھوٹی احادیث گڑھیں کہ کتابیں بھر گئیں ان حدیثوں کے گڑھنے کا مقصد عظمت رسولؐ کو گھٹانا تھا۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو خدا کی جانب سے رسولؐ پر نازل ہونے والی ہر چیز پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے سرداروں کے ان افعال شنیعہ کو بھی تنقید سے بچانا چاہتے تھے جنھیں مسلمانوں کی تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔ رسولؐ نے ابتدائے بعثت ہی میں ان لوگوں کے چہرے سے نقاب ہٹا دی تھی اور ان سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی تھی۔ انھیں مدینہ سے بھگا دیا تھا چنانچہ طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ نبیؐ نے ابو سفیان کو گدھے پر سوار دیکھا کہ جس کی لجام معاویہ پکڑ کر چل رہا تھا اور یزید (ابوسفیان) کا بیٹا ہنکار رہا تھا۔ آپ نے فرمایا خدا اس کے سوار ہنکانے والے اور آگے آگے چلنے والے پر لعنت کرے۔[1]

---

[1] تاریخ طبری جلد ۱۱ ص ۳۵۷

امام احمد نے اپنی مسند میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں رسولؐ کے ہمراہ تھے کہ دو افراد کو گاتے ہوئے سنا گیا جو ایک دوسرے کا جواب دے رہے تھے، نبیؐ نے فرمایا دیکھو یہ کون ہیں، لوگوں نے بتایا کہ معاویؔ اور عمرو ابن عاص ہیں تو رسولؐ نے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا: پروردگار! انھیں برباد فرما، اور انھیں جہنم میں جھونک دے۔ [1] ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ انھوں نے معاویہ سے کہا کہ جب تم رسولؐ کے قریب سے گذر رہے تھے تو میں نے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: پروردگار! اس پر لعنت فرما اور خاک کے علاوہ اسے کبھی (شکم) سیر نہ کرنا۔ [2] اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس خط میں جو آپؑ نے اہل عراق کے نام لکھا ہے تحریر کیا ہے:

بخدا اگر میں تن تنہا ان سے مقابلہ کے لئے نکلوں
اور زمین کی ساری وسعتیں ان سے چھلک رہی ہوں جب بھی
میں پرواہ نہ کروں اور نہ پریشان ہوں اور جس گمراہی میں
وہ مبتلا ہیں اور جس ہدایت پر میں ہوں اس کے متعلق پوری
بصیرت اور اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے یقین رکھتا
ہوں اور میں اللہ کے حضور میں پہونچنے کا مشتاق اور
اس کے حسن ثواب کے لئے دامن امید پھیلائے ہوئے
منتظر ہوں۔ مگر مجھے اس کی فکر ہے کہ اس قوم پر بدمغز اور
بدکردار لوگ حکومت کریں اور وہ اللہ کے مال کو اپنی

---

[1] مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۴۲۱ طبرانی نے بھی کبیر میں تحریر کیا ہے۔

[2] مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۴۲۱، لسان العرب جلد ۷ صفحہ ۴۰۴

املاک اور اس کے بندوں کو غلام بنالیں، نیکوکار ہمیشہ برسرپیکار
رہیں بدکرداروں کو اپنے قبضہ میں رکھا

باوجودیکہ رسولؐ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان احادیث
ی انھیں (اہلسنت کو) کوئی خدشہ نہیں ملا ہے، کیونکہ وہ صحابہ ان احادیث
خوبی جانتا ہے لہٰذا انھوں نے ان احادیث کے مقابلہ میں اور حدیثیں
عیں کہ جنھوں نے حق کو باطل میں تبدیل کر دیا اور رسولؐ کو ایک عام انسان
دیا کہ جس پر جاہلیت کی حمیت طاری ہو جاتی ہے اور کبھی اتنے مغلوب
ضب ہو جاتے ہیں کہ ناحق کسی شخص پر سب و شتم کرنے لگتے ہیں۔ انھوں نے
ملعون سرداروں کے دفاع میں یہ حدیث گڑھی کہ جسے بخاری نے اپنی
ی کتاب الدعوات کے باب قول النبیؐ "من آذیتہ فاجعلہ لہ زکاۃ ورحمۃ"
اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب البر والصلۃ والادب کے باب "من لعنہ
الخ..." میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

> رسولؐ کے پاس دو اشخاص آئے اور کسی ایسی
> چیز کے بارے میں بحث کرنے لگے جسے میں نہیں جانتی پس
> رسولؐ ان پر غضبناک ہوئے اور لعنت و سب و شتم کیا۔
> جب وہ چلے گئے تو میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ان دونوں
> سے کیا غلطی ہو گئی تھی؟ آپؐ نے فرمایا: تم کیا کہہ رہی ہو؟
> میں نے کہا آپؐ نے ان پر لعنت کی ہے، فرمایا
> کیا تم نہیں جانتی ہو کہ میں نے اپنے رب سے شرط کر رکھی ہے کہ
> پروردگارا میں بشر ہوں پس اگر میں کسی مسلمان
> پر لعنت کروں یا اسے برا بھلا کہوں تو تو اسے معاف فرما

۴۵۰

اور اسی پر لعنت کرتے تھے جو لعنت کا مستحق ہوتا ہے
قائم کرنے کے لئے گواہ لے لگواتے تھے ان نیک افراد کو
ہوا ہے جن کے خلاف ثبوت یا گواہی یا خود ان کا اعتراف نہ ہو
لیکن ان کا دل ان روایات کو دیکھ کر بہت جلتا تھا کہ جن
اور بنی امیہ پر لعنت کی گئی ہے لہٰذا انھوں نے لوگوں کو دھوکا دینے
کو بڑھانے کے لئے ایسی احادیث گڑھ لی ہیں اسی لئے مسلم نے
ح میں ان روایات کو نقل کرنے کے بعد کہ جن میں نبی نے معاویہ پر لعنت کی ہے اور
خدا کی رحمت و قربت بن گئی ہیں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے
یا: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسولؐ آگئے تو میں دروازہ کی اوٹ میں
چھپ گیا ابن عباس کہتے ہیں رسولؐ نے مجھے پکڑ کر فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلا
لاؤ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں معاویہ کے پاس سے رسولؐ کے پاس آیا عرض کی
وہ کھانا کھا رہا ہے، آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور بلا کے لاؤ، ابن عباس کہتے ہیں
میں پھر گیا اور واپس آکر عرض کی وہ کھانا کھا رہا ہے، پس آپ نے فرمایا: خدا
اس کا پیٹ نہ بھرے۔ ۱

تاریخی کتابوں میں ہمیں یہ چیز ملتی ہے کہ امام نسائی صاحب الخصائص
سر امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے مختص کی تھی لکھنے کے بعد
شام گئے تو شام والوں نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: تم نے معاویہ کے
فضائل کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ امام نسائی نے کہا: مجھے اس کی کسی فضیلت
کا علم نہیں ہے مگر یہ کہ خدا اس کا پیٹ نہ بھرے بس یہ جملہ سن کر شام والوں نے

انھیں اتنا مارا کہ وہ شہید ہو گئے مورخین لکھتے ہیں کہ معاویہ کو رسولؐ کی بد دعا لگ گئی یہی وجہ ہے کہ معاویہ کھاتے کھاتے تھک جاتا تھا لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ میں بھی ان روایات سے واقف نہیں تھا جو لعنت کو رحمت اور قرب خدا قرار دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ تیونس میں ایک بزرگوار نے مجھے ان سے آشنا کیا، بزرگوار علم و آگہی کے لحاظ سے شہرت یافتہ تھے اور ہم ایک مجمع میں احادیث کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے یہاں تک کہ معاویہ ابن ابی سفیان کا تذکرہ بھی نکل آیا، وہ بزرگوار معاویہ کے بارے میں بڑے ہی فخر و عزور کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ وہ بہت زیرک اور ذکاوت و حسن تدبیر میں مشہور تھے۔ وہ پورے طور سے معاویہ کی سیاست اور جنگ میں علی کرم اللہ وجہہ پر اس کے غالب ہونے کو بیان کر رہے تھے۔ میں نے کسی طرح اس پر تو صبر کر لیا لیکن جب وہ معاویہ کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی میں زیادہ آگے نکل گئے تو میرے صبر کا پیمانہ ٹوٹ گیا لہٰذا میں نے ان سے کہا: رسولؐ کو معاویہ سے قطعی محبت نہ تھی بلکہ آپؐ نے معاویہ پر لعنت اور اس کے لئے بد دعا کی ہے، یہ بات سن کر حاضرین تعجب میں پڑ گئے اور کچھ میری بات سے غضبناک بھی ہوئے۔ لیکن ان بزرگوار نے پورے اعتماد کے ساتھ میری تائید کی اس سے حاضرین اور حیرت میں پڑ گئے اور موصوف سے کہنے لگے: ہم کچھ نہیں سمجھ پا رہے ہیں! ایک طرف آپ معاویہ کی مدح سرائی کرتے ہیں اور دوسری طرف اس بات سے بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ نبیؐ نے ان (معاویہ) پر لعنت کی ہے۔ یہ دونوں کیسے ممکن ہیں؟ اُن لوگوں کے ساتھ ساتھ میں نے بھی یہی سوال کیا، انھوں نے ہمیں عجیب و

عزیب جواب دیا کہ جس کا قبول کرنا مشکل ہو گیا۔ انھوں نے کہا: رسوؐل نے جوان پر سب وشتم اور لعنت کی بیشک وہ خدا کے نزدیک رحمت ورافت ہے۔ مجمع نے حیرت سے پوچھا وہ کیسے؟ کہا: اس لئے کہ رسوؐل نے فرمایا ہے کہ میں بھی سارے انسانوں کی طرح ایک انسان ہوں اور میں نے خدا سے یہ دعا کی ہے کہ میری لعنت کو رحمت ورافت بنا دے۔ پھر انھوں نے اپنی بات کہتے ہوئے اضافہ کیا: یہاں تک کہ جس کو رسوؐل نے قتل بھی کیا ہے وہ دنیا ہی سے جنت میں چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد میں نے ان سے تنہائی میں اس حدیث کا حوالہ معلوم کیا تو انھوں نے مجھے صحیح بخاری اور مسلم کا حوالہ دیا اور مجھے ان احادیث کا علم ہوا۔ لیکن اس سے میرے اس یقین میں اور استحکام پیدا ہو گیا جو امویوں کی اس سازش کے سلسلہ میں قائم ہوا تھا کہ جو انھوں نے حقائق اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لئے اور عصمتِ رسوؐل کو داغدار بنانے کے لئے تھی۔

اور اس کے بعد مجھے ایسی بہت سی روایتیں ملیں جو ایسی باتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سازش کرنے والے بھی مطمئن ہو گئے انھوں نے اکثر باتوں کو خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب " قول اللّٰہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللّٰہ" میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسوؐل نے فرمایا کہ:

جس شخص نے کوئی نیک کام انجام نہ دیا ہو، اسے مرنے کے بعد جلا دیا اس کے بدن کا نصف حصہ خشکی میں اور نصف حصہ دریا میں قرار دو قسم خدا کی اگر خدا اس بات پر قادر ہوگا تو اسے ایسا عذاب دے گا کہ عالمین میں

کوئی نہیں دے سکتا۔ پس خدا دریا کو حکم دے گا اور جو کچھ
اس میں ہوگا جمع ہو جائے گا۔ پھر خشکی کو حکم دے گا تو اس کی
تمام چیزیں جمع ہو جائیں گی پھر کہے گا تو نے ایسا کیوں کیا
وہ کہے گا : تیری خشیت کی بنا پر، اور تو جانتا ہے۔ پس
خدا اسے بخش دے گا۔

اور اسی صفحہ پر ابوہریرہ کی بیان کردہ یہ روایت موجود
ہے کہ میں نے رسولؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ :

جب کسی بندہ سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ
بسا اوقات کہتا ہے مجھ سے گناہ ہو گیا اور کہتا ہے پروردگار
میں نے گناہ کیا یا بسا اوقات کہتا ہے کہ مجھ سے گناہ ہو گیا
پس تو مجھے بخش دے۔

اس کا پروردگار کہتا ہے کہ : کیا میرا بندہ یہ
جانتا تھا کہ اس کا پروردگار ہے جو اس کے گناہ کو بخش
دے گا تو میں نے اپنے بندہ کے گناہ بخش دئے۔ پھر بندہ
ایک مدت تک گناہ نہ کرے اور پھر گناہ کا مرتکب ہو جائے
اور کہے پروردگارا مجھ سے دوسرا گناہ سرزد ہو گیا ہے پس
تو بخش دے تو خدا کہے گا کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس
کا کوئی (رب) ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے پس میں نے
اپنے بندہ کو معاف کیا۔ پھر جب تک خدا چاہے وہ گناہوں
سے باز رہے اور گناہ کر بیٹھے اور کہے پالنے والے میں نے

دوسرے گناہ کا ارتکاب کیا پس تو اسے بھی معاف کر دے
پھر خدا کہتا ہے کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے
جو گناہوں کو بخشتا ہے میں نے اپنے بندہ کو تین مرتبہ
معاف کیا پس اب جو چاہے انجام دے۔

خدا کے بندو! یہ کون سا رب ہے؟ باوجودیکہ بندہ کو پہلی دفعہ میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے رب کو اس کی مطلق خبر نہ ہوئی ہر دفعہ یہ کہتا رہا کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہوں کو بخش دیتا ہے؟؟

یہ کون سا پروردگار ہے جو بے شمار مکرر گناہوں کو معاف فرماتا ہے ــــ اور اپنے بندہ سے کہتا ہے جو چاہو کرو۔

ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات بہت بڑی ہو گئی اگرچہ وہ جھوٹ ہی ہے پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے تو کیا آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیں گے۔

جی ہاں! ان کا یہی گمان ہے کہ رسولؐ نے عثمان کے لیے فرمایا: تم جو چاہو کرو آج کے بعد تمھارے افعال تمھیں ضرر نہیں پہونچائیں گے بقول اہلسنت کے یہ اس وقت کی بات ہے جب عثمان جیش عسرہ تیار کر رہے تھے۔ بیشک یہ وہ پروانۂ بخشش ہے کہ جو جنت میں داخل ہونے کے لیے کنیسہ والے دیا کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ اگر عثمان ایسے افعال۔ بجالاتے ہیں جو ان کے خلاف بغاوت اور قتل اور بغیر غسل و کفن کے یہودیوں کے مقبرہ میں دفن کا باعث بنے۔

۔ " یہ توان کی امیدیں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو " ۔

نبیؐ کے اقوال میں تناقض!

بخاری نے اپنی صحیح میں عبد اللہ ابن عبد الوہاب سے روایت کی ہے ہم سے حماد نے ایک ایسے شخص کے بارے میں بتایا کہ جس کو نیکیوں کے ساتھ نہیں یاد کیا جاتا ۔ اس نے کہا: میں فتنوں کی شبوں میں ایک شب اپنا اسلحہ لے کر نکلا تو ابو بکرہ میرے سامنے آگئے اور کہا: کہاں کا ارادہ ہے ؟ میں نے کہا: رسولؐ کے ابن عم (علیؑ) کی مدد کا ارادہ ہے ۔ ابو بکرہ نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ :

> جب دو مسلمان تلوار لے کر ایک دوسرے سے لڑیں گے تو وہ دونوں جہنم میں جائیں گے ، کہا گیا کہ قاتل تو جرم کی وجہ سے جہنم میں جائے گا لیکن مقتول کی کیا خطا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا : کہ وہ اپنے مد مقابل کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا ۔

حماد ابن زید کہتے ہیں کہ میں نے ایوب و یونس ابن عبید کے سامنے یہ روایت اس لئے نقل کی تاکہ وہ بھی میری تائید کریں تو انھوں نے کہا کہ اس حدیث کو حسن نے احنف ابن قیس سے اور انھوں نے ابو بکرہ سے نقل کیا ہے ۔ [۱]

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۹ ص ۹۲ ، کتاب الفتن باب " اذا التقی المسلمان بسیفہما "۔

مسلم نے بھی اپنی صحیح کی کتاب الفتن کے اسی باب میں حدیث ابو بکرہ کو احنف ابن قیس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں اس شخص کی مدد کی غرض سے نکلا پس ابو بکرہ سے میری ملاقات ہوگئی اس نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: اس شخص کی مدد کو جا رہا ہوں، اس نے کہا کہ لوٹ جاؤ کیونکہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ:

جب دو مسلمان ایک دوسرے کے مقابلہ میں تلوار لے کر نکل آئیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں داخل ہوں گے پس میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے مقتول کا قصور کیا ہے؟ فرمایا: وہ بھی اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ [1]

ان گڑھی ہوئی احادیث سے، قاری ان اسباب کو بخوبی سمجھ لے گا کہ ان احادیث کو کیوں گڑھا گیا ہے، اور رسولؐ کے ابن عم سے ابو بکرہ کی عداوت بھی آشکار ہو جاتی ہے اور یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کو رسوا کرنے کے لئے اس نے کیا کیا اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ باطل کے مقابلہ میں حق کی نصرت کرنے والے صحابہ کے حوصلوں کو اس طرح پست کیا، ان کے لئے اس حدیث کی سی حدیثیں گڑھ دیں کہ جنھیں نہ عقلیں قبول کرتی ہیں نہ قرآن صحیح قرار دیتا ہے اور نہ ہی سنت کی رو سے درست ہیں خداوند عالم کا ارشاد ہے،

﴿فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله﴾

---

[1] اس حدیث کو بخاری نے کتاب الایمان کے باب "المعاصی" میں نقل کیا ہے۔

اس گروہ سے مل کر جنگ کریں جو زیادتی کرنے
والا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بھی حکم خدا کی طرف واپس آجائے
الحجرات، آیت ر ۹

ظالموں اور بغاوت کرنے والوں سے جنگ کرنے کا حکم
واضح ہے اسی لئے آپ بخاری کے شارح کو اس حدیث کی اس طرح
حاشیہ آرائی کرتے ہوئے دیکھیں گے۔

ملاحظہ فرمائیے کیا یہ حدیث بغاوت سے مقابلہ
کرنے کے سلسلہ میں حجت ہے؟ جب کہ خدا کا یہ قول
موجود ہے کہ باغی گروہ سے جنگ کرتے رہو۔ یہاں تک
کہ وہ حکم خدا کی طرف واپس آجائے۔

اور جو حدیث کتاب خدا کے خلاف ہوتی ہے وہ جھوٹی ہوتی
ہے اسے دیوار پر مار دینا چاہئے۔ نبیؐ کی صحیح حدیث حضرت علی علیہ السلام
کے بارے میں یہ ہے۔

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔
بارالہا اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ
اس کی مدد کرنے والے کی مدد فرما اسے رسوا کرنے والے کو
ذلیل کر اور حق کو اس کے ساتھ ساتھ موڑ دے۔

پس علیؑ سے محبت رسولؐ سے محبت کے مترادف ہے۔
اور تمام مسلمانوں پر حضرت علیؑ کی مدد کرنا واجب ہے اور انھیں رسوا کرنا
باطل کی مدد اور حق کو ذلیل کرنا ہے۔

اگر آپ بخاری کی حدیث میں غور فرمائیں گے تو دیکھیں گے

کہ مجہول راویوں کا ایک سلسلہ ہے جن کے اسماء درج نہیں کئے گئے ہیں۔ حماد نے ہم سے ایک نامعلوم شخص کے وسیلہ سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس کی واضح دلالت اس بات پر ہے کہ مجہول اشخاص ان منافقین میں سے ہیں جو علی علیہ السلام سے بغض رکھتے ہیں اور ان کے فضائل کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ میں مشغول رہتے ہیں۔ اور سعد ابن ابی وقاص کہ جس نے حق کی نصرت کرنے سے منع کیا کہتا ہے: مجھے تلوار دو (اس کے بعد کہا) یہ علی حق ہے اور یہ علی باطل ہے میں اس سے ضرور جنگ کروں گا ایسے ہی اور بہت سے تال میل ہیں جنھوں نے حق کو باطل سے ملا دیا اور روشن راہوں کو تاریکی میں تبدیل کر دیا ہے

واضح رہے ہمیں احادیث کی متعدد کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے کہ رسولؐ نے بہت سے صحابہ کو جنت کی بشارت دی ہے خصوصاً ان دس افراد کو جو مسلمانوں کے درمیان عشرۂ مبشرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

احمد اور ترمذی و ابوداؤد نے روایت کی ہے بیشک نبیؐ نے فرمایا:

ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زبیر،
عبدالرحمٰن ابن عوف، سعد ابن ابی وقاص، سعید ابن زید
اور ابوعبیدہ ابن جراح جنتی ہیں۔ [۱]

اور نبیؐ کا یہ قول بھی صحیح ہے کہ:

خاندان یاسر کو بشارت دے دو کہ تمھاری

---

[۱] مسند احمد جلد ۱ ص ۱۹۳، صحیح ترمذی جلد ۳ ص ۱۸۳، سنن ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۶۴

وعدہ گاہ جنت ہے ۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ،

جنت چار افراد ، علیؑ ، عمار ، سلمان و مقداد کی مشتاق ہے ۔

اور مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ رسولؐ نے عبداللہ ابن سلام کو جنت کی بشارت دی ہے اور آپؐ کا یہ فرمان بھی درست ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں نیز جعفر ابن ابیطالب جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرنے والا قول صحیح ہے ۔ اور فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں ، یہ بھی صحیح ہے کہ ان کی مادر گرامی خدیجہ کو جبرئیل نے جنت میں قصر کی بشارت دی ، اسی طرح صہیب رومی کو جنت کی بشارت دی ، بلال حبشی اور سلمان فارسی کو جنت کی بشارت دی ۔

جب اتنے افراد کو جنت کی بشارت دی ہے تو پھر جنت کی بشارت کے سلسلہ میں احادیث کو انھیں دس افراد (عشرہ مبشرہ) سے کیوں مختص کیا جاتا ہے ۔ آپ ہر اس مجمع اور مجلس میں کہ جس میں جنت کی بات بیان ہو رہی ہو عشرہ مبشرہ کا ذکر لازمی سماعت فرمائیں گے ۔

ہمیں ان کی اس بات پر حسد نہیں ہے اور نہ ہی ہم خدا کی اس وسیع رحمت کو محدود کر سکتے ہیں جو ہر شئی پر محیط ہے لیکن اتنی بات ضرور کہتے ہیں کہ یہ تمام حدیثیں اس حدیث کے معارض ہیں جس میں رسولؐ نے دو مسلمانوں کو آپس میں تلوار سے لڑنے پر قاتل و مقتول دونوں کو جہنمی کہا ہے ۔ اس لئے اگر ہم اس حدیث کو تسلیم کر لیتے ہیں تو حدیث بشارت دھواں بن کر اڑ جائے گی کیونکہ ان میں سے معظم افراد نے ایک دوسرے سے

جنگ وجدال کیا اور بعض نے بعض کو قتل کیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت میں عائشہ کی قیادت میں ہونے والی جنگ جمل میں طلحہ و زبیر قتل ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں کے قتل کا سبب بنے۔

اسی طرح عمار یاسر، معاویہ ابن ابوسفیان کی بھڑکائی ہوئی جنگ صفین میں شہید ہوئے اور جب عمار اپنی تلوار سے علیؑ ابن ابیطالب کی نصرت کر رہے تھے اس انھیں باغی گروہ نے قتل کیا جیسا کہ اس سلسلہ میں رسولؐ کی حدیث بھی موجود ہے۔ اسی طرح سید الشہدا جوانانِ جنت کے سردار اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی تلوار سے یزیدؔ ابن معاویہ کے لشکر کا مقابلہ کیا اور یزید نے سب کو قتل کر دیا علیؑ ابن الحسینؑ کے علاوہ کوئی نہ بچا۔

پس ان کذابوں کی رائے کے لحاظ سے یہ قاتل و مقتول، دونوں جہنمی ہیں۔ کیونکہ انھوں نے تلوار سے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا ہے۔

یاد رہے کہ اس حدیث کی نسبت اس کی طرف نہیں دی جا سکتی جو اپنی خواہش نفس سے کچھ کہتا ہی نہیں تھا بلکہ وہ وہی کہتا تھا جو اس پر وحی کی جاتی تھی۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ یہ حدیث عقل و منطق کے خلاف ہے، اور کتاب خدا و سنت رسولؐ کے متناقض ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے جھوٹ کے پلندوں سے بخاری و مسلم کیسے غافل رہے اور اور ان سے کیونکر خبردار نہیں ہوئے، یا ایسی احادیث ہی ان کا مذہب و عقیدہ ہے۔

فضائل میں تناقض

دیگر انبیاء و مرسلین پر فضیلت کے سلسلہ میں صحاح میں
کچھ متناقض حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں اور کچھ ایسی حدیثیں بھی صحاح میں موجود ہیں جو رسولؐ سے موسیٰ کے درجہ کو بڑھاتی ہیں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ احادیث عمر اور عثمان کے زمانۂ خلافت میں مسلمان ہونے والے یہودیوں جیسے، کعب الاحبار، تمیم الداری اور وہب ابن منبہ وغیرہ نے بعض صحابہ جیسے ابوہریرہ، انس ابن مالک کے نام سے گڑھ کر رائج کردی ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب قولہ تعالیٰ،
﴿وکلّم الله موسی تکلیما﴾ انس ابن مالک سے شب معراج کے سفر، پھر ساتویں آسمان پر پہونچنے وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پہونچنے اور محمدؐ اور امتِ محمدؐ پر پچاس نمازوں کے واجب ہونے کے سلسلہ میں ایک طویل حکایت، نقل کی ہے یہ پچاس نمازیں تو موسیٰ کے طفیل میں معاف ہوگئیں اور صرف پانچ، نمازیں فرض کی گئیں اس حکایت میں صریح کذب اور کفر موجود ہے جیسے خداوند عالم قریب ہوا، اور آگے بڑھا یہاں تک کہ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ ایسے خرافات موجود ہیں لیکن اس روایت میں ہمارے لحاظ سے جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ جب محمدؐ نے ساتویں آسمان کے دروازہ کو کھولا تو دیکھا کہ جناب موسیٰ تشریف فرما ہیں کہ جنھیں خدا نے خود سے ہمکلامی کی سرفرازی میں ساتویں آسمان کی رفعت پر ساکن کیا۔ جب موسیٰ نے یہ دیکھا تو عرض کیا، پروردگار میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ پر کسی

کو فوقیت دی جائے گی۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب بدء الوحی الی رسول اللہ میں اور بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب " ذکر الملائکہ صلواۃ اللہ علیہم" میں پہلے قصہ سے مشابہ ایک اور حکایت نقل کی ہے جو رات کے سفر اور معراج کو بیان کرتی ہے لیکن اس میں جناب موسیٰ کو چھٹے آسمان پر اور جناب ابراہیم کو ساتویں آسمان پر دکھایا گیا ہے اس میں یہ ٹکڑا اہم ہے ، رسول فرماتے ہیں ؛

پس ہم چھٹے آسمان پر آئے آواز آئی یہ کون ہے؟
جواب دیا گیا جبرئیل ، اور کہا گیا تمھارے ساتھ کون ہے؟
کہا : محمدؐ ، آواز آئی کیا ان تک پیغام پہونچادیا گیا ؟ کہا :
جی ہاں ! پھر مرحبا کہا گیا ۔ اس کے بعد موسیٰ کی خدمت میں
پہونچے اور سلام کیا ، انھوں نے مجھے میرے بھائی اور نبی
کہکے خوش آمدید کہا جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا
تو جناب موسیٰ رونے لگے ، ندا آئی تمھارے رونے کا
سبب کیا ہے ؟ کہا : اس لڑکے کو میرے بعد مبعوث کیا
گیا اور یہ میری امت سے زیادہ اپنی امت کے ساتھ
جنت میں داخل ہوگا ۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب ۔ ادنیٰ اھل الجنۃ منزلۃ فیھا ، میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا :

روز قیامت میں لوگوں کا سردار بنوں گا کیا تم
جانتے ہو یہ کیسے ہوگا ؟ تمام اولین و آخرین کو ایک ایسی جگہ

جمع کیا جائے گا کہ جہاں سے پکارنے والے کو سب دیکھیں گے اور اس کی آواز بھی سنیں گے۔۔۔

سورج ان سے قریب تر ہو جائے گا لوگوں کی اضطرابی ناقابل برداشت ہو جائے گی، لوگ کہیں گے کیا تمھیں اپنی حالت کی خبر نہیں ہے؟ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ تمھارے رب کی بارگاہ میں کون تمھاری شفاعت کر سکتا ہے؟ پس بعض، بعض سے کہیں گے تم آدم کے پاس جاؤ، لوگ آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ ابوالبشر ہیں آپ کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور آپ کے اندر اپنی روح پھونکی ہے، اور ملائکہ کو حکم دیا تو انھوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے ہیں کیا آپ کو ہماری بگڑتی ہوئی کیفیت کا اندازہ نہیں ہے پس آدم فرمائیں گے، آج میرا رب شدید غضبناک ہے۔ نہ اس سے قبل اتنا غضبناک ہوا تھا اور نہ اس کے بعد اتنا غضبناک ہوگا۔ اور یہ وہی خدا ہے کہ اس نے مجھے درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اس پر عمل نہ کیا۔ نفسی نفسی، میرے علاوہ کسی دوسرے کو ڈھونڈ لو، نوح کے پاس چلے جاؤ، یہ روایت بہت طویل ہے (اور ہم نے ہمیشہ اختصار کو مدنظر رکھا ہے) یہاں تک کہ لوگ نوح کے پاس پہونچیں گے، پھر ابراہیم کے پاس

اس کے بعد موسیٰ و عیسیٰ کے پاس جائیں گے اور سب
نفسی، نفسی کہیں گے اور عیسیٰ کے علاوہ سب اپنی خطاؤں
کا تذکرہ کریں گے لیکن عیسیٰ بھی نفسی، نفسی پکاریں گے
اور کہیں گے میرے علاوہ کسی اور کو تلاش کرو، محمدؐ کے پاس
جاؤ، رسولؐ فرماتے ہیں کہ: لوگ میرے پاس آئیں گے۔
پس میں عرش کے نیچے جاکر اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ
میں سر رکھدونگا، اس کے بعد خداوند عالم میرے لئے محامد
وحسن الثنا کے دروازے کھول دے گا کہ اس سے قبل کسی
کے لئے نہ کھولے ہونگے پھر ندا آئے گی، اے محمد! سر اٹھاؤ۔
تم سوال کرو عطا کیا جائے گا، شفاعت کرو تمھاری
شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں سر اٹھاؤں گا۔ اور
کہوں گا: امتی یارب، امتی، ندا آئے گی اے محمد اپنی امت
کے ہمراہ باب ایمن سے جنت میں داخل ہو جاؤ، اب ان پر
کوئی حساب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ وہ دوسرے
دروازوں سے بھی داخل ہوں گے پھر رسولؐ فرماتے ہیں
قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت
کے دروازوں کے پٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا
مکہ اور حمیر کے درمیان کا فاصلہ یا مکہ اور بصرہ کے درمیان
کا فاصلہ ہے۔

ان احادیث میں رسولؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز وہ
لوگوں کے سردار ہوں گے! اور موسیٰ فرماتے ہیں پروردگار مجھے گمان بھی نہیں

تھا کہ میری منزلت کو کوئی پہونچے گا۔ اور کہتے ہیں: موسیٰ گریہ کرتے ہوے فرماتے ہیں خدایا یہ لڑکا میرے بعد مبعوث کیا گیا اور اپنی امت کے ساتھ جنت میں میری امت سے زیادہ افراد کے ساتھ داخل ہوگا۔

ان احادیث سے ہماری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ آدم سے لے کر عیسیٰ تک نوح و ابراہیم و موسیٰ کی شمولیت کے ساتھ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام قیامت کے روز خدا سے شفاعت نہیں کریں گے۔ اس کے لئے خدا نے محمدؐ کو مخصوص کیا ہے، ہم سب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح محمدؐ کو سارے انسانوں پر فضیلت دیتے ہیں، لیکن اسرائیلیوں اور ان کے اعوان و انصار بنی امیہ نے محمدؐ کی اس فضیلت کو برداشت نہیں کیا یہاں تک کہ انھوں نے موسیٰ کی برتری کے لئے روایات گڑھیں جیسا کہ ہم سابقہ بحثوں میں شب معراج محمدؐ سے موسیٰ کا قول ملاحظہ کر چکے ہیں اور جب خدا نے رسوؐل پر پچاس نمازیں واجب کی تھیں تو موسیٰ نے آپ سے کہا تھا۔ میں لوگوں کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔ اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ رسوؐل پر موسیٰ کی فضیلت کے لئے خود نبیؐ کی زبان سے احادیث گڑھ لیں ان میں سے بعض آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب "فی المشیئۃ والارادۃ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ" میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:

ایک مسلمان اور ایک یہودی میں تو، تو، میں، میں ہو گئی مسلمان نے کہا قسم اس کی جس نے محمدؐ کو عالمین پر منتخب کیا اور یہودی نے کہا: قسم اس کی جس نے موسیٰ کو عالمین پر منتخب کیا۔ یہ سنتے ہی مسلمان نے یہودی کو

ایک طمانچہ رسید کیا۔ یہودی رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا اور مسلمان کا قصہ بیان کیا۔ تو نبیؐ نے فرمایا: تم مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ روزِ قیامت تمام لوگ غش میں پڑے ہوں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا جبکہ موسیٰ عرش پر بیٹھے ہوں گے بس میں نہیں جانتا کہ وہ بھی غش کھانے والوں میں شامل تھے اور مجھ سے قبل افاقہ ہوگیا۔ یا خدا نے انھیں اس سے مستثنیٰ کیا ہے۔

بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک یہودی طمانچہ کھاکے نبیؐ کی خدمت میں آیا اور کہا: یا محمدؐ انصار میں سے آپ کے ایک صحابی نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ جب وہ آیا تو آپؐ نے فرمایا: تم نے اس کے منہ پر طمانچہ کیوں مارا؟ اس نے کہا: یا رسولؐ اللہ میں یہودی کے پاس سے گذرا تو میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سناکہ قسم اس کی جس نے موسیٰ کو تمام لوگوں پر منتخب کیا ہے۔ میں نے کہا محمدؐ پر بھی بس مجھے غصہ آگیا اور میں نے طمانچہ مار دیا۔

آپؐ نے فرمایا تم مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ قیامت کے دن تمام لوگوں پر غشی طاری ہوگی۔ اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا تو میں موسیٰ کو عرش کا پایا پکڑے ہوئے دیکھوں گا میں نہیں جانتا کہ انھیں مجھ سے پہلے افاقہ ہوگیا ہوگا یا انھیں صاعقۂ طور کی جزا دی جائے گی۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن میں سورۂ یوسف کی آیۂ فلما جاء الرسول کے سلسلہ میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا:

خدا لوط پر رحم کرے کہ انھوں نے رکن شدید کے

پاس پناہ لے لی تھی۔ اگر مجھے یوسف کی طرح قید میں ڈال
دیا جاتا تو بھی میں قبول کرتا جبکہ میرا رتبہ ابراہیم سے زیادہ
بلند ہے کیونکہ خدا نے ان سے "اولم تومن" کہا۔ "کیا تم ایمان
نہیں لائے"

ان حدیث گڑھنے والوں نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ رسولؐ کو اپنے پروردگار کے بارے میں شکوک بنا کر پیش کیا۔ پس نہ انھیں شفاعت کا حق ہے نہ ان کے لئے مقام محمود ہے، اور نہ ہی دیگر انبیاء پر کوئی فضیلت ہے اور نہ ہی وہ اپنے اصحاب کو جنت کی بشارت دے سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود اپنے متعلق بھی نہیں جانتے کہ روز قیامت ان کا کیا ہوگا۔ آئیے میرے ساتھ بخاری کی روایت پڑھئے اور تعجب کیجئے یا نہ کیجئے اختیار ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الکسوف کے باب "الجنائز" میں خارجہ ابن زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ انصار کی ایک عورت ام العلاکہ جس نے رسولؐ کی بیعت کی تھی وہ کہتی ہے کہ نبیؐ نے مہاجرین کو تقسیم کیا تو ہمارے حصہ میں عثمان ابن مظعون آئے ہم نے انھیں اپنے گھر میں جگہ دی۔ انھیں ایسا درد لاحق ہوا کہ وہ اسی میں چل بسے، انتقال کے بعد غسل دیا گیا اور انھیں کے کپڑوں میں کفنا دیا گیا (جب) رسولؐ داخل ہوئے تو میں نے کہا: اے ابو سائب خدا تم پر رحم کرے میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا نے آپ کو معظم کیا۔ نبیؐ نے فرمایا: تمھیں کیسے معلوم کہ خدا نے اسے معظم کیا؟ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان پس خدا کس کو معظم کرے گا۔ آپ نے فرمایا:

قسم خدا کی میں رسولؐ ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں

جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

وہ عورت کہتی ہے قسم خدا کی اس کے بعد کوئی کبھی پاک نہ کیا جائے گا۔

قسم خدا کی یہ تو تعجب خیز بات ہے! پس جب رسولؐ بھی خدا کی قسم کھا کے یہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا ہوگا تو اس کے بعد کیا باقی بچتا ہے۔

حالانکہ قول خدا ہے کہ:

﴿بل الإنسان على نفسه بصيرة﴾

بلکہ انسان خود بھی اپنی حالت کو بخوبی جانتا ہے۔

اور خدا اپنے نبیؐ کے لئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطاً مستقيماً وينصرك الله نصراً عزيزاً﴾

بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی ہے تاکہ خدا آپ کے اگلے پچھلے تمام الزامات کو ختم کر دے اور اپنی نعمت کو تمام کر دے اور آپ کو سیدھے راستہ کی ہدایت دیدے اور بہترین طریقہ سے آپ کی مدد کرے۔

اور جب مسلمان کا جنت میں داخل ہونا رسولؐ کی اطاعت واتباع اور ان کی تصدیق پر موقوف ہے تو پھر ہم اس حدیث کی کیسے تصدیق کر دیں کہ جو نعوذ باللہ بنی امیہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کہ جو ایک دن بھی اس بات پر ایمان نہیں لائے کہ محمدؐ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں۔ وہ رسولؐ کو ایسا بادشاہ سمجھتے تھے جو اپنی ذہانت کی بنا پر لوگوں پر کامیاب

ہوگیا۔ اس بات کی صراحت معاویہ و یزید اور ان کے خلفاء و حکام نے کی ہے

نبیؐ علم اور طب میں تناقض کرتے ہیں!

بیشک علم اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ بعض امراض متعدی ہیں اسے بیشتر لوگ جانتے ہیں یہاں تک کہ غیر مہذب افراد بھی اس سے واقف ہیں لیکن جب یونیورسٹی میں تعلیم پانے والے طلباء کے سامنے یہ بات کہی جائے گی کہ رسولؐ اس کا انکار کرتے تھے تو وہ آپؐ کا مذاق اڑائیں گے۔ اور انھیں رسولؐ اسلام پر طعن کرنے کا موقع مل جائے گا خصوصاً ان میں سے ایسے اساتذہ کہ جو ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لیکن بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جو احادیث بخاری اور مسلم نے نقل کی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھوت اور متعدی امراض کا وجود ہی نہیں ہے۔ اور ایسی احادیث بھی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ متعدی امراض کا وجود ہے۔ اس لئے ہم نے یہ سرخی قائم کی ہے۔ کہ نبیؐ تناقض (گوئی) کرتے ہیں۔ ہمارا اس بات پر ایمان نہیں ہے کہ رسولؐ نے اپنے افعال یا اقوال میں ایک مرتبہ بھی تناقض کیا ہے۔ لیکن قاری کی توجہ مبذول کرنے اور عادت کے مطابق یہ عنوان قائم کیا ہے۔ تاکہ قاری معصوم رسالتمآب کی طرف منسوب جھوٹی اور گڑھی ہوئی احادیث سے خبردار ہو جائے۔ اور اس قسم کی احادیث نقل کرنے کے ہمارے مقصد کو بھی سمجھ جائے کہ نبیؐ کی تنزیہ اور آپؐ کی اس علمی منزلت کی نشاندہی کرنا ہے جو تمام جدید علوم پر سبقت رکھتی ہے۔ کوئی ایسا صحیح نظریہ نہیں ہے جو نبیؐ کی صحیح حدیث کے معارض ہو۔ اور اگر معارض ہو تو ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ حدیث

رسول پر بہتان ہے۔ ایک طرف، اور دوسری طرف یہی حدیث کبھی اس دوسری حدیث کے معارض ہوتی ہے کہ جو علمی نظریہ کے مطابق ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں دوسری کو قبول کرنا اور پہلی کو چھوڑنا واجب ہے اور یہ بات محتاج بیان نہیں ہے۔

اس کی مثال میں حدیث عدوی کو پیش کرتا ہوں کہ جو بحث کا اہم عنصر ہے اور یہی ہمارے لئے صحابہ، روات اور حدیث گڑھنے والوں کی صحیح عکاسی کرتی ہے نہ کہ رسالتمآبؐ کی تناقض گوئی۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے پس میں بخاری کی نقل کردہ دو حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ اہلسنت کے نزدیک یہی صحیح ترین کتاب ہے تاکہ تاویل کرنے والے متعدد گروہوں میں تقسیم نہ ہو سکیں اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ حدیث بخاری کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور اس کے برخلاف دوسرے محدثین کے نزدیک ثابت ہے۔ قاری کو معلوم ہے کہ اس باب میں میں نے بخاری سے احادیث میں تناقض کی مثال پیش کرنے پر اکتفا کی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الطب کے باب الھامہ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ:

نہ کوئی متعدی مرض ہے نہ صفر و ہامہ کوئی شئ ہے۔ ایک دیہاتی نے کہا: یا رسول اللہ ان اونٹوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو ریت میں ہرنوں کی طرح پھرتے ہیں اور ان میں جب کوئی خارش والا اونٹ شامل ہو جاتا ہے تو سب کو یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے؟ رسول نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو یہ مرض کہاں سے لگا تھا؟

ملاحظہ فرمائیے کہ اس دیہاتی نے اپنی فطرت کے ذریعہ کس طرح متعدی مرض کا پتہ لگایا ہے کہ جب ایک کھجلی والا اونٹ دوسرے اونٹوں میں مل جاتا ہے تو انھیں بھی وہ مرض لگ جاتا ہے۔ اب رسولؐ کے پاس کوئی ایسا جواب نہیں ہے جس سے اس دیہاتی کو مطمئن کر سکیں لہٰذا الٹا اس سے سوال کرتے ہیں کہ پہلے اونٹ کو یہ مرض کہاں سے لگا تھا؟

یہاں مجھے اس طبیب کا واقعہ یاد آگیا کہ جس کے پاس ایک عورت اپنے چیچک کے مریض بچہ کو لے کر آئی تھی (بچہ کو دیکھ کر) طبیب نے پوچھا: تمھارے گھر یا پڑوس میں کوئی ایسا شخص ہے جو خسرہ کا مریض ہو؟ عورت نے کہا: ہرگز نہیں، طبیب نے کہا شاید اسے مدرسہ سے یہ مرض لگ گیا ہے عورت نے فوراً جواب دیا ہرگز نہیں کیونکہ یہ مدرسہ میں داخل نہیں ہوا ہے اس لئے کہ یہ ابھی پانچ سال کا ہے، طبیب نے کہا: شاید تم اسے اپنے عزیز و اقارب میں لے کر گئی تھیں، یا تمھارے رشتہ دار تمھارے یہاں آئے تھے ان میں یہ جراثیم تھے۔ عورت نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس وقت طبیب نے کہا: یہ جراثیم ہوا سے اس تک پہونچے ہیں۔

جی ہاں! ہوا جراثیم اور متعدی امراض کو منتقل کرتی ہے کبھی ہوا کے سبب پورا گاؤں یا شہر مرض کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ اس کے لئے آپریشن و انجکشن وغیرہ بنائے گئے ہیں پس یہ تمام چیزیں اس (رسولؐ) سے کیسے پوشیدہ رہیں جو وحی کے علاوہ کچھ کہتا ہی نہیں ہے؟ یہ تو رب العالمین کے رسولؐ ہیں کہ جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی خدا سے مخفی نہیں ہے۔ وہ تو سننے اور جاننے والا ہے۔ اسی لئے ہم اس حدیث کی تردید کرتے ہیں۔ اسے کبھی قبول نہیں کر سکتے، ہاں! بخاری کی اس

حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو انھوں نے اسی باب اور اسی صفحہ پر ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے ابوہریرہ سے سنا کہ رسول نے فرمایا کہ:

کوئی تیمار داری کرنے والا مریض کے پاس سے اٹھ کر صحت مند کے پاس نہ جائے۔

ابوہریرہ نے اس حدیث سے پہلی حدیث کا انکار کیا تو ہم نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں کہا ہے کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا تو وہ حبشی زبان میں بڑبڑانے لگے ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اس طرح ابوہریرہ کو حدیث بھولتے نہیں دیکھا تھا۔

ان دونوں حدیثوں ـــ کہ کوئی مرض متعدی نہیں اور تیمار داری کرنے والے کو صحت مند کے پاس نہیں جانا چاہیئے ـــ کے ساتھ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح کی کتاب السلام کے باب "لاعدوی، طیرہ ولا ھامہ ولا صفر و لانوء، و لا غول و لا یورد ممرض علی مصح" میں بھی نقل کیا ہے۔

ان احادیث میں سے ہم اس حدیث "کہ تیمار داری کرنے والے کو صحت مند کے پاس اٹھ کر نہیں جانا چاہیئے" کو صحیح سمجھتے ہیں۔ یہ قولِ رسول ہے کیونکہ رسول تناقض نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ حدیث کہ "کوئی مرض متعدی نہیں ہے"، رسول پر بہتان ہے کیونکہ اس حدیث سے ان کا طبیعی حقائق سے جاہل ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ اسی لئے بعض صحابہ نے دونوں حدیثوں میں تناقض سمجھ کر ابوہریرہ سے بحث کی اور پہلی حدیث کے بارے میں سوال کیا تو ابوہریرہ کو اس بھنور سے نکلنے کا کوئی راستہ ہاتھ نہ آیا۔ تو وہ حبشی زبان میں بڑبڑانے لگے۔ شارح بخاری کہتے ہیں کہ انھوں نے غصہ کی حالت میں ایسی گفتگو کی جو لایُفہم تھی!

اور جو چیز ہمیں تاکید کے ساتھ اس بات کو یاد کراتی ہے کہ رسولؐ جدید علوم کو پہلے سے جانتے تھے خصوصاً متعدی امراض کو۔ وہ یہ کہ آپؐ نے مسلمانوں کو طاعون، جذام اور وبا وغیرہ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الانبیاء کے باب "حدثنا ابو الیمان" میں اور اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب السلام کے باب "الطاعون والطیرۃ والکہانۃ وغیرھا" میں اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ:

طاعون ایک رجس ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر یا تم سے پہلے والے لوگوں پر بھیجا گیا تھا پس جب تم کسی جگہ کے بارے میں یہ سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس جگہ طاعون پھیل جائے جہاں تم موجود ہو تو اس سے فرار کی غرض سے وہاں سے نہ نکلو۔

دوسری حدیث میں ہے وہاں سے جلدی سے نکل جاؤ۔

اسی معنی میں رسولؐ کا یہ قول صحیح ہے کہ:

مجذوم سے ایسے بھاگو، جیسے شیر سے!

نیز آپؐ کا یہ قول:

پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لو۔

ایسے ہی آپؐ کا یہ فرمان:

جب کسی برتن کو کتا چاٹ لے تو اس برتن کو

چھ مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ خاک سے پاک کرو۔

یہ سب کچھ امت کو نظافت وطہارت اور حفظان صحت کے اسباب کی تعلیم کی بنا پر ہے۔ رسولؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ، جب کسی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو۔

اس میں تو ہم کھلم کھلا تناقض پاتے ہیں یہاں تک کہ ہامہ کے سلسلہ میں بھی کہ جس سے عرب بدشگونی لیتے تھے "ہامہ ایک پرندہ ہے جو رات میں اڑتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ الّو ہے۔ مالک ابن انس نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ پس جب نبیؐ یہ کہتے ہیں کہ ھامہ سے کچھ نہیں ہوتا تو پھر تعویذ کس لئے بناتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب "یزفون النسلان فی المشی"[۱] میں سعید ابن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: رسولؐ حسنؑ وحسینؑ کے لئے تعویذ بناتے تھے ہمارے جد ابراہیم بھی اسماعیل و اسحاق کے لئے اس طرح بناتے تھے:

أعوذ بكلمات الله التامّة من كلّ شيطان وهامّة

ومن كل عينٍ لامّة

جہاں ہم نے اس فصل میں بعض ان متناقض احادیث کی مثال پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ جو رسولؐ کی طرف منسوب ہیں جبکہ رسولؐ ان سے بری ہیں

۱۔ بخاری جلد ۳ ص ۱۱۹

ایسی اور سیکڑوں متناقض احادیث ہیں جنھیں بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے ۔ فی الحال ۔ ہم ان سے قطع نظر کرتے ہیں ۔ کیونکہ ہم نے ہمیشہ قارئین کو اختصار و اشارہ کا عادی بنایا ہے ، محققین کو اس سلسلہ میں تحقیق کرنا چاہئے ، عنقریب خدا ان کے ذریعہ احادیث رسوؐل کو پاک کر دے گا اور انھیں اجر عظیم عطا کرے گا اور وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کرنے کا سبب قرار پائیں گے اور نئی نسل کے سامنے قیمتی بحثیں پیش کریں گے کہ جو پیغام اسلام کا آئینہ دار ہونگی ۔

﴿یا أیها الذین آمنوا لا تکونوا کالذین آذوا موسٰی فبرّأهُ الله ممّا قالوا وکان عند الله وجیهاً یا أیها الذین آمنوا اتّقوا الله وقولوا قولاً سدیداً یُصلح لکم أعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع الله ورسولهُ فقد فاز فوزاً عظیماً﴾ سورۂ ، احزاب ، آیت ۱۷

ایمان لانے والو خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسٰی کو اذیت دی تو خدا نے انھیں ان کے قول سے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک وجیہ انسان تھے ۔ ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور نپی تلی بات کہو تاکہ وہ تمھارے اعمال کی اصلاح کر دے اور تمھارے گناہوں کو معاف کر دے اور جو خدا اور رسوؐل کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی پر فائز ہو گا ۔

آٹھویں فصل

بخاری و مسلم سے متعلق

اہلسنت والجماعت کے نزدیک ان دونوں کتابوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دینی مباحث میں عامہ کے یہی اساسی اور اولین مصادر ہیں حالانکہ بعض محققین کے لئے یہ مشکل پیدا ہو گئی کہ وہ اس متناقض اور رکیک چیز کی کیسے صراحت کر دیں جو انھیں ان مصادر میں ملتی ہیں، وہ انھیں تلخ گھونٹ کی طرح پی جاتے ہیں اور خوف کے مارے قوم کو اس سے آگاہ نہیں کرتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ان دونوں کتابوں کا بہت احترام ہے حقیقت یہ ہے کہ بخاری و مسلم کو بھی کبھی یہ بات گوارا نہ تھی کہ علماء میں سے کوئی ان کے مرتبہ تک پہونچے

ہم نے ان کے اوپر تنقید کرنے اور ان کے مطاعن سے پردہ اٹھانے کا ارادہ صرف اس لئے کیا ہے تاکہ اپنے نبیؐ کی طہارت و عصمت کو ثابت کیا جا سکے۔ اور جب اس مقصد کی خاطر اس طرح کی تنقید سے صحابہ بھی نہ

بچ سکے تو مسلم اور بخاری رسول کے پاس بیٹھنے والوں سے تو افضل نہیں ہیں۔

ہمارا مقصد رسول عربی کی تنزیہ ہے اور ہم آپ کی عصمت کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے جبکہ آپ علی الاطلاق تمام لوگوں سے اعلم و اتقی ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ خداوند عالم نے آپ کو منتخب کیا تاکہ آپ عالمین کے لئے رحمت بن جائیں اور تمام جن وانس پر آپ کو مبعوث کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خداوند عالم نے ہم سے ان کی تقدیس و تنزیہ کا مطالبہ کیا ہے۔ اور ان کے سلسلہ میں مطاعن سے منع کیا ہے اور اسی لئے ہم اور تمام مسلمانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ ان چیزوں کو چھوڑ دیں جو ان کے خلق عظیم کے متنافی ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو ان کی عصمت کے خلاف اور ان کی باعظمت شخصیت کے، شایان شان نہ ہو۔ پس صحابہ، تابعین، تمام محدثین اور سارے مسلمان یہاں تک کہ سب لوگ ان کے فضل و بزرگی کے مرہون منت ہیں۔ پس تنقید کرنے والے، اور تعصب رکھنے والے کا عنقریب جیسا کہ ان کی عادت ہے ہر نئی چیز سے خون کھولے گا، لیکن ہمارا مقصد تو خدا اور رسول کی رضا حاصل کرنا ہے اور وہ ذخیرہ، خزانہ اور اس دن کا توشہ ہے جس دن مال و اولاد کچھ کام نہ آئے گا مگر یہ کہ کوئی قلب سلیم کے ساتھ آئے۔

ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ ان سچے مومنوں کی عزت افزائی کرنا بھی ہے جو خدا اور رسول کے اقدار سے واقف ہوئے ہیں اور حکام و خلفاء و سلاطین کو نظروں میں نہیں لائے۔

مجھے یاد ہے کہ میں اس وقت شدید مخالفتوں میں گھر گیا تھا جب میں بخاری کی اس حدیث کہ "جناب موسیٰ نے ملک الموت کو طمانچہ مارا

اور اس کی آنکھیں پھوڑ دیں "، پر تنقید کی تھی یہاں تک کہ مجھے دین سے خارج اور کافر کہا گیا۔ اور کہا گیا تم کون ہوتے ہو جو بخاری پر تنقید کر رہے ہو؟ اور شور وغل مچاتے ہوئے میرے چاروں طرف جمع ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں نے کتاب خدا کی کسی آیت پر تنقید کر دی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے جب تحقیق کرنے والا اندھی تقلید کی قید سے آزاد اور بے ہودہ تعصب سے بے پرواہ ہو کر بخاری و مسلم کا مطالعہ کرے گا تو یقیناً اسے ان میں عجیب وغریب چیزیں نظر آئیں گی جو عرب کے بدؤں کی عقل کی عکاسی کرتی ہیں ان کے افکار جمود کا شکار ہیں وہ خرافات اور قصہ کہانیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی فکر ہر عجیب وغریب شئی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور یہ کوئی عجیب نہیں اور نہ ہی ہم اس کو ذہنی کجی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کا زمانہ جدید ٹیکنالوجی کا زمانہ نہیں تھا اور نہ ہی ٹیلیویژن اور ٹیلیفون کا دور تھا اور نہ ہی میزائیل وغیرہ کا عہد تھا۔

اور ہمارا ارادہ یہ بھی نہیں ہے کہ ان تمام چیزوں کو رسالتمآب سے ملا دیں کیونکہ اس میں بہت بڑا فرق ہے یہ (رسولؐ) وہ ہیں جنھیں خدا نے غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں بھیجا یہ ان پر خدا کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور چونکہ یہ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اس لئے خدا نے ان کو اولین و آخرین کے علم سے نوازا ہے۔

جیسا کہ ہم محترم قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرا چکے ہیں کہ بخاری کی وہ تمام روایات جو رسولؐ کی طرف منسوب ہیں وہ نبیؐ کی حدیث نہیں ہیں، بخاری نے نبیؐ کی کوئی حدیث نقل کی اور پھر اس کے بعد بعض صحابہ کی رائے قلمبند کر دی جس سے قارئین کو یہ توہم ہوتا ہے کہ رائے بھی رسولؐ کی حدیث ہے جبکہ

وہ رسولؐ کی حدیث نہیں ہے۔

مثال کے طور پر میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحیل کے باب ۔ النکاح جلد ۸ ص۶۲ ، میں ابوہریرہ سے اور انھوں نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ :

کنواری لڑکی کو بغیر اذن کے نکاح نہیں کرنا چاہیئے اور شادی شدہ کو مشورہ سے پہلے نکاح نہیں کرنا چاہیئے۔ کہا گیا: یا رسولؐ اللہ اس اذن کی کیا کیفیت ہے ؟ فرمایا : اس کی خاموشی ، بعض افراد نے کہا ہے کہ اگر کنواری اجازت نہ دے جبکہ اس نے شادی نہ کی ہو اور کوئی شخص حیلہ بازی سے دو جھوٹے گواہوں سے گواہی دلوائے کہ میں نے اس عورت سے شادی کی ہے تو قاضی اس نکاح کو صحیح قرار دے گا جبکہ اس کا شوہر یہ جانتا ہے کہ یہ گواہی باطل ہے پس اس سے ہمبستری کرنے میں اشکال نہیں ہے اور یہ نکاح صحیح ہے۔

ذرا بخاری کی یہ حرکت ملاحظہ فرمایئے کہ حدیث رسولؐ کے بعد لکھتے ہیں کہ بعض افراد نے کہا ہے۔ پس بعض مجہول افراد کی گواہی سے نکاح صحیح ہو گیا۔ قارئین کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ رسولؐ کا نظریہ ہے جبکہ یہ غلط ہے،

دُوسری مِثال : بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدا الخلق کے باب "مناقب المهاجرين وفضلهم" میں عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ہم رسولؐ کے زمانہ میں ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے اور ان کے بعد عمر کو ان کے بعد عثمان کو ان کے بعد تمام اصحابِ نبیؐ

برابر تھے کسی کو کسی کے اوپر فضیلت نہیں تھی۔

یہ عبد اللہ ابن عمر کی رائے ہے وہی اس کے ذمہ دار ہیں ورنہ یہ کیسے ممکن ہے جبکہ رسولؐ کے بعد سب سے افضل علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔ اور ان کا کہیں ذکر نہیں ہے اور عبد اللہ ابن عمران کو عام لوگوں میں شمار کرتے ہیں؟

اسی لئے آپ عبد اللہ ابن عمر کو امیر المومنینؑ کی بیعت سے انکار کرتے پائیں گے جب کہ علیؑ ان کے مولا ہیں کیونکہ علیؑ جس کے مولا نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہے۔ [1]

اور نبیؐ نے آپؑ کے بارے میں فرمایا ہے: علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ۔ [2] جبکہ عبد اللہ ابن عمر دشمن خدا و رسولؐ اور عدو مومنین حجاج ابن یوسف جیسے فاسق و فاجر کی بیعت کرتے ہیں، ہم اس قسم کی بحث نہیں چھیڑنا چاہتے لیکن قارئین کے سامنے بخاری اور ان جیسوں کے خیالات و نفسیات کو پیش کرنے کیلئے مجبور ہیں اسی بخاری نے باب مناقب المہاجرین میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ گویا وہ سادے انداز میں قارئین کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں یہ رسولؐ کی رائے ہے جبکہ وہ عبد اللہ عمر کی رائے ہے کہ جو علیؑ علیہ السلام کے دشمن ہیں۔

عنقریب ہم ذہین قارئین کے سامنے حضرت علیؑ سے متعلق تمام چیزوں میں بخاری کا موقف پیش کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ وہ علیؑ کے فضائل چھپانے میں کتنے کوشاں تھے اور عیب لگانے کے در پے تھے۔

---

[1] صواعق محرقہ ص۱۰۷

[2] صحیح ترمذی جلد ۵ ص۲۹۷، مستدرک الحاکم جلد ۳ ص۱۲۴

جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب

"حدثنا الحمیدی" میں محمد ابن حنفیہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا میں نے اپنے والد سے کہا رسولؐ کے بعد سب سے زیادہ افضل کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: ابوبکر۔ میں نے عرض کی: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر (محمد حنفیہ کہتے ہیں) میں ڈرا کہ کہیں عمر کے بعد عثمان کا نام پیش کریں اس لئے میں نے پہلے ہی کہدیا کہ ان کے بعد آپؑ نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے عام شخص ہوں۔

جی ہاں! انھوں نے یہ حدیث گڑھ کر فرزند علیؑ ابن ابیطالب محمد ابن حنفیہ کی طرف منسوب کردی ہے یہ بالکل وہی حدیث ہے جو پہلے ابن عمر کی زبانی نقل ہو چکی ہے نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے اگرچہ محمد ابن حنفیہ کو ڈر تھا کہ کہیں ان کے پدر گوار تیسرے نمبر پر عثمان کا نام نہ پیش کر دیں۔ لیکن ان کے والد نے ان کی بات کی یہ کہکر تردید کی کہ میں تو عام انسان ہوں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عثمان حضرت علیؑ سے افضل ہیں۔ کیونکہ اہلسنت میں کوئی شخص بھی یہ نہیں کہتا ہے کہ عثمان مسلمانوں میں سے ایک شخص تھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ سب سے افضل ابوبکر پھر عمر اور ان کے بعد عثمان تھے پھر ہم اصحاب نبیؐ کو مساوی سمجھتے ہیں۔ کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے۔ کیونکہ دوسرے لوگ مساوی ہیں۔

کیا آپ کو بخاری کی روایت کردہ ان احادیث پر تعجب نہیں ہوتا، ان کی تمام احادیث کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے حضرت علیؑ کو ہر فضیلت سے عاری ثابت کرنا کیا اس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بخاری ہر اس چیز کو لکھتے ہیں جس سے بنی امیہ، بنی عباس اور ان حکام کے منشا کے موافق ہوتی ہے جن کی پوری کوشش اہل بیتؑ کی ہتک میں صرف ہوئی ہے جو شخص حقیقت

سے آشنا ہونا چاہتا ہے اس کے لئے یہ ٹھوس دلیلیں ہیں۔

بخاری و مسلم ابوبکر و عمر کی فضیلت بیان کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب "حدثنا الیمان" [1] میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب "فضائل ابی بکر الصدیق" میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: رسولؐ نے نماز صبح ادا کی پھر لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا:

جب کوئی گائے پر سوار کر اسے ہنکاتا ہے تو وہ گائے کہتی ہے کہ ہم اس لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ہم تو کھیتی کے لئے خلق کئے گئے ہیں، لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے بھی بولتی ہے؟ آپ نے فرمایا: بیشک میں اور ابوبکر و عمر اس پر ایمان بنائے گئے ہیں جبکہ ابوبکر و عمر وہاں موجود نہ تھے اور جب کوئی شخص اپنی بھیڑ بکریوں کو چھوڑ دیتا ہے اور بھیڑیا کسی کی بکری اٹھالے جاتا ہے اور پھر وہ شخص تلاش کر کے اسے بھیڑئے سے چھڑا لیتا ہے تو بھیڑیا اس سے کہتا ہے آج تو تم نے اسے مجھ سے بچا لیا لیکن قیامت کے روز اسے کون بچائے گا اس دن میرے علاوہ کوئی اس کا نگہبان نہ ہوگا لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! کیں بھیڑیا بھی بات کرتا ہے ؟

---

[1] بخاری جلد ۴ ص ۱۴۹

آپؐ نے فرمایا : بیشک مجھے اور ابوبکر وعمر کو اس پر امین بنایا گیا ہے ۔ اور ابوبکر وعمر وہاں نہیں تھے ۔

یہ حدیث بھی دونوں خلفار کے فضائل کے لیے گڑھی گئی ہے ورنہ رسولؐ کے صحابی آپؐ کے قول کی کیوں تکذیب کر رہے تھے ۔ یہاں تک کہ آپ کو یہ کہنا پڑا کہ مجھے اور ابوبکر وعمر کو اس پر امین بنایا گیا ہے پھر راوی کے اس بتاکید کلام کو ملاحظہ فرمائیے کہ وہاں ابوبکر وعمر موجود نہ تھے ۔ یہ ایسے مضحکہ خیز فضائل ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ لیکن لوگ ڈوبنے والے کی طرح تنکے کا سہارا ڈھونڈتے ہیں، اور جب حدیث گڑھنے والوں کو ان (خلفار) کے لیے کوئی خاص بات نہیں ملتی تو وہ اپنی طرف سے اس قسم کے فضائل گڑھ دیتے ہیں کہ جو خیالی اور ذہنی ایجاد ہوتے ہیں ۔ ان کی بنیاد کسی علمی، منطقی اور تاریخی دلیل پر قائم نہیں ہوتی ہے جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب النبیؐ کے باب " قول النبیؐ ۔ لوکنت متخذ اخلیلا " میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب "من فضائل ابی بکر الصدیق" میں عمر ابن عاص سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے اسے ذات سلاسل کے لشکر میں بھیجا پس میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ سب سے زیادہ محبوب آپ کو کون ہے ؟ فرمایا : عائشہ ، میں نے کہا مردوں میں ؟ فرمایا : ان کے باپ ، میں نے کہا ان کے بعد ، فرمایا : عمر ابن خطاب اس کے بعد تمام لوگ ، مساوی ہیں ۔

گڑھنے والوں نے یہ حدیث اس وقت گڑھی جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ ۸ھ میں (یعنی وفات نبی سے دو سال قبل) نبیؐ نے غزوۂ ذات سلاسل کے لیے عمرو ابن عاص کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا کہ جس میں ابوبکر وعمر بھی شامل تھے ۔ اس حدیث سے اس شخص کا منہ بند

کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو یہ کہہ سکتا تھا کہ عمرو ابن عاص اس سے افضل تھا لہٰذا حدیث ڈھالنے والوں نے خود عمرو ابن عاص ہی کی زبان سے روایت گڑھی اور عائشہ کو اس طرح خاموش کیا کہ ایک طرف سے شک کو دور کیا اور دوسری طرف عائشہ کو مطلق افضلیت ملی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ امام نووی کو مسلم کی شرح میں یہ تحریر کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ ابوبکر و عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کے عظیم فضائل کی تصریح ہے اور اس میں اہلسنت کے لئے واضح دلیل موجود ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر ہیں۔

اس روایت پر بھی دوسری ضعیف روایات کی طرح دجالوں نے اکتفا نہ کی بلکہ علیؑ ابن ابیطالب کی زبان سے بھی ایک روایت گڑھ دی اور اپنے زعم (ناقص) میں انھوں نے اس کو ایک طرف شیعوں پر حجت قرار دیا ہے کہ جو علیؑ کو تمام صحابہ میں افضل سمجھتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو یہ فریب دیا کہ علیؑ کو ابوبکر و عمر سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب النبیؐ کے باب "مناقب عمر ابن خطاب" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل الصحابہ کے باب "فضائل عمر" میں علیؑ اور ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ: عمر کو تخت پر لٹایا گیا اور لوگ ان کے تخت کے اردگرد جمع ہو گئے اور ان کے لئے دعا کی میں بھی ان میں موجود تھا لیکن میری طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔ ایک شخص میرا کندھا پکڑے ہوئے تھا، وہ علیؑ تھے انھوں نے کہا خدا عمر پر رحم کرے پھر فرمایا: تمہارے بعد مجھے کوئی شخص عزیز نہیں ہے کہ جو تمہاری طرح اپنے عمل کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے، اور قسم خدا کی مجھے یقین ہے کہ خدا آپ کو آپ کے دوست (محمدؐ)

کے جوار میں جگہ عطا کرے گا، مجھے یاد ہے کہ میں نے نبیؐ کو بار بار ارشاد فرماتے سنا کہ: میں اور ابوبکر و عمر (فلاں جگہ) گئے میں اور ابوبکر و عمر (فلاں جگہ) داخل ہوئے
میں اور ابوبکر و عمر فلاں جگہ کے لئے نکلے

جی ہاں! اس کا جعلی ہونا تو واضح ہے، اس سے اس سیاست کی بھی بو آرہی ہے جس نے فاطمہؑ زہرا کو (ہر معاملہ سے) الگ کیا، انھیں باپ کے پہلو میں دفن نہ ہونے دیا اگرچہ وہی سب سے پہلے آپؐ سے ملحق ہونے والی تھیں۔ شاید راوی، میں (محمدؐ) اور ابوبکر و عمر گئے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر و عمر نکلے کے بعد اس جملہ کا اضافہ کرنا بھول گیا کہ میں اور ابوبکر و عمر ایک ساتھ دفن ہوں گے۔

اس قسم کی گڑھی ہوئی روایات سے کہ جن کو تاریخ اور واقعات جھٹلا رہے ہیں احتجاج کرنے والے نے پرہیز کیا جبکہ اس سلسلہ میں مسلمانوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ علیؑ و فاطمہؑ کی طول حیات میں ابوبکر و عمر نے ان پر ظلم کیا ہے۔

پھر اگر آپ روایت میں غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ راوی علیؑ کو ایک اجنبی شخص کی صورت میں پیش کرتا ہے جو کہ ایک اجنبی کی میت پر غم دور کرنے کے لئے آیا ہے تو دیکھتا ہے کہ لوگ اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں پس وہ ابن عباس کا کندھا پکڑے ہوئے ہیں گویا آہستہ سے کچھ ان کے کان میں کہنے کے لئے پیچھے کھینچتے ہیں جبکہ مفروض یہ ہے کہ علیؑ سب سے آگے تھے اور انھوں نے سب کے ساتھ نماز پڑھی تھی اور دفن تک ساتھ ساتھ تھے۔

ہر تاریخ داں جانتا ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ میں معاویہ کے حکم سے لوگوں

کے درمیان حدیث گڑھنے کے سلسلہ میں مقابلہ ہوتا تھا، واضح رہے کہ معاویہ علی ابن ابیطالب کے فضائل کے مقابلہ میں ابوبکر و عمر کے فضائل کو بڑھانا چاہتا تھا، سو راوی کے ذہن کے لحاظ سے ضعیف، مضحکہ خیز، متناقض حدیثیں وجود میں آگئیں، کیونکہ حدیث گڑھنے والوں میں تیمی بھی تھے جو ابوبکر پر کسی کو فوقیت نہیں دیتے تھے، ان میں عدوی بھی تھے جو عمر پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے اور بنی امیہ تو عمر کی شخصیت کو رسولؐ کی شخصیت سے زیادہ عظمت دیتے تھے اس سلسلہ میں وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اکثر انھوں نے عمر کی مدح میں ایسی احادیث گڑھیں جن میں انھیں ابوبکر پر فضیلت دی ہے۔

قارئین آپ کے سامنے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں:۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب "فضائل عمر" میں اور بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب "تفاضل اهل الایمان فی الاعمال" میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جارہا ہے اور ایسے قمیص پہنے ہوئے ہیں کہ جو سینوں تک یا اس سے بھی کم ہیں، عمر ابن خطاب کو میرے سامنے لایا گیا تو دیکھا کہ وہ ایسی قمیص پہنے ہوئے ہیں جسے وہ کھینچ رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تاویل کی؟ آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد دین ہے۔

پس نبیؐ نے جو خواب کی تاویل کی ہے "دین" تو اس لحاظ سے عمر ابن خطاب تمام لوگوں سے افضل ہیں، کیونکہ ان بیچاروں کے پستانوں تک بھی دین نہیں پہونچا ہے، یعنی ان کے قلوب سے دین آگے نہیں بڑھا ہے۔ جبکہ عمر سر سے لے کر پیر کے انگوٹھے تک دین سے مملو ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہ دین کو کھینچتے ہوئے چلتے ہیں۔ ابوبکر صدیق کی ان کے سامنے کیا حیثیت ہے جن کے ایمان کا پلہ پوری امت کے ایمان سے بھاری ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب العلم کے باب فضل العلم میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں ابن عمر سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا کہ:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے دودھ کا کاسہ لایا گیا ہے پس میں نے اتنا پیا کہ میرے ناخن سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا، باقی میں نے عمر ابن خطاب کو دے دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا: آپؐ نے اس کی کیا تاویل کی؟ فرمایا: علم،

میں کہتا ہوں کیا صاحبان علم اور جاہل برابر ہیں؟ اور جب ابن خطاب دین کے معاملہ میں ابوبکر اور پوری امت پر فوقیت لے گئے ہیں تو اس روایت کی رو سے وہ علمی اعتبار سے سب سے آگے نکل گئے اور رسولؐ کے بعد وہ اعلم الناس ہیں۔

اب ایک فضیلت اور باقی رہ گئی جس کی طرف لوگ رغبت

کرتے ہیں اور اس سے آراستہ ہونا چاہتے ہیں اور یہ ان صفات حمیدہ میں سے ہے جس کو خدا و رسولؐ اور تمام لوگ دوست رکھتے ہیں اور سب ہی اس تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہے شجاعت، روایت گڑھنے والوں کے لئے اس سلسلہ میں بھی کوئی حدیث گڑھنا ضروری تھی۔ لہذا انھوں نے ابو حفص کے بارے میں حدیث تراشی۔

بخاری اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب النبیؐ کے باب "قول النبیؐ لو کنت متخذ اخلیلا" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے نبیؐ سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے:

میں نے خواب میں ایک کنواں دیکھا کہ جس پر ڈول پڑا تھا میں نے جتنا مجھ سے ہو سکا پانی کھینچا پھر ڈول ابن ابی قحافہ (ابو بکر) نے لیا، اس نے ایک یا دو ڈول کھینچا اس کے کھینچنے میں ضعف تھا خدا اس کی کمزوری کو معاف کرے پھر ڈول ابن خطاب نے لیا میں نے اس سلسلہ میں کسی کو ان سے بہتر نہ پایا یہاں تک کہ لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔

جب دین مرکز ایمان و اسلام اور تقویٰ و تقرب خدا کو ابن خطاب نے سمیٹ لیا اور اسے اپنے پیچھے کھینچتے ہوئے چلتے ہیں جبکہ دوسرے لوگوں کے سینے تک ہی محدود رہا، ان کے اجسام کے دوسرے حصے ایمان سے خالی ہیں اور علم بھی عمر ابن خطاب ہی سے مخصوص ہے جو بچ گیا اس میں سے انھوں نے دوسرے لوگوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا اور رسولؐ کا عطا کیا

ہوا سارا ہی پی گئے یہاں تک کہ اپنے دوست ابوبکر کی بھی پرواہ نہ کی (اس میں کوئی شک نہیں ہے جو علم عمر کو عطا کیا ہوا تھا اسی کے ذریعہ وفات نبیؐ کے بعد انھوں نے احکام خدا میں ردوبدل کی، لاریب ان کا اجتہاد اسی علم کا مرہون منت ہے) اور جبکہ قوت و شجاعت کو بھی عمر ابن خطاب سے مختص کیا گیا ہے اور ابوبکر نے بھی ان سے یہ کہا تھا کہ تم مجھ سے زیادہ قوی ہو لیکن تم نے مجھ پر زبردستی کی، خدا بخشے ابوبکر کو کہ انھوں نے ضعف کے باوجود خلافت پر عمر سے پہلے ہاتھ مارا، بنی امیہ اور بنی عدی میں سے عمر کے یار و مددگاروں نے خوش حالی مال غنیمت، فتوحات ایسے ابوبکر کے زمانہ میں نہ دیکھے جیسے ان کے زمانہ میں دیکھے جی ہاں! دنیا کی زندگی میں یہ سب عمر کا رہین منت ہے لیکن آخرت میں لوگوں کو ان کے لئے جنت کی ضمانت لینی چاہئے تھی وہ بھی ابوبکر سے بلند و بالا درجہ والی جنت کی لہٰذا لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب "ما جاء فی صفۃ الجنۃ انہا مخلوقۃ" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ایک مرتبہ ہم رسولؐ کی خدمت میں تھے کہ آپؐ نے فرمایا:

مجھے نیند کے عالم میں جنت دکھائی گئی وہاں ایک قصر میں ایک عورت وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا یہ قصر کس کا ہے؟ جواب ملا، عمر ابن خطاب کا، میں نے اس کی غیرت کو دیکھا تو منہ پھیر کر چلدیا (یہ بات سن کر) عمر رونے لگے، اور کہا: یا رسول اللہ! آپ پر رشک کیا ہے۔

محترم قارئین ان ترتیب وار جھوٹی روایات کو آپ سمجھ گئے ہونگے ویسے میں نے عمر ابن خطاب کے فضائل کے سلسلہ کی ہر ایک روایت میں سے ایک مشترک عبارت نقل کر دی ہے اور وہ ہے رسولؐ کا یہ قول کہ جب میں عالم خواب میں تھا ہر ایک روایت میں یہ خواب لفظ موجود ہے۔ ایک مرتبہ فرماتے ہیں جب میں سو رہا تھا تو دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا ہے جب میں سو رہا تھا تو میرے پاس دودھ لایا گیا۔ جب میں محو خواب تھا تو ایک کنواں دیکھا جب میں نیند کے عالم میں تھا تو جنت دکھائی گئی، شاید حدیث کے راوی کو بہت زیادہ خواب دکھائی دیتے تھے لہٰذا اس نے نبیؐ کی زبانی (اپنی طرف سے) حدیثیں گڑھ لیں، اور کتنی جھوٹی حدیثیں جب آپؐ کی زندگی میں ہی آپؐ کی طرف منسوب کی جاتی تھیں تو آپؐ کی وفات کے بعد کیا عالم ہوا ہوگا۔ یقیناً امت بدل گئی تھی، لوگ ایک دوسرے سے قتال کرتے تھے ٹکڑوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے ہر ایک گروہ جو اس کے پاس تھا اس سے خوش تھا۔ لیکن ایک چیز جو باقی رہی اور جسے مورخین اور عمر کے یار و انصار نے نقل کیا ہے وہ ہے ان کے اخلاق میں سختی و شدت اور تند مزاجی کہ جس کی وجہ سے عمر تمام لوگوں پر سختی کرتے تھے اور جس کا ایسا مزاج ہوتا ہے لوگ اس سے محبت نہیں کرتے چنانچہ ارشاد خداوند عالم ہے:

﴿ولو كنت فظاً غليظ القلب لانفضوا
من حولك﴾ سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۹
اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو لوگ آپ کے
پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

لیکن عمر کے چاہنے والوں نے معیاروں کو بدل ڈالا، وہ نقص کو منقبت اور

رذیلت کو فضیلت قرار دینے لگے انھوں نے کم عقلی بے وقوفی میں نبیؐ کی عظمت گھٹانے والی روایات گڑھ دیں، اس نبیؐ کے سلسلہ میں جس کے بارے میں خدا گواہی دے رہا ہے کہ رسولؐ بدخُلق اور سخت مزاج نہیں ہیں بلکہ وہ نرم مزاج ہیں اور ان کی نرمی لوگوں کے لئے رحمت خدا ہے بیشک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں، مومنوں پر مہربان و رحیم و رحمۃ للعالمین ہیں اس سلسلہ میں ہمیں انہی احمقوں سے سننا چاہیئے وہ کیا کہتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب" صفۃ ابلیس وجنودہٗ" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں سعد ابن وقاص سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ عمر نے رسولؐ کی خدمت میں باریابی کے لئے اجازت چاہی آپؐ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بلند آواز میں باتیں کر رہی تھیں لیکن جب انھوں نے عمر کی آواز سنی تو جلدی سے اپنا حجاب صحیح کر کے اٹھ کھڑی ہوئیں، رسولؐ نے عمر کو اجازت مرحمت کی، عورتوں کی اس گھبراہٹ سے رسولؐ مسکرانے لگے، عمر نے کہا: یا رسولؐ اللہ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر ہنسی آرہی ہے جو ابھی کچھ دیر قبل میرے پاس تھیں انھوں نے جیسے تمھاری آواز سنی ویسے ہی اپنا حجاب صحیح کیا، عمر نے کہا یا رسولؐ اللہ انھیں مجھ سے زیادہ آپ سے ڈرنا چاہیئے اس کے بعد کہا: اے عورتو تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسولؐ سے نہیں ڈرتیں؟ انھوں نے کہا تم رسولؐ سے زیادہ بدخلق اور سخت مزاج ہو، رسولؐ نے فرمایا: قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تمھارے پاس ہرگز شیطان نہیں آئے گا۔

ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات بہت بڑی ہوگئی ہے اگرچہ

وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ جھوٹ ہوتا ہے، روایت کی قباحت ملاحظہ فرمائیے عورتیں عمر سے خوف کھاتی ہیں لیکن رسولؐ سے نہیں ڈرتیں اور آپؐ کی آواز پر آواز بلند کرتی ہیں، آپؐ کا احترام نہیں کرتی ہیں، آپؐ کے سامنے پردہ نہیں کرتیں۔ لیکن عمر کی آواز سنتے ہی خاموش ہو جاتی ہیں پردہ صحیح کرتی ہیں، قسم خدا کی ان احمقوں کی باتوں پر مجھے تعجب ہے، انھوں نے صراحت کے ساتھ رسولؐ کو بدخلق اور سخت مزاج بنا دیا ہے کیونکہ عمر رسولؐ سے افظ (زیادہ بدخلق) اغلظ (زیادہ سخت مزاج) ہیں یہ دونوں (افظ و اغلظ) اسم تفضیل کے صیغے ہیں پس اگرچہ دونوں رسولؐ کے لئے فضیلت ہیں تو عمر رسولؐ سے افضل ہیں اور یہ رذیلت ہیں تو مسلمان اور ان کے راس ورئیس بخاری و مسلم نے ایسی حدیثوں کو کیونکر قبول کیا ہے ؟

پھر انھوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ رسولؐ کے سامنے شیطان کھیلتا ہے اور ان سے ذرا خوف نہیں کھاتا ہے بیشک شیطان ہی عورتوں کو ابھارتا ہے، یہاں تک کہ وہ نبیؐ کی آواز پر آواز بلند کرتی ہیں اپنا حجاب اتار پھینکتی ہیں لیکن رسولؐ کے گھر میں عمر کے داخل ہوتے ہی شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

اے غیور مسلمان! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کے نزدیک رسولؐ کی کیا قدر و قیمت ہے، اور شعوری یا لاشعوری طور پر رسولؐ سے عمر کو افضل قرار دیتے ہیں، اس بات کو آج بھی اس وقت ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ رسولؐ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے آپؐ کی خطاؤں کو شمار کرا رہے ہوں اور بشر کہہ کے انھیں بری کر رہے ہوں کہ جن خطاؤں کی اکثر عمر اصلاح کیا کرتے تھے اور متعدد بار عمر کی رائے

کے مطابق قرآن بھی نازل ہوا ہے۔ اہلسنت اس پر بدر کے قیدیوں اور تابیر نخل وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں۔

لیکن جب آپ ان کے سامنے یہ کہیں گے کہ مولفۃ القلوب کا حق معطل کر کے یا متعہ نساء و متعہ حج کو حرام کر کے اور عطایا میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دے کر عمر نے خطا کی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی ناک چڑھ گئی اور آنکھیں سرخ ہو گئی ہیں اور پھر آپ کے دین سے خارج ہونے کا فوراً حکم لگائیں گے اور کہیں گے کہ تم کون ہو کہ جو سیدنا عمر فاروق "جو حق و باطل میں فرق کرتے ہیں" پر تنقید کر رہے ہو، آپ کے لئے ان کی بات کو تسلیم کرنے کے علاوہ چارہ نہیں رہے گا اور آپ دوبارہ ان سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کریں گے ورنہ اذیت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

عمر کی عزت بچانے کے لئے بخاری حدیث میں تدلیس کرتے ہیں

جی ہاں! جب محقق بخاری کی حدیثوں کی تحقیق کرے گا تو ان میں سے اکثر کو معمہ پائے گا، وہ تصور کرے گا کہ شاید یہ حدیث ناقص ہے کبھی بخاری متعدد ابواب میں انھیں اسانید کے ساتھ ایک حدیث کو مختلف الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ اور یہ تمام باتیں عمر کی شدید محبت کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں اور شاید بخاری کی طرف اہلسنت کی رغبت کا باعث بھی یہی ہے۔ اسی لئے وہ بخاری کو تمام کتابوں پر فوقیت دیتے ہیں کتاب خدا کے بعد

ان کے نزدیک بخاری صحیح ترین کتاب ہے اور دوسری وجہ بخاری کی محبوبیت کی یہ ہے کہ بخاری نے حضرت علیؑ کے فضائل کو بہت کم بیان کیا ہے ایک طرف بخاری کا دل چسپ مشغلہ حدیث کی کاٹ چھانٹ ہے مگر جب اس حدیث سے عمر کی شخصیت پر حرف آتا ہو جیسا کہ فضائل علیؑ سے متعلق احادیث میں کیا ہے ہم عنقریب آپ کے سامنے ان کی کچھ مثالیں پیش کریں گے۔

عمر کی حقیقت کا انکشاف کرنے والی حدیثوں میں تدلیس

۱۔ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الحیض کے باب تیمم میں تحریر کیا ہے کہ:

ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا: میں مجنب ہو گیا تھا۔

اور پانی نہ مل سکا، عمر نے کہا: نماز نہ پڑھو، عمار نے کہا: اے امیر المومنین کیا آپ کو وہ وقت یاد نہیں ہے جب میں اور آپ ایک سریہ میں مجنب ہو گئے تھے اور پانی نہیں مل سکا تھا آپ نے تو نماز چھوڑ دی تھی، لیکن میں نے خاک میں لیٹ کر نماز ادا کی تھی اور نبیؐ نے (میرے بارے میں) فرمایا تھا کہ تمہارے لئے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنا اور پھر پھونک کر ان سے چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا کافی ہے، عمر نے کہا، اے عمار خدا سے ڈرو! عمار نے کہا اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو میں اسے بیان نہیں کروں گا۔ اس روایت کو ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور احمد ابن حنبل نے مسند میں اور نسائی نے اپنی سنن میں اور بیہقی و ابن ماجہ وغیرہ نے کلی طور پر نقل کیا ہے۔

واضح رہے کہ بخاری نے نقل حدیث کی امانت میں خیانت کی ہے جیساکہ عمر کی عزت بچانے کے سلسلہ میں حدیث میں تدلیس کرنا ان کی عادت ہے کیونکہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگوں کو فقہ اسلامی سے خلیفہ کی جہالت کا علم ہو، آپ کے سامنے وہ روایت پیش کی جاتی ہے جس میں بخاری نے تصرف کیا ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التیمم کے باب "التیمم هل ینفخ فیهما" میں روایت کی ہے کہ: ایک شخص عمر ابن خطاب کے پاس آیا اور کہا: میں مجنب ہو گیا ہوں اور مجھے پانی نہیں ملا ہے، عمار یاسر نے عمر ابن خطاب سے کہا: کیا آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے، ہمارے اور آپ کے ساتھ بھی ایک سفر میں ایسا ہی ہوا تھا۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ بخاری نے عمر کے قول "تم نماز نہ پڑھو" کو اڑا دیا کیونکہ اس میں ان کی گرفت تھی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بخاری نے اس کی تخلیص اس لئے کی ہے تاکہ لوگ عمر کے مسلک سے آگاہ نہ ہونے پائیں جو کہ نبیؐ کی حیات میں بھی شک میں مبتلا رہتے تھے اور قرآن و سنت کی نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا کرتے تھے، سو وہ اپنے اسی مسلک پر باقی رہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کے امیر بن گئے (پھر کیا تھا) اپنے مسلک کو مسلمانوں کے درمیان پھیلانا شروع کر دیا، ابن حجر کہتے ہیں "یہ عمر کا مشہور مذہب ہے" اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ اس مسلک پر مصر تھے اسی بنا پر عمار نے ان سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کروں۔

۲ ۔ حاکم نے مستدرک جلد ۲ کے ص۲۲۵ پر انس سے ایک

روایت نقل کی ہے جسے ذہبی نے اپنی تلخیص میں صحیح قرار دیا ہے۔ انس ابن مالک کہتے ہیں کہ عمر نے منبر سے یہ آیت پڑھی:

فأنبتنا فيها حباً وعنباً وقضباً وزيتوناً ونخلاً

وحدائق غلباً وفاكهة وأباً،

ہم ان سب کو سمجھ گئے لیکن معلوم نہیں اب کیا ہے پھر کہا:

تم اس کا اتباع کرو جس کی ہدایت کتاب (خدا) نے کی ہے اور جس کو تم نہیں جانتے اسے اس کے پروردگار پر چھوڑ دو!

اس روایت کو سورۂ عبس کی تفسیر کے سلسلہ میں اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے۔ مثلاً سیوطی نے درمنثور میں اور زمخشری نے کشاف میں، ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور رازی نے اپنی تفسیر خازن میں نقل کیا ہے۔

لیکن بخاری نے اپنی عادت کے مطابق لوگوں کو اس بات سے جاہل رکھنے کے لئے کہ خلیفہ اَبّ کے معنی نہیں جانتے تھے حدیث کو اس طرح کتر بیونت کے ساتھ نقل کیا ہے:

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ ہم عمر کے پاس (موجود) تھے، انھوں نے کہا: ہمیں تکلف سے ڈرایا گیا ہے [۱] جی ہاں بخاری ہر اس حدیث میں کاٹ چھانٹ کرتے ہیں جس سے عمر کی تنقیص کی بو آتی ہے، ظاہر ہے کہ قاری بریدہ حدیث سے اشیا کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے۔ بخاری تو

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب "مایکرہ من کثرۃ السوال والتکلف مالا یغنیہ وقول اللہ تعالیٰ "لا تسالوا عن اشیاان تبد لکم تسوکم"۔

اس بات کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ عمر اَبّ کے معنی نہیں جانتے تھے لہٰذا کہتے ہیں کہ ہمیں تکلف سے ڈرایا گیا ہے۔

۳ ۔ ابن ماجہ نے سنن کی جلد ۲ ص۲۲۷ اور حاکم نے مستدرک کی جلد ۲ ص۵۹ اور ابو داؤد نے اپنی سنن کی جلد ۲ ص۲۲۷ اور بیہقی نے اپنی سنن کی جلد ۶ ص۲۶۴ اور ابن حجر نے فتح الباری میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا :

> ایک پاگل عورت جو زنا کی مرتکب ہوئی تو عمر کے پاس لائی گئی عمر نے اس سلسلہ میں لوگوں سے مشورہ کیا اور اس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا ، جب حضرت علی علیہ السلام نے اس عورت کو (اس حالت میں) دیکھا تو پوچھا اس کا کیا قصور ہے ؟ لوگوں نے بتایا : یہ فلاں خاندان کی پاگل عورت زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے ، آپ نے فرمایا : اسے واپس لے جاؤ جب لوگ واپس لے گئے تو حضرت علیؑ نے عمر سے کہا : کیا تم نہیں جانتے کہ مجنون سے عقل آنے تک اور سونے والے سے بیدار ہونے تک اور بچے سے بالغ ہونے تک قلم تکلیف اٹھا لیا گیا ہے ۔
>
> یہ بات سن کر عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اور کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا ۔ [1]

---

[1] تذکرۃ الخواص ، ابن جوزی ص۵۷

لیکن بخاری نے اس روایت میں بھی عمر کی گرفت محسوس کی اور تراش خراش سے کام لیا، تو لوگوں کو یہ بات کیسے معلوم ہو کہ عمر ان حدود سے ناواقف تھے جو کتاب خدا میں مرقوم ہیں اور جنھیں رسولؐ نے بیان فرمایا ہے؛ جس شخص کی یہ حالت ہو وہ منصب خلافت پر کیونکر متمکن ہو سکتا ہے، اور بخاری بھی اس روایت کو کیسے ذکر کر سکتے ہیں جبکہ اس میں علیؑ ابن ابیطالب کی فضیلت ہے، علیؑ انھیں ہر اس چیز کی تعلیم دینے کی کوشش کرتے تھے جو وہ نہیں جانتے تھے اور عمر نے خود اس بات کا اس طرح اعتراف کیا ہے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اب ہمیں بخاری کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے اس روایت میں کس طرح تحریف و تدلیس کی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب "المحاربین من اھل الکفر والردۃ" کے باب "لا یرجم المجنونۃ" میں (بخاری کی سند کا تذکرہ کئے بغیر) کہتے ہیں کہ:

> علیؑ نے عمر سے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ مجنونہ سے افاقہ ہونے تک اور بچہ سے باتمیز ہونے تک اور سونے والے سے بیدار ہونے تک کے لئے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا ہے۔

جی ہاں! احادیث و روایات میں بخاری کی کاٹ چھانٹ کا یہ زندہ مثال ہے۔ وہ ہر اس حدیث میں کتر بیونت سے کام لیتے ہیں جس سے عمر کی رسوائی ہوتی ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں قطع و برید سے کام لیتے ہیں جس میں حضرت علیؑ کی فضیلت یا منقبت ہوتی ہے ان کے اندر ایسی

حدیث کامل طور پر نقل کرنے کی طاقت ہی نہیں ہے ۔

۴ ۔ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الحدود کے باب "حد شارب الخمر" میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ : نبیؐ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی ، پس آپؐ نے دو مرتبہ چالیس کوڑے لگوائے ، انس کہتے ہیں کہ : ابو بکر نے بھی ایسے ہی کیا ، لیکن جب عمر کا زمانہ (خلافت) آیا تو انھوں نے لوگوں سے مشورہ کیا تو عبد الرحمٰن ابن عوف نے کہا کہ : اسّی کوڑوں والی حدود میں کچھ کمی کی جائے اس کو عمر نے منظور کر لیا ۔

بخاری اپنی عادت کے مطابق اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتے ہیں کہ عمر حدود خدا سے ناواقف تھے اور انھیں اس حد کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کرنے کا کیا حق پہونچتا ہے جس پر رسولؐ عمل کر چکے ہوں اور ان کے بعد ابو بکر نے عمل کیا ہو ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحدود کے باب "ماجاء فی ضرب شارب الخمر" میں انس ابن مالک سے نقل کیا ہے کہ نبیؐ شراب پینے والے کو بھال چڑھی ہوئی چھڑی سے ٹھولتے اور ابو بکر نے چالیس کوڑا لگواتے تھے ۔

۵ ۔ جن محدثین و مورخین نے مرض و وفات نبیؐ کو قلم بند کیا ہے اور جنھوں نے یہ تحریر کیا ہے کہ نبیؐ نے ان سے کس طرح قلم و دوات طلب کیا تاکہ وہ ان کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوں ، اور اس دن نام "رزیۃ الخمیس" پڑ گیا اور عمر ابن خطاب نے اس میں کس طرح روڑا اٹکایا اور کہا کہ رسولؐ (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الجہاد کے باب "ھل یستشفع الی اھل الذمۃ ومعاملتھم" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الوصیت کے باب "ترك الوصیۃ لمن لیس لہ شی یوصی بہ" میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا : ہائے روز جمعرات، وہ روز جمعرات کیا ہے پھر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی، اس کے بعد فرمایا جمعرات کے دن رسول کے درد میں شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا : مجھے کاغذ دو تاکہ میں تمہارے لیے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے، پس لوگ (اس سلسلہ میں) جھگڑنے لگے، جبکہ نبیؐ کے سامنے جھگڑنا مناسب نہیں تھا۔ اور کہا ہذیان بک رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا : مجھے چھوڑ دو میں اپنی جگہ صحیح ہوں، وہ چیز صحیح نہیں ہے جس کی طرف تم مجھے دعوت دے رہے ہو آپؐ نے وفات کے وقت تین وصیتیں فرمائیں : جزیرۃ العرب سے مشرکوں کو نکالنا جس طرح میں وفود کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں اسی طرح نیک برتاؤ کرنا تیسری وصیت کو میں بھول گیا ہوں۔

جی ہاں یہ جمعرات کے دن کی وہ مصیبت ہے جس میں عمر نے سیاسی کھیل کھیلا اور رسولؐ کے آڑے آکر نوشتہ نہ لکھنے دیا، نبیؐ کی شان میں ایسا فحش جملہ استعمال کیا جو سراسر قرآن کے مخالف ہے، وہ جملہ یہ تھا کہ نبیؐ ہذیان بک رہے ہیں، یہاں بخاری و مسلم نے وہ صحیح عبارت نقل کی ہے جو عمر کے اقوال ہیں اور ان کے کلمات ہیں اس لئے کوئی ردو بدل نہیں کی ہے کیونکہ اس میں عمر کا نام نہیں تھا اور اس قول شنیع کی نسبت نامعلوم شخص کی طرف دی ہے۔

لیکن جہاں بھی روایت میں اس حیثیت سے عمر کا نام آتا ہے

کہ انھوں نے یہ جملے استعمال کیے ہیں تو بخاری و مسلم کے لیے اس روایت کو ایسے ہی چھوڑ دینا بہت شاق گذرتا ہے کیونکہ اس میں خلیفہ کی فضیحت ہے جو ان کی حقیقت کو آشکار کرتی ہے۔ اور یہ چیز اس بات سے پردہ ہٹاتی ہے کہ انھوں نے رسولؐ کے سامنے کتنی جسارتیں کی ہیں جو شخص آپ کی طول حیات میں بیشتر مواقع پر آپ کے سامنے آیا ہے اس کے بارے میں بخاری و مسلم وغیرہ اس بات کو جانتے تھے کہ مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لئے یہی ایک جملہ کافی ہے، اس سے خلیفہ کے معتقد اہلسنت ان کے مخالف ہو جائیں گے، اس لئے بخاری و مسلم وغیرہ نے تدلیس پر تکیہ کیا، اس قسم کے واقعات میں ان کی یہ کوشش معروف ہے، انھوں نے کلمۂ ہذیان کو درد کی شدت سے بدل دیا ہے۔ اور اس نازیبا عبارت کو چاٹ گئے ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے خود اس مصیبت کے بارے میں بخاری و مسلم کی روایات پیش کرتے ہیں:

> ابن عباس کہتے ہیں کہ: جس وقت رسولؐ پر احتضار کی کیفیت طاری ہوئی تھی اس وقت گھر میں بہت سے لوگ جمع تھے ان میں عمر ابن خطاب بھی تھے، نبیؐ نے فرمایا: لاؤ تمہارے واسطے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے، عمر نے کہا: نبیؐ پر درد کی شدت ہے اور تمہارے پاس کتاب خدا ہے، ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے، اس سے لوگوں میں اختلاف پھیل گیا۔ بعض کہتے تھے، نبیؐ کو قلم دوات دے دو تاکہ تمہارے لئے نوشتہ لکھ دیں کہ جس سے تم گمراہ نہ ہو اور بعض عمر کے

قول کو دہراتے تھے۔ جب نبیؐ کے پاس شور و ہنگامہ زیادہ ہوگیا تو آپؐ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ (عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ) ابن عباس کہہ رہے تھے کہ بیشک رسولؐ کو نوشتہ لکھنے سے روک دینا اور شور و غل مچانا، سب سے بڑی مصیبت ہے۔ لہ

چونکہ مسلم نے اپنے استاد بخاری سے روایات لی ہیں اس لئے ہم بخاری کو اپنا مخاطب قرار دیتے ہیں، اگرچہ آپ (بخاری) نے عبارت میں کاٹ چھانٹ کر ڈالی ہے اور حقائق کی پردہ پوشی کی حتی المقدور کوشش کی ہے لیکن آپ کے سید و سردار عمر کے سلسلہ میں آپ پر حجت قائم کرنے کے لئے وہی کافی ہے جو آپ نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ لفظ ھجر کے معنی ہذیان کے ہیں اور "قد غلب علیہ الوجع" بھی کبھی یہی معنی دیتا ہے۔ کیونکہ صاحبِ نظر اس بات کو جانتا ہے، یہاں تک کہ آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ وہ معذور ہے کیونکہ اس پر حمیت طاری ہوگئی ہے اور اول فول بکنے لگا ہے۔

خصوصاً ہم اس پر عمر کے کلام "تمہارے پاس کتاب خدا ہے وہی کافی ہے" کا اضافہ کرتے ہیں، عمر کے اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ رسولؐ کا کام تمام ہوگیا اور ان کا وجود کالعدم ہے۔

میں ہر باضمیر عالم سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ اگر وہ فقط اس واقعہ پر غور کرے اور اس کے عواقب و تہہ میں نہ جائے تو بھی وہ

لہ صحیح بخاری کتاب المرض قول "المریض قوموا عنی جلد ۷، ص۹ مسلم کتاب الوصیۃ باب ترک الوصیۃ جلد ۵ ص۷۶

خلیفہ سے بدظن ہو جائے گی کیونکہ اسی خلیفہ نے امت کو ہدایت سے محروم کیا اور ضلالت میں ڈھکیل دیا۔

ہم حق بات کہنے سے اس وقت تک نہیں ڈریں گے جب تک اس سے رسولؐ اور ان کے بعد قرآن و اسلامی مفاہیم کا دفاع ہوتا رہے گا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿فلا تخشَوُا النّاسَ واخْشَونِ، ولا تشتروا بآياتي ثمناً قليلاً، ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هُمُ الكافرون﴾ سورۂ مائدہ، آیت ۴۴

لوگوں سے نہ ڈرو! مجھ (خدا) سے ڈرو! معمولی پونجی کے عوض میری نشانیوں کو نہ بیچو اور خدا کے نازل کردہ دستور کے مطابق حکم نہیں کرتے ہیں وہی لوگ کافر ہیں۔

نہیں معلوم بعض علماء اس علم وارتقاء کے زمانہ میں بھی حقائق پر پردہ ڈالنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں اور اس کیلئے خواہ مخواہ کی تاویلیں کیوں تراشتے ہیں، نہ ان (تاویلوں) میں کوئی دم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ مطمئن کرتی ہیں۔

آپ کے سامنے ایک عالم محمد فواد عبد الباقی کی اختراع پیش کرتا ہوں انھوں نے "اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان" کی شرح میں جہاں رزیۂ یوم الخمیس کا تذکرہ کیا ہے وہاں رسولؐ کے دوات وقلم طلب کرنے والے واقعہ کی شرح[1] کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ:

---

[1] اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان جلد ۲ ص ۱۶۶

رسولؐ نے قلم و دوات طلب کیا تھا رسولؐ نے جو کتاب طلب کی تھی اس سے آپؐ کی مراد وہ چیز تھی جس پر لکھا جاتا ہے مثلاً کاغذ اور چھال تھی اور کتاب سے آپ کی مراد ظاہراً ابوبکر کی خلافت پر نص کرنا تھا لیکن جب لوگ جھگڑنے لگے اور آپ کے مرض میں بھی شدت ہوگئی تو آپؐ نے اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ ابوبکر کو تو میں نماز میں قائم مقام بنا چکا ہوں اب اس کی تجدید کی کوئی ضرورت نہیں ہے (پھر لفظ ہجر یعنی ہذیان کی شرح کرتے ہیں) کہتے ہیں: ہجر (ہذیان) کے بارے میں ابن بطال کا خیال ہے کہ ہجر (ہذیان) کے معنی اختلاط کے ہیں اور ابن التین کا نظریہ ہے کہ اس کے معنی ھَذَی کے ہیں لیکن یہ آپ کی شان کے خلاف ہے، ایک احتمال یہ بھی ہے کہ رسولؐ تمھیں چھوڑے جا رہے ہیں یہاں ہجر وصل کی ضد ہے کیونکہ ان پر الٰہی واردات وارد ہو چکی تھیں۔ اسی لیئے آپؐ نے رفیق اعلیٰ سے فرمایا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ جملہ استفہامیہ تھا ہمزہ حذف ہوگیا، یعنی کیا مرض کی وجہ سے ان کا کلام بدل گیا اور مخلوط ہوگیا ہے، اس سلسلہ میں یہ بہترین قول ہے، اس کو خبر نہیں قرار دیا جا سکتا ہے ورنہ اس کے معنی فحش یا ہذیان ہوں گے جبکہ اس جملہ کے قائل عمر ہیں اور ان کے بارے میں یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جناب عالم جلیل ہم آپ کی اس بات کو رد کرتے ہیں ظن (گمان)

حق کے سلسلہ میں ذرہ برابر فائدہ نہیں پہونچاتا ہے۔ ہمارے لئے آپ کا یہی اعتراف کافی ہے کہ اس فحش کے قائل عمر ہیں، اور آپ کی قیاس آرائی کہ رسولؐ ابوبکر کی خلافت کے بارے میں لکھنا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں عمر کو اعتراض تھا؟ جبکہ عمر ہی نے ابوبکر کی خلافت مستحکم کی ہے۔ انھوں نے ہی لوگوں سے قہر وغضب کے ساتھ بیعت کرائی، یہاں تک کہ فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کی دھمکی دی۔ اے عالم جلیل کیا آپ کے علاوہ بھی کوئی اس کا دعویدار ہے؟

قدیم وجدید علماء کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ حضرت علیؑ رسولؐ کی خلافت کے لائق تھے اگرچہ انھوں نے اس بارے میں نص کا اعتراف نہیں ہے۔ آپ کے لئے بخاری کا یہی قول کافی ہے کہ: لوگوں نے عائشہ کے سامنے کہا کہ علیؑ (رسولؐ کے) وصی ہیں، عائشہ نے کہا ان سے کب وصیت کی تھی جبکہ رسولؐ میرے سینہ پر سر رکھے ہوئے تھے، انھوں نے ہاتھ دھونے کا برتن مانگا لیکن میری گود میں ان کا سر تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے محسوس ہوا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے تو کس وقت علیؑ سے وصیت کی؟

بخاری نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کیونکہ اس میں عائشہ نے وصیت کا انکار کیا ہے اور یہ چیز ہی بخاری کے لئے باعث سکون ہے لیکن ہمارا نظریہ تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے عائشہ کے سامنے یہ کہا تھا کہ رسولؐ نے علیؑ کو وصیت کی ہے، وہ سچے تھے کیونکہ عائشہ نے بھی ان کی تکذیب و تردید نہیں کی اور نہ ہی وصیت کی نفی کی ہاں انھوں نے انکار کی صورت میں یہ پوچھا کہ انھوں نے علیؑ کو کب وصیت کی؟ اس سلسلہ میں عائشہ کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ رسولؐ نے انھیں بزرگ صحابہ کے سامنے اور تمھاری عدم موجودگی میں وصیت کی تھی۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ان صحابہ نے عائشہ کو

یہ بتایا تھا کہ آپؐ نے علیؑ کو کب وصیت کی تھی۔ لیکن مسلط حکام نے انھیں ایسے واقعات نقل کرنے سے منع کر رکھا تھا جیسا کہ تیسری وصیت کے لئے ممانعت تھی جس کو انھوں نے بھلا دیا، سیاست حقیقت کو چھپانے میں تھی خود عمر نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ انھوں نے رسولؐ کو نوشتہ لکھنے سے منع کیا کیونکہ عمر جانتے تھے کہ نوشتہ علیؑ کی خلافت سے مختص ہے ۔۔۔

ابن ابی الحدید نے عمر ابن خطاب اور عبداللہ ابن عباس کے درمیان میں ہونے والی اس گفتگو کو درج کیا ہے۔ عمر ابن عباس سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اب بھی علیؑ کے دل میں خلافت کی تمنا ہے؟ ابن عباس نے کہا ہاں! عمر نے کہا: رسولؐ نے مرض الموت میں ان (علیؑ) کے نام کی تصریح کرنا چاہی تھی لیکن میں نے اسلام پر ترس کھا کر انھیں اس سے منع کر دیا۔ [1]

مولانا صاحب اب حقیقت سے کیوں فرار کر رہے ہیں۔

اظہار حق سے پہلو تہی کیسی، تاریکی کا زمانہ بنی امیہ اور بنی عباس کے ساتھ گیا۔ آپ اس تاریکی کو پردہ ڈال کر اور بڑھا رہے ہیں، آپ دوسروں کو حقیقت کے ادراک اور اس تک رسائی سے منع کر رہے ہیں، جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اگر اس کی بنیاد حسن نیت پر ہے تو آپ کے لئے خدا سے میری دعا ہے کہ وہ تمھاری ہدایت کرے اور آپ کی بصیرت کو کھول دے۔

۶۔ بخاری نے اکثر نبیؐ کی ان احادیث میں تبدیلی و تدلیس کی ہے جن میں ابوبکر و عمر کی توہین و تنقیص محسوس کی ہے۔ لیجئے بخاری کو تاریخ کا ایک

---

[1] شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۱۲ ص ۲۱ پر ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اس واقعہ کو صاحب تاریخ بغداد نے لکھا ہے۔

مشہور واقعہ جس میں رسولؐ نے ایک حدیث بیان کی تھی پسند نہیں آیا اور اسے پوری طرح نقل نہیں کیا کیونکہ اس سے علیؑ کی ابوبکر پر فضیلت ثابت ہو رہی تھی۔

اہلسنت کے علماء نے اپنی صحاح و مسانید میں، مثلاً ترمذی نے اپنی صحیح میں حاکم نے مستدرک میں، احمد ابن حنبل نے مسند میں، امام نسائی نے خصائص میں، طبری نے تفسیر میں، جلال الدین سیوطی نے اپنی درمنثور میں، ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں اور زمخشری نے کشاف میں روایت کی ہے کہ:

رسولؐ نے ابوبکر کو (مکہ) بھیجا اور وہاں ان کلمات (خدا اور رسولؐ مشرکوں سے بری ہیں) کو پڑھنے کا حکم دیا، ان کے پیچھے پھر علیؑ کو روانہ کیا، اور انھیں ان کلمات کو پڑھنے کا حکم دیا، پس علیؑ نے ایام تشریق میں کھڑے ہو کر ان کلمات کو پڑھا کہ: مسلمانو! جن مشرکین سے تم نے عہد و پیمان کیا ہے اب ان سے خدا اور رسولؐ کی طرف سے مکمل بیزاری کا اعلان ہے، پس چار مہینے تک کہیں بھی سیر کرو، یاد رکھو! کہ خدا سے بچ کر نہیں جا سکتے ہو اور خدا کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے، اس سال کے بعد مشرکوں کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی عریانی کی حالت میں کسی کو طواف کی اجازت دی جائے گی۔

ابوبکر لوٹ آئے اور عرض کی یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں لیکن میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ اس پیغام کو تم یا وہی شخص پہونچا سکتا ہے جو تم سے ہے۔

بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس واقعہ کو بھی اسی انداز سے نقل کیا ہے چنانچہ اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن کے باب "قولہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر" میں فرماتے ہیں کہ: مجھے حمید ابن عبد الرحمٰن نے خبر دی ہے کہ ابوہریرہ نے کہا کہ اسی حج میں دیگر اعلان کرنے والوں کے ساتھ ابوبکر نے مجھے بھی بھیجا اور ہمیں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ عریانی کی حالت میں کسی کو طواف کرنے دیا جائیگا حمید ابن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ پھر رسولؐ نے علیؑ ابن ابیطالب کو وہ کلمات دے کر روانہ کیا۔ اور برأت کا اعلان کرنے کا حکم دیا، ابوہریرہ کا کہنا ہے کہ روز نحر علیؑ نے منیٰ میں برأت کا اعلان کیا اور یہ کہا کہ: اس سال کے بعد مشرکوں کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی عریانی کی حالت میں خانۂ کعبہ کا طواف کرنے دیا جائے گا۔ [1]

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ اغراض اور مذہبی دشمنی کے تحت بخاری نے احادیث و واقعات میں کس طرح قطع و برید کی ہے، کیا اس میں جس طرح بخاری نے بیان کیا ہے اور جس انداز میں اہلسنت کے دوسرے علماء و محدثین نے قلمبند کیا ہے دونوں میں کوئی مشابہت و مماثلت ہے؟

اور یہ ہی نہیں بلکہ بخاری ابو بکر کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ انھوں (ابوبکر) نے ابوہریرہ کو اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ منیٰ میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج نہیں کرنے دیا جائیگا اور نہ ہی عریانی کی حالت میں طواف کی اجازت دی جائے گی اس کے بعد

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ ص ۲۰۲ کتاب تفسیر القرآن سورۂ برأت

حمید ابن عبد الرحمٰن کے اس قول کی نوبت آتی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ کو سورۂ برأۃ دے کر روانہ کیا اور اعلان برأۃ کا حکم دیا۔

پھر ابو ہریرہ کا قول آتا ہے کہ روز نحر یہ اعلان کرنے والوں میں کہ "اس سال کے بعد مشرکوں کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی کسی کو عریاں حالت میں طواف کی اجازت دی جائے گی" علیؑ بھی شامل ہو گئے۔

اس اسلوب سے بخاری علیؑ ابن ابیطالب کی فضیلت کو گھٹاتے ہیں کہ انھیں رسولؐ نے بعد میں سورۂ برأت کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ جبکہ رسولؐ نے علیؑ کو اس وقت روانہ کیا تھا جب جبرئیل خدا کا یہ حکم لیکر نازل ہوئے کہ اس مہم امر سے ابوبکر کو معزول کر دو۔ اس پیغام کو تو تم یا وہی شخص پہونچا سکتا ہے جو تم سے ہے۔ لیکن بخاری کے لئے یہ بات بہت ہی ناگوار تھی۔ ابوبکر وحیٔ خدا کے ذریعہ معزول اور علیؑ ابن ابیطالب کو ان پر مقدم کیا جائے ظاہر ہے اس بات پر بخاری کبھی خوش نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا روایت میں تدلیس سے کام لیا۔

اور محقق اس تال میل علمی امانت میں خیانت سے کیسے خبردار نہ ہوگا خصوصاً جب وہ یہ پڑھے گا کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں اسی حج میں ابوبکر نے مجھے ان اعلان کرنے والوں کے پاس بھیجا جنھیں روز قربانی بھیجا تھا۔ کیا ابوبکر عہد رسولؐ ہی میں امور تقسیم کرنے لگے تھے؟ اور یہ خود محکوم بن کر نہیں گئے تھے؟ حاکم کیسے بن گئے کہ جو صحابہ کے درمیان سے لوگوں کو اس کام کے لئے منتخب کرتے ہیں؟

ذرا بخاری کی حرکت کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیسے ہر چیز کی اصل کو بدلتے ہیں کہ حضرت علیؑ جن کے سوا کوئی اسے انجام نہیں دے

سکتا تھا وہ تو نبیؐ کی طرف سے اس اہم امر کی انجام دہی کے لئے معبوث ہوگئے
ہیں وہ تو ابوہریرہ ایسے دوسرے اعلان کرنے والوں میں شامل ہوگئے لیکن
ابوبکر کی معزولیت اور روتے ہوئے ان کی واپسی کو بیان ہی نہیں کیا اور
نہ رسولؐ کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ "میرے پاس جبرئیل آئے تھے انھوں نے
کہا ہے کہ اس پیغام کو آپ یا وہ شخص پہونچا سکتا ہے جو آپ سے ہے۔
کیوں کہ رسولؐ نے اس حدیث میں اپنے ابن عم اور وصی علیؑ
ابن ابیطالب کو امت کا قائد بنایا ہے۔ اور پھر یہ بات تو واضح ہے کہ نبی کی
حدیث جبرئیل کے پیغام کے مطابق ہوتی ہے کہ جس کے بعد تاویل کرنے
والوں (بخاری جیسوں) کے لئے اس تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے
کہ محمدؐ کی رائے بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی بشر ہیں ان سے
بھی خطا سرزد ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں بخاری کے لئے بہتر یہ تھا
کہ اس حدیث کو نظر انداز کریں اور اسے دوسری حدیثوں کی طرح چاٹ جائیں۔
پس آپ بخاری کو اپنی صحیح کی کتاب الصلح کے باب "کیف
یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان" میں علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں
رسولؐ کے قول "علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں" کو علیؑ و جعفر اور زید
کے قضیہ میں درج کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں گے۔۔۔
جبکہ ابن ماجہ، ترمذی، نسائی اور امام احمد صاحب کنز العمال
(وغیرہ) سب نے رسولؐ کے اس قول "علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں"
کو حجۃ الوداع کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن بخاری نے مذکورہ باب میں
درج کیا ہے۔

★

۷۔ اس پر ایک بات کا میں اور اضافہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب الدلیل میں تحریر کیا ہے کہ علیؑ اور انصار کی محبت ایمان اور علامت دین ہے اور ان کا بغض نفاق کی نشانی ہے۔

علیؑ سے نقل کیا ہے کہ: آپ نے فرمایا: قسم
اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ہوا کو چلایا۔
مجھ سے نبیؐ امی نے بتایا کہ مجھ سے وہی محبت رکھے گا جو
مومن ہوگا اور وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔

ترمذی نے اپنی صحیح میں اور نسائی نے اپنی سنن میں احمد ابن حنبل نے مسند میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور طبری نے، ذخائر العقبیٰ میں، ابن حجر نے لسان المیزان میں اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن بخاری نے اس حدیث کو نقل نہیں کیا اگرچہ ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت ہے جبکہ مسلم نے اسے نقل کیا ہے اور ان کے رواۃ سب ثقہ ہیں۔ بخاری نے اس حدیث کے بارے میں پہلے یہ سوچا کہ اس حدیث سے تو اکثر صحابہ منافق ثابت ہوں گے اگرچہ وہ رسولؐ کے پاس بیٹھتے تھے لہٰذا اس کو نظر انداز کر دیا۔

یہ اس کا قول ہے جو اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وحی کے مطابق کلام کرتا ہے۔ خود یہ حدیث حضرت علیؑ کے لئے بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ انھیں کے ذریعہ حق کو باطل سے اور ایمان سے جدا کیا جاتا ہے حضرت علیؑ اس امت کے آیت اللہ العظمیٰ اور حجت الکبریٰ ہیں اور اس امت کے لئے وہ امتحان و آزمائش ہیں جس کے ذریعہ خدا امت محمدؐ کو آزماتا اور پرکھتا ہے، باوجودیکہ نفاق کا تعلق باطنی اسرار سے ہے اسے وہی جانتا ہے

جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہوتا ہے ظاہر ہے اسے علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا ہے۔ پس خدا نے اس امت پر رحم وتفضل کیا اور (آپؐ کو) اس امت کے لئے (مومن و منافق کی) علامت قرار دیا تاکہ جو ہلاک ہو وہ حجت کے بعد اور جو نجات پائے وہ بھی حجت کے بعد۔

میں اس سلسلہ میں بخاری کی ذہانت کی ایک مثال پیش کرتا ہوں، میرا ذاتی اعتقاد یہ ہے کہ شاید اسلاف ہی سے اہلسنت اسی خاصیت کے تحت بخاری کو دوسرے محدثین پر فضیلت دیتے ہیں بخاری کی ساری کوشش اس بات میں صرف ہوئی ہے کہ کوئی ایسی حدیث نقل نہ ہونے پائے جو ان کے مذہب کے مخالف ہو۔

چنانچہ وہ اپنی صحیح کی کتاب الھبہ وفضلہا والتحریض علیہا کے باب "ھبۃ الرجل لامرأتہ والمرأۃ لزوجھا" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

عبداللہ ابن عبداللہ نے مجھے خبر دی کہ عائشہ نے کہا:

جب نبیؐ کی طبیعت ناساز ہوتی اور درد میں شدت ہوئی تو آپؐ نے ازواج سے اجازت طلب کی اور کہا کہ میری تیمارداری میرے (عائشہ کے) گھر پر ہو انھوں نے اجازت دے دی تو آپؐ دو اشخاص کے سہارے وہاں سے نکلے، آپؐ کے قدم زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ ان دو اشخاص میں سے ایک عباس تھے ایک کوئی اور شخص تھا، پس عبداللہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس سے عائشہ کی اس بات کا تذکرہ کیا انھوں نے بتایا: کیا

تم جانتے ہو یہ دوسرا شخص کون تھا جس کا نام عائشہ نے
نہیں لیا؟ میں نے کہا: آپ ہی بتائیے۔ انھوں نے کہا وہ علیؑ
ابن ابیطالب تھے۔

اس واقعہ کو ابن سعد نے صحیح سند سے اپنی طبقات میں تفصیل سے لکھا ہے[1] اسی طرح سیرۃ حلبیہ اور اصحاب سنن نے بھی اس کو تحریر کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ ایک منٹ بھی علیؑ کی خیریت نہیں چاہتی تھیں۔

لیکن بخاری نے اس واقعہ سے اس جملہ کو اڑا دیا جس سے عائشہ کا علیؑ سے بغض ظاہر ہوتا ہے اور یہ کہ وہ (عائشہ) علیؑ کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں پھر بھی جو کچھ انھوں نے لکھا ہے وہ بھی صاحبانِ عقل و خرد کے لئے کافی ہے، کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے محقق پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ ام المومنین عائشہ اپنے مولا علیؑ ابن ابیطالب سے بغض رکھتی تھیں۔[2] بغض کی انتہا یہ تھی کہ جب ان کو حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو اس وقت سجدۂ شکر کیا۔ بہرحال خدا ام المومنین پر رحم کرے اور ان کے شوہر کی عظمت کے تحت

---

[1] طبقات، جلد ۲ ص ۲۹

[2] ابن حجر نے صواعق محرقہ کے ص ۱۰۷ پر تحریر کیا ہے کہ دو دیہاتی عمر کے پاس اپنا جھگڑا لے کر آئے عمر نے حضرت علیؑ سے فیصلہ کرنے کی گذارش کی، ان میں سے ایک نے کہا: یہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے؟ پس عمر نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑا اور کہا خدا تجھے غارت کرے تجھے معلوم ہے یہ کون ہیں؟ یہ تمہارے اور تمام مومنوں کے مولا ہیں اور جس کے یہ مولا ←

انھیں بخش دے، ہم خدا کی اس رحمت کو محدود نہیں کرتے ہیں جو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ اگر وہ جنگ و فتنے نہ ہوتے جو ہماری پراگندگی اور ہماری جمعیت کی تفریق اور ہماری ہوا اکھڑ جانے کا سبب بنی یہاں تک کہ آج ہم مستکبرین کا لقمہ اور ظالم استعمار کا نشانہ بن گئے ہیں۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

جن روایات سے اہلبیتؑ کی تنقیص ہوتی ہے وہ بخاری کو بہت محبوب ہیں

بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ بخاری نے وہ راستہ اختیار کیا کہ جس کا تعلق خلفاء کے مسلک سے تھا اور جسے حکومتوں نے مضبوط و مستحکم کیا تھا۔ یا اس مکتب نے بخاری اور ان جیسے افراد کو چنا اور انھیں اپنے بادشاہ کی بادشاہت کی پائداری اور ان کے مذاہب کی ترویج کے لئے خزانہ دستون بنایا اور ان سے اجتہادات کو جیسے چاہا گھمایا۔ کیونکہ یہ مشغلہ اموی و عباسی حکومت میں بہترین تجارت اور نفع بخش مال تھا۔ ان علماء کے لیے جو خلیفہ کی تائید کے حصول میں مقابلہ بازی کیا کرتے تھے جس طریقے سے بھی ہو سکے خواہ حدیث گڑھ کے یا تدلیس کر کے۔ یہی زمانہ کی سیاست تھی، ہر ایک ان کی نظروں میں معظم اور اس سے دولت حاصل کرنے کی کوشش میں رہتا تھا۔ انھوں نے اپنی آخرت

سے نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہے

کو دنیا کے عوض میں فروخت تو کر دیا لیکن ان کی (اس) تجارت نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا اور وہ قیامت کے دن پشیمان اور نقصان اٹھانے والوں میں ہو گئے

عوام، عوام ہے، زمانہ زمانہ ہے آج بھی آپ اسی انداز اور اسی سیاست کو ملاحظہ کرتے ہیں کتنے بڑے بڑے عالم اپنے گھروں میں مقید ہیں جنھیں لوگ جانتے نہیں ہیں، اور کتنے جاہل خطیب، امام جماعت اور مسلمانوں کے شہروں کے حاکم بنے ہوئے ہیں، اس کا سبب حکومت کی قربت اور تائید ہے ورنہ آپ مجھے اپنے رب کی قسم کھا کے بتائیے کہ اہلبیتؑ نبیؐ کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا اور ایسا پاک رکھا جو حق ہے اسے بخاری کی عداوت و علیحدگی کی کیا تفسیر کی جا سکتی ہے؟ ائمہؑ ھدیٰ سے بخاری کی دشمنی کی کیوں کر تاویل ہو سکتی ہے جبکہ بعض ائمہ خود بخاری کے زمانہ میں موجود تھے لیکن ان سے بخاری نے حدیث نہیں لی ہاں اگر کوئی حدیث لی تو وہ جو ان کی عظمت کو گھٹانے کے لئے گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے اور ان کی عصمت کے منافی ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ اس کی بعض مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

پھر بخاری نے ان نواصب و خوارج سے حدیثیں لی ہیں جنھوں نے اہلبیتؑ سے جنگ کی، انھیں قتل کیا، (جیسا کہ) آپ دیکھتے ہیں کہ وہ معاویہ، عمرو ابن عاص، ابو ہریرہ، مروان ابن حکم اور مقاتل ابن سلیمان کہ جسے دجال کہا جاتا ہے اور عمران ابن خطان ایسے دشمن علیؑ و عدو اہلبیتؑ سے روایت کی ہے۔ جو کہ خوارج کا شاعر اور خطیب ہے جس نے علیؑ کو قتل کرنے پر ابن ملجم کی مدح سرائی کی تھی۔

جیسا کہ بخاری نے خوارج و مرجئہ و مجسمہ اور بعض ایسے نامعلوم

لوگوں سے روایت کی ہے کہ جن کا زمانہ میں وجود ہی نہیں ہے۔

اس طرح انھوں نے اپنی صحیح میں بعض مشہور راویوں کی طرف بعض ناہنجار قسم کے راویوں کے ذریعہ جھوٹ اور تدلیس کی نسبت دی ہے اس کی مثال وہ روایت ہے جسکو بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "ما یحل من النساء و ما یحرم و قولہ تعالیٰ ﴿حرّمت علیکم أمّھاتکم...﴾ الخ میں تحریر کیا ہے۔

دوسرے باب میں خداوند عالم کے اس قول ﴿واحلّ لکم ما وراء ذلکم﴾ کے بارے میں (تحریر) فرماتے ہیں کہ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ:

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کی بہن سے زنا کرے تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

اور یحییٰ کندی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے شعبی والبوجعفر سے نقل کیا ہے کہ:

اگر کوئی شخص کسی لڑکے سے بدفعلی کرتے تو اس کی ماں سے نکاح حرام ہے۔

بخاری کے شارح نے اس عبارت پر اس طرح حاشیہ لگایا ہے "بہتر یہ ہے کہ علماء ایسی باتوں کو کتابوں سے صاف کرکے اپنی عظمت بڑھائیں۔

اسی طرح بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن کے باب "نساءکم حرث لکم" میں نافع سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ابن عمر قرآن کی تلاوت کرتے وقت کسی سے کلام نہیں کرتے تھے، ایک روز تلاوت کے وقت میں ان کے پاس پہونچ گیا وہ سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے جب

تلاوت کر چکے تو کہا: جانتے ہو یہ (آیت) کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے
میں نے کہا: نہیں، انھوں نے کہا: یہ فلاں فلاں چیز کے بارے میں نازل ہوئی
ہے، پھر وہ چلے گئے۔

اور نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہے "قالوا حرثکم انی شئتم" انھوں نے کہا یا تیہا فی۔۔۔ (یعنی فلاں جانب سے۔۔۔۔) شارح نے اس پر حاشیہ لگاتے ہوئے کہا کہ: قولہ فی۔۔۔۔ بحذف المجرور وھو الظرف ای فی الدبر، (ان کا یہ قول کہ فلاں جانب سے۔۔۔ تو یہاں مجرور کو حذف کیا ہے اور وہ ہے دبر) ایک قول یہ ہے کہ مولف نے کراہت کی بنا پر اسے حذف کیا ہے اور اسی طرح شارح نے بھی۔ [1]

ایک روز میں پیرس کی یونیورسٹی سربون میں اخلاقِ نبیؐ کے سلسلہ میں گفتگو کر رہا تھا کہ جن کے اخلاق کی شہادت قرآن نے دی ہے اور رسالت پر مبعوث ہونے سے قبل بھی رسولؐ کا اخلاق مشہور تھا اسی لیئے آپؐ کو صادق وامین کہا جاتا تھا جلسہ کو تقریباً ایک گھنٹہ گذر گیا تھا جس میں میں نے یہ وضاحت کی تھی کہ نبیؐ جنگجو نہیں تھے اور نہ ہی اپنے مذہب کے استوار کرنے میں حقوق انسانی کو پامال کرتے تھے اور طاقت کے زور پر اپنا مذہب بھی نہیں منواتے تھے جیسا کہ بعض مستشرقین کا دعویٰ ہے اس مناقشہ کے درمیان کہ جس میں چنے ہوئے اساتذہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے اسپیشلسٹ خصوصاً مستشرقین شریک تھے گویا میں ایک طرح سے ان لوگوں پر چوٹ کر رہا تھا جو شبہات پیدا کرتے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک سن رسیدہ عربی عیسائی بھی تھا میرے خیال میں وہ لبنانی تھا۔ اس نے زیرکی اور خیانت

---

[1] صحیح بخاری جلد ۶ ص ۱۲۷

دونوں کی آمیزش سے اوپر اعتراض کیا قریب تھا کہ میری ساری محنت اکارت ہو جائے۔

اس ڈاکٹر نے فصیح عربی میں کہا تم نے جو بھی جلسہ میں کہا اس میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیا ہے خصوصاً عصمتِ نبیؐ کے بارے میں کیونکہ اس سلسلہ میں خود مسلمان تمھارے موافق نہیں ہیں، خود محمدؐ تمھاری موافقت نہیں کرتے ہیں، انھوں نے متعدد بار کہا ہے کہ میں بشر ہوں جس سے خطا سرزد ہو سکتی ہے، نیز مسلمانوں نے ان کی متعدد خطاؤں کو قلمبند کیا ہے۔ ہم ان کے نام شمار نہیں کرا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی صحیح اور معتبر کتابیں اس کی گواہی دے رہی ہیں، اس کے بعد عیسائی نے کہا: جہاں تک جنگوں کا تعلق ہے اس سلسلہ میں حاضرین تاریخ کا مطالعہ فرمائیں بلکہ اس سلسلہ میں صرف کتابوں میں محمدؐ کی جنگوں کا مطالعہ کافی ہے پھر ان کے بعد انھیں جنگوں کا سلسلہ خلفائے راشدین نے بھی جاری رکھا۔ یہاں تک کہ وہ فرانس کے مغرب میں واقع شہر POiTiER تک پہونچ گئے۔ اور ہر جنگ میں وہ اپنے نئے مذہب کو تلوار کے زور منواتے تھے

حاضرین اس کی باتوں کو قبول کر رہے تھے اور تالیاں بجا بجا کر اس کی تائید کر رہے تھے۔ ان کو مطمئن کرنے کی میں نے اپنے تئیں کافی کوشش کی یہ ڈاکٹر صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں غلط ہے اگرچہ مسلمانوں نے یہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اس سے ایک استہزائیہ قہقہہ لگا جس سے ہال گونج اٹھا۔

ڈاکٹر نے پھر مداخلت کی اور کہا کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ غیر معتبر کتابوں سے بیان کیا ہے یہ باتیں صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

میں نے کہا یہ کتابیں سنیوں کے نزدیک صحیح ہیں لیکن شیعوں کے نزدیک ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور میں شیعہ ہوں

اس نے کہا شیعوں کی رائے ہمارے لئے اہم نہیں ہے۔
ان کو اکثر مسلمان کافر کہتے ہیں سنی مسلمان ہیں اور ان کی تعداد شیعوں کے دس برابر ہے ان کے نزدیک شیعوں کی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مزید کہا: جب تم مسلمانوں میں آپس میں تفاہم ہو جائے اور اپنے نبیؐ کی عصمت کے سلسلہ میں تم اپنے نفسوں کو مطمئن کر لو گے اس وقت ممکن ہے کہ تم ہمیں مطمئن کر سکو (یہ بات اس نے مسکرا کر اہانت کے انداز میں کہی)

پھر از سر نو میری طرف متوجہ ہوا اور کہا، لیکن جہاں تک (ان کے) اخلاق حمیدہ کی بات ہے تو میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ حاضرین کو یہ سمجھا دیں کہ محمدؐ نے چونسٹھ سال کی عمر میں شش سالہ عائشہ سے کیسے شادی کی؟

ایک بار پھر قہقہوں سے ہال گونجنے لگا اور لوگ گردن اٹھا کر میرے جواب کا انتظار کرنے لگے انھیں یہ بات باور کرانے کے لئے میں نے اپنی سی کوشش کی کہ عرب میں شادی دو مرحلوں میں ہوتی ہے، پہلا مرحلہ عقد و نکاح ہے اور دوسرا مرحلہ دخول سے متعلق ہے اور نبیؐ نے عائشہ سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا تھا لیکن اس وقت دخول نہیں کیا تھا بلکہ نو سال کی عمر میں دخول کیا تھا۔ میں نے کہا یہی بخاری نے لکھا ہے اگرچہ یہ بات میرے خلاف تھی۔ مجھے ذاتی طور پر اس روایت کے صحیح ہونے میں شک ہے کیونکہ لوگ اس زمانہ میں مہذب زندگی نہیں گذارتے تھے اور نہ ہی ولادت، وفات کی تاریخ لکھی جاتی تھی اور اگر روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی نو سال کی عمر میں عائشہ بالغ ہو چکی تھیں۔ آج ہم ریکس اور رومانیہ کی کتنی ہی لڑکیوں کو ٹیلیویژن پر جسمانی لحاظ سے کامل دیکھتے ہیں لیکن جب ان کی عمر بتائی جاتی ہے تو حیرت میں پڑ جاتے ہیں کسی کی بھی عمر گیارہ سال سے زیادہ نہیں ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ نبیؐ نے عائشہ سے بالغ ہونے اور مہینہ دیکھنے کے بعد دخول کیا ہے کیونکہ اسلام اٹھارہ سال کو بلوغ کی حد قرار نہیں دیتا جیساکہ تمہارے فرانس میں مشہور ہے ۔بلکہ عورت کے بلوغ کی علامت اس کا حائض ہونا اور مرد کے بلوغ کی علامت منی کا خارج ہونا ہے ۔اور یہ بات آج ہمارے سامنے کہ دس سال کی عمر میں بھی بہت سے لڑکوں کی منی خارج ہوتی ہے ۔اسی طرح لڑکیاں بھی دس سال سے پہلے ہی حائض ہوجاتی ہیں

اس وقت ایک عورت کھڑی ہوئی اور اس نے میرے اوپر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ :اگر آپ کی بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے اور کبھی ایسا ہوتا بھی ہے اور علمی لحاظ سے صحیح ہے لیکن کمسن لڑکی سے اس بوڑھے کی شادی کو کیسے تسلیم کریں جس کی عمر اپنی انتہا کو پہونچ چکی ہو؟

میں نے کہا: محمد اللہ کے نبیؐ ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں وحی کے مطابق کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ اللہ کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے اگرچہ میں ذاتی طور پر اس حکمت سے ناواقف ہوں ۔

عیسائی ڈاکٹر نے کہا: لیکن مسلمانوں نے اسے سنت نبیؐ بنالیا ہے ۔کتنی ہی کمسن لڑکیوں کی شادی ان کے باپ نے اپنے ہم عمر سے کردی ہے ۔اور افسوس کی بات ہے کہ آج تک یہ ریت چلی آرہی ہے

میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور کہا: اسی لئے تو میں نے سنی مذہب کو چھوڑ دیا اور مذہب شیعہ کو اختیار کر لیا ہے کیونکہ مسلک شیعہ عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی پسند سے شادی کرے ۔ولی و سرپرست اس پر تحمیل نہیں کر سکتا ہے ۔

اس نے کہا سنی ،شیعہ کی بحث چھوڑیئے ہمیں عائشہ

سے محمدؐ کی شادی کو دیکھنا ہے ۔ وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوا اور طنزیہ انداز میں کہا محمدؐ نبیؐ ہیں جن کی عمر چوّن سال ہو چکی ہے وہ اس کمسن لڑکی سے شادی کرتے ہیں جو ازدواجی زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہے ۔ ہمیں بخاری بتاتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں گڑیا سے کھیلتی تھیں اس سے عائشہ کی طفولیت سمجھ میں آتی ہے یہی وہ اخلاق عالیہ ہے جس سے نبیؐ ممتاز ہوتا ہے؟

میں نے از سر نو حاضرین کو پھر اس طرح مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ بخاری کی بات کو نبیؐ پر حجت نہیں قرار دیا جا سکتا ۔ لیکن اب کچھ کہنا بے سود تھا یہ لبنانی عیسائی ڈاکٹر جیسے چاہتا تھا ان (اہلسنت) کے افکار سے کھیلتا تھا ۔

اور میرے لئے اس کے علاوہ چارہ کار نہ تھا کہ گفتگو کو ختم کر دیتا ۔ کیونکہ وہ مجھ پر بخاری سے حجت قائم کر رہا تھا جبکہ میں بخاری کی کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا ہوں ۔

میں وہاں سے ان مسلمانوں کی حالت پر افسوس کرتا ہوا نکلا کہ جنھوں نے دشمن اسلام و پیغمبرؐ کو وہ ہتھیار فراہم کئے جنھیں وہ اب ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہیں ان ہتھیار دینے والوں میں سر فہرست بخاری ہے اس روز میں بہت ہی رنجیدہ گھر واپس آیا اور صحیح بخاری کے صفحات پلٹنا شروع کئے تو مجھے عائشہ کے فضائل میں سب کچھ مل گیا ۔ اس وقت میں نے شکر خدا ادا کیا ورنہ میں رسوؐل کی شخصیت کے بارے میں شک میں پڑا رہتا اگرچہ ان چیزوں نے پہلے مجھے شک میں مبتلا کیا تھا ۔ العیاذ باللہ ۔

یہاں ان بعض روایات کا تذکرہ کر دینا ضروری ہے جو مباحثہ و مناقشہ کے درمیان ہوئی تھیں ۔ تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ تنقید کرنے والے ہم پر بہتان نہیں باندھتے ہیں انھوں نے ہماری صحاح میں خامیاں پائیں اور انھیں ہمارے خلاف استعمال کیا ہے ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الخلق کے باب "تزویج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشہ وقدومہ المدینہ وبنائہ بھا" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

جب نبیؐ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت میری عمر چھ سال تھی، پھر ہم مدینہ آئے اور حرث ابن خزرج کے گھر اترے پس وہاں میرے بالوں میں گرد بھر گئی ایک روز میرے پاس میری ماں ام رومان آئیں تو اس وقت میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی وہ غضب ناک ہوئیں میں ان کے پاس آئی لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ وہ مجھ سے کیوں ناراض ہیں مجھ سے کیا چاہتی ہیں، پس انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ پر لاکھڑا کیا، میری سانس پھول گئی تھی۔ جب تھوڑا سکون ملا تو انھوں نے میرا چہرہ اور سر دھویا اور پھر مجھے گھر میں داخل کیا، میں نے دیکھا کہ وہاں انصار کی عورتیں جمع ہیں انھوں نے مجھے دعائیں دیں میری ماں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے میری زلفیں سنواریں پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کے سپرد کر دیا۔ اس وقت میرا سن نو برس کا تھا۔

اس قسم کی روایات کی حاشیہ آرائی کا کام میں قارئین کے سپرد کرتا ہوں۔

جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب "الانبساط الی الناس" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

میں نبیؐ کے گھر گڑیوں سے کھیلتی تھی اور میری
سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں جب رسُول اللہ
آتے تھے تو وہ سہیلیاں ہٹ جاتی تھیں تو آپ انھیں میرے
پاس بھیجتے تھے وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔

اگر آپ اس قسم کی روایات کا مطالعہ کریں گے تو کیا اس کے بعد بعض مستشرقین کی تنقید پر اعتراض کر سکیں گے؟

اپنے پروردگار کی قسم کھا کے مجھے بتائیے! جب آپ رسُول کے بارے میں عائشہ کا یہ قول پڑھیں گے کہ میں نے تو آپ کے رب کو آپ کی خواہش کے متعلق جلد باز پایا۔ [1]

(سچ بتائیے) اس عورت کے متعلق آپ کے دل میں کتنا احترام باقی رہے گا جو نبیؐ کی پاکیزگی میں شک کرتی ہے۔ کیا اس سے آپ کے دل میں یہ بات نہیں آئے گی کہ ان کی بے وقوفی کی دلیل ہے ان کی عقل کامل نہیں تھی۔

کیا اس کے بعد ان دشمنان اسلام پر ملامت کی جا سکے گی جو اکثر اس بات کو ہوا دیتے ہیں کہ محمدؐ عورتوں کو بہت دوست رکھتے تھے اور شہوت پرست تھے پس جب وہ بخاری میں یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا پروردگار ان کی خواہش (نفس) کے بارے میں سرعت سے کام لیتا ہے نیز بخاری میں یہ دیکھتے ہیں کہ محمدؐ ایک گھنٹے میں گیارہ عورتوں سے جماع کرتے تھے اور انھیں تیس کی طاقت دی گئی تھی۔

تو ان مسلمانوں پر ملامت کرنی چاہیئے کہ جنھوں نے اس

---

[1] صحیح بخاری جلد ۳، ص ۲۴ ،کتاب تفسیر القرآن قولہ تعالیٰ: ﴿ترجي من تشاء منهن﴾ ←

قسم کی خرافات کو لکھا ہے اور ان کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا ہے بلکہ انھیں قرآن کے مثل جانا ہے کہ جس میں شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن وہ (اہلسنت) تمام چیزوں میں مجبور ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے عقیدہ میں بھی آزاد نہیں ہیں۔ کسی چیز میں ان کا اختیار نہیں ہے۔ یقیناً یہ کتابیں ان پر اولین حکام نے تحمیل (تھوپی) کی تھیں اب ہم ان روایات کو سپرد قلم کر رہے ہیں جنھیں بخاری نے اہلبیت کی منقصت کے لئے نقل کیا ہے۔

چنانچہ اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب "شہود الملائکہ بدراً" [1] میں علیؑ ابن حسینؑ سے روایت کی ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ نے خبر دی ہے کہ علیؑ نے فرمایا:

بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ایک اونٹنی ملی تھی اور نبیؐ نے بھی مجھے خمس میں سے کچھ دیا تھا پس جس روز فاطمہؑ بنت نبیؐ سے میری نسبت ہوئی تو میں نے بنی قینقاع کے ایک اونٹوں کو سنوارنے والے کو تیار کیا کہ وہ میرے ساتھ آئے ذخیرہ میں چلے، میرا خیال تھا کہ اسے فروخت کر کے عروسی کا ولیمہ کر دوں گا۔ جب میں اپنی اونٹنی کا کجاوہ خورجیاں رسیاں جمع کر لیں جبکہ میری اونٹنی انصار میں سے ایک شخص کے حجرہ کے سایہ میں بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا کوہان کٹا ہوا ہے۔ اور پہلو چاک ہیں۔ جگر نکال لئے

سه وتأوي إليك من تشاء ومن ابتغيت ممّن عزلتَ فلا جناح عليك﴾

[1] بخاری، جلد ۵ ص ۱۶

گئے ہیں یہ منظر دیکھ کر میں ہکا بکا رہ گیا، میں نے کہا یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حمزہ ابن عبدالمطلب نے اور وہ اس گھر میں ہیں انصار میں سے کچھ ان کے ساتھی بھی موجود ہیں ان کے پاس شراب کی بوتل ہے۔ پس حمزہ نے تلوار اٹھا کر ان کے کوہان کاٹ ڈالے، اور پہلو چاک کر کے ان کے جگر نکال لئے، حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

میں نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کے پاس زید ابن حارث بھی بیٹھے تھے۔ میری حالت سے نبیؐ نے اس کا اندازہ لگا لیا۔ اور فرمایا: تمھارے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ حمزہ نے میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لئے ہیں۔ ان کے پہلو چاک کر کے جگر نکال لئے ہیں اور وہ فلاں گھر میں شرابیوں کے درمیان بیٹھے ہیں، نبیؐ نے اپنی ردا طلب کی، دوش پر ڈالی اور روانہ ہوئے۔ میں نے اور زید نے بھی آپؐ کا اتباع کیا اس گھر پر پہونچے جس میں حمزہ تھے، داخل ہونے کی اجازت طلب کی، اجازت ملی تو نبیؐ نے حمزہ کی حرکت پر انھیں لعنت ملامت کی، شراب کے نشہ سے حمزہ کی آنکھیں سرخ تھیں۔ حمزہ نے نبیؐ کو دیکھا پھر نظر اٹھا کر آپؐ کے چہرہ کی طرف دیکھا اور کہا تم میرے والد کے غلام ہو۔ پس نبیؐ سمجھ گئے کہ یہ چڑھائے ہوئے ہے لہذا خاموش ہو گئے اور واپس پلٹ گئے ہم بھی ان کے ساتھ نکل آئے۔

قارئین اس جھوٹ سے لبریز روایت میں غور کریں جس میں سید الشہداؑ پر سب وشتم ہے۔ کیونکہ وہ (سید الشہدا) اہلبیتؑ کے لئے باعث افتخار ہیں۔ کتنی ہی مرتبہ اپنے اشعار میں حضرت علیؑ نے جناب حمزہ پر فخر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: حمزہ شہیدوں کے سردار میرے چچا ہیں۔ اور بارہا رسولؐ نے ان پر فخر کیا ہے اور جب وہ قتل ہوئے تو رسولؐ نے ان پر گریہ کیا۔ اور سید الشہدا کے لقب سے نوازا۔

نبیؐ کے عم حمزہ وہ ہیں جن کے ذریعہ خدا نے اسلام کو اس وقت عزت بخشی تھی جب کمزور مسلمان مخفی طور پر خدا کی عبادت کرتے تھے۔ ان کا اپنے بھتیجے کی نصرت میں قریش کے مقابلہ میں ڈٹ جانے اور قریش سورماؤں کے سامنے اسلام کا اعلان کرنے والا واقعہ مشہور ہے۔

حمزہ وہ ہیں جنھوں نے ہجرت میں سبقت کی اور اپنے بھتیجے کے لئے ہجرت کے اسباب فراہم کئے۔

حمزہ اپنے بھتیجے علیؑ کے ساتھ بدر واحد کے سورماؤں میں تھے۔ خود بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن کے باب قولہٗ "ھٰذانِ خصمان اختصموا فی ربھم"[1] میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن رحمٰن کے سامنے خصومت کے لئے میں بحث کرونگا قیس کا قول ہے یہ آیت انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بدر میں مبارزہ کرنے والے علیؑ، حمزہ، عبیدہ اور شیبہ ابن ربیعہ، عتبہ ابن ربیعہ اور ولید ابن عتبہ تھے۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ ص ۲۴۲

بخاری کو ایسی ہی روایات نقل کرنے میں سکون ملتا ہے
جو اہلبیتؑ کی باعث افتخار چیزوں میں رخنہ پیدا کرتی ہیں اور اس قسم کی حدیث گڑھنے والوں کا سلسلہ طویل ہے۔

بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے عبدان نے بیان کیا، ہمیں عبداللہ نے خبر دی، ہمیں یونس نے خبر دی اور ہم سے احمد ابن صالح نے بیان کیا ہم سے عَنبَسہ نے بیان کیا، ہم سے یونس نے زہری کے حوالہ سے بتایا کہ ہمیں علیؑ ابن حسینؑ نے خبر دی ہے[۱] ان سات اشخاص سے بخاری نے روایت نقل کی ہے قبل اس کے کہ سَنَد کا سلسلہ سید الساجدین تک پہونچے۔ کیا زین العابدینؑ کے شایان شان یہ بات تھی کہ وہ اس قسم کی جھوٹی باتوں کو بیان کریں۔ کہ سید الشہداء شراب پیتے تھے۔ جب وہ اسلام لاچکے تھے اور ہجرت کر چکے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مسلمان تنگدستی میں مبتلا تھے۔ جیسا کہ روایت سے واضح ہے۔ کہ وہ اونٹنیاں علیؑ کی شادی کے ولیمہ کے لئے تھیں جو کہ دو ہجری میں انجام پذیر ہوئی تھی۔ اور نبیؐ نے علیؑ کو بدر کے مال غنیمت میں سے ان کا حصہ عطا کیا تھا۔ اور کیا سید الشہداء حمزہ کے لئے یہ زیب دیتا ہے کہ وہ زناکار عورت سے گانا سنیں اور اس کے کہنے سے بے دھڑک اونٹنیوں کو کاٹ ڈالیں۔

کیا یہ بات سید الشہداء (حمزہ) کے شایان شان ہے کہ بلا ذبیحہ کا گوشت کھائیں اور اس کے پہلو کو شگافتہ کر کے کلیجہ نکال لیں۔

کیا یہ بات رسولؐ کو زیب دیتی ہے کہ وہ بیہودہ اور شراب

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۶

پینے والوں کے مجمع میں پہونچیں اور حمزہ پر ناراض ہوں؟

کیا سید الشہداء کے لئے یہ مناسب تھا کہ وہ شراب سے اتنے مست ہو جائیں کہ آنکھوں کا رنگ سرخ ہو جائے۔ اور وہ رسول پر اس طرح سب و شتم کریں کہ تم میرے والد کے غلام ہو؟

کیا رسول کے لئے یہ سزاوار تھا کہ وہ پچھلے پاوں میں لوٹ جائیں اور بغیر سرزنش کے چلے جائیں جبکہ مشہور یہ ہے کہ آپ کا غضب خدا کے لئے ہوتا تھا۔

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ روایت حمزہ کے بجائے ابو بکر یا عمر یا عثمان یا معاویہ کے بارے میں نقل ہوئی ہوتی تو بخاری اسے قباحت کے پیش نظر نقل نہ کرتے اور اگر نقل کرتے تو کاٹ چھانٹ کر نقل کرتے اس کا کیا کیا جائے کہ بخاری ان افراد سے خوش نہیں ہیں جنھوں نے خلفاء کے مسلک کا انکار کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ کربلا میں سب شہید کر دیئے گئے سوائے علیؑ ابن الحسینؑ کے، کوئی نہ بچا لیکن دشمنوں نے ان کی زبان سے جھوٹی بات گڑھ کے نقل کر دیا۔

بخاری نہ فقہ اہلبیتؑ سے متعلق اور نہ ہی ان کے علوم سے مربوط نہ ہی ان کے زھد و خصلت کے بارے میں کوئی حدیث نقل کرتے کہ جن سے اہلسنت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

آیئے بخاری سے دوسری روایت سنیں جس میں وہ اہلبیتؑ پر طعن کرتے ہیں۔ جب بخاری سمیت رُوات نے علیؑ ابن ابیطالب میں کوئی خامی نہیں دیکھی اور نہ ان کی طول حیات میں کبھی جھوٹ کا شائبہ پایا ہے اور نہ کسی گناہ و خطا کا سراغ ملا ہے اور اگر ایسی کوئی بات انھیں مل جاتی تو اس کے

پروپیگنڈے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے اس لئے ان پر اتہام لگانے کے لئے یہ روایت گڑھی کہ وہ نماز کو حقیر سمجھتے تھے (معاذ اللہ)

بخاری اپنی صحیح کی کتاب الکسوف کے باب "تحریض النبیؐ علی صلاۃ اللیل وطرق النبیؐ فاطمہ وعلیا علیہما السلام لیلۃ الصلاۃ" [۱]

حدّثنا أبو اليمان قال: أخبرنا شعيب عن الزهري قال: أخبرني علي بن حسينٌ أن حسين بن علي أخبره أن علي بن أبي طالب أخبرهُ أن رسولَ الله صلّى الله عليه وسلّم

علیؑ ابن ابیطالب نے فرمایا کہ رسولؐ نے مجھے اور فاطمہؑ بنت نبیؐ کو رات میں جگایا اور فرمایا: تم نماز نہیں پڑھو گے؟

میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ ہمارے نفس اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ چاہے گا کہ ہمیں برانگیختہ کرے تو ہم اٹھ کھڑے ہوں گے، جب ہم نے یہ بات کہی تو نبیؐ واپس چلے گئے اور مجھے کچھ نہیں کہا: پھر میں نے انھیں فرماتے ہوئے سنا "حالانکہ آپؐ زانو پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے" کہ انسان بہت سی چیزوں میں جدال کرتا ہے۔

بُخاریؒ خدا سے ڈرو یہ علیؑ وہ ہیں جن کے بارے میں مورخین ہمیں بتاتے ہیں کہ آپ نے جنگ صفین میں لیلۃ الحریر میں نماز شب ادا کی اور اس وقت فوجوں کے دونوں دستوں کے درمیان نیزے چمک رہے تھے

---

[۱] بخاری جلد ۲ ص۴۳

اور چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی ۔ آپ نے مصلا بچھایا اور کوئی پروا نہ کی اور نہ ہی نماز توڑی ۔

علیؑ ابن ابیطالب وہ ہیں جنھوں نے لوگوں کے لئے قضا و قدر کا مفہوم واضح کیا اور انسان کو اس کے افعال کا ذمہ دار قرار دیا ہے ۔ لیکن بخاری تم اس روایت میں ان کو جبری (جبر کا قائل) قرار دے رہے ہو کہ جس کے ذریعہ وہ رسولؐ سے خواہ مخواہ بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں اگر وہ چاہے گا تو ہم اٹھ جائیں گے ۔ یعنی اگر خدا چاہے گا کہ ہم نماز پڑھیں تو ضرور پڑھیں گے ۔

علیؑ ابن ابیطالب وہ ہیں کہ جن کی محبت ایمان اور جن کا بغض نفاق ہے تم ان کو جھگڑالو قرار دے رہے ہو یہ تو سفید جھوٹ ہے اس سلسلہ میں کوئی بھی تمھاری موافقت نہیں کرے گا یہاں تک کہ امام کا قاتل ابن ملجم اور آپ کا سخت ترین دشمن جس نے منبروں سے آپ پر لعنت کا سلسلہ جاری کیا وہ معاویہ بھی اس بات کی تائید نہیں کرے گا یہ تو بہت ہی گری ہوئی بات ہے لیکن تم نے اس کے ذریعہ بہت کچھ کمایا ہے ۔ تم نے اپنے زمانہ کے حکام کو جو اہلبیتؑ کے دشمن تھے ، راضی کیا اور انھوں نے اس پست دنیا میں تمھاری عظمت کو بڑھایا لیکن امیر المومنینؑ کے سلسلہ میں جو تمھارا موقف ہے اس سے تم نے اپنے خدا کو ناراض کیا ۔ امیر المومنین علیہ السلام وہ ہیں جو سفید پیشانی والوں کے سردار اور قسیم جنت و نار ہیں ۔ یہی قیامت کے روز اعراف پر کھڑے ہوں گے اور ہر ایک کو اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے [1]

---

[1] حسکانی حنفی نے شواہد التنزیل کی جلد ۱ ص ۱۹۸ پر خداوند عالم کے اس قول ــــــ

اور جہنم سے کہیں گے یہ تمہارا ہے اور یہ ہمارا۔ لہ

اے بخاری مجھے نہیں معلوم کہ قیامت کے دن تمہاری کتاب اسی شکل میں ہوگی کہ جس شکل میں اب ہے کہ جس کی جلد خوبصورت انداز میں بندھی ہوئی ہے .....

ہاں بخاری کے لئے یہ بہت بڑی بات تھی کہ وہ اپنے سید و سردار عمر ابن خطاب کو پانی نہ ملنے کے سبب تارک الصلاۃ لکھ دیں اور عمر اپنے ہی مسلک پر اپنی خلافت تک برقرار رہے۔ چنانچہ قرآن و سنت کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ میں تو نماز نہیں پڑھوں گا۔

پس اس نے حدیث گڑھنے والوں کو تلاش کیا اور انھوں نے اس کی فرمائش پر یہ حدیث گڑھ دی کہ علیؑ پر نماز شب پڑھنا دشوار تھا۔ اگر ہم اس حدیث کی صحت کو قبول بھی کرلیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی علیؑ کے لئے کوئی گناہ ہے کیونکہ یہ نماز نافلہ ہے جس کے پڑھنے میں ثواب ہے اور نہ پڑھنے میں عذاب نہیں ہے۔ اس کو عمر کی واجب نماز

ـــــہ ﴿وعلى الأعراف رجال يعرفون كلاً بسيماهم﴾ کی تفسیر میں، اور حاکم نے علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن ہم جنت و جہنم کے درمیان کھڑے ہوں گے پس جس نے ہماری مدد کی ہوگی ہم اسے پیشانی سے پہچان لیں گے

لہ ابن حجر شافعی نے صواعق محرقہ کے ص۱۰۱ پر نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے علی تم قسیم جنت و نار ہو اور تم قیامت کے دن جہنم سے کہو گے کہ یہ میرا ہے اور وہ تمہارا ہے۔ ابن حجر اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوبکر نے علیؑ سے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے کہ صراط سے گذرنا کسی کے لئے اس وقت تک ممکن نہیں جب تک علی نہ لکھ دیں۔

چھوڑ دینے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ بخاری ہی نے نقل کیوں نہ کی ہو۔

بخاری اہلسنت کے نزدیک صحیح ہے اور اہلسنت مسلک خلفاء کے تائید کرنے والے ہیں اور اس مسلک پر بنی امیہ اور بنی عباس کی سیاست کی بنیاد استوار ہے محقق اس حقیقت کو جانتا ہے۔ آج تو یہ کسی پر مخفی نہیں ہے اور اہلسنت ان حکام کی سیاست کا اتباع کرتے ہوئے کہ جنھوں نے انھیں اہلبیت اور ان کے شیعوں کی دشمنی پر ابھارا اور لاشعوری طور پر اہلبیت اور ان کے شیعوں کے دشمن بن گئے ہیں کیونکہ وہ ان کے دشمنوں سے دوستی اور ان کے دوستوں کو دشمن رکھتے ہیں۔ اسی لئے انھوں نے بخاری کی عظمت کو بڑھایا۔ ان کے پاس اہلبیت کے آثار میں سے کچھ نہیں ملے گا اور نہ ہی بارہ اماموں کے اقوال ملیں گے۔ یہاں تک کہ باب مدینۃ العلم کہ جنکو نبیؐ سے وہی نسبت تھی جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ اور نبیؐ ان کے مربی تھے۔ جیسی کوئی چیز نہیں ملے گی۔

یہاں اہلسنت سے ایک سوال ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ کون سی چیز ہے جس کو بخاری نے تمام محدثین کے علاوہ ثابت کیا ہے تاکہ تمھارے نزدیک فضیلت پائیں؟؟

میرے خیال میں اس کا واحد جواب یہ ہے کہ بخاری وہ ہے کہ:

۱۔ جس نے صحابہ ابوبکر، عمر، عثمان معاویہ کی مخالفت میں منقول احادیث میں تدلیس کی اور یہ وہ راستہ ہے جس کی معاویہ اور دیگر حکام نے دعوت دی تھی۔

۲۔ اور ان احادیث کو صحیح ثابت کیا ہے جن سے رسولؐ کی

عصمت مخدوش ہوتی ہے اور جو رسُول کو ایک عام انسان بنا کر پیش کرتی ہیں کہ جس سے خطا سرزد ہوتی ہے ۔ اور یہ چیز وہ ہے جو طول تاریخ میں حکام کی پسندیدہ رہی ہے ۔

۳۔ خلفائے ثلاثہ کی فضیلت میں گڑھی ہوئی جھوٹی حدیثوں کو نقل کیا اور علیؑ ابن ابیطالب پر انھیں فضیلت دی یہ معاویہ کی دلی خواہش تھی وہ چاہتا تھا کہ علیؑ کا ذکر مٹ جائے ۔

۴۔ ایسی احادیث کی روایت کی جن سے اہلبیت کی عظمت و شرافت پر حرف آتا ہے ۔

۵۔ ایسی احادیث کو قلمبند کیا جو خلافت کے سلسلہ میں مذہب جبر و تجسیم اور قضا و قدر کی تائید کرتی ہیں اور اس کو اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لئے بنی امیہ و بنی عباس نے رواج دیا ۔

۶۔ ایسی جھوٹی احادیث کو لکھا جو خرافات اور قصے کہانیوں سے مشابہت رکھتی ہیں تاکہ امت کو ان میں مبتلا رکھا جائے یہ ایک جماعت کا پروپیگنڈہ ہے جو بخاری کے ہمعصر حکام کی خواہش تھی ۔

قارئین محترم مثال کے طور پر آپ کے سامنے یہ روایت ہے :

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدالخلق کے باب "ایام الجاهلیه" جلد ۴ ص ۲۳۸ پر روایت کی ہے کہ ہم سے نُعیم ابن حماد نے اور ھُشیم نے حصین سے اس نے عمرو ابن میمون سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا :

میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بندریہ کو دیکھا کہ جس کے چاروں طرف بندر جمع تھے اس بندریہ نے زنا کر لیا تھا ۔

پس بندروں نے اسے سنگسار کیا تو میں نے بھی ان
کے ساتھ اس پر پتھر برسائے۔

میں بخاری سے کہتا ہوں شاید خدا نے بندروں پر رحم کیا اور ان کے لئے اس سنگساری کے حکم کو منسوخ کر دیا جو ان پر جنت سے نکالنے کے بعد عائد کیا تھا۔ اور زمانۂ اسلام میں ان کے لئے زنا کو مباح قرار دیا جبکہ زمانۂ جاہلیت میں حرام تھا۔ اسی لئے محمدؐ کی بعثت سے لیکر کسی مسلمان نے اب تک یہ دعویٰ نہ کیا کہ میں بندروں کے سنگسار کرتے وقت وہاں حاضر تھا۔ یا ان کا شریک تھا۔

خاتمۂ بحث

کیا محقق اور آزاد علماء ان خرافات پر کہ جن کی مثال بخاری میں بکثرت موجود ہے خاموش رہیں گے۔ اور کچھ نہیں بولیں گے۔

ممکن ہے کچھ لوگ یہ کہیں کہ بخاری کو کیوں نشانہ بنایا جاتا ہے؟ جبکہ دوسری کتابوں میں بھی تو ضعیف حدیثیں موجود ہیں، یہ بات واضح ہے لیکن ان میں سے بخاری کو منتخب کیا ہے کیونکہ اس کتاب نے وہ شہرت پائی ہے کہ جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا، حد ہوگئی علمائے اہلسنت کے درمیان اسے قرآن کے برابر سمجھا جانے لگا جس میں کسی بھی طرف سے باطل کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ اس (قرآن) میں مرقوم ہے وہ صحیح ہے اس میں شک نہیں کیا جاسکتا، بخاری کی تقدیس کا چشمہ سلاطین وملوک سے پھوٹتا ہے خصوصاً عباسی عہد سے کہ جس میں بیشتر کرسیوں پر فارس (ایران) والے قبضہ جما چکے تھے۔ اور حکومت کے انتظامی امور میں دخیل تھے ان میں سے بعض وزیر اور مشیر تھے اور بعض طبیب و علم ہیئت کے ماہر تھے ابوفراس کہتا ہے:

أبلغ لديك بني العبّاس مالكةً ۔۔۔ لَا يدّعوا ملكها ملّاكها العَجم
أيّ المفاخر أمست في منازلكم ۔۔۔ وغيركم آمرٌ فيها ومحتكم

بنی عباس تمھیں حکومت وخلافت مل گئی ہے
لیکن تم یہ دعویٰ نہ کرو کہ وہ تمھارے قبضہ واختیار میں ہے
اس کے مالک تو عجم والے ہیں یہ کون سے فخر کی بات ہے
کہ خلافت وحکومت تمھارے گھر میں ہے جبکہ اس کے
حاکم تمھارے غیر ہیں ۔

فارس والے اپنی پوری طاقت کو کام میں لائے اور انھوں نے اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کیا۔ یہاں تک کہ قرآن کے بعد بخاری کو مرتبۂ اول مل گیا اور ابو حنیفہ تینوں اماموں سے اوپر امام اعظم بن گئے ۔

اور اگر فارس والوں کو حکومت بنی عباس کے زمانہ میں قوم عرب کے بھڑک اٹھنے کا خوف نہ ہوتا تو وہ بخاری کو قرآن پر بھی ترجیح دیتے اور ابو حنیفہ کو نبیؐ پر مقدم کرتے اور کون جانتا ؟

میں نے ان کے اس قسم کے بعض خیالات پڑھے ہیں۔
ان میں سے بعض تو صاف کہتے تھے کہ حدیث قرآن پر حکم لگانے والی ہے۔
حدیث سے ان کی مراد بخاری ہی ہوتی تھی۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر حدیثِ نبیؐ اور ابو حنیفہ کے اجتہاد ورائے میں تعارض وٹکراؤ ہو جائے تو ابو حنیفہ کی رائے کو مقدم کرنا واجب ہے ۔ اور اس کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث میں متعدد احتمال ہوتے ہیں اگر یہ صحیح ہو تو فبہا اور اگر اس کی صحت میں شک ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے ۔

امت اسلامیہ رفتہ رفتہ تکبر کا شکار ہوتی چلی گئی ۔ وہ

ہمیشہ محکوم رہی اس کی راہوں کا انتخاب فارس ومغل، ترک وفرانس، وانگلینڈ اور اٹلی کے بادشاہ وسلاطین کرتے رہے۔ بیان کرنے میں کیا حرج ہے۔

اکثر علماء حکام کے پس پشت رہنے کے عادی تھے۔

فتویٰ دیتے تھے مال لیتے تھے۔ مال کی طمع میں چاپلوسی کرتے تھے وہ ہمیشہ (اس زمانہ کی) سیاست کے مطابق عمل کرتے تھے (تفرقہ ڈالو محفوظ رہو) انھوں نے کسی ایک کو اجتہاد کی اجازت نہ دی اور نہ اجتہاد کے اس دروازہ کو کھولنے کی اجازت دی جس کو حکام نے دوسری صدی کے آغاز ہی میں اہلسنت کے درمیان فتنہ وجنگ کے خوف سے بند کر دیا تھا۔ اہلسنت کی اکثریت تھی وہ ہی حکومت پر قابض تھے اور شیعہ اقلیت میں تھے اور یہی ان کی نظر میں سب سے بڑا خطرہ تھے اس کے لئے بھی کچھ سوچنا تھا۔ لہٰذا علمائے اہلسنت اس سیاسی کھیل میں مشغول رہے۔ اور انھیں (شیعوں کو) کافر ثابت کرنے اور ان پر تنقید کرنے میں لگے رہے۔ اور ہر طرح سے ان کی دلیلوں کی تردید کرتے رہے یہاں تک کہ اس سلسلہ میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور ہزاروں نیکو کار افراد کا خون بہایا گیا۔ جبکہ ان کا صرف یہ قصور تھا کہ وہ عترت نبیؐ سے محبت رکھتے تھے اور ان حکام سے بیزار تھے جو زبردستی امت پر مسلط ہو گئے تھے۔

اور آج جبکہ ہم آزادی کے زمانہ میں، روشنی کے دور میں، زندگی گذار رہے ہیں جیسا کہ اسے علم کا عہد کہا جاتا ہے اور دنیا کے ممالک فضائی جنگ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اور پوری دنیا پر قابض ہو جانا چاہتے ہیں اس زمانہ میں بھی اگر کوئی عالم تعصب وتقلید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کوئی ایسی چیز لکھتا ہے جس سے

اہلبیتؑ سے محبت کی بو آتی ہے. تو ان کا خون کھول جاتا ہے اور اپنی پوری طاقت کو اس پر لعنت کرنے اور اسے کافر ثابت کرنے میں صرف کر دیتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ اس نے ان کے مزاج کے خلاف اقدام کیا ہے۔ اگر وہ بخاری کی مدح اور تقدیس میں کتاب لکھتا تو علامہ بن جاتا۔ اس پر سونے کی بارش ہوتی اور ہر سمت سے اس کی مدح سرائی ہوتی اسے ایسے افراد مل جاتے جنھیں چاپلوسی اور بری بات سے ان کی نماز و روزہ بھی نہیں روک سکتے ہیں۔

آپ ان تمام مقتضیات میں غور کرتے ہیں کہ جو اکثر لوگوں کی گمراہی کے لئے کافی ہیں ان اسباب کے بارے میں سوچا جو بیشتر لوگوں کو ضلالت کی طرف کھینچتے ہیں، قرآن کریم اس مخفی راز سے آگاہ کرتا ہے۔ اس گفتگو کے ذریعہ جو خدائے ذو الجلال اور ابلیس لعین کے درمیان ہوتی تھی۔

خدا : میرے حکم کے بعد تجھے کس چیز نے سجدہ سے باز رکھا؟

ابلیس : میں ان (آدم) سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انھیں مٹی سے پیدا کیا ہے۔

خدا : جنت سے نکل جاؤ یہاں رہتے ہوئے تم کو تکبر کرنے کا حق نہیں ہے نکل جا تو پست افراد میں سے ہے۔

ابلیس : مجھے قیامت تک کی مہلت دی جائے۔

خدا : تم انتظار کرنے والوں میں سے ہو۔

ابلیس : جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں بھی ضرور تیرے سیدھے راستہ میں بیٹھوں گا (تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا) پھر انھیں چاروں طرف سے گھیر لوں گا تو، تو ان میں سے

اکثر کو شکر گذار نہ پائے گا۔

خدا ، تو یہاں سے نکل جا تو ذلیل و مردود ہے ان میں سے جو
بھی تیرے ساتھ چلے گا تو میں ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔
اولاد آدم خبردار شیطان تمھیں فریب نہ دے جیسا کہ
اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان
سے ان کا لباس اتر کر گر گیا اور دونوں برہنہ ہو گئے۔ وہ
اور اسکی اولاد تم کو دیکھتی ہے لیکن تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ہو
ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان
نہیں قبول کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب بھی کوئی برا کام
انجام دیتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایسے
ہی پایا ہے۔ اور خدا ہی نے اس کا حکم دیا ہے۔ آپ کہدیجئے
کہ خدا بری باتوں کا حکم نہیں دیتا ہے۔ کیا تم خدا کی طرف
ان باتوں کی نسبت دیتے ہو جنھیں تم نہیں جانتے ہو
کہدیجئے میرا رب عدل کا حکم دیتا ہے اور ہر نماز کے وقت
تم سب اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور خدا کو خالص دین کے
ساتھ پکارو اس نے جس طرح تمھاری ابتدا کی اسی طرح تم اس
کی طرف پلٹ کر بھی جاؤ گے۔ اس نے ایک گروہ کو ہدایت
دی ہے اور ایک پر گمراہی مسلط ہو گئی ہے۔ انھوں نے
شیاطین کو اپنا دل بنا لیا ہے۔ اور خدا سے نظریں موڑ لی
ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

★

اسی لئے تمام مسلمان بھائیوں سے کہتا ہوں کہ شیطان پر لعنت کرو اپنے اوپر اسے قابو نہ دو۔ اس علمی بحث کی طرف آؤ جسے قرآن و حدیث ثابت کرتی ہے۔ اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان مساوی ہے اسی چیز سے حجت قائم کرو جو ہمارے اور تمھارے نزدیک صحیح ہے۔ اور جو اختلاف کا باعث ہے اسے ایک طرف پھینک دیں۔ کیا رسولؐ کا فرمان نہیں ہے کہ میری امت خطا پر جمع نہیں ہوگی۔ پس حق وہ ہے جس پر ہم شیعہ و سنی متفق ہیں اور جس میں اختلاف کرتے ہیں وہ باطل ہے۔ اگر ہم ڈگر پر چلیں گے تو صلح و صفا اور اتفاق عام ہوگا اور ضرور اتحاد کی چادر کے نیچے جمع ہو جائیں گے اور ضرور خدا کی طرف سے مدد آئے گی اور زمین و آسمان کی برکتیں عام ہو جائیں گی، وقت نکلا جا رہا ہے جو لوٹ کر نہیں آئے گا اس دن کے آنے سے پہلے انتظار کا وقت ہے جس میں بیع و خلال نہیں ہوگا۔ اور ہم سب شیعہ سنی اپنے امام مہدیؑ کے انتظار میں ہیں ان کی بشارت کے سلسلہ میں ہماری کتابیں بھری پڑی ہیں کیا ہمارے ایک راستہ پر گامزن ہونے کے لئے یہ دلیل کافی نہیں ہے؟ شیعہ تمھارے بھائی ہیں اہلبیتؑ انھیں کا ذخیرہ نہیں ہیں بلکہ محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ تمام مسلمانوں کے امام و رہبر ہیں یقیناً ہم سنی اور شیعوں کا حدیث ثقلین پر اتفاق ہے۔ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ میں تمھارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس سے متمسک رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ ہے کتابِ خدا اور میری عترت [1] اور مہدیؑ

---

[1] گذشتہ بحث میں ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہے جس میں کتاب و سنتی کی لفظ آئی ہے کتاب خدا اور سنت رسولؐ دونوں صامت ہے

ان کی عترت میں سے ہیں۔ کیا یہ دوسری دلیل نہیں ہے؟

اور اب جبکہ تاریکی و ظلم کا وہ زمانہ ختم ہو گیا کہ جس میں اہلبیتؑ عترت رسولؐ سے زیادہ کسی پر ظلم نہیں ہوا یہاں تک کہ لوگوں نے منبروں سے ان پر لعنت کی انھیں قتل کیا ان کی مخدرات کو مسلمانوں کے مجمع عام میں بے پردہ کیا۔

اب وہ وقت آن پہونچا ہے جس میں اہلبیتؑ نبیؐ سے مظالم کو دور کیا جائے اور امت ان کے سایۂ رحمت و عاطفت کی طرف رجوع کرے جو علم و عمل سے لبریز ہے اور ان کے شجر کے گھنے سایہ کی طرف بڑھے کہ جہاں فضل و شرف کی بہتات ہے۔ نبیؐ اور ملائکہ ان پر درود بھیجتے ہیں اور مسلمانوں کو ہر نماز میں ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ان سے محبت و مودت کا حکم دیا ہے۔

اہلبیتؑ کی فضیلت سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا ہے اس سلسلہ میں ہر زمانہ کے شعراء نے اشعار کہے ہیں۔ ان سے متعلق فرزدق کہتا ہے:

إن عدّ أهل التقى كانوا أئمتهم	أو قيل من خير أهل الأرض قيل هُمُ
من معشر حبهم دين وبغضهم	كفرٌ وقربهم ملجى ومعتصم
مُقدّم بعد ذكر الله ذكرهم	في كل برّ ومختوم به الكلم

سے کلام ہیں ان کے لئے ترجمان ناگزیر ہے۔ بس رسولؐ نے اس بات کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے کہ قرآن و سنت کے بیان کرنے والے ائمہ اہلبیتؑ ہیں جن کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وہ علم و عمل میں سب پر مقدم ہیں۔

اگر اہل تقویٰ کو دیکھا جائے تو یہ ان کے امام ہیں
اور یہ کہا جائے کہ روئے زمین پر سب سے بہتر کون ہے تو
کہا جائے گا وہی ہیں۔ ان کی محبت دین اور ان سے بغض
رکھنا کفر ہے۔ ان کی قربت پناہ گاہ اور محفوظ ٹھکانا ہے۔
خدا کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے۔
کلام کی ابتدا اور انتہا وہی ہیں۔

اور مشہور شاعر ابوفراس اپنے مشہور قصیدہ شافیہ میں ان کی مدح کرتا ہے اور عباسیوں سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ ہم نے اس کے یہ اشعار منتخب کئے ہیں۔

يا باعة الخمر كفّوا عن مفاخركم	لمعشر بيعهم يوم الهياج دم
خلّوا الفخّار لعلّامين إن سُئلوا	يوم السؤال وعمّالين إن عملوا
لا يغضبون لغير الله إن غضبوا	ولا يضيعون حكم الله إن حكموا
تنشى التلاوة في أبياتهم سحراً	وفي بيوتكم الأوتار والنّغم
الركن والبيت والأستار منزلهم	وزمزم والصّفى والحجر والحرمُ
وليس من قسم في الذكر نعرفه	إلّا وهم غير شكٍّ ذلك القَسَمُ

اے شراب فروشو! ان پر فخر نہ کرو جو جنگ
کے روز خون بیچتے ہیں، افتخار علماء و عمل کرنے والوں
کا حق ہے۔ اگر وہ غضبناک ہوتے ہیں تو غیر خدا کے لئے
نہیں اور اگر کوئی حکم لگاتے ہیں تو حکم خدا کو ضائع نہیں کرتے
صبح کے وقت ان کے گھروں سے تلاوت کی آوازیں آتی
ہیں۔ جبکہ تمہارے گھروں سے نغموں اور دھنتاروں کی
آواز آتی ہے۔ زمزم و صفا اور حجر و حرم رکن و خانہ (کعبہ)

اور پردے ان کی منزل ہے قرآن میں جتنی قسمیں آئی
ہیں لاریب دہ اہلبیت کے لئے ہیں۔

زمخشری، بیہقی اور قسطلانی نے ابو عبداللہ محمد ابن علی
انصاری شاطی کے یہ اشعار نقل کئے ہیں:

عُديٌ وتيمٌ لَا أحاول ذكرها	بسوءٍ ولكنّي محبٌ لهاشمِ
وما تعتريني في عليّ ورهطه	إذا ذكروا في الله لومة لائمِ
يقولون: ما بال النصارى تحبّهم	وأهل النّهى من أعرب وأعاجم
فقلت لهم: إني لأحسبُ حبّهم	سرى في قلوب الخلق حتى البهايمِ

میں عدی اور تمیم کا ذکر برائی سے نہیں کرتا
ہوں لیکن میں (بنی) ہاشم کا محب ہوں میں علیؑ اور ان کے
شیعوں کی محبت کے سلسلہ میں کسی بات کی پرواہ نہیں
کرتا، کیونکہ خدا کے بارے میں لومت لائم کی پرواہ نہیں
کرنی چاہیئے۔

لوگ کہتے ہیں کہ انصار کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ علیؑ
اور ان کی جماعت سے محبت کرتے ہیں میں کیوں نہ ان
سے محبت کروں جب عرب و عجم کے صاحبان عقل سے محبت
کرتے ہیں۔

میں ان سے یہ بات کہتا ہوں کہ ان کی محبت
کو میں پوری مخلوق کے قلب میں جاگزیں محسوس کرتا
ہوں یہاں تک کہ چوپائے بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔

★

بعض نصاریٰ نے خصوصاً علی ابن ابیطالب کے فضائل ومناقب میں اور عموماً اہلبیتؑ کے فضائل ومناقب کے سلسلہ میں متعدد کتابیں تحریر کی ہیں جیسا کہ امام شاطبی نے اس بات کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے کہ "نصاریٰ کو کیا ہوگیا ہے وہ ان (علیؑ) سے محبت کرتے ہیں یہ ایسی تعجب خیز بات ہے جو پہیلی بنی رہے گی ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نصرانی اہلبیتؑ کی عظمت کا اعتراف کرے اور اسلام نہ لائے؟ مگر یہ کہ خدا انہیں قدرت وطاقت عطا کرے گا اس وقت اسلام لائیں گے اور پھر شوق سے یا خوف کے سبب اس سے چشم پوشی نہیں کرسکیں گے"

صاحب کشف الغمہ نے ص۲۰ پر امیر المومنینؑ کی مدح میں کسی نصرانی کا قول نقل کیا ہے:

عليٌّ أميـر المؤمنين صـريمـة	ومـا لسواه في الخلافة مطمعُ
له النّسبُ الأعلىٰ وإسلامه الذي	تقـدّم فيه والفضـائل أجمعُـوا
بـأنّ عليّـاً أفضـل النّـاس كلّهم	وأورعهم بعـد النبيّ وأشجـعُ
فلو كنتُ أهـوى ملّةً غير ملّتي	لمـا كنتُ إلاّ مسلمـاً أتشيّـعُ

علیؑ، امیر المومنین صاحب عزمیت اور بہادر ہیں ان کے سوا کسی کو خلافت کی طمع نہیں کرنا چاہیئے وہ حسب ونسب میں اعلیٰ ہیں وہ سابق الاسلام ہیں اور ان کے فضائل پر اجماع ہے اگر میں اپنا مذہب چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کروں تو میں شیعہ مسلمان ہوجاؤں گا۔

پس مسلمانوں کو نبیؐ کے اہلبیتؑ سے بدرجہ اولیٰ محبت کرنا چاہیئے کیونکہ رسالت کا پورا اجر ان کی محبت پر موقوف ہے۔

عنقریب میری ندا سننے والے کانوں، کشادہ قلوب اور بابصیرت آنکھوں تک پہونچے گی جس کے ذریعہ میں دنیا و آخرت میں خوش بخت ہو جاؤں گا۔ خدا سے میری دعا ہے کہ میرے عمل کو اپنے لئے خالص قرار دے اور اسے قبول کر لے، میری خطاؤں کو بخش دے اور مجھے دنیا و آخرت میں محمدؐ و آل محمدؐ کا خدمت گذار بنا دے کیونکہ ان کی خدمت میں عظیم کامیابی ہے۔ بیشک میرے رب کا راستہ سیدھا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين والصلاة والسّلام على محمّد وآله الطيّبين الطّاهرين.

محمد تیجانی السماوی

فہرست

نمبر شمارہ		صفحہ نمبر
۱	حرف مترجم	۴
۲	مقدمہ	۵
۳	سید ابوالحسن ندوی کے نام کھلا خط	۱۴
۴	پوچھ لو	۳۰
۵	**پہلی فصل**	
	پہلا سوال ۔ رویت خدا اور اس کے مجسم ہونے کے بارے میں	۳۵
۶	دوسرا سوال ۔ عدل الہٰی و جبر سے متعلق	۴۱
۷	خدا سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ	۵۹
۸	**دوسری فصل**	
	رسول سے متعلق	
	دوسرا سوال ۔ عصمت رسول کے بارے میں	۶۵
۹	رسول سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ	۱۰۷

صفحہ نمبر		شمارہ نمبر
	تیسری فصل	۱۰
	اہلبیتؑ سے متعلق ــــــــــــ	
۱۱۱	تیسرا سوال اہلبیتؑ کون ہیں ؟ ــــــــــــ	
۱۱۸	عائشہ نبیؐ کی حیات میں ــــــــــــ	۱۱
۱۴۷	عائشہ نبیؐ کے بعد ــــــــــــ	۱۲
۱۵۴	علی علیہ السلام کے خلاف عائشہ کا موقف ــــــــــــ	۱۳
۱۶۴	کمانڈر ام المومنین ــــــــــــ	۱۴
۱۶۶	نبیؐ نے عائشہ اور ان کے فتنہ سے ڈرایا ــــــــــــ	۱۵
۱۷۰	خاتمہ بحث ــــــــــــ	۱۶
۱۷۲	اہلبیتؑ کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ ــــــــــــ	۱۷
	چوتھی فصل	۱۸
۱۸۷	عام صحابہ سے متعلق ــــــــــــ	
۱۹۷	قرآن بعض صحابہ کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے ــــــــــــ	۱۹
۲۰۸	حدیث نبیؐ صحابہ کا راز فاش کرتی ہے ــــــــــــ	۲۰
۲۳۲	صحابہ اور رسولؐ کی اطاعت ! ــــــــــــ	۲۱
	رسولؐ کی وفات کے بعد صحابہ نے سنت نبیؐ کو برباد	۲۲
۲۴۸	کر دیا ــــــــــــ	

شمارہ نمبر		صفحہ نمبر
۲۳	صحابہ جناب ابوذر کی نظر میں	۲۵۳
۲۴	بعض صحابہ سے متعلق قرآن کی گواہی	۲۵۶
۲۵	بعض کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ	۲۷۴
۲۶	**پانچویں فصل**	
	خلفائے ثلاثہ سے متعلق	۲۸۹
۲۷	ابوبکر حیات نبیؐ میں	۲۹۵
۲۸	نبیؐ کے بعد فاطمہؑ کے ساتھ ابوبکر کا برتاؤ	۳۰۳
۲۹	فاطمہؑ نص قرآنی کے لحاظ سے معصوم ہیں	۳۰۸
۳۰	فاطمہؑ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں	۳۰۹
۳۱	فاطمہؑ زنان جنت کی سردار ہیں	۳۱۰
۳۲	فاطمہؑ نبیؐ کا ٹکڑا ہیں	۳۱۱
۳۳	ابوبکر مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں	۳۲۰
۳۴	ابوبکر، عمر اور عثمان حدیث نبیؐ لکھنے سے منع کرتے ہیں۔	۳۲۸
۳۵	عمر ابن خطاب نقل حدیث پر پابندی لگاتے ہیں	۳۳۳
۳۶	ابوبکر عمر کو خلیفہ بنا کر نصوص کی مخالفت کرتے ہیں	۳۴۵
۳۷	عمر اپنے اجتہاد سے قرآن کی مخالفت کرتے ہیں	۳۵۷
۳۸	مخالفت نصوص کے سلسلہ میں عثمان اپنے دوستوں	
	کا اتباع کرتے ہیں	۳۷۸

صفحہ نمبر		شمارہ نمبر
۳۸۳	عثمان سے فرشتے شرم کھاتے ہیں	۳۹
	چھٹی فصل	۴۰
۳۸۷	خلافت سے متعلق	
۳۹۱	سوالات وجوابات	۴۱
	ساتویں فصل	۴۲
۴۱۶	حدیث سے متعلق	
۴۱۷	نبیؐ دھوکہ دیتے ہیں "معاذاللہ"	۴۳
۴۱۸	نبیؐ سخت عذاب دیتے اور مسلمانوں کے ہاتھ پیر قطع کرتے ہیں	۴۴
۴۲۲	نبیؐ جماع کے شوقین تھے "معاذاللہ"	۴۵
۴۲۴	امویوں کے زمانہ میں رقص وغنا کے جواز پر چند مثالیں	۴۶
۴۲۶	نبیؐ نبیذ پیتے تھے "معاذاللہ"	۴۷
۴۲۷	نبیؐ اور ابتذال!	۴۸
۴۲۷	نبیؐ اور حیا	۴۹
۴۲۸	نبیؐ اور برہنگی	۵۰
۴۳۰	نبیؐ سے نماز میں سہو ہوتا ہے	۵۱
۴۳۲	نبیؐ اور حلف شکنی	۵۲

شمارہ نمبر		صفحہ نمبر
۵۳	قسم کے کفارہ میں عائشہ نے چالیس غلام آزاد کئے	۴۳۴
۵۴	نبیؐ احکام خدا میں جیسے چاہتے ہیں تبدیلی کرتے ہیں	۴۳۶
۵۵	نبیؐ قرآن کی بعض آیتوں کو ختم کرتے ہیں ——	۴۴۳
۵۶	نبیؐ کے اقوال میں تناقض ——	۴۵۵
۵۷	فضائل میں تناقض ——	۴۶۱
۵۸	نبیؐ علم اور طب میں تناقض کرتے ہیں ——	۴۶۹
۵۹	**آٹھویں فصل**	
	بخاری ومسلم سے متعلق ——	۴۷۶
۶۰	بخاری ومسلم ابوبکر کی فضیلت بیان کرتے ہیں ——	۴۸۲
۶۱	عمر کی عزت بچانے کے لئے حدیث میں تدلیس کرتے ہیں	۴۹۲
۶۲	عمر کی حقیقت کا انکشاف کرنے والی حدیثوں میں تدلیس	۴۹۴
۶۳	جن روایات سے اہلبیتؑ کی تنقیص ہوتی ہے وہ	
	بخاری کو بہت محبوب ہیں ——	۵۱۴
۶۴	خاتمہ بحث ——	۵۳۵
۶۵	فہرست ——	۵۴۶